جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل ایک نایاب کتاب، جسے پڑھ کر دلوں میں سنتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

جدید نظرثانی ایڈیشن

اُسوۂ حَسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کُبریٰ

جلد ششم

حصہ گیارہواں

نکاح طلاق وغیرہ کے متعلق شمائل وسنن

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام ـــــ شمائلِ کبریٰ جلد ششم حصہ گیارہواں

تاریخ اشاعت ـــــ اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام ـــــ احبابِ زمزم پبلشرز

کمپوزنگ ـــــ فاروقِ اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق ـــــ احبابِ زمزم پبلشرز

ناشر ـــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَزَاءً جَمِيْلًا جَزِيْلًا

ـــــ مِنجانب ـــــ

احبابِ زمزم پبلشرز

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے ایڈیشن ہندو پاک میں شائع ہو کر خواص وعوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ اول: ① کھانے ② پینے ③ لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ دوم: ① سونے ② بیدار ہونے ③ بستر ④ تکیہ ⑤ خواب ⑥ سرمہ ⑦ انگوٹھی ⑧ بال ⑨ داڑھی ⑩ لب ناخن ⑪ امور فطرت ⑫ خضاب ⑬ عصا کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ سوم: ① معاملات ② تجارت ③ خرید وفروخت ④ بازار ⑤ ہبہ ⑥ عاریت ⑦ اجارہ اور مزدوری ⑧ ہدیہ ⑨ قرض ⑩ مرغ ⑪ گھوڑے ⑫ بکری ⑬ اونٹ ⑭ سواری ⑮ سفر کے متعلق آپ کے شمائل وسنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۷۵ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ چہارم: ① اخلاص ② صدق ③ محبت والفت ④ محبت وعداوت خدا کے واسطے ⑤ حب خدا ورسول ⑥ مؤمن کو خوش کرنا ⑦ مسلمانوں کی مدد ونصرت ⑧ پریشان حال کی مدد ونصرت ⑨ مظلوم کی مدد ⑩ یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت ⑪ احباب کی ملاقات اور زیارت ⑫ اولیاء وصلحاء کی زیارت ⑬ عفو ودرگزر ⑭ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر ⑮ سائلین کی رعایت ⑯ اکرام مسلم ⑰ بڑوں کی تعظیم ⑱ اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا ⑲ مؤمن کی عزت ⑳ لوگوں کے مرتبہ کی رعایت ㉑ خاطر مدارات ㉒ مہمان نوازی ㉓ امانت اور دیانتداری ㉔ وعدہ پورا کرنا ㉕ حلم وبردباری ㉖ اعتدال اور میانہ روی ㉗ سنجیدگی ㉘ نرمی سہولت ㉙ پردہ پوشی ㉚ غصہ برداشت کرنا ㉛ توکل ㉜ قناعت ㉝ استغناء ㉞ صبر ㉟ شکر ㊱ سادگی ㊲ قناعت ㊳ تواضع وانکساری ㊴ شرم اور حیا ㊵ سخاوت ㊶ استقامت ㊷ شجاعت اور بہادری ㊸ نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج ㊹ زائد پر دوسروں کو ترجیح ㊺ دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے ㊻ توڑ والوں سے جوڑ ㊼ حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز ㊽ سلامتی صدر ㊾ خوش کلامی ㊿ خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل وانصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ

چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم...... حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات واطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ اعنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت وشجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت و وقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود وسخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) چھپنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائل کبریٰ جلد سوم...... حصہ ششم: (۱) طہارت و نظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم...... حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات وممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رویت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز و غسل وغیرہ کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ششم ...... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم ...... حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل و خصائل عیادت، مرض، علاج و معالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔ اللہ پاک صحت و عافیت و برکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

انتخاب رشتہ پیغام نکاح کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان ۵۴

دودھ پلانے سے متعلق سنن نبوی ﷺ اور احکام کا بیان

مہر کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور تعلیم و طریق کا بیان

طلاق کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ طریق وتعلیمات مبارک کا بیان ۱۷۰

نکاح کے بعد بیوی رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلہ میں آپ کے شمائل اور طریق کا بیان ۱۹۸

طلاق کے بعد پرورش کے متعلق آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ۲۰۰

ایلاء سے متعلق آپ ﷺ کے سنن وطریق مبارک کا بیان ۲۰۳

عدت کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ طریق وسنن کا بیان ۲۰۹

بیوی بچوں پر خرچ کی تاکید اور فضیلت سے متعلق آپ ﷺ کے شمائل وتعلیمات کا بیان ۲۲۱

شوہر بیوی کے آپسی باہمی حقوق اور رعایت کے متعلق آپ ﷺ کے اسوہ کا بیان ۲۳۲

عورتوں کو زجر وتنبیہ کرنے کے متعلق آپ ﷺ کے شمائل واخلاق وآداب ۲۴۶

عورتوں سے گھریلو اور معاشرتی امور کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل وسنن کا بیان ۲۵۸

زمزم پبلشرز

شوہروں کے حقوق جو عورتوں پر ہیں ۳۰۵

عورتوں سے بیعت کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل کا بیان ۳۱۲

ازواج مطہرات کی تعداد اور اس کی تفصیل ۳۱۶

آپ ﷺ کی باندیوں کا بیان ۳۷۵

قسم کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور تعلیمات کا بیان ۳۷۹

حدود و سزا نافذ کرنے کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور تعلیم مبارک کا بیان ۳۹۳

زنا کی اسلامی سزا میں آپ ﷺ کے طریق مبارک کا بیان ۴۰۱

اتہام زنا کی حد میں آپ ﷺ کے طریق مبارک کا بیان ۴۱۰

زمزم پبلشرز

عقیقہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل وطریق مبارک کا بیان ۴۵۴

پیش لفظ

الحمدلله الذی انزال القرآن الحکیم و بین فیه احکام الشرع المتین و بعث به رسولاً امیناً فی الامیین، فجعله حاملاً لعلوم الدین و شرفه بخاتم النبیین و اعطاه علوم الاولین و الآخرین و الصلوٰة و السلام علی رسوله المبعوث الی یوم الدین و علی آله الطیبین و الطاهرین و علی اصحابه الذین رفعوا منارة الدین و علی اصحاب الحدیث والفقه الذین جاهدوا لاحیاء علوم الدین. اما بعد!

امت کے لئے بنیادی اساسی کتاب کلام اللہ اور رسول پاک ﷺ کا اسوہ مبارک پاکیزہ سنت اصل سرمایہ ہے۔ قرآن پاک میں اجمال حدیث، سنت رسول اس کی تفصیل وتفسیر ہے، طریق مستقیم راہ جنت اسی سنت سے وابستہ ہے۔امت مسلمہ کی دنیاوی کامیابی اخروی نجات اسی سے متعلق ہے، پیش نظر کتاب شمائل کبری اسی پر مشتمل ہے۔

خدائے پاک مولیٰ کریم کا بے انتہا فضل کرم اور بے پایاں نوازش واحسان کہ اس کی دس جلدیں طبع ہوکر مقبول امت ہوچکی ہیں اب اس سلسلہ شمائل کی گیارہویں جلد پیش خدمت ہے اس جلد میں نکاح اور اس کے تمام متعلقات طلاق اور اس متعلق تمام امور ازدواجی زندگی کے باہمی حقوق عورت کے معاشرتی زندگی کے متعلق تمام باتیں ازواج مطہرات کی تفصیل اور باندیوں کا ذکر، اس کے علاوہ قسم، حدود، سزا شرعیہ، اضحیہ، عقیقہ سے وابستہ ۳۳ر آپ کے پاکیزہ شمائل اور طریق وتعلیمات کو نہایت ہی بسط وتفصیل سے مستند حوالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ فللہ الحمد و المن علی ذلك۔

اللہ پاک ان صاحب خیر کو اپنی شایان شان جزاء خیر عطا فرمائے جنہوں نے طباعت کے مراحل تک پہنچانے میں تعاون کیا ہے۔خدائے پاک وحدہ لاشریک سے دعا ہے کے شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جوامت کے لئے راہ سنت کی بیش بہا معلومات اور دین ودنیا کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص وعافیت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے، عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اور اپنی رضا وتقرب کا ذریعہ بنائے، زمرہ صالحین ومقربین میں شامل فرما کر بلاحساب کتاب جنت نعیم میں داخل فرمائے۔آمین۔والسلام

محمد ارشاد بھاگلپوری ثم لکھنوی

استاذ حدیث وافتاء مدرسہ ریاض العلوم، گورینی، جونپور

ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ مئی ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نکاح کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل وسنن نبوی کا بیان

نکاح حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: چار امور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے عادات وطریق میں سے ہیں۔ ① حیاوشرم ② عطر وخوشبو کا استعمال، ③ مسواک ④ نکاح۔

(ترمذی: ۲۰۶، ترغیب: ۴۰/۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ حیا، بردباری، پچھنا لگانا، عطر کا استعمال کرنا، نکاح کرنا۔ (مجمع الزوائد، ۲۵۶/۴)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ختنہ کرنا، مسواک کرنا، عطر لگانا، نکاح کرنا میری سنت ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق: ۱۷۳/۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ امور خاص کر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عادات میں سے ہیں۔ یہ اللہ کے برگزیدہ بندے دین ودنیا کے اعتبار سے مشرف ہوتے ہیں اس لئے ان کے عادات وطریق جہاں آخرت کے اعتبار سے بہتر نتائج دیتے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی۔ چنانچہ اسے عفت کے علاوہ دنیاوی بے شمار سہولتیں وابستہ ہیں۔

نکاح آپ ﷺ کی سنت ہے

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری عادت کو پسند کرے وہ میری سنت کو اختیار کرے، اور میری سنت نکاح کرنا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲۵۵، اتحاف السادہ)

عطیہ بن بشر مازنی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے (شادی نہ کرنے پر) فرمایا: یا تو تم

ہمارے طریق پر چلو، جس طرح ہم کرتے ہیں تم بھی کرو، اور ہمارا طریق سنت نکاح کرنا ہے۔

(مجمع الزوائد: ٤/٢٥٣)

فائدہ: پس جو حضرات انبیاء کے طریق کو اختیار نہ کرے گا وہ آخرت کے ساتھ دنیا میں بھی پریشانی محسوس کرے گا۔ نکاح نہ کرنے سے دامن عفت سے پاک شاذ نادر رہتا ہے۔ اس میں آخرت کے نقصان کے ساتھ دنیا میں اتہام اور رسوائی ہے۔ اور دنیاوی سہولتیں گھریلو نظام اور اولاد کے فوائد سے محرومی ہے۔ اور بڑھاپے میں محتاجگی اور حد درجہ پریشانی کی مصیبت ہے جس میں آدمی وقت سے پہلے موت کی تمنا کرنے لگ جاتا ہے۔

جو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دین پر رہنا چاہے وہ نکاح کرے

حضرت اُمّ حبیبہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے طریق پر اور حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ابراہیم علیہم السلام کے طریق و دین پر رہنا چاہتا ہے تو وہ نکاح پر سہولت و راستہ پائے تو نکاح کرے۔

(کنز العمال: ١٦/ ٢٨٠)

فائدہ: نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ سے قبل تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔ تمام انبیاء بیوی اور بچے والے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا ''و لقد ارسلنا رسلاً من قبلك و جعلنا لهم ازواجاً و ذرية.'' ہم نے آپ سے پہلے بھی نبیوں اور رسولوں کو بھیجا ہے۔ اور ہم نے ان کے لئے بیوی اور اولاد بھی بنایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام نبیوں نے شادی کی۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔

چنانچہ شرح احیاء میں ہے کہ اللہ پاک نے انہیں حضرات انبیاء کا تذکرہ کیا ہے۔ جو اہل و عیال والے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی شادی کی تاکہ نکاح کی فضیلت حاصل کریں۔ البتہ عورت کے قریب نہیں گئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے اور اولاد بھی ہوگی۔

(شرح احیاء: ٢٨٥)

علامہ قرطبی نے اس آیت کریمہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ میں اس شخص میں عورتوں کی رغبت اور نکاح کے علاوہ کوئی بات نہیں پاتا، اگر یہ واقعی نبی ہوتے تو عورتوں کی مشغولیت سے الگ رہتے اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ان کی تردید کی۔ آپ سے قبل کے تمام انبیاء بیوی بچے والے ہوئے۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بیوی بچے والے تھے۔ (٥/٣٣٧)

نکاح کو اپنی سنت قرار دے کر ترغیب فرماتے

عبید بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے طریقے اور طرز کو پسند کرے میری سنت کے طریقہ پر چلے، میری سنت نکاح کرنا ہے۔ (مصنف ابن عبد الرزاق: ٦/ ١٦٩، اتحاف الخیرة)

فائدہ: آپ ﷺ اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت رہی، اس لئے اس طریقہ سنت کو اختیار کرنا مطلوب اور محمود ہے۔

نکاح نہ کرنے والا گویا امت محمدیہ میں نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نکاح میری سنت ہے۔ جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ مجھ میں سے نہیں۔ (ابن ماجه: ۱۳۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گویا کہ امت محمدیہ میں سے نہیں۔ یا اس طریق اور راستہ پر نہیں، چونکہ جب امت کے پیغمبر علیہ السلام نے خود اس پر عمل کیا عمل کرایا ترغیب دی فضیلت وفوائد بیان کیے۔ تو پھر اس کے خلاف طریقہ اس امت کا کیسے ہوسکتا ہے۔

پس جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے طریق پر نہیں وہ آپ کی امت میں نہیں، چونکہ آپ کی امت میں تمام نبیوں کے عمدہ اخلاق عمدہ طریق جمع ہیں۔

آپ ﷺ نکاح کرنے کی ترغیب فرماتے اور حکم دیتے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے۔ نکاح کرو، میں قیامت کے دن امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ (سنن کبری: ۷۸/۷)

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، نکاح کرو، میں امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ (مجمع: ۲۵٦/٤)

چونکہ نکاح کے ذریعہ اولاد کا حصول ہوتا ہے اس لئے نسل کا سلسلہ چلتا ہے۔ جس سے امت کی کثرت ہوتی ہے۔

نکاح کرنے کو نصف عبادت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے شادی کرلی اسے نصف عبادت حاصل ہوگئی۔ (مجمع: ۲۵۵/٤)

فائدہ: علامہ قرطبی نے جامع میں لکھا ہے دو امور پر جنت کی ضمانت ہے۔ ایک زبان کی حفاظت۔ دوسرے عفت۔ پس جنت دو پر موقوف ہے اس میں ایک پاکدامنی ہے جو نکاح سے حاصل ہوتی ہے۔

(قرطبی: ۳۳۷/۵)

عابد کی عبادت مکمل نہیں تاوقتیکہ نکاح نہ کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی عبادت گذار کی عبادت مکمل نہیں جب تک کہ وہ شادی شدہ

نہ ہو جائے۔ (اتحاف السادۃ: ۲۸۶/۵)

فائدہ: بسا اوقات دل منتشر ہونے کی وجہ سے دل و ذہن انسانی میں خیالات آنے سے یا شیطان کا موقعہ دیکھ کر اس قسم کی باتوں میں لگا دینے سے خشوع نہیں ہو پاتا جس سے عبادت الٰہی کی تکمیل نہیں ہو پاتی یا اس وجہ سے جب دین آدھا ہے تو یقیناً عبادت میں بھی یہی شان عدم تکمیل کی پیدا ہوگی۔ یا یہ کہ شریعت وسنت کی اہم چیز کے ترک سے اس کے غیر میں بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ یا آپ نے ترغیباً فرمایا تا کہ اس کے تارک اس کی طرف رغبت کریں۔

شادی شدہ جوڑے کی ۲؍رکعت بے نکاحی کے ۷۰؍سے افضل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی شدہ کی دو رکعت نماز بے شادی رانڈ کی ۷۰ رکعت سے افضل ہے۔ (کنز العمال: ۲۲۷/۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ بال بچوں والے کی دو رکعت بے شادی شدہ کی ۸۲؍رکعت سے افضل ہے۔ (ص ۲۲۷)

فائدہ: اس فضیلت کی وجہ ظاہر ہے، ان کے ساتھ گھریلو اور کسی مصروفیات کے مواقع ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ بیوی اور بچوں کے ایسے اسباب ہوتے ہیں جو عبادت سے مانع ہوتے ہیں۔ ان موانع اور رکاوٹوں کی صورت میں نفس کی مخالفت کر کے عبادت الٰہی میں لگنا یقیناً قربانی اور مجاہدہ ہے۔ اس لئے ثواب زیادہ ہے۔ اس کے برخلاف غیر شادی شدہ کو صرف اپنی ہی تو فکر ہے۔ اس میں زیادہ پریشانی اور الجھن نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے شادی کے بارے میں پوچھا کرتے تھے

حضرت کعب بن عُجرہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا (کسی سے آپ نے) فرمایا۔ اے فلاں تم نے شادی کر لی۔ اس نے کہا نہیں، پھر مجھ سے پوچھا۔ اے کعب تم نے شادی کر لی۔ میں نے کہا ہاں۔

(مجمع: ۲۶۲/۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے پوچھا اے جابر تم نے شادی کر لی۔ (ابن ماجہ: ۱۳۴)

ربیعہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ (ایک مرتبہ) آپ نے مجھ سے پوچھا اے ربیعہ تم نے شادی کیوں نہیں کی۔ میں نے کہا میرا ارادہ شادی کا نہیں ہے۔ میرے پاس کچھ ہے بھی نہیں کہ عورت کو رکھ سکوں۔ اور آپ کی خدمت کو چھوڑ کر دوسرا کوئی مشغلہ اختیار کرنا بھی نہیں چاہتا۔ تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا (اس جواب کو پسند نہیں کیا) مختصراً۔ (مجمع الزوائد: ۲۵۹/۴)

کعب بن عُجرہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں تھے۔آخر رات میں ہم لوگوں نے شب گذاری آپ ﷺ نے ہم میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً پوچھا تم نے شادی کرلی۔ہم سے بھی پوچھا تم نے شادی کرلی میں نے کہا ہاں پھر پوچھا کنواری سے یا شادی شدہ سے۔ہم نے کہا شادی شدہ سے۔مختصراً

(مطالب: ۲/ ۱۸، اتحاف الخیرۃ: ٤/ ٤٧٣)

فائدہ: چونکہ نکاح دین وسنت ہے۔اس لئے آپ معلومات فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس پر عامل ہے یا نہیں ہے۔مزید اس کا دوسرا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر نہیں کیا ہے تو کرادیں یا ترغیب دے دیں۔

آپ ﷺ لوگوں کو حکم دیتے کہ فلاں بے نکاح کا نکاح کرادو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی بیاضہ ابوہند کا نکاح کرادو۔

(حاکم: ۲/ ١٦٤)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ بے شادی شدہ کا نکاح کراؤ۔ (کنز العمال: ١٦/ ٥٣٦)

فائدہ: نکاح ایک معروف کام ہے۔اور معروف مستحسن کام کے کرنے اور کرانے اور رائج کرنے کا حکم ہے اور اس پر بہت بڑا ثواب ہے۔

ظاہر ہے عموماً آدمی خود اپنی نہیں کرتا۔گار جن ذمہ دار حضرات کرادیتے ہیں اسی لئے آپ نے ان حضرات کو ترغیب دی۔بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کون جائے۔ان سب کے پیچھے پڑنے، سو یہ محرومی ثواب کی بات ہے۔اس سلسلے میں مدد اور تعاون کرنا مراد ہے۔جس میں کوئی پریشانی نہیں۔

آپ ﷺ بے نکاح کی نسبت طے فرما کر نکاح فرمادیتے

حضرت علی سلمی نے بیان کیا کہ مجھ سے آپ ﷺ (نکاح نہ ہونے پر) فرمایا۔تمہارا اسمیہ بنت ربیعہ سے نکاح نہ کرادوں۔کہا ہاں۔چنانچہ میں نے ان سے نکاح کرلیا۔ (مجمع الزوائد: ٤/ ٢٩١)

عقبہ بن عامر نے بیان کیا کہ ایک شخص سے آپ ﷺ نے فرمایا تم راضی ہو تمہاری شادی فلاں عورت سے کرادوں۔اس نے کہا ہاں۔پھر آپ نے عورت سے کہا فلاں شخص سے تمہاری شادی کرادوں۔اس نے کہا ہاں۔آپ نے ان دونوں کی شادی کرادی۔ (ابوداؤد: ٢٨٨)

بڑے بزرگوں، اور ذمہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ ماحول میں پاکدامنی اور عفت کو باقی رکھیں۔اور ظاہر ہے شرعی نکاح میں اس کو بڑا دخل ہے۔پس کوئی اگر بے نکاح کے ہو تو اسے نکاح کی ترغیب دینا بڑوں کا کام ہے۔

لوگوں کا نکاح کرادینا نکاح میں تعاون و مدد کرنا سنت ہے

حضرت عکاف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو (جب کہ ان کے نکاح نہ ہونے پر آپ نے نکاح کی ترغیب دی تو) کہا میں نکاح نہ کروں گا جب تک کہ اپنی مرضی سے جس سے چاہیں نکاح نہ کرادیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نام اور اس کی برکت سے ہم۔نے تمہارا نکاح کریمہ بنت کلثوم سے کرا دیا۔ (ابو یعلی، طبرانی، مجمع الزوائد: ٤/٢٥٤)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ لوگ اگر نکاح میں تعاون چاہیں کہیں کہ میرا نکاح، یا کوئی نسبت تلاش کردو، تو نسبت تلاش کردینی چاہئے اور اس کے نکاح میں رشتوں کی تلاش وغیرہ میں مدد کرنی چہائے۔ یہ بہت بڑا نیک کام ہے۔عموماً لوگ کتراتے ہیں۔ اور تعاون نہیں کرتے ہیں تعاون کردینا چاہئے۔ جوڑ لگادینا ثواب عظیم کا باعث ہے۔ البتہ اعتراض وغیرہ سے بچنے کے لئے یہ کہہ دے کہ آپ اپنے اعتبار سے خوب سمجھ بوجھ لیں جس طرح ہو تحقیق وغیرہ کرلیں بعد میں اعتراض کی ذمہ داری میری نہ ہوگی۔ آج ماحول میں اس ثواب عظیم کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے۔

نابینا کو بھی شادی کا حکم

حضرت شداد بن اوس جو نابینا تھے۔ انہوں نے (احباب و رشتہ داروں سے) کہا کہ میرا نکاح کرادو۔ مجھے نبی پاک ﷺ نے وصیت کی تھی کہ میں اللہ سے بلا شادی کے ملاقات نہ کروں۔ یعنی میری موت بے نکاح کی صورت میں نہ ہو۔ (ابن ابی شیبہ: ٤/١٢٧)

فائدہ: اس لئے کہ نابینا ہونے سے انسانی خواہش تھوڑے ہی ختم یا کم ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ سنت پر عامل ہو کر مرنا بہتر ہے۔ خلاف سنت موت سے۔

حقیر اور بدصورت جسمانی عیب والے کو بھی ترغیب دیتے اور شادی کرادیتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے اصحاب میں ایک آدمی تھا جسے حبیب کہا جاتا تھا اس کے چہرے پر بدصورت داغ تھے۔ آپ نے اس کو نکاح کرنے کو کہا، تو اس نے کہا مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں کھوٹا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں مگر یہ کہ تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢٧٨)

بسا اوقات ماحول میں کمتر ہونے کی وجہ سے سہولت سے نکاح نہیں ہوتا تو مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یا شروع سے ہی مایوس ہو کر ارادہ نہیں کرتے۔ اس پر آپ ﷺ نے ترغیب فرمائی۔ تاکید فرمائی۔ اور ہمت دلائی۔ تاکہ شادی کریں اور کوشش کریں اور تجربہ ہے ہم جنسوں اور ہم مشربوں کے ساتھ ایسوں کی شادی ہوتی بھی ہے۔ چونکہ خدائی فیصلوں میں ان امور کا تھوڑے ہی اعتبار ہوتا ہے۔ اصل تو دین تقویٰ ہے۔ چہرے کی

عدم خوشنمائی اور بدصورتی سے کیا ہوتا ہے۔ وہ صورتوں پر فیصلہ نہیں فرماتا اعمال واحوال پر اس کا فیصلہ اور حکم ہوتا ہے۔

اگر مہر کی وجہ سے شادی نہ کرتا تو چندہ سے انتظام فرماتے اور شادی کرادیتے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ بعض حضرات صحابہ گھر سے بالکل فارغ ہوکر آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ ہی کے پاس رات گذارا کرتے تھے کہ رات میں شاید کوئی ضرورت پیش آجائے۔ آپ ان سے فرماتے کہ تم شادی کیوں نہیں کر لیتے وہ کہتے اے اللہ کے رسول ہم لوگ فقیر ہیں ہم لوگوں کے پاس کچھ نہیں۔ پھر آپ کی خدمت کے لئے فارغ رہوں گا۔ آپ خاموش ہوجاتے پھر دوبارہ فرماتے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ پھر اس پر وہ سوچتے اور کہتے اللہ اور رسول ہماری دینی ودنیاوی مصالح سے زیادہ واقف ہیں اسی طرح وہ جو تقرب الی اللہ کا باعث ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ تیسری مرتبہ فرماتے تو کہتے، کروں گا شادی۔ چنانچہ آپ نے جب تیسری مرتبہ فرمایا کیوں نہیں شادی کرتے۔ تو کہا اے اللہ کے رسول آپ ہی شادی کرادیجئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا فلاں قبیلہ جاؤ اور کہو کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے اپنی لڑکی سے ہمارا نکاح کردو۔ اس پر ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ اس پر آپ نے صحابہ سے فرمایا۔ اس بھائی کے لئے تم لوگ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا (مہر کے واسطے) جمع کردو۔ (مختصراً، اتحاف السادة: ۲۸۹)

فائدہ: چونکہ شادی اور نکاح سنت اور دین کے ساتھ انسانی ضرورتوں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔ اس لئے آپ اس میں تعاون اور نصرت فرمادیتے۔ افسوس کہ آج کل اس تعاون نکاح کی سنت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اور کہتے ہیں کون جائے جھمیلے میں پڑنے کو اور بدنامی مول لینے کو۔ بھائیوں ایسی بات نہ کہو، سنت کے ثواب کے ساتھ باہمی تعاون بھی ہے۔ دنیا کا اچھا نظام باہمی تعاون سے قائم ہے۔

آپ تعاون نہیں کریں گے تو دوسرا بھی وقت ضرورت پر تعاون نہیں کرے گا۔ یہ تو جانوروں کے صفات ہیں۔ آپ رہنمائی اور تعاون کرکے کہہ دیں مزید دیگر احوال آپ اچھی طرح سمجھ لیں۔ اندرونی معاملہ کی ذمہ داری میری نہیں۔ مزید ہر ایک کو چاہئے کہ اسباب اور کوشش کے بعد کوئی نامناسب بات نظر آئے یا ہوجائے تو تقدیر کے حوالے کردے۔ اس میں ہر طرح سے راحت ہے۔

آپ ﷺ لوگوں سے شادی اور بیوی کے متعلق پوچھتے نہ ہونے پر نکاح کرادیتے

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ جسے عکاف بن بشر تمیمی کہا جاتا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہیں بیوی ہے کہ نہیں کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ باندی بھی ہے کہ نہیں کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم تو مالدار خوشحال ہو نہ۔ کہا جی ہاں میں خوشحال مالدار ہوں۔ پھر تم (شادی نہ کرنے کی وجہ سے) شیطان کے

بھائی ہو۔ (مختصراً عبدالرزاق: ٦/١٧١، بخاری: ٧٦٠)

عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے شادی کرلی۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا ئی سے یا شادی شدہ سے۔ میں نے کہا شادی شدہ سے۔

(فتح الباری: ٩/١٢٢)

ربیعہ بن کعب اسلمی کہتے ہیں کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا اے ربیعہ شادی کیوں نہیں کرتے میں نے کہا نہیں کرتا۔ نہ میرا ارادہ ہے شادی کا اور نہ میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ عورت رک سکے۔ (یعنی مکان اور نفقہ خرچہ وغیرہ) اور نہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ کی خدمت کے علاوہ کسی اور میں مشغول ہوں .... پھر آپ نے قبیلہ انصار کی ایک عورت سے نکاح کرنے بھیجا......... چنانچہ انہوں نے میری شادی کرادی۔ (حاکم، مختصراً: ١٧٣)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا۔ تم نے شادی کی کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ شادی کرو۔ اس امت میں سب سے افضل وہ ہے جس کی بیویاں سب سے زائد تھیں۔

(بخاری: ٧٥٨، حاکم: ٢/١٦٠)

اس حدیث پاک کا مطلب حافظ ابن حجر نے یہ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس کے قول سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کے پاس سب سے زائد بیویاں تھیں چنانچہ وفات کے وقت آپ کی ۹ بیویاں تھیں۔ حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت اُمّ سلمہ، حضرت زینب، حضرت اُمّ حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ، حضرت میمونہ، اور ریحانہ کے متعلق ایک قول ہے کہ بیوی تھیں اور ایک قول ہے کہ باندی تھیں۔

اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امت محمدیہ میں وہ بہتر ہوگا جس کی بیوی زائد ہوں گی۔

(فتح الباری: ٨/١١٤)

اوپر کی ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ احباب اور متعلقین میں سے کوئی بے شادی کے ہو اور عمر ہوگئی ہو تو اس کی شادی کرادینی سنت ہے۔ اور اس سلسلے میں مدد اور تعاون مسنون ہے۔ اسی طرح نہ کرنے پر ترغیب دینا آمادہ کرنا اور انتظام میں مدد کرنا سنت ہے۔

جس کا نکاح نہ ہوا ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نکاح کرنے وکرانے کا حکم دیتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی بیاضہ سے کہا اے بنی بیاضہ ابو ہند کا نکاح کردو۔ (حاکم: ٢/١٦٤)

فَائِدَة: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ آپ لوگوں کی ضرورتوں کا خیال فرماتے۔ ان کی رہنمائی فرماتے۔

شادی نہ ہوئی ہوتی تو شادی کا حکم دیتے۔ شادی فرما دیتے۔ خاندان، واقفین واحباب میں جن لوگوں کی شادی نہ ہوئی ہوتی اور ان کی عمر ہوگئی ہوتی تو ان کو شادی کا حکم دیتے ان کے اولیاء کو شادی کرانے کہتے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ احباب متعلقین میں جن لوگوں کی شادی نہیں ہوئی ہو ان کو اور ان کے ذمہ داروں اولیاء وغیرہ کو تاکید کرنی سنت ہے کہ ان کی شادی کرادیں بسا اوقات لوگ غفلت اور سستی میں بہت تاخیر کرتے ہیں یہ خلاف سنت اور بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے۔ خصوصاً اس دور میں بلا نکاح کے عفت و پاکدامنی کی زندگی گذارانی بہت مشکل ہے۔ اس لئے ذمہ داروں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

سب سے بہترین سفارش شادی کی سفارش ''درمیانی'' بننا ہے

حضرت ابی رہم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام سفارشوں میں سب سے افضل سفارش دو آدمی کے درمیان نکاح کی سفارش ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۴۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شادی اور نکاح کے سلسلہ میں سفارش کرنا، کہ فلاں رشتہ تمہارے لئے مناسب ہے کرلو۔ فلاں رشتہ میں نے بہتر سمجھا ہے اسے اختیار کرلو۔ یا فلاں لڑکا یا فلاں لڑکی ہے جس کا یہ تعارف ہے تمہارے یہاں اس کا رشتہ کرنا ہے۔ جیسا ارادہ ہو بتاؤ۔ یا اسی طرح کسی رشتہ کی رہنمائی کرنا۔ اس کی فضیلت اور اس کے ثواب کو آپ نے بیان کیا ہے آپ نے اس کو سب سے بہتر سفارش فرمایا کہ اس میں دو خاندانوں کا ربط و جوڑ ہے۔ یہی وہ ہے جسے بعض علاقے میں شادی میں ''درمیانی'' ہونا کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سنت ہے۔

بعض لوگ اس سے گریز کرتے ہیں۔ کہ بعد میں اگر کوئی بات ہوتی ہے تو ہمارے سر پڑتی ہے۔ سو اس کا علاج اور جواب یہ ہے کہ نسبت طے کراتے وقت دونوں فریق سے کہہ دیا جائے کہ آپ لوگ اپنے طور پر تحقیق کرلیں۔ احوال کا جائزہ لے لیں۔ قابل تحقیق امور کی تحقیق کرلیں۔ بعد میں میری ذمہ داری نہیں رہے گی۔

بعض علاقوں میں اسی درمیان شخص سے بعض گناہ کی بات طے کراتے ہیں مثلاً لڑکی کی جانب سے نقد روپیہ ''تلک'' کی مانگ، چنانچہ درمیانی اسے طے کرتا ہے۔ درمیان کا یہ کام کرنا ناجائز حرام ہے۔ چونکہ جو کام ناجائز اور حرام ہوتا ہے اس میں واسطہ بننا مدد کرنا طے کرانا سب ناجائز اور حرام ہے۔ قرآن پاک میں ہے ''ولا تعاونوا علی الاثم'' گناہ پر ایک دوسرے کی مددمت کرو۔

جو اللہ سے گناہوں سے پاک صاف ملنا چاہتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پاک سے گناہوں سے پاک صاف ملنا چاہتا ہے وہ شریف عورتوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ: ۱۳٤، ترغیب: ۳/٤٠)

شریف عورت سے نکاح میں دین اور دنیا دونوں کا فائدہ ہے۔ متکبر، مالدار، بدچلن عورتوں سے نکاح کرنے میں دونوں جہاں دین و دنیا کے نقصان کا باعث ہے۔

شرافت نہ ہونے کی وجہ سے خدمت اور اکرام بھی نہ کرے گی اور خلاف شرع امور کا ارتکاب کرنے پر شوہر کو راغب اور مجبور کرے گی۔ جیسا کہ آج کل کے دور میں بعض عورتوں کی بددینی کی وجہ سے مرد بے دین ہوجاتا ہے اور اسی طرح وہ گناہ کا ایک انبار جمع کر کے قیامت کے میدان میں حاضر ہوتا ہے۔

حقیقۃً مسکین کون مرد عورت ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مرد مسکین ہے جس کی بیوی نہ ہو۔ وہ عورت مسکین ہے جس کا شوہر نہ ہو۔ آپ نے مسکین دو مرتبہ فرمایا۔ (رزین: ۴۱)

حضرت ابو نجیح سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ر مرتبہ مسکین اس شخص کو فرمایا جس کے پاس گو خوب مال ہو مگر بیوی نہ ہو، اسی طرح ۳ر مرتبہ اس عورت کو مسکینہ فرمایا جس کے پاس اگرچہ خوب وافر مال ہو مگر اس کا شوہر نہ ہو۔ (مجمع: ۴/ ۲۵۵)

فائدہ: شادی سے باہمی تعاون اور نصرت ہوتی ہے۔ ایک کو دوسرے سے مدد و راحت ملتی ہے۔ جس طرح مسکین کو کوئی نہیں پوچھتا۔ اس کی نصرت اور مدد کرنے والے نہیں ہوتے۔ اسی طرح بیوی یا شوہر نہ ہونے کی وجہ سے بھی اس کا یہی حال ہوتا ہے اسی وجہ سے آپ نے مسکین فرمایا۔

باوجود قدرت کے نکاح نہ کرنے پر وعید

حضرت ابو نجیح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نکاح کی وسعت کے باوجود نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترغیب: ۳/ ۴۳، مجمع الزوائد)

فائدہ: یعنی وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے طریقہ اور راستہ پر نہیں۔ چونکہ تمام نبیوں نے شادی کی۔ یا یہ کہ وہ میری امت کے طریقہ پر نہیں۔ چونکہ میں نے خود نکاح کیا اور اسے سنت قرار دیا۔ اور اس کا حکم دیا۔ پس جس کا طریق میرے قول و عمل کے خلاف وہ مجھ میں اور میری امت میں سے کیسے ہوگا۔

شادی کر لینا نصف ایمان کی تکمیل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ شادی کر لیتا ہے تو آدھا دین مکمل کر لیتا ہے۔ باقی نصف دین میں وہ اللہ سے ڈرتا رہے۔ (ترغیب: ۳/ ۴۲، مشکوٰۃ: ۲/ ۲۶۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نصف ایمان کے امور تو عبادت سے وابستہ ہوتے ہیں اور نصف ایمان نفس اور

خواہش نفسانی کو شریعت کے موافق رکھنے سے ادا ہوتے ہیں۔ اور نکاح کی وجہ سے خواہش نفسانی کی تکمیل شرع کے موافق ہوتی ہے۔

یا مطلب یہ ہے کہ نکاح سے قریب نصف دینی امور انجام پانے کے اسباب پیدا ہوجاتے ہیں۔ نفس میں اعتدال، مزاج میں صبر وتحمل، بیوی اولاد پر خرچ کا ثواب، اولاد کی دینی تعلیم کا باعث ثواب ہونا، کسب حلال میں لگنا وغیرہ۔

ملاعلی قاری نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے زیادہ تر دین میں فساد دو چیزوں سے ہوتا ہے۔ پیٹ اور شرمگاہ۔ پس نکاح کے ذریعہ خواہش نفسانی کے فساد سے حفاظت ہوتی ہے۔ پس گویا کہ نصف دین اس سے محفوظ رہا۔ (مرقات: ۱۹٤/۷)

وسعت کے باوجود نکاح نہ کرنے والا شیطان کا بھائی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عکاف نامی آدمی کے یہاں تشریف لے گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عکاف سے پوچھا۔ اے عکاف۔ بیوی تم کو ہے کہ نہیں کہا نہیں۔ کہا کوئی باندی بھی ہے کہ نہیں۔ کہا۔ نہیں تو آپ نے فرمایا تم تو مالدار خوشحال ہو (بیوی کا نفقہ برداشت کر سکتے ہو) کہا ہاں میں خوشحال ہوں۔ تو آپ نے فرمایا (پھر بھی نکاح نہ کرنے پر) تم شیطان کے بھائی ہو۔ اگر تم نصاریٰ ہوتے تو راہبوں میں ہوتے۔ (اور نصاریٰ ہو نہیں) نکاح میری سنت ہے۔ تمہارے جوانوں میں بدتر وہ ہیں جو بے شادی کے ہیں۔ اور مردوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (مختصراً، مجمع الزوائد: ٤/۲۵۳)

فائدہ: چونکہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں خواہش نفسانی پر کنٹرول نہیں رہتا۔

نگاہ کی بھی حفاظت مشکل سے ہوتی ہے۔ ذہن قلب بھی خواہشات کی باتوں سے پاک وصاف نہیں رہتا۔ بسا اوقات کسی عورت سے مربوط ہوجاتا ہے۔ کم از کم باتوں سے ہی دل کو تسکین دیتا ہے۔ ٹی وی، سنیما، اور تصویروں کے ذریعہ خواہش کو کچھ نہ کچھ پورا کرتا ہے۔ شیطانی باتوں میں دل زیادہ لگنے لگتا ہے۔

انہیں وجہوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کا بھائی فرمایا۔

شادی میں تاخیر ہوتی ہے تو نفس قابو میں نہیں رہتا۔ تو مستقل نہ کرنے والا کس طرح نفس کو قابو میں رکھے گا۔ خصوصاً اس موجودہ دور میں جب کہ بے پردگی، فحاشی، عریانیت عام ہے اور زنا اور اس کے دواعی کے اسباب آسان وسہل ہیں۔

خرچہ اور تنگی کی ڈر سے شادی نہ کرنے والے پر وعید

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فقر وتنگی کی خوف سے شادی نہ کرے وہ

ہم میں سے نہیں۔ (شرح احیاء: ۵/۲۸٦)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ یہ سوچ کر کہ نکاح نہ کرنا کہ بیوی اور بچوں کا خرچہ پڑے گا۔ مال کا صرفہ ان سے بڑھ جائے گا۔ لہٰذا اکیلے موج کریں ان خرچوں کے جھمیلے میں نہ پڑے۔ سو یہ درست نہیں۔ بیوی بچے اپنی تقدیر سے کھائیں گے۔ اور تمہارے واسطے سے کھانے کا ثواب ملے گا۔ پھر یہ کہ بیوی بچوں سے دنیاوی اور اخروی فوائد بھی تو وابستہ ہیں۔ جس طرح آدمی اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے اسے فائدہ ملتا ہے۔ اسی طرح بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے تو اس کا نفع یعنی ان کے خدمات اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا فائدہ ملتا ہے۔ پھر خیال رہے کہ نکاح کے بعد دونوں آدمیوں کی تقدیر ایک جگہ ملنے سے اسباب رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنا رزق کھاتا ہے جو اللہ پاک نے اسے مقدر کیا ہے۔ یہ شخص واسطہ بنتا ہے اور واسطہ کا اسے ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔

صرفہ اور خرچہ کی وجہ سے شادی نہ کرنے والا خدائی قانو سے جاہل ہونے کے ساتھ عالمی تجربہ سے ناواقف ہے۔ ہر انسان اپنا رزق لے کر آتا ہے۔ بندہ سبب ہوتا ہے۔ عالمی اور دنیاوی تجربہ بھی ہے جوں جوں اولاد کی وجہ سے صرفہ بڑھتا ہے۔ اسباب رزق بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ بلکہ کچھ وقفہ کے بعد یہ اولاد اسباب رزق میں معین و مددگار ہوتے ہیں۔

اولاد کے جھمیلوں کی وجہ سے نکاح نہ کرنے والوں پر لعنت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ۴ شخصوں پر عرش کے اوپر سے خدا کی لعنت۔ اور اس پر حضرات ملائکہ کا آمین کہنا۔ ایک وہ جو اپنے آپ کو عورتوں سے بچائے۔ شادی نہ کرے...... کہ اولاد نہ ہو۔ (مجمع: ۴/۲۵٤)

فَائِدَہ: یہ جانوروں کی صفت ہے کہ وہاں اولاد کا حساب نہیں ہے۔ آج کل شادی اور نکاح کا مقصد محض عورتوں سے نسوانی حظ اور مزے کا حاصل کرنا ہے۔ یہ فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ یورپ اور مغرب کا ملعون مزاج ہے۔ کہ اولاد اور اس کی پرورش کا جھمیلہ پسند نہیں کرتے۔ چونکہ عیش اور تفریح میں یہ حارج ہوتے ہیں۔ ایسے مزاج والے مرد اور ایسی طبیعت رکھنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

شادی نہ کر کے آزاد رہنے والے مرد عورت پر لعنت خداوندی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ کا یہ فرمان مبارک منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو کہتے ہیں ہم شادی نہیں کریں گے اسی طرح ان عورتوں پر خدا کی لعنت جو کہتی ہیں ہم شادی نہیں کریں گے۔

(مجمع: ۲۵۵، کنز العمال: ۱٦/۱٦۷)

فائدہ: شادی اور نکاح کا نہ کرنا جہاں خلاف سنت ہے، وہیں آج کل کے ماحول میں شیطان اور نفس کے دام میں رہنے کا باعث ہے۔ وہ اپنی طبعی خواہش کو خلاف شرع مختلف طریقے سے پورے کرتے ہیں اس لئے ان پر آپ نے لعنت فرمائی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگ نظر اور باتوں اور خلط وغیرہ کے گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس لئے اس کا علاج آپ نے نکاح فرمایا ہے۔

شادی نہ کرنے کی صورت میں باوجود صلاح تقویٰ کے شیطان پھنسا دیتا ہے

حضرت عکاف کی روایت میں ہے (نہ بیوی نہ باندی ہونے پر آپ نے ان سے فرمایا تھا ہماری سنت نکاح کرنا ہے۔ تمہارے میں بڑے وہ ہیں جو بے شادی شدہ ہیں۔ مردوں میں بھی بے شادی شدہ ذلیل ہیں۔ شیطان ایسوں کو کسی اجانب سے حظ میں ڈال دیتا ہے۔ نیک اور صالح کے لئے بھی شیطان کے نزدیک عورتوں سے بڑا ہتھیار (جس سے وہ ہلاک کرتے) نہیں۔ صرف شادی شدہ ہی بچے رہتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو خواہش سے محفوظ رہتے ہیں۔ رہ سکتے ہیں۔ (پھر آگے چل کر آپ ﷺ نے ایک ایک متقی صالح غیر شادی شدہ کے اجنبی عورت سے حظ اور عشق کا واقعہ بیان کیا۔ فرمایا کرسف ایک شخص تھا جو سمندر کے ساحلوں میں سے کسی ساحل پر تین سو سال عبادت کرتا رہا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو نماز میں مشغول رہتا۔ پھر ایک عورت کے ساتھ عشق ہو جانے کی وجہ سے اس نے کفر تک کا ارتکاب کر لیا۔ خدا کی عبادت کو چھوڑ دیا۔ پھر اللہ پاک نے اسے رجوع کی توفیق دی اس نے توبہ کیا۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢٥٣، الفتح الربانی: ١٦/١٤١)

فائدہ: اس روایت میں آپ نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ باوجود صلاح عبادت تقویٰ اور زہد کے غیر شادی شدہ بڑے خطرے میں رہتے ہیں۔ اکثر بیشتر شیطان ایسے لوگوں کو کسی اجنبی عورت سے تعلق اور حظ اور محبت میں پھنسا دیتا ہے۔ بسا اوقات زنا تک کرا دیتا ہے۔ شرح مسند میں ہے کہ شیطان جب کسی صالح متقی پرہیزگار غیر شادی شدہ کو اپنے دام میں نہیں لا سکتا اور اسے بہکانے میں عاجز ہو جاتا ہے تو کسی عورت کو ہتھیار بنا کر اسے پھانستا ہے اور اس پر عورت کا دام چل جاتا ہے۔ اور شادی شدہ پر (عموماً) یہ جال نہیں چلتا ہے۔ (١٦/١٣٩)

پس اس سے معلوم ہوا کہ بے نکاحی مرد اور عورت عموماً کسی غیر سے حظ نفس اٹھانے کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ تجربہ ہے بے نکاح مرد کو عموماً کسی نہ کسی غیر محرم سے مانوس اور مربوط دیکھا گیا ہے۔ جو یقیناً گناہ سے خالی نہیں۔ پس ہرگز بے شادی شدہ نہ رہے تاکہ نفس اور شیطان کے مخفی کید سے محفوظ رہ سکے۔

نکاح نہ کرنے والا احمق یا گنہگار

طاؤس نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا تم نے نکاح کیا۔ کہا نہیں تو اس پر آپ

نے فرمایا پھر یا تو تم احمق ہو۔ یا پھر فاجر گنہگار ہو۔ (مصنف ابن عبدالرزاق: ۱۷۰/۶)

ظاہر ہے جو سنت پر عمل نہیں کر رہا ہے طبیعت انسانی کے تقاضے کے خلاف کر رہا ہے۔ جس سے دین دنیا کے فوائد وابستہ ہیں اس کو چھوڑ دیا ہے تو وہ یقیناً احمق ہے۔ اور اگر خلاف شرع صورت سے اس خواہش کی ادائیگی کی وجہ سے نہیں کر رہا ہے تو یقیناً ناجائز اور حرام کا مرتکب ہے۔

بدتر اور زیادہ رذیل کون؟

حضرت عطیہ بن بشر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ بدتر وہ جو بے نکاح ہے اور تمہارے مردوں میں سب سے زیادہ ذلیل وہ ہے جو بے نکاح مرا ہے۔

(کنز العمال: ۲۲۷/۱۰، مجمع، مطالب: ۳۵/۲)

فائدہ: چونکہ بسا اوقات ایسوں سے عفت اور پاکدامنی کے خلاف امور سرزد ہو جاتے ہیں جس سے وہ ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ یا بخل اور آزادی مزاج سے نہیں کر رہا ہے تو بھی یہ شریفوں کے ماحول میں ذلت کی بات ہے۔

غیر شادی شدہ جوان سے حضرت عمر کو خوف

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس جوان سے سخت خوف ہے جس نے شادی نہیں کی ہے۔ (کنز العمال: ۴۸۷)

فائدہ: چونکہ ایسوں سے گناہ میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے۔ خواہ زنا کا اندیشہ رہتا ہے۔ یا دیگر حظوظ سے خواہش کی تکمیل کا اندیشہ رہتا ہے۔

حضرت ابن عمر کے شادی نہ کرنے پر حضرت حفصہ کی تنبیہ

عمر بن دینار نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابن عمر نے ارادہ کیا کہ شادی نہ کروں۔ اس پر حضرت حفصہ (جوان کی بہن ہوتی ہیں) نے فرمایا۔ اے بھائی شادی کرو۔ پس اس سے اولاد ہوگی۔ اور انتقال ہو گیا تو شفاعت کا باعث۔ اور زندہ رہے تو تمہارے لئے خیر اور ثواب کا باعث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۲/۶، کنز العمال: ۴۹۱/۱۶)

فائدہ: ظاہر ہے کہ شادی کے بے شمار فوائد ہیں۔ بیوی سے راحت اور خدمت اولاد ہو تو اس کی تربیت کا ثواب۔ کسب و کمائی میں مددگار۔ بڑھاپے کا سہارا، انتقال پر جنت کھینچ کر لے جانے کا باعث غرض کہ بیوی اور اولاد سے دنیا اور آخرت دونوں کے فوائد اور منافع وابستہ ہیں۔

اولاد سے خلاف شرع بات ہوئی تو والد کو گناہ ہوگا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تورات میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ

سال کی ہوجائے (اور اسے نکاح کی ضرورت ہوجائے) اور یہ اس کا نکاح نہ کرے پھر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کا گناہ اس کے باپ کو ہوگا۔ (شعب الایمان: مشکوٰۃ: ۲۷۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ایسی عمر کو جس میں نکاح اور شادی کی ضرورت قرائن اور احوال وعلامتوں سے معلوم ہونے لگے۔ اور پھر اس نے تاخیر کی اور اس تاخیر کی وجہ سے اولاد سے کوئی گناہ جس کا تعلق نفسانی خواہشات سے ہو تو جہاں اسے گناہ ہوگا کہ وہ عاقل و بالغ ہے اسی طرح اس کے والد کو ہوگا کہ اس نے اس کی حیثیت کو سمجھا نہیں اور اس کی طبعی ضرورت میں تاخیر اور غفلت کی جس کے نتیجہ میں یہ گناہ کی نوبت آئی۔

آج کل جو دور چل رہا ہے ہر طرف فواحش اور گناہ اور حظ نفسانی کا ماحول ہے، بے پردگی عام ہے عریانیت ایک فیشن ہے۔ تصویریں اور ٹی وی عام ہے۔ ان جیسے آزاد ماحول سے نئی عمر کا ذہن متاثر ہوتا ہے۔ خواہش نفسانی اور شہوتوں سے متاثر ہوکر مختلف قسم کے خلاف شرع امور کے مرتکب ہونے لگتے ہیں۔ ایسی صورت اور ایسے ماحول میں وقت پر نکاح کردینی چاہئے۔ آج کل والدین اس کا خیال نہیں رکھتے اور لڑکے اور لڑکیوں کی عمر ۲۵-۳۰ تک ہوجاتی ہے اور جوان کی عمر ڈھلنے لگ جاتی ہے۔

تاخیر کی وجہ جہاں غفلت ہے وہاں ماحول کا عیشانہ خواب ہے۔ جب تک عیشانہ خواب پورا ہوتا نظر نہیں آتا وہ رشتہ منظور نہیں کرتے۔ یہ خلاف شرع اور اسلامی مزاج اور مسلمانوں کی شان سے اس کا جوڑ نہیں۔ جب سہولت سادگی کے ساتھ کردینے کا مزاج ہو تو ہر وقت ضرورت پر شادی اور نکاح ہوسکتا ہے۔ چنانچہ مناسب رشتہ دینداری کا لحاظ کر کے سادگی کے ساتھ کردے تاکہ سہولت کے ساتھ یہ سنت ادا ہوجائے اور گناہ اور نامناسب ذہن کا دروازہ نہ کھلے۔

بے نکاح رہنے سے آپ سختی سے منع فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کا حکم دیتے اور بے نکاحی سے سختی سے منع فرماتے۔ اور فرماتے خوب محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو۔ میں تمہاری کثرت سے قیامت کے دن دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔ (کشف الاستار: ۱۴۹)

حضرت سمرہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے نکاح زندگی گذارنے سے منع فرمایا ہے۔

(مجمع الزوائد: ۴/۲۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴/۱۲۸)

فائدہ: چونکہ ایسا شخص شیطان کا کھلونا ہوتا ہے جس سے شیطان مختلف اعتبار سے کھلونا ہوتا ہے مزید انسان کو جس طبیعت پر پیدا کیا گیا ہے اس کے بھی خلاف ہے۔

نکاح سے انکار کرنے والے سے آپ ﷺ اعراض فرماتے اور ترغیب دیتے

ربیعہ بن کعب اسلمی کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے ربیعہ شادی کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا، میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس عورت رہے۔ اور یہ مشغلہ (بیاہ شادی والا) مجھے پسند نہیں۔ تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ اعراض فرمایا۔ لیکن میں آپ کے پاس بار بار آتا رہا۔ (اعراض کی وجہ سے چھوڑا نہیں) میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ ہماری دنیا اور آخرت کے مصالح اور منافع کو جانتے ہیں اور میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ کاش ہمیں آپ ۳ مرتبہ کہیں گے تو میں ہاں کرلوں گا۔

چنانچہ آپ نے ہمیں تیسری مرتبہ کہا، اے ربیعہ تم شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول! ہاں، اس سلسلے میں آپ جو حکم دیں اور جو چاہیں۔ چنانچہ آپ نے ان سے فرمایا جاؤ انصار کے فلاں قبیلہ میں چلے جاؤ۔ (مختصراً حاکم: ۱۷۲/۲)

فَائِدَة: پس اس سے معلوم ہوا کہ جس کی زندگی سنت وشریعت کے خلاف ہو اسے سنت وشریعت کے مطابق ہونے کی تاکید کرے۔ اور اس کا اس مسئلہ میں تعاون کرے۔ تاکہ وہ اسے اختیار کر سکے۔ اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ ایسی زندگی قبول کریں۔

شادی محض خواہش کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ معاشرتی سہولت کے لئے ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میری عمر کا صرف دس دن ہی باقی رہ جائے (اور میری بیوی کا انتقال ہوجائے) تب بھی میں نکاح کرنا پسند کروں گا۔ تاکہ میری ملاقات اللہ پاک سے ''رانڈ بلا بیوی'' کی حالت میں نہ ہو۔ (شرح احیاء: ۲۸۸)

فَائِدَة: تاکہ سنت کے امتثال کی حالت میں ہو۔ اور دل وقلب ونگاہ کی عفت حاصل ہو، پس اس سے معلوم ہوا کہ نکاح صرف جوانوں کے لئے انسانی خواہش کی تکمیل کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر عمر والوں کے لئے دیگر خدمات اور سہولتوں کے لئے ہے۔

رانڈ بلا بیوی کے موت آجائے پسند نہیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں ان کا انتقال طاعون میں ہوگیا۔ اور خود حضرت معاذ بھی طاعون میں تھے۔ فرمایا کہ میری شادی کراؤ۔ میں بالکل پسند نہیں کرتا کہ میں رانڈ بلا بیوی کی حالت میں اللہ پاک سے ملاقات کروں۔ (شرح احیاء: ۲۸۸/۵)

معمر نے ابواسحٰق سے نقل کیا ہے کہ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے کہا قرآن حفظ کرلیا میں نے کہا ہاں

الحمد للہ! پھر پوچھا حج کرلیا میں نے کہا ہاں پھر پوچھا شادی کر لی میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کس چیز نے اس سے روکا حالانکہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر میری دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے (اور میری بیوی نہ ہو) تو میں چاہوں کہ بیوی ہو جائے۔ (یعنی شادی شدہ انتقال ہو) رانڈ اس دنیا سے نہ جاؤں۔
(عبدالرزاق: ٦/١٧٠)

جوانوں کو شادی کا حکم دیتے ورنہ روزہ کی تاکید فرماتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانو کی جماعت۔ جو تم میں نکاح کی طاقت رکھے وہ نکاح کرے۔ کہ یہ نگاہوں والا شرمگاہوں کی حفاظت کا باعث ہے۔ اور جو نکاح نہ کر سکے اس پر (کثرت سے) روزہ لازم ہے کہ یہ شہوتوں کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری: ٢/٢٥٨)

فائدہ: ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں حافظ نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ استطاعت ہو۔ طاقت ہو نان نفقہ کی گنجائش ہو تو نکاح واجب ہے۔ (مرقات، فتح: ١٠٨)

چنانچہ حدیث پاک میں بھی ہے جسے نکاح کی استطاعت ہو نکاح ضرور کرے۔

حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ نے بیان کیا کہ بیوی کی وجہ سے انسان فواحش میں وقوع سے بچ جاتا ہے۔ (فتح: ١٠٩)

چنانچہ اجنبی عورتوں کو دیکھ کر دل میں جو داعیہ پیدا ہوتا ہے خواہش پیدا ہوتی ہے اس کی تکمیل گھر سے ہو جاتی ہے۔ ورنہ تو شیطان دام محل میں ذہن ڈال دیتا ہے۔ کم از کم آنکھ اور دل کا زنا تو کرا ہی دیتا ہے۔ اور نکاح سے ان امور کی بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔ اگر شادی کی کسی طرح استطاعت نہ ہو اور ادھر مردمی طاقت ہو تو کثرت سے روزہ رکھے چند روزے سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ اور شہوت بسا اوقات بھڑکتی ہے۔ اس لئے خوب کثرت سے مسلسل روزہ رکھنا کا سر قوت ہے۔ چنانچہ حافظ نے لکھا ہے "فلیکثر من الصوم" حافظ نے بیان کیا کہ ایسی دواؤں کے استعمال کی بھی اجازت ہوسکتی ہے جس سے شہوت کو سکون ہو قاطع اور بالکل ختم کرنے والی چیزوں کا استعمال درست نہیں۔ اس لئے خصی "نسبندی" مطلقاً درست نہیں بالکل ایسا ہو سکتا ہے کہ بعد میں حالات سازگار ہو استطاعت ہو اور نکاح پر وہ بخوبی استطاعت پالے۔

امت میں سب سے افضل وہ جس کی بیوی زائد

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم نے شادی کر لیا۔ میں نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا شادی کرلو۔ امت میں سب سے بہتر وہ جس کی عورتیں زائد یعنی بیوی۔ (چنانچہ آپ کی بیوی زائد تھیں اور آپ امت میں افضل ترین ہیں)۔ (شرح احیاء: ٥/٣٠٥، کنز العمال: ١٦/٤٩٢)

فَائِدَہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کثرت نکاح اور کثرت ازدواج کے بہتر ہونے پر استدلال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگوں میں سب سے بہتر اور لوگوں میں سب سے زائد بیوی والے کہ آپ کے پاس ۹ بیویاں تھیں۔ اگر شادی کی کثرت بہتر نہ ہوتی تو آپ اسے اختیار نہ فرماتے۔ ہاں مگر یہ اسی کے حق میں ہے جو ان کے حقوق کو ادا کرنے کی وسعت اور صلاحیت رکھتا ہو۔ ورنہ حق تلفی اور ظلم کی وجہ سے درست نہ ہوگا۔ مزید اس کثرت ازدواج میں قوت مردمی، مالی سہولت، مکانی سہولت اور مقام عزت اور ماحول کو بھی دخل ہے۔ عربوں کا ماحول بھی تھا اور اس کے لئے سازگار ماحول بھی تھا۔ ہندو پاک میں عموماً ایسا نہیں۔ اس لئے ضرورت اور شرعی اجازت وگنجائش کو دیکھ لیا جائے ایسا نہ ہو کہ سنت سمجھ کر کرے اور آگے چل کر مصائب و پریشانی اور حق تلفی کا باعث بن جائے۔

نکاح کرو۔ عورتیں مال لے کر آتی ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کرو۔ عورتیں تمہارے لئے مال لے کر آتی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۷، مستدرک حاکم: ۱۶۱، بزار: ۱۴۹/۲، مجمع الزوائد: ۲۵۸، کنز العمال: ۲۷۵/۱۶، مراسیل ابو اداؤد: ۱۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے فضل مال کو نکاح میں تلاش کرو۔ پھر حضرت عمر اس آیت کی تلاوت فرماتے۔ ''ان یکونوا فقراء یغنیھم اللہ من فضلہ.'' اگر تم تنگدست ہوئے تو خدا تم کو (نکاح کے بعد) غنی خوشحال کردے گا۔ (ابن عبدالرزاق: ۱۷۱، کنز: ۴۸۷/۱۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ پاک نے نکاح کا حکم دیا۔ اور اس کی رغبت دلائی اور اس پر غنا اور مال کا وعدہ فرمایا۔ (درمنثور: ۱۸۸/۶)

فَائِدَہ: سنت اور شریعت کے مطابق نکاح کرنے سے عفت اور پاکدامنی سے زندگی گزرے، اس سے مالداری اور خوشحالی آتی ہے۔ شرح احیاء میں ہے کہ نکاح غنا کے اسباب میں ہے۔ (۲۸۵/۵)

غنا اور خوشحالی نکاح کے بعد آتی ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا غنا کو نکاح میں تلاش کرو۔ (درمنثور: ۱۸۸)

روایت ہے کہ ایک شخص نے آخر تنگدستی کی شکایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ شادی کرو۔

(الدر المنثور: ۱۸۹: روح المعانی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نکاح کے بارے میں اللہ کے حکم کو مانو، اس سے اللہ پاک نے جو

غنا کا وعدہ کیا ہے پورا کرے گا۔ پھر قرآن کی آیت ”ان یکونوا فقراء یغنیهم الله“ پڑھی۔

(کنز العمال: ١٦/٤٨٦)

فائدہ: نکاح کی وجہ سے بیوی کی تقدیر شوہر کی تقدیر کے ساتھ جڑتی ہے۔ جب صرفہ بڑھتا ہے تو اسباب رزق میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اولاد پیدا ہوتی ہے وہ اپنا رزق لے کر آتی ہے۔ آگے چل کر یہ اولاد معین اسباب رزق ہوتے ہیں۔ جس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ تجربہ بھی یہی ہے۔ نکاح کے بعد بیوی اور اولاد کی وجہ سے رزق میں زیادتی ہوتی ہے۔

جس جوان کی زندگی پاکدامنی میں گذری جنت میں داخل ہوگا

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قریش کے جوانو! زنا (اور اس کی صورتوں کو مت اختیار کرو) جس کی جوانی سلامتی وعفت سے گذری وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ابو یعلیٰ، اتحاف الخیرہ: ٤/٤٤٠)

فائدہ: چونکہ بیشتر لوگ پیٹ اور شرمگاہ خواہش نفسانی کی بے اعتدالیوں اور گناہ کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ نکاح اور بیوی سے عفت کی زندگی حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے جو جہنم سے بچاؤ اور جنت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

جو عفت کے لئے شادی کا ارادہ کرے خدا اس کی مدد کرے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳؍شخص کی اللہ پاک ضرور مدد فرماتے ہیں۔ جو اللہ کے راستہ میں جہاد کررہا ہو وہ مکاتب جو دین کتابت کا ارادہ رکھ رہا ہو۔ جو نکاح کرنے والا جو عفت اور پاکدامنی کے لئے نکاح کررہا ہو۔

(ترغیب: ٣/٤٣، ترمذی: ٢/٢٩٥)

فائدہ: اس حدیث پاک میں خدا کی غیبی مدد اور نصرت اور خصوصی تعاون کا وعدہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو نکاح کی سنت حظ نفس یا اور کسی دنیاوی مفاد کے لئے نہ کررہے ہوں بلکہ عفت اور پاکدامنی کے لئے کررہے ہوں۔ سو ایسے لوگ اور فی الوقت مالی پریشانی میں بھی ہوں گے تو اللہ پاک اس سنت کی برکت سے خوشحالی کے اسباب پیدا فرمادے گا۔ دونوں کی قسمت جب جڑے گی تو اس سے ترقی کے اسباب پیدا ہوں گے۔ اسی وجہ سے سنت کے مطابق نکاح کرنے سے آپس میں حقوق کی رعایت اور محبت اور مودت کی وجہ سے برکت والی زندگی آئی ہے۔

جوانوں کی شادی پر شیطان کا ہائے افسوس کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جوان اپنی ابتدائی عمر میں شادی کرلیتا ہے وہ

شیطان کے نرغہ سے بچ جاتا ہے۔ شیطان ہائے افسوس کرتا ہے، اس کا دین مجھ سے محفوظ ہو گیا۔

(مطالب عالیہ: ۳۵/۲)

فائدہ: چونکہ ایسی صورت میں شیطان کے پھندے اور جال سے نکل جاتا ہے۔ شیطان کے ان گناہوں سے جو جوان بے شادی شدہ سے کراتا ہے یہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ شیطان زنا اور یا دواعی زنا میں ڈالنے میں ناکامیاب ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بیوی اور بچوں کے مشاغل میں پھنس کر دیگر گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لئے شیطان کو جوانوں کی شادی سے رنج اور افسوس ہوتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ شادی ایسی عمر میں ہو جانی چاہئے جس عمر میں جوانوں کے نفس سے کھیلتا ہے۔ وہ ۱۸-۲۰ سے ۳۰ ر سال تک ہے۔

لہٰذا ۲۰ کے بعد شادی کر دینی چاہئے۔ تاکہ گناہوں سے اور نفس کی آزادرفتاری سے محفوظ رہ سکے۔ بعض خاندان اور گھرانوں میں شادیاں بہت تاخیر سے ہوتی ہے آپ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ خصوصاً اس دور میں مصلحت کے بھی یہی موافق ہے۔

خواہشات نفسانی سے بچنے اور اس پر کنٹرول کی شدید ترغیب دیتے

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان (زبان) کی اور دونوں رانوں کے درمیان (شرمگاہ) کی حفاظت کی۔ (خلاف شرع امور سے بچایا) وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترغیب: ۲۸۳/۳)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو آدمی دو جبڑو کے درمیان (زبان کی حفاظت) کی اور دو رانوں کے درمیان (شرمگاہ) کی ضمانت اور ذمہ داری لے۔ (کہ دونوں کو خلاف شرع امور سے بچائے گا) میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ (بخاری: ۹۵۸/۲، ترغیب: ۲۸۳/۳)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں وہ دو چیز نہ بتادوں جو اس کی رعایت کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا ضرور اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا اپنے جبڑوں کے درمیان (زبان) اپنی رانوں کے درمیان (شرمگاہ) کی حفاظت کرے۔ (ترغیب: ۱۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے نفس سے چھ چیزوں کی ذمہ داری لے لو۔ میں تمہیں جنت دلانے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ ① جب بولو تو سچ بولو ② وعدہ کرو تو پورا کرو ③ امانت رکھو تو اسے ادا کرو ④ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو ⑤ اپنی نگاہ کو پست رکھو ⑥ اپنے ہاتھوں کو بچاؤ کہ وہ دوسرے کو تکلیف پہنچائے۔ (ترغیب: ۲۸٤/۳)

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پیٹ اور شرمگاہ کی بے اعتدالیوں سے بکثرت لوگ

جہنم جائیں گے۔ خیال رہے کہ پیٹ اور زیادہ نفس کا فتنہ ہے۔ خصوصاً آج کل کے ماحول میں جوانوں کے لئے شہروں میں رہ کر دیکھئے کتنا فتنہ ہے۔ کہ اگر گھر کا ماحول بہتر ہوا کنٹرول ہوا تب تو خیریت ورنہ تو گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔ کم از کم نگاہوں کا اجانب اور غیر محارم سے خلط کا گناہ تو آزادی سے کرتے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے نفس پر کنٹرول کی تاکید کی ہے اور خواہش نفسانی کی گناہوں سے حد درجہ بچنے کی تاکید کی ہے۔

بیوی کا انتقال ہو گیا ہو اور عمر اخیر ہو تب بھی نکاح کرنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ میری عمر کا صرف دس دن باقی ہے۔ (اور بیوی کا انتقال ہو جائے) تو میں شادی کرلوں تاکہ اللہ سے ملاقات بے شادی کی حالت میں نہ ہو۔

(ابن ابی شیبہ: ۱۲۷، شرح احیاء)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرض طاعون میں مبتلا تھے (جس میں افاقہ کم اور موت زیادہ واقع ہوتی ہے اور صحت کے مقابلہ میں موت کا یقین زیادہ ہوتا ہے) تب بھی انہوں نے کہا میری شادی کرا دو۔ میں پسند نہیں کرتا کہ خدا کے یہاں بلا بیوی کی حالت میں جاؤں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۷، شرح احیاء)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا بلا بیوی کے رہنا اور ہونا کسی حالت میں بھی بہتر اور شریعت کے نزدیک پسندیدہ نہیں۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن مسعود اور معاذ جلیل القدر مرتبہ کے صحابی ہیں۔ بکثرت آپ کی خدمت میں رہنے والے ہیں، اور آپ سے بکثرت روایت کرنے والے ہیں آخر عمر جب کہ آدمی کی مردی قوت ختم یا بالکل ختم کے قریب ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی یہ شادی اور نکاح کے ساتھ زندگی کو خدا کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ بیان کر رہے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ہماری شریعت میں شادی جوانی ہی کے لئے نہیں ہے، حظ نفس، خواہش نفس کی تکمیل کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ زندگی کی اور دوسری ضرورتیں وابستہ ہیں اس کے لئے بھی ہے مثلاً کھانے اور خدمت اور تعاون کی ضرورت۔

خیال رہے کہ ضعیف اور بوڑھوں کو خدمت اور تعاون کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ مثلاً بدن میں تیل لگانے کی رات برات ضرورت پر خدمت کی، کھانے اور دواؤں کے نظام کی اس میں دوسری عورت کے مقابلے میں بیوی کا تعاون اہم اور زیادہ ضروری ہوتا ہے، اسی طرح نظر اور خیال کی حفاظت اور اس میں عفت رہتی ہے۔ غرض کہ بوڑھاپے میں بھی عفت اور ضرورت کے اعتبار سے بیوی کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا بوڑھاپے میں بھی اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو شادی کرے بہو وغیرہ کے بھروسہ نہ رہے، اور نہ لوگوں کے کہنے کو دیکھے سنت شریعت اپنی سہولت اور ضرورت دیکھے بڑھاپے میں بسا اوقات اکیلے خدمت کی ضرورت پڑ جاتی ہے جو صرف بیوی ہی کر سکتی ہے۔

بیوی کے انتقال کے بعد بلا شادی کے رہنا خلاف سنت ہے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا جب وصال ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خولہ بنت حکیم آئی جو عثمان بن مظعون کی بیوی تھی اور کہا اے اللہ کے رسول آپ شادی کیوں نہیں فرما لیتے آپ نے فرمایا کس سے خولہ نے کہا اگر آپ چاہیں تو خواہ باکرہ کنواری سے کرلیں یا کسی شادی شدہ سے۔

............خولہ سودہ بنت زمعہ کے پاس گئیں اور کہا خدائے پاک نے خیر اور برکت تم پر داخل کرے گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ کیسے خولہ نے کہا مجھے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تمہارے یہاں پیغام نکاح لے کر............سودہ نے کہا میرے والد کے پاس چلی جاؤ اور اس کا ذکر کرو............خولہ نے ان کے والد سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا کفوء ہے، چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ کا نکاح سودہ سے کر دیا۔ (تاریخ خمیس: ۳۰۵)

ابن سعد نے بیان کیا کہ حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی خول بنت حکیم (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد) آئی اور آپ سے کہا حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد میں آپ کو بالکل تنہا محسوس کرتی ہوں آپ نے فرمایا ہاں۔ ہاں وہ صاحب عیال اور گھر کی نگہبان تھیں۔ کہا پھر کوئی پیغام نکاح نہ لے جاؤں۔ آپ نے فرمایا تم عورتوں کی جماعت میں اس کے زائد لائق ہو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت سودہ سے اور حضرت عائشہ سے پیغام نکاح لگایا۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۵۷)

ابن سعد نے مخرمہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ............عدت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو پیغام نکاح بھیجا تو اس نے کہلوایا میرے معاملہ کا آپ کو اختیار ہے تو آپ نے فرمایا اپنی قوم کے کسی شخص سے کہو کہ وہ تمہارا نکاح مجھ سے کرا دے۔ انہوں نے حاطب بن عمر سے کہا، انہوں نے شادی کرا دی۔

یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کی پہلی بیوی ہوئی تھی جس سے آپ نے نکاح کیا۔ (طبقات کبریٰ: ۸/۵۳)

فائدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے پیغام نکاح بھیجا، حالانکہ ان سے آپ کی کئی اولاد تھی، اور آپ بیوی کی وفات کے بعد بلا نکاح کے رہنا پسند نہیں کیا۔ اور ایک بیوہ عورت سے جس کے شوہر کی وفات ہو چکی تھی عدت کے بعد آپ نے نکاح کر لیا۔ پس معلوم ہوا کہ بیوی کی وفات ہو جانے پر بلا نکاح کے زندگی گذارنا خلاف سنت ہے۔ خلاف تقویٰ ہے۔ خصوصاً اس زمانہ میں عفت کی نیت سے صالحہ سے کرے۔

اگر عورت شرط لگا کر نکاح کر لے کہ میرے بعد کسی سے نکاح نہ کرنا تو

ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت براء بن معرور کو ایک عورت نے پیغام نکاح دیا اور یہ کہا کہ میں

شرط لگادی ہے کہ میرے بعد میرا شوہر کسی دوسری عورت سے نکاح نہ کرے۔ (جب یہ واقعہ آپ نے سنا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شرط کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مجمع الزوائد: ۲۵۸/٤)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اس شرط پر نکاح کرے کہ اس کا شوہر اس عورت کے علاوہ کسی سے نکاح نہیں کرے گا تو یہ شرط عورت کا لگانا لغو ہے۔ مرد کو خدائے پاک نے مصالح کے پیش نظر اختیار دیا ہے اس کا یہ اختیار باقی رہے گا۔ شوہر اگر چاہے گا تو اس کی موجودگی میں دوسرا عقد نکاح کرسکتا ہے۔ مگر اس وقت اجازت ہوگی جب وہ دونوں کے حقوق کی پابندی اور رعایت کرسکے۔

کون نکاح پر اللہ پاک برکت اور رحمت سے نوازتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے کسی عورت سے عزت حاصل کرنے کے لئے نکاح کیا اور اللہ پاک نہیں زیادہ کرے گا مگر ذلت ہی زلت میں۔ اور جو شادی کرے گا مال کی وجہ سے اس کی غربت اور فقر ہی میں اضافہ کرے گا اور جو حسب کی بنیاد پر نکاح پر شادی کرے گا اس کی کمتری ہی میں اضافہ ہوگا۔ اور جو نکاح اس وجہ سے کرے گا تا کہ اس کی نگاہ محفوظ رہے۔ امور زنا سے وہ بچا رہے یا رشتوں کا جوڑ ہو تو اللہ پاک مرد کو بھی برکت سے نوازے گا اور عورت کو برکت سے نوازے گا۔ (ترغیب: ۴٦/۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں اسی طرح دوسری حدیث میں عفت اور پاکدامنی کی نیت سے نکاح کرنے پر برکت والی زندگی کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی سنت ہے۔ ان برگزیدہ بندوں کا کام حظ نفس اور عیش دنیا کے لئے اور اس مقصد کو سامنے رکھ کر نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹/ بیویاں ایک ساتھ رکھیں۔ لیکن نہ کھانے اور سکونت کا کوئی عمدہ نظام، نہ رنگ برنگ کے گھریلو سامان، گھر کیا کھجور کے تنوں اور پتوں کی جھونپڑی، نہ کوئی اچھا بستر اور نہ خوشنما تکیہ، ناشتہ تو درکنار ایک وقت کھانا پیٹ بھر کر نصیب نہیں۔ نہ عمدہ کپڑے کے جوڑے، نہ زینت کے اسباب اور نہ زیورات۔ ظاہر ہے کہ ایسی شادی دنیاوی عیش کے لئے ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ ہاں دینی ضرورت اور دینی مصلحت کے لئے تھی۔ اور آج کل کسی شادی، دلہن کے جوڑے کپڑے اسباب زینت عیش کے اسباب کو دیکھئے۔ دلہن کے کمرے کو دیکھئے، کیا زیب وزینت، کیا چمک ودمک وخوشنمائی، یہ حظ نفس اور دنیا کے لئے نہیں تو کیا، یہ سب غیر قوتوں کی نقل ہے۔ ایسی شادی پر غیبی مدد ونصرت کا وعدہ نہیں۔

نکاح سے قبل استخارہ کرلینا مسنون ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر کام میں استخارہ کرنا سکھاتے تھے جس طرح قرآن پاک کی کوئی سورہ سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب کوئی اہم ضرورت پیش آجائے تو دو رکعت

نفل نماز پڑھو اور یہ دعا کرو۔ (دعاء استخارہ، نسائی: ۷۵)

”دعائے استخارہ“

”اللهم انى استخيرك بعلمك و استقدرك بقدرتك و اسئلك من فضلك العظيم فانك تقدر و لا اقدر و تعلم و لا اعلم و انت علام الغيوب. اللهم ان كنت تعلم ان هذا الأمر خيرلى فى دينى و معاشى و عاقبة امرى و آجله لى فاقدره لى و يسره لى ثم بارك لى فيه. و ان كنت تعلم ان هذا الامر شر لى فى دينى و معاشى و عاقبة امرى و اجله فاصرنه عنى و اصرفنى عنه و اقدر لى الخير حيث كان ثم ارضنى به.“ (مشكوٰة: ١١٦، بخارى: ٢/٩٤٤)

هذا الامر: دو مقام پر ہے جس مقصد سے استخارہ کررہا ہے یہاں اس کا دھیان رکھئے اگر ایک مرتبہ میں میلان معلوم نہ ہو تو کئی مرتبہ کرے۔

خیال رہے کہ دل کا انشراح اور میلان جس جانب دیکھے اللہ پاک پر بھروسہ کر کے کرلے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خواب میں بتا دیا جائے گا۔ یا اشارہ ہوگا۔ سو یہ غلط ہے۔ استخارہ سے خواب کے ذریعہ کچھ اشارہ نہیں ہوتا۔ بس ذہن میں کسی ایک جانب رجحان ہوجاتا ہے۔ بعض اکابرین سے اس کے علاوہ اور بھی استخارہ کی دعائیں منقول ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی ”مجربات عزیزی“ استخارہ کی متعدد اوراد منقول ہیں جو بزرگوں سے اور مشائخ سے ثابت ہیں۔

جمعہ کے دن کا نکاح بہتر ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھی، روزہ رکھا، مریض کی عیادت کی، جنازہ میں شریک ہوا، نکاح کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس کے لئے جنت واجب۔

(مجمع الزوائد: ٤/٢٨٨)

فائدہ: جب جمعہ کے دن عقد نکاح ہوگا تب نہ اس میں شریک ہوگا اور یہ فضیلت پائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر میں ہے کہ ہفتہ کا دن رخصتی کا، پیر کا دن سفر کا، منگل کا دن پچھنہ لگانے کا (خون کا) بدھ کا دن لینے اور دینے (معاملہ) کا اور جمعرات کا دن بادشاہ کے دربار میں جانے کا اور جمعہ کا دن نکاح کا دن ہے اور عورتوں سے ملنے کا (شادی شدہ کے لئے)۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢٨٨، اتحاف الخيرة: ٤/٤٩٣)

نکاح کے لئے شوال کا ماہ بہتر ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی مجھ سے ماہ شوال میں ہوئی اور رخصتی بھی ماہ

شوال میں ہوئی۔ (شرح احیاء: ۳۳۳، ترمذی: ۲۰۷)

امام غزالی نے بیان کیا کہ ماہ شوال میں شادی مستحب اور بہتر ہے۔ (شرح احیاء: ۲۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی شوال میں ہوئی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی مجھ سے زیادہ کون محبوب و بہتر عورت آپ کی ہوئی؟ (شرح السنة: ۳۰/۵)

امام ترمذی نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ شوال میں رخصتی (اور نکاح) کو بہتر سمجھتی تھیں۔

(ترمذی: ۲۰۷، ابن ماجه: ۱۴۳)

فائدہ: محدثین کرام نے ماہ شوال میں نکاح کے سنت و مستحب ہونے پر باب قائم کیا۔ اس ماہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کی ترغیب دیا کرتی تھیں اور باعث برکت قرار دیتی تھیں۔ دراصل اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ایام جاہلیت میں شوال میں نکاح کے لئے منحوس سمجھا جاتا تھا۔ حضرت صدیقہ اس کے رد میں فرماتی تھیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کسی ماہ یا دن کو نکاح کے لئے منحوس سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں۔ جاہلانہ اور جاہلوں کی باتیں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نکاح کرنے کو فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح اعلان کر کے کیا کرو۔ اور اسے مسجد میں کرو۔ اور اس پر دف ڈھپڑا بجاؤ۔ (ترمذی: ۲۰۷، عمدة القاری: ۱۳۶، اتحاف الخیره: ٤٩٢/٤)

فائدہ: خیال رہے کہ نکاح سنت۔ اس کا خطبہ آیات قرآنیہ احادیث نبویہ پر مشتمل جو ذکر ہے۔ عبادت ہے، اور عبادت کا محل اور اس کی جگہ مسجد ہے۔

مزید یہ بھی کہ نکاح میں شہرت اور اعلان کا حکم ہے اور مسجد میں ہر جگہ کے لوگ ہر طبقہ کے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اس طرح اعلان اور اشتہار بھی بلا سعی کے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور خانہ خدا کی برکت الگ۔ اس لئے نکاح مسجد میں سنت اور مستحب ہے۔ فقہاء کرام نے بھی اسے مسجد میں مستحب قرار دیا ہے۔ مزید جمعہ کے دن بہتر کہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے موقعہ پر کیا خطبہ دیتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نکاح کا خطبہ سکھایا کرتے تھے:

”ان الحمد لله نحمده و نستعينه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادی له و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله.“

پھر ابو عبیدہ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ اس کے بعد چاہو تو قرآن پاک کی یہ آیت ملاؤ:

اتقوا اللّٰه حق تقاته و لا تموتن الا و انتم مسلمون و اتقوا اللّٰه الذی تساء لون به و الارحام ان اللّٰه کان علیکم رقیباً اتقوا اللّٰه و قولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفرلکم ذنوبکم و من یطع اللّٰه و رسوله فقد فاز فوزاً عظیماً. اما بعد!

اس کے بعد ضرورت کی بات کرے یعنی عقد نکاح کے قبول ہونے کا اقرار کرائے۔

(مجمع الزوائد: ۱۹۳/۳، عبدالرزاق: ۱۹۷/٦، ترمذی: ۲۱۰، نسائی: ۷۸/۲، ابو داؤد)

سنن کبریٰ میں یہی حدیث ہے اور اس میں آیت قرآنیہ کی ابتداء شروع آیت:

﴿یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة الخ، یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله حق الخ، یا ایهاالذین آمنوا اتقوا الله و قولوا قولا سدیدا الخ.﴾ ہے۔ (سنن کبریٰ: ۱٤٦/۷)

خطبہ نکاح کا مسنون اور متوارث طریقہ جو اکابرین اسلاف سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ اولاً خطبہ مسنونہ ماثورہ "الحمدلله نحمده" سے آخر تک پڑھے۔ اس کے بعد قرآن پاک کی یہ ۳/۳ آیتیں شروع آیت سے آخر تک پڑھے۔ اس کے بعد نکاح سے متعلق کوئی ۳/۲ احادیث پڑھے۔ اس کے بعد گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کروائے۔ اس کے بعد دعا پڑھے یا مختصری دعا کروائے۔ اس کے بعد رخصتی کا ارادہ ہو تو بلا رسم ورواج کے سنت کے مطابق کسی سن رسیدہ عورت کے ساتھ شوہر کے مکان اسے بھیج دے۔

عقد نکاح کی مجلس چھوہارا شیرینی وغیرہ لٹانا تقسیم کرنا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے کسی جوان کی شادی میں شریک ہوئے تو لوگوں نے (اس عہد میں جس طرح شادی کی مبارکبادی دی جاتی تھی دی) الفت ہو، خوش حالی ہو رزق میں برکت ہو خدا مبارک کرے اپنے صاحب پر دف بجاؤ۔ پھر لڑکیاں آئیں جن کے سروں پر بادام اور شیرینی کے بڑے پلیٹ تھے۔ قوم ان کے لینے سے رکی رہی۔ آپ نے فرمایا ارے بھائی کیوں نہیں اسے لوٹتے ہو آپ سے لوگوں نے کہا آپ تو لوٹنے سے منع فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا مال غنیمت کا لوٹنا ممنوع ہے۔ بہر حال شادی کے موقعہ پر تو یہ ممنوع نہیں ہے۔

راوی نے کہا پس میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (لوٹانے کے بعد) اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور لوگ

بھی۔ (طحاوی: ۲/ ۲۹، شرح مسند احمد: ۱۶/ ۲۱۱)

حضرت معاذ بن جبل کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو غنیمت کے لوٹنے سے منع فرمایا شادی بیاہ کے لوٹ سے منع نہیں کیا۔ کیوں نہیں لوٹتے ہو۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کسی نکاح میں چھوہارا لوٹایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب نکاح کرتے کراتے تو چھوہارا لٹاتے۔ (بیہقی، بلوغ الامانی: ۱۶/ ۲۱۱)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حسن اور شعبی نکاح اور ولیمہ کے موقعہ پر لٹانے کو کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (تلخیص: ۲۰۱)

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ (استذکار: ۱۶/ ۳۶۱)

مگر خیال رہے کہ آپ ﷺ سے ازواج مطہرات کی نکاح میں کسی چیز کے تقسیم یا لٹانے کا ذکر اور اس سلسلے میں کوئی روایت نہیں ہے۔ پس یہ فعلی سنت ہے۔

فائدہ: خیال رہے کہ چھوہارا لٹانے کی احادیث سنداً حد درجہ ضعیف ہے۔ شاید کہ تعدد کی وجہ سے کچھ اس کی تلافی ہو جائے۔ شرح مسند میں ہے کہ امام صاحب نے شادی کے موقع پر اس کے لوٹنے لٹانے کو جائز قرار دیا ہے۔ (بلوغ الامانی: ۱۶/ ۲۱۱)

لہٰذا نکاح کے موقع پر چھوہارا یا کوئی خشک مٹھائی مجلس میں لٹادی جائے تو اس کی گنجائش ہے اگر فساد اور باہم تنازع کا اندیشہ ہو تو ایسا نہ کیا جائے۔

اگر مسجد میں عقد نکاح ہو تو دیکھ لیا جائے اگر لٹانے میں شور شغب اور مسجد کی بے احترامی کا اندیشہ نہ ہو تو لٹا دیا جائے ورنہ پھر ترتیب سے تقسیم کر دیا جائے۔ تاکہ ایک مباح کی وجہ سے مسجد کی بے ادبی کا گناہ نہ ہو۔

نکاح کی خبر پر (شوہر بیوی کو) کیا دعا دے

قبیلہ بنی تمیم کے ایک شخص نے بیان کیا کہ ہم لوگ شادی کی (دعا یا مبارکبادی میں) "الرفاء والبنين" کہا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ہمیں سکھلایا کہ ہم یہ کہیں "بارك الله فيكم و بارك الله لكم."

(دارمی، عبدالرزاق: ۳/ ۱۹۰)

حضرت حسن نے بیان کیا حضرت عقیل نے قبیلہ بنی خثعم کی عورت سے نکاح کیا۔ تو ان کو لوگوں نے کہا۔ "الرفاء و البنين" تو کہا ایسی دعا دو جیسے کہ آپ ﷺ کہا کرتے تھے۔ "بارك الله فيكم و بارك لكم."

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی نکاح کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس طرح دعا (یا مبارکبادی) دیتے۔
"بارك الله عليك و جمع بينكما بخير." (دارمی، تلخیص: ۱۵۲/۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا شادی کرلی۔ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا "بارك الله لك." (مسلم: ۳۷۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی مبارکبادی اس طرح دیا کرتے تھے۔"بارك الله لك و بارك عليك و جمع بينكما في خير." (سنن کبریٰ: ۱۴۸/۷)

فائدہ: کسی کی یا کسی سے شادی کی خبر سن کر یا عقد نکاح کے بعد یہ دعا دینی مسنون ہے۔ حدیث کے اس موقع پر دو قسم کے الفاظ دعا کے لئے وارد ہوئے ہیں ① بارك الله ② جمع بينكما۔ بہتر ہے کہ دونوں کو جمع کردیا جائے جیسا کہ بعض حدیث میں دونوں کلمے جمع ہیں۔ یعنی اس طرح کہے "بارك الله بينكما و جمع الله بينكما بخير"۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اسی طرح یہ دعا دی جاسکتی ہے۔ اللہ دونوں کے درمیان محبت عطا فرما۔ اللہ اولاد صالح عطا فرما۔ (فتح الباری: ۲۲۲/۹)

شادی کے موقع پر لڑکیوں کو اشعار اور نظم اور سہرا پڑھنے کی اجازت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس انصاری لڑکیاں تھیں۔ میں نے ان کا نکاح کرادیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! شعر نظم پڑھنا کیوں نہیں ہورہا ہے۔ انصاری قبیلہ کی عورتیں اشعار نظم وغیرہ پسند کرتی ہیں۔ (مشکوٰۃ: ۲۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک رشتہ دار انصاریہ کی شادی کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس لڑکی کو کچھ (شادی کا ہدیہ سوغات وغیرہ) بھیجا کہ نہیں کہا ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا کسی شعر نظم پڑھنے والی کو بھیجا کہ نہیں تو کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا انصاریو میں سے بعض جماعت نظم کو پسند کرتی ہے اس کے ساتھ کسی کو بھیجتی جو یہ اشعار پڑھتی:

اتينكم اتينكم ✧ فحيانا و حياكم

(ابن ماجہ: ۱۳۷، مشکوٰۃ: ۲۷۲)

عامر بن سعد نے بیان کیا کہ میں قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری کے یہاں شادی میں گیا تو دیکھا کہ لڑکیاں کچھ نظم گارہی ہیں۔ تو میں نے کہا تم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بدر ہو اور تمہارے یہاں یہ ہورہا ہے۔ (لڑکیاں نظم پڑھ رہی ہیں شادی میں) تو ان دونوں حضرات نے کہا خواہ بیٹھ جاؤ اور تم بھی میرے ساتھ

سنو، یا پھر چلے جاؤ۔ اس قسم کے کھیل کی شادی بیاہ میں اجازت دی گئی ہے۔ (نسائی: ۹۲/۲، مشکوٰۃ: ۲۷۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر اگر چھوٹی بچیاں، نابالغ لڑکیاں خوشی ومسرت میں نعت نظم سہرا رخصتی کے اشعار وغیرہ پڑھیں خواہ تنہا پڑھیں یا جمع ہو کر پڑھیں تو شرعاً اس کی اجازت ہے۔

(کذا فی انجاح الحاجة: ۱۳۷)

مگر گانا بجانا، باجہ ڈھول، وغیرہ یہ ناجائز اور حرام ہے۔ اسی طرح بڑی عورتوں کا گیت گانا، ڈھول بجانا، جیسے قصبوں اور دیہاتوں میں رائج ہے ناجائز ہے۔ خیال رہے کہ عموماً خوشی ومسرت کے وموقعہ پر شیطان حظ نفس میں گرفتار کر کے حرام اور ممنوع امر کا ارتکاب کرا دیتا ہے سوایسے موقعہ پر نفس پر کنٹرول کرنا چاہئے۔

شادی میں اپنے رشتہ داروں کو اہتمام سے بلانا سنت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے شادی ہوئی تو میری والدہ آئیں اور آپ کے گھر میں مجھے داخل کر دیا۔ انصار کی عورتیں تھیں انہوں نے خیر و برکت کی دعائیں دیں۔ (بخاری: ۷۷۵/۲)

دیکھئے اس واقعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں سے کسی کو مدعو نہیں کیا۔ حضرت صدیق اکبر کی صاحبزادی کا نکاح ہو رہا ہے۔ انہوں نے کسی رشتہ دار اور اقرباء کو دعوت نہیں دی ہاں انصار کی پڑوس کی عورتیں بن بلائے پڑوسی ہونے کی حیثیت سے آگئیں اور دعائیں دیں یہ ٹھیک ہے عورتوں کی ضرورت بھی رہتی ہے۔ آپ نے اپنی لاڈلی بیٹی کی شادی کی اس میں آپ نے کسی بھی خاندان اور احباب کو کہیں سے نہیں بلایا۔

فائدہ: موجودہ دور میں جو لوگوں کو نکاح کی دعوت کا اور اس کی شرکت کا حد درجہ اہتمام رائج ہو گیا ہے عہد نبوت میں نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد شادیاں کیں۔ اپنی بیٹیوں کی شادی کی مگر کسی میں بھی اپنے رشتہ داروں کو اور احباب کو اطلاع کرنا اور بلانے کا اہتمام ثابت نہیں ایک ایک نکاح میں آج کل پانچ سو اور ہزار لوگوں کی شرکت ہوتی ہے تمام قریبی اور بعیدی دادیہالی اور نانیہالی رشتہ داروں احباب اور متعلقین کو بہت اہتمام سے بلایا جاتا ہے۔ شریعت اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ اسلام کے طریقہ کے خلاف ہے۔ آپ نے فرمایا ہے سب سے بہتر وہ شادی ہے جس میں کم از کم خرچ ہو۔ اور جب زیادہ بلایا جائے گا تو زیادہ خرچ ہوگا۔ جو آپ کی تعلیم کے خلاف ہو۔ اگر مالی توسع ہو تو بھی ایسا نہ کرے مال خدا کی نعمت ہے۔ اسے شریعت کے موافق خرچ کرے۔ شادی میں مال کی فراوانی کا اثر ظاہر کرنا اسراف ہے۔ شادی عبادت اور سنت ہے۔ اس سنت کو سنت ہی کے طریقے سے کرنا چاہئے۔ اس میں وسعت اور فراوانی کے ساتھ مال کا بہانا غیروں کا طریق ہے۔ جس سے خدا نے اور رسول نے بچنے کا حکم دیا ہے۔

انتخاب رشتہ پیغام نکاح کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور پاکیزہ تعلیمات کا بیان

ایک کے پیغام پر دوسرے کو پیغام دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے پیغام پر کوئی پیغام نہ دے ہاں مگر یہ کہ پیغام دینے والا ہی چھوڑ دے (ارادہ ترک کردے یا وہ اجازت دے دے) (بخاری: ۲/۷۷۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مؤمن کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے رشتہ نکاح پر رشتہ بھیجے یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (مسلم: ۱/۴۵٤)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے یا کسی اہل خانہ نے کسی کے یہاں پیغام نکاح بھیجا۔ تو اس پیغام نکاح پر کسی دوسرے کو پیغام نکاح نہیں بھیجنا چاہئے۔ جب تک کہ پہلا انکار نہ کردے۔ یا ارادہ ملتوی نہ کردے۔ علامہ عینی نے بیان کیا کہ اگر نہ تو اس نے رد اور انکار ہی کیا اور نہ رشتہ قبول ہی کیا تو پھر دوسرا پیغام بھیج سکتا ہے۔ (چونکہ یہ صورت ممانعت سے خارج ہے۔) (عمدۃ القاری: ۲/۱۳۲)

یا اگر معلوم ہی نہ ہو کہ کسی نے پہلے پیغام بھیجا ہے تو بھی پیغام بھیجنا درست ہے۔ (عمدۃ) ہاں اگر پہلے پیغام پر صراحۃً قبولیت کا علم تو نہیں مگر قرائن سے معلوم ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں دوسروں کو پیغام نکاح بھیجنا کیسا ہے اس میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے اجازت دی ہے اور بعضوں نے منع کیا ہے۔ لیکن اگر قبول کرلیا اور مہر وغیرہ کا بھی ذکر ہو رہا ہو تو پھر دوسروں کو پیغام بھیجنا حرام ہے۔

حدیث پاک میں اسی کو لایحل کہا گیا ہے۔ اسی طرح کسی قسم کا لالچ دلا کر یا مستقبل میں مال کی امید دلا کر اپنی طرف کرنا ناجائز ہے۔ اور ان کے لئے بھی جائز نہیں کہ قبول کرنے کے بعد لالچ کی بنیاد پر رشتہ ترک کرے۔ ہاں اگر دھوکا دیا گیا ہو، عیب چھپایا گیا تھا اب ظاہر ہوا تو چھوڑ سکتا ہے۔

مناسب رشتہ دیندار گھرانے سے یا لڑکے سے آجائے تو قبول کرلے

حضرت حاتم مزنی سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے شخص کا رشتہ آجائے جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند ہو تو پھر (رشتہ منظور کرکے نکاح کرلو) اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں فساد پیدا

ہو جائے گا۔ اور اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے گا۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول اگرچہ اس میں کمی ہو (مال، حسب یا کفاءت وغیرہ میں) آپ نے فرمایا ہاں۔ فرمایا جب ایسا رشتہ آ جائے جس کے دین و اخلاق سے تم راضی اور خوش ہو تو اس سے نکاح کرلو۔ آپ نے اسے ۳ مرتبہ فرمایا۔ (ترمذی: ۲۵۷)

فائدہ: دیکھئے اس میں مناسب رشتہ دیندار گھرانے سے آنے پر نکاح کی تاکید ہے۔ آپ نے مال اور گھریلو کھانے پینے پہننے اور اوڑھنے کی فراوانی کو معیار نہیں بنایا مگر افسوس کہ آج کے اس دور میں صرف جہیز کی کثرت مدنظر رہتی ہے۔ دینداری، روزہ نماز کی پابندی پردہ کی پابندی شاذ و نادر کوئی دیکھتا ہے پس لڑکی والے مالدار ہوں خوب مال ہے جہیز ہے۔ لڑکے کو وقت ضرورت مال ملتا رہے لڑکے کی سرکاری رشوت والی سروس ہو، شاندار کئی منزلہ مکان ہو۔ دس جگہ سے آمدنی ہو خواہ حرام ہی ہو۔ آج کل یہ معیار ہو گیا ہے۔ آہ! وقت کا ایک عظیم فتنہ ہے۔ جو غیر مسلموں کے خلط سے، ٹی وی کے فتنے سے بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ خود دیندار گھرانہ بھی فاسق فاجر مالدار گھرانہ ڈھونڈتا ہے۔ اور اسی کی جانب راغب ہوتا ہے۔ اہل صلاح کی اصلاحی باتوں کو سننے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے اس امت کا کیا انجام ہوگا۔

شادی میں لڑکی کے انتخاب کا کیا معیار ہونا چاہئے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شادی کی عزت کی بنیاد پر سو اس سے ذلت کا ہی اضافہ ہوگا۔ جس نے شادی کی مال کی بنیاد پر سو اس سے فقر ہی کا اضافہ ہوگا۔ جس نے حسب کی بنیاد پر شادی کی اس کی کمینگی میں ہی اضافہ ہوگا۔ جس نے شادی اس واسطے کی تاکہ نگاہ کی پستی ہو۔ شرمگاہ کی حفاظت ہو، یا رشتوں کا جوڑ ہو۔ سو اس نکاح میں اللہ مرد کو برکت سے اور عورت کو برکت سے نوازے گا۔

فائدہ: خیال رہے کہ ہمارے دور میں عموماً اکثر یہ نسبت کا انتخاب لڑکی گھرانے کے انتخاب میں اس کی مالی حیثیت کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ اور مالی حیثیت کو ہی معیار قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ گھر کی حیثیت، تجارت، و ملازمت کی حیثیت کو بنیاد بنا کر نسبت کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ یہ ماحول کا بہت بڑا ناسور ہے۔ نہ تو تعلیم دیکھتا ہے نہ خاندانی شرافت نہ دینی ماحول نہ نماز و روزہ کا پابند دیکھتا ہے۔ بس بلڈنگ دیکھا۔ روپیہ دیکھا، اچھی مالیت دیکھی مال کی فراوانی کا اندازہ لگایا۔ خواہ دینداری سے کورے ہی کیوں نہ ہوں۔ پسند کرلیا۔ حدیث پاک میں اسی کو منع کیا گیا ہے۔ اور اس کو بنیاد بنا کر شادی کرنا غربت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ ہاں دینداری شرافت تعلیم کے بعد اتنا مال دیکھنا کہ کھانے پینے میں کوتاہی نہ ہو کھانے کے نام کی خرابی سے صحت پر برا اثر نہ پڑے۔ سستی اور تغافل کی وجہ سے مالی تنگی نہ ہو۔ ان امور کو دیکھنا تو ضروری ہے۔ مگر جہیز زیادہ بہتر ملنے کی بنیاد پر اور ہمیشہ مالی تعاون کی امید کی بنیاد پر مال کو بنیاد بنا کر شادی کرنا یہ برا ہے۔ دوسروں سے مال کی امید کی بجائے

اپنی بازو کی کمائی پر امید رکھے مرد کی شان یہی ہے۔

سختی برتنے اور مار پیٹ کرنے والے سے نکاح نہ کرے

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں جب عدت سے فارغ ہوگئی تو آپ ﷺ کے پاس آئی اور تذکرہ کیا کہ ابوسفیان اور ابو جہم دونوں نے پیغام نکاح بھیجا ہے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی کبھی ہٹاتا ہی نہیں اور معاویہ تو اس کے پاس کچھ مال بھی نہیں (کہ بیوی کو کھلا سکے) (طحاوی: ۳/۲)

فَائِدَہ: دیکھئے اس روایت میں فاطمہ بنت قیس جو قریش کی ایک معزز خاتون تھیں دو شخصوں نے پیغام نکاح بھیجا تھا۔ ایک معاویہ دوسرے ابو جہم۔ آپ نے ابو جہم سے نکاح نہ کرنے کا مشورہ اس وجہ سے دیا کہ وہ بڑا سخت مزاج اور زدوکوب کرنے والا تھا۔ ہمیشہ لاٹھی کندھے پر رکھے رہتا تھا۔ مزاج میں نرمی نہیں تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ سخت مزاج، ذرا ذرا سی بات پر نرمی اور سمجھانے کے بجائے سختی اور مار پیٹ کا مزاج رکھنے والے سے شادی نہ کرے۔ اس طرح عورت پریشان ہوجاتی ہے زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ اس طرح دنیا اور دین دونوں چلی جاتی ہے۔

چونکہ دنیا کی پریشانی آخرت کے اعمال سے کوتاہ کردیتی ہے اور کسی کو ظلم اور پریشانی میں ڈالنا درست نہیں۔ بعض لوگ خاندانی مزاج کی وجہ سے ایسے ہوتے ہیں سو پہلے سے اس کی تحقیق کرلی جائے تاکہ بعد میں ناخوشگوار امور کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

رشتوں کے انتخاب میں اولاً دینداری کو ملحوظ رکھے

آپ ﷺ نے فرمایا لیکن شادی دینداری کی بنیاد پر کرو۔ دیندار کالی عورت بھی بہتر ہے (مرقات: ۱۸۸/۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آدمی رشتوں کے انتخاب میں سب سے پہلے اور بنیادی حیثیت دینداری کو دیکھے۔ اگر مال بھی ہو، گھر بھی ہو ملازمت بھی بہتر ہو شکل صورت بھی بہتر ہو تعلیم بھی ہو، مگر دیندار گھرانہ نہ ہو، نماز روزہ کا اہتمام نہ ہو، سب بے نمازی ہوں۔ بے پردگی ہو، ہر وقت دنیا کی ہوس ہو، ٹی وی وغیرہ ہر وقت چلتی رہتی ہو تو ایسے رشتوں کو چھوڑ دے۔ جب دین ہی نہیں تو دنیا کس کام کی۔ شریعت کی نگاہ میں ایسا آدمی بہت برا ہے۔ جس کے پاس دنیا تو ہو مگر دین نہیں، دنیا کی وجہ سے دین و آخرت برباد ہوگئی ہو۔ ہاں اگر گھرانہ دیندار ہو، نماز، روزہ تلاوت اذکار کا پابند ہو، حلال ملازمت ہو بہتر ماحول ہو پردہ ہو۔ ہاں مگر مال کم ہو، مالی فراوانی کم ہو۔ دنیا کم نظر آتی ہو، تو یہ بہتر ہے ایسا رشتہ قبول کرے۔ اکثر دیندار لوگ زیادہ مالدار نہیں ہوتے۔ دینداروں کے یہاں مالی فراوانی نہیں ہوتی، چونکہ وہ آمدنی میں مال کی آمد میں شریعت کا لحاظ کرتے ہیں۔ حرام حلال کی پرواہ نہیں کرتے۔ اس لئے مال فراوانی سے نہیں ہوتا، مزید اس وجہ سے بھی کہ دنیا کی ہوس نہیں ہوتی۔ مریض

نہیں ہوتے، ہر وقت دنیا کمانے میں نہیں لگے رہتے۔ اعتدال سے دنیا حاصل کرتے ہیں۔ اس وجہ سے اتنی فراوانی نہیں ہوتی ہاں مگر برکت ہوتی ہے۔ اکرام اور اخلاق مند ہوتے ہیں۔ مہمان نواز ہوتے ہیں۔ سوایسے رشتے اچھے ہوتے ہیں۔

بے نمازی گنہگار فاسق سے شادی کرنے سے آپ ﷺ منع فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی نیک بیٹی کی شادی کی کسی فاسق، شریعت سے آزاد، شخص سے کی۔ اس نے اس کے ساتھ قطع رحمی کی۔ (شرح احیاء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی بیٹی کی یا کسی کی (لڑکے یا جو اس کے ماتحت ہے) شراب پینے والے سے کی، اس نے اس کو جہنم کے راستہ کی قیادت اور رہنمائی کی۔

(اتحاف السادۃ: ۵/۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صالح نیک اور صالحہ نیک عورتوں سے شادی کیا کرو۔ (سنن دارمی: ۱۳۷)

مطرف نے امام شعبی سے نقل کیا ہے کہ جس نے کسی فاسق دین کے اعتبار سے آزاد سے شادی کرائی اس نے اس کے رشتہ کو گویا توڑ دیا۔ (ابن ابی شیبہ: ۴/۲۱۰)

فائدہ: شریعت نے دین وشرافت کی بنیاد پر رشتہ نکاح کا حکم دیا تھا۔ بے دین، خواہ مالدار اور دنیادار کیوں نہ ہو، عیش وتنعم کی زندگی کیوں نہ ہو منع کیا ہے، مگر آج کے دور میں دیندار رہے یا نہ رہے، مال کی فراوانی اور دنیا کی کثرت ہو، پس ایسی ہی نسبت ڈھونڈھتے ہیں۔ یاد رکھئے اگر مرد دیندار نمازی ہے صوم وصلوٰۃ اور شریعت کا پابند ہے اور بیوی بے دین مل گئی اور اس کی بے دینی باقی رہ گئی، اور شوہر پر اس کی بے دینی کا اثر نہ ہوا تو شوہر جنت میں اور اس کی بیوی جہنم میں۔ اور اگر عورت نے شوہر پر اپنا اثر دکھا دیا اور اس کو بھی بے دین بنا دیا جب کہ بیشتر مرد عورت کی بے دینی کی وجہ سے بے دین ہوگئے اور دونوں بظاہر بے دینی کی وجہ سے اہل جہنم ہوگئے۔ خدا کی پناہ تجربہ ہے مشاہدہ ہے۔ شادی سے قبل دیندار چہرے پر سنت کا نور، عورت کی بے دینی کی وجہ شوہر نے داڑھی بھی منڈوالی اور دینی ذوق اور مزاج کو بیوی پر قربان کر دیا۔ عورت کو تو اپنے دین سے متاثر نہ کر سکے مگر اس کی بے دینی سے متاثر ہوگئے۔ خدا کی پناہ کیسی مہلک نفس پرستی اور شہوت پرستی۔

لڑکے کے انتخاب میں مال اور جائیداد کے بجائے دینداری اور تقویٰ کا خیال رکھے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا میری ایک بیٹی ہے اس کے متعدد رشتے آئے ہیں۔ ان میں کس رشتہ کا انتخاب کروں۔ فرمایا اس آدمی سے شادی کرو جو خوف خدا رکھتا ہو،

(گناہوں سے ڈرتا ہو)، اگر وہ پسند کرلے گا محبت کرے گا تو اکرام کرے گا اور اگر نہ پسند ہوگی تو اس پر ظلم نہ کرے گا۔ (مرقات: ٦/١٨٨)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دیندار ہوگا، خدا کا خوف ہوگا۔ تو وہ بیوی کا حق ادا کرے گا۔ ناراضگی پر ظلم تشدد نہ کرے گا۔ حق تلفی نہ کرے گا۔ اسے ناحق پریشان نہ کرے گا۔ اس لئے دیندار اور خدا سے خوف کرنے والے سے مشورہ دیا۔ فاسق فاجر ہوگا تو وہ بے پرواہ ہوگا۔ ہوس کے تابع ہوگا۔ ہوس پوری ہوگی تو ٹھیک ورنہ ظلم کرے گا پریشان کرے گا۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے دیندار لوگ بیوی کو پریشان نہیں کرتے ان کی بہت رعایت کرتے ہیں۔ بلکہ بیوی ان کی رعایت سے غلط فائدہ اٹھالیتی ہے۔ پس اے مسلمانو! شادی بیاہ میں محض مال کے بجائے دینداری ملحوظ رکھو چین کی زندگی دنیا میں اور آخرت میں جنت کی راہ لو گے۔

عورت کے انتخاب کا کیا معیار ہو

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے نکاح ان بنیادوں پر کیا جاتا ہے۔ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کے مال کی وجہ سے اس کے اخلاق کی وجہ سے، اس کے دینداری کی وجہ سے، سوتم دین کو اور اچھے اخلاق کو معیار بناؤ۔ (کشف الاستار: ١٥٠)

فائدہ: عموماً مالدار گھرانے کی عورت میں خدمت و اطاعت کا جذبہ نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے شوہر کا گھریلو معاملہ پریشان کن ہوجاتا ہے۔ بسا اوقات خوبصورتی کے ساتھ بداخلاقی کبر، غرور جمع رہتا ہے حسن اخلاق سے محروم ہوتی ہے، اس کی وجہ سے گھر میں خوشگوار ربط پیدا نہیں ہو پاتا۔ اور دینداری سب پر غالب رہتی ہے اس لئے ایسی عورت دنیا اور آخرت دونوں میں بہتر ثابت ہوتی ہے۔

مال یا مالی سہولت یا جہیز زیادہ ملنے کی بنیاد پر شادی کا بہتر انجام نہیں

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے خوبصورتی اور حسن کی بنیاد پر شادی نہ کرو کہ بسا اوقات یہ ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور ان سے مال کی بنیاد پر بھی نکاح مت کرو کہ بسا اوقات یہ عورت اس کی وجہ سے نافرمانی کرنے لگ جاتی ہے ہاں دین کو معیار بنا کر شادی کرو۔ (ابن ماجہ: ١٣٤)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک کو اور آج کل کے ماحول کو، امت کس قدر راہ مستقیم سے اپنے نبی کی تعلیم اور راستے سے کس قدر ہٹ گئی ہے۔

اسی مال اور دنیا کی لالچ میں شادی کا انجام بیشتر برا ہوتا ہے۔ دونوں کے درمیان ناخوشگوار حالت ہوتے ہیں۔ محبت کا رشتہ جو اصل نکاح کا مقصد تھا پاش پاش ہوجاتا ہے۔ بسا اوقات جان لیوا واقعات پیش آجاتے ہیں جیسا کہ آپ سنتے رہتے ہوں گے۔ جو باتیں غیروں میں تھیں اب وہ مسلمانوں میں آگئیں۔

جو مال دیکھ کر اسے بنیاد اور معیار بنا کر شادی کرے گا تنگدسی میں مبتلا ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جس نے مال کی بنیاد پر (جہیز یا مالی سہولت) شادی کی اللہ پاک اس کے لئے فقر اور تنگدستی کو زائد کرے گا۔ (کنز العمال: ۳۰۱/۱۶)

فائدہ: شادی کا مقصد آپس میں پیار محبت جوڑ گھریلو زندگی کی خوشگواری اور اولاد کا حصول ہوتا ہے۔ اس لئے عورت کا خوش سیرت ہونا ضروری ہے۔

ظاہر ہے اس کے لئے مالداری ضروری نہیں، اور محض مال کے حریص سے شادی کرے گا تو حریص کا پیٹ نہیں بھرتا اس کے امور میں برکت نہیں ہوتی ہے اس میں قناعت کا مادہ نہیں ہوتا۔ جب مال غلط راستہ سے آئے گا تو ضائع ہوگا۔ مال میں برکت نہ ہوگی لہٰذا غربت وتنگدستی پیچھا نہ چھوڑے گی۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مال کو بنیاد بنا کر نکاح کرنے والے کے مقصد کو اللہ پاک فوت کر کے اسے غربت اور تنگدستی اور مالی پریشانی میں مبتلا کر دے گا۔ چنانچہ ایسا تجربہ ومشاہدہ بھی ہے۔ مال کی بنیاد پر نکاح کیا۔ حوادث ومصائب کی وجہ سے شادی کا مال ضائع ہوگیا اور وہ پریشانی میں مبتلا ہوگیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کرنے والے کے متعلق اس کے انجام کی خبر دی ہے۔

بانجھ عورت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رشتہ کو پسند نہ فرماتے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوبصورت بانجھ عورت کو چھوڑ دو۔ بچہ جننے والی کالی عورت کو اختیار کرو۔ میں تمہاری زیادتی پر فخر کروں گا۔

(مطالب عالیه: ۳۲/۲، مسند ابو یعلی، اتحاف الخیرہ: ۴۳۸/۴)

حضرت عاصم بن صدلہ کہتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مرے چچا کی ایک لڑکی بڑی خوبصورت اور مالدار ہے مگر بانجھ ہے۔ کیا میں اس سے شادی کرلوں، آپ نے منع فرمایا، اور آپ نے ۲ یا ۳ مرتبہ اسے منع فرمایا، اور فرمایا میرے نزدیک بچہ جننے والی کالی عورت اس سے بہتر ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ (عبدالرزاق: ۱۶۱)

ابن سیرین سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو خوبصورت بانجھ عورت کو اور کرلو کالی بچہ جننے والی سے میں قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

(عبدالرزاق: ۱۶۰/۶)

فائدہ: ① نکاح کے مقاصد میں سے اولین مقصد نسل انسانی کی بقا ہے۔ بانجھ عورت سے وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ ② آل اولاد کے جو فوائد ومنافع ہیں وہ یہاں پورا نہیں ہوتا۔ ③ بانجھ عورت کو بچہ نہ ہونے کی وجہ سے

محبت ومودت جو بچہ والی عورت کو ہوتی ہے اس سے وہ محروم رہتی ہے۔ ④ بڑھاپے میں اس کا سہارا نہیں ہوتا۔
⑤ عموماً ایسی عورت کی صحت بھی بہتر نہیں رہتی جس کے گھریلو خدمت پر اثر پڑتا ہے۔

ان وجوہات کی وجہ سے قصداً وارادۃً بانجھ عورت سے نکاح کرنے سے منع کیا ہے، لیکن نکاح کیا پھر عورت بانجھ نکل گئی یا مرض کی وجہ سے بچہ نہیں ہوتا تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور اس وجہ سے عورت کو چھوڑنا بھی بہتر نہیں۔

بانجھ عورت سے کوئی شادی کی اجازت لیتا تو آپ ﷺ نہ دیتے

عبدالملک ابن عمیر اور عاصم بن بہدلہ کہتے ہیں ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میری چچازاد بہن بڑی خوبصورت اور مالدار ہے اور بانجھ میں اس سے نکاح کرلوں۔ آپ نے منع فرمایا۔ آپ نے اسے دو مرتبہ یا ۳ مرتبہ منع کیا۔ اور فرمایا میرے نزدیک کالی بچہ جننے والی عورت زیادہ بہتر ہے۔

فَائِدَہ: چونکہ نکاح اور بیوی کا مقصد صرف نفسانی خواہش کی تکمیل نہیں ہے بلکہ نسل کا سلسلہ چلنا ہے۔ اولاد کا ہونا ہے، جس سے امت کی کثرت ہوگی۔ اور یہ آپ ﷺ کے لئے فخر کی بات ہوگی۔ نکاح کے اہم ترین اور اصل مقاصد میں اولاد کا ہونا ہے۔ جب یہ نہیں تو پھر اس نکاح سے کیا فائدہ۔ لہٰذا جو لوگ بانجھ سے اس وجہ سے نکاح کرتے ہیں کہ صرف عورتوں سے حظ حاصل کریں اور اولاد کے جھمیلے میں نہ پڑیں یہ نہایت ہی قبیح ارادہ ہے۔ ہاں اگر نکاح کیا پھر باوجود سعی کے اولاد نہیں ہوئی تو یہ برا نہیں۔

تاکہ بچہ نہ ہو بوڑھی اور بانجھ سے شادی منع ہے

حضرت عیاض فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے عیاض! بوڑھی عورت اور بانجھ سے شادی مت کرنا۔ میں تمہاری زیادتی پر امتوں پر فخر کروں گا۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢٦١)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خوبصورت بانجھ عورت کو مت اختیار کرو۔ بچہ جننے والی عورت کو اختیار کرلو، میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ (اتحاف المهرة: ٤٣٨، ابو يعلىٰ)

حضرت معقل کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے آکر آپ ﷺ سے پوچھا نہایت ہی حسین خوبصورت مگر بانجھ ہے اس سے شادی کرلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے ۳/ مرتبہ آپ سے پوچھا آپ نے تینوں مرتبہ جواب دیا نہیں۔ اور فرمایا محبت کرنے والی بچہ دینے والی سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت پر امتوں پر فخر کروں گا۔ (سبل الهدیٰ: ٨/٢٩٠)

بچہ دینے والی سیاہ فام عورت خوبصورت بانجھ سے بہتر ہے

معاویہ بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بچہ جننے والی سیاہ کالی عورت بہتر ہے۔

خوبصورت بانجھ عورت سے کہ تمہاری کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔ (مجمع الزوائد: ۲۶۱/۴)

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑو خوبصورت بانجھ عورت کو بچہ جننے والی عورت سے شادی کرلو۔ میں تمہاری کثرت پر دوسری امت کے مقابلہ میں قیامت کے دن فخر کروں گا۔

(مصنف ابن عبدالرزاق: ۱۶/۶)

فائدہ: خود شوہر بیوی کا بھی اولاد سے بہت سے فوائد وابستہ ہیں۔

اولاد کا نہ ہونا نکاح کے مقصد کے خلاف ہے۔ صرف عورتوں سے حظ حاصل کرنا یہ اسلامی نکاح کا مقصد نہیں۔

خوبصورتی یا مال کی وجہ سے شادی کا اچھا انجام نہیں

حضرت مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ عورتوں سے تم اس کے حسن اور خوبصورتی کی بنیاد پر شادی مت کرو۔ بسا اوقات اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ تم عورتوں سے کثرت مال، (جہاں جہیز زیادہ ملے اور مال زیادہ حاصل ہو) شادی مت کرو کہ اس کا انجام بسا اوقات اچھا نہیں ہوتا۔ ہاں دین اور امانت داری کی بنیاد پر شادی اور رشتہ تلاش کرو۔ (کشف الاستار: ۱۵۰/۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو محض خوبصورتی اور حسن (ڈھونڈھ کر) شادی کرے گا اس کی بے دینی میں اضافہ ہوگا۔ (کنز العمال: ۳۰۱/۱۶)

فائدہ: نکاح میں محض اسی کو معیار بنانا خواہ عورت بے دین فاسقہ و فاجرہ ہو یہ منع ہے۔ ایسی عورت نفس پرست ہوگی گھریلو زندگی کے منافع اس سے بمشکل حاصل ہوں گے۔

دینداری کے مقابلہ میں خوبصورتی کو ترجیح دینے سے منع فرماتے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دینداری کے مقابلہ میں عورت کی خوبصورتی کو مت پسند کرو۔ (کنز العمال: ۳۰۱/۱۶)

حضرت عوف بن مالک اشجعی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں سے اس کے حسن اور خوبصورتی کی بنیاد پر شادی مت کرو۔ بسا اوقات یہ اچھائی کا باعث نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد: ۲۵۷/۴)

فائدہ: بالکل اسی نظریہ اور مقصد کو سامنے رکھ کر نکاح نہ کرے، تاہم شرافت اور خوش اخلاقی و دینداری کے ساتھ خوبصورتی کو مدنظر رکھنا برا نہیں کہ خوبصورتی کو عفت اور پاکدامنی میں بہت دخل ہے۔ اس کے لئے اس کا بھی لحاظ ایک اچھی بات ہے۔

پردہ نشین عورتوں سے شادی کرے

آپ ﷺ نے اصحاب سے پوچھا، عورتوں میں کون سی چیز بھلائی اور خوبی کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا لوگوں نے جواب نہیں دیا۔ خاموش رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال حضرت فاطمہ سے پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا۔ جس عورت کو لوگ نہ دیکھیں یعنی پردے سے رہنے والی عورتیں۔ (کشف الاستار: ۱۵۱/۲)

فائدہ: پردہ نشین عورت عموماً دیندار اور صالح ہوتی ہے، اور ایسی ہی عورت سے شادی کا حکم ہے چونکہ ایسی عورت شوہر سے ہی مربوط رہتی ہے۔ شوہر کا اکرم احترام کرتی ہے۔ اس سے نبھاؤ بحسن خوبی ہوتی ہے۔ بخلاف اس عورت کے جو بے پردہ ہوتی ہے۔ بازاروں میں احباب میں سیر وتفریح کیا کرتی پھرتی ہیں۔ بے پردگی کی وجہ سے ہر مردوں سے جوڑ ربط وتعلق ہو جاتا ہے۔ زبان کھل جاتی ہے۔ آنکھوں میں ذہنوں میں عفت اور پاکدامنی نہیں رہتی۔ ایسی عورت دینداری سے دور رہتی ہے۔

شوہر کے حقوق کی رعایت نہیں کرتی، جس کی وجہ سے مودت والفت کی حلاوت جاتی رہتی ہے۔ اور گھریلو زندگی خوشگوار نہیں ہو پاتی جس سے دونوں کی زندگی بے مزہ بلکہ کبھی جہنم بن جاتی ہے۔

عموماً آزاد گھرانوں کی لڑکیاں، اور اسکول وکالج کی تعلیم یافتہ لڑکیاں، یا غیروں کے ماحول سے متاثر لڑکیاں بے پردہ ہوتی ہیں۔ دینداروں کو اہل شرف کو ایسی لڑکیوں کے رشتہ سے احتراز کرنا چاہئے۔

پیارو...... ایسی دنیا لے کر کیا کرو گے جو کل قیامت میں آخرت کی بربادی یا خسارہ اور نقصان کا باعث بن جائے۔ رشتوں میں دیندار گھرانہ اور پردہ نشین گھرانوں کو منتخب کرو۔ اس طرح دنیا کے ساتھ آخرت بھی پاؤ گے۔

فقیر تنگدست اور نان نفقہ میں کوتاہی کرنے والے سے نسبت نکاح بہتر نہیں

فاطمہ بنت قیس نے بیان کیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ابوجہم اور ابوسفیان نے مجھے پیغام نکاح بھیجا ہے، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی کبھی نہیں ہٹاتا۔ (یعنی مار پیٹ کرنے والا ہے) اور معاویہ بڑا تنگدست فقیر ہے اسے مال ہی نہیں ہے۔ لیکن تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔

(طحاوی: ۳/۲)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں معاویہ کے پیغام نکاح کو آپ نے قبول کرنے کا اس وجہ سے انکار کیا اور مشورہ نہیں دیا کہ فاطمہ بنت قیس ایک اونچے اور معزز گھرانے کی خاتون تھی۔ غربت اور فاقہ کو برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ معاویہ غریب اور تنگدست تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ جس گھر میں نان نفقہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہو صبح کھایا تو شام کا ٹھکانا نہیں شام کا حساب لگا تو صبح کا ٹھکانہ نہیں حد درجہ تنگدستی ہو۔ غربت ہو معاش بہتر نہ ہو تو ایسے گھر میں بھی شادی نہ کرے کہ کھانے پینے کی حد درجہ پریشانی سے زندگی اجیرن بن جاتی ہے اولاد ناقص خراب بے ڈھنگی ہوتی ہے۔ گھر میں نظم اور تعلیم نہیں ہو پاتی۔ مہمان نوازی نہیں ہو پاتی۔ دینی امور میں خدمت

نہیں ہوسکتی۔ دوا دارو صحت وغیرہ کی رعایت نہیں ہو پاتی۔ اس لئے آپ نے فقر تنگدستی سے پناہ مانگی ہے۔ اور وسعت رزق کی دعا مانگی ہے۔

لہٰذا انتہائی غریب و تنگدست رشتہ بھی منظور نہ کرے۔ اگر لڑکی خوشحال یا متوسط گھرانے کی ہے تو اسی کے مثل یا معمولی کمی کے ساتھ رشتہ تو قبول کیا جاسکتا ہے ہاں اگر فی الحال تو کچھ تنگی معلوم ہوتی ہو مگر قرائن اور اسباب سے آئندہ کچھ بہترائی کی امید ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے۔

نئی عمر جوانوں کے لئے آپ ﷺ کنواری سے رشتہ بہتر فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کنواری سے شادی کی یا کسی بیوہ سے۔ میں نے کہا بیوہ سے اس پر آپ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہیں کی کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملاعبت کرتے۔ (بخاری: ۲/۷۶۰)

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کنواری عورت سے شادی کرو۔ ان کی زبان شیریں ہوتی ہے۔ رحم جلدی قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ اور کم پر راضی ہوجاتی ہے۔ (طبرانی، کنز العمال: ۱۶/۲۹۶)

حضرت کعب بن عُجرہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ہم میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً پوچھا کہ تم نے نکاح کرلیا۔ اے فلاں، پھر مجھ سے پوچھا اے کعب تم نے نکاح کرلیا۔ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول! پوچھا کنواری سے یا غیر کنواری سے۔ میں نے کہا غیر کنواری سے۔ اس پر آپ نے فرمایا کیوں نہیں کنواری سے کیا۔ دونوں ایک دوسرے سے خوب بے تکلفی برتتے۔

(مطالب عالیہ: ۱۸۲، اتحاف الخیرہ: ۴/۴۷۳)

فائدہ: عمر کی مناسبت کو شوہر بیوی کی آپسی محبت میں بہت دخل ہے۔ آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی دیا ہے اور اس کی رعایت بھی کی ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا رشتہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی دیا تھا۔ مگر آپ نے رشتہ قبول نہیں فرمایا۔ اور خاموش رہے۔ اور حضرت علی کے رشتہ کو آپ نے منظور فرما لیا۔ عمر کی رعایت بہتر ہے۔ مگر ضروری اور واجب نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اور دیگر حضرات صحابہ نے اپنی عمر سے زیادہ عمر عورتوں سے بھی نکاح کیا ہے۔ کسی مصلحت کی وجہ سے ایسا کیا جاسکتا ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

زیادہ بچہ جننے والی عورت سے آپ ﷺ رشتہ کی تاکید فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا محبت کرنے والی زیادہ بچہ جننے والی عورتوں سے شادی کرو۔ میں قیامت کے دن تمام نبیوں کی امتوں پر تمہاری کثرت سے فخر کروں گا۔ (مجمع الزوائد: ۲۶۱)

حضرت عیاض بن غنم کہتے ہیں کہ مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا اے عیاض نہ بوڑھی عورت سے شادی کرو اور نہ بانجھ سے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

فائدہ: چونکہ اس میں امت مسلمہ کی کثرت ہے۔اور کثرت ایک محمود اور فخر کی بات ہے۔خصوصاً اس جمہوری دور میں تو بہتر دنیاوی فوائد ومنافع کثرت کی معیار پر ہوتے ہیں۔اس اعتبار سے اور یہ ضروری ہے۔رہی بات اولاد کی کثرت سے تنگی تو یہ غلط ہے۔اولاد کی کثرت غنا کا سبب ہے۔وہ گھرانے زیادہ خوشحال ہوتے ہیں جہاں اولاد کی کثرت ہوتی ہے۔ہاں تنگی اور پریشانی اس وقت ہوتی ہے جب کہ اولاد کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تعلیم وتربیت کا خیال نہیں کیا جاتا ہے۔تو ایسی اولاد پریشانی کا باعث ہوتی ہے۔

آج کل اولاد کی کثرت سے منع کیا جاتا ہے۔دراصل خدائی قانون سے جہالت کی وجہ سے یہ ہے۔جس نے پیدا کیا وہ رزق دیتا ہے وہی اس کی دنیا کا انتظام کرتا ہے۔بندہ کے قبضہ میں تھوڑے ہی ہے۔کیا نہیں دیکھ رہے ہیں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اسباب معیشت کی بھی کسی قدر کثرت اور فراوانی ہورہی ہے۔پہلے کبھی بھوک اور فاقہ ہوتا تھا۔اب اسباب معیشت کی اتنی کثرت ہے کہ ہر آدمی مناسب طریقہ سے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے۔اور اپنی زندگی کی ضرورتیں کما کر پوری کرسکتا ہے۔ہاں سست اور کاہل ہو تو دوسری بات ہے۔

خوشحال اور اونچے گھرانے کی لڑکی کی شادی غریب اور تنگدست سے بہتر نہیں

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا کہ ابوجہم اور معاویہ نے پیغام نکاح بھیجا ہے۔ (آپ کی کیا رائے ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا ابوجہم تو کندھے سے لاٹھی ہی نہیں اٹھاتا ہے) ہمیشہ بیویوں کو مارتا رہتا ہے۔اور معاویہ بہت غریب تنگدست ہے۔ (نسائی: ۷۴، طحاوی: ۲/۲)

دیکھئے آپ نے فاطمہ بنت قیس کو جو ایک مالدار اونچے گھرانے کی عورت تھی ان کی نسبت معاویہ بن سفیان کے گھر نامنظور کردیا تھا چونکہ دونوں کے درمیان زندگی گزارنے کے معیار میں کافی فرق تھا۔اور یہ فرق زن شوہر کے درمیان عدم مناسبت اور تنازع واختلاف کا سبب بن جاتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خوشحال اچھے گھرانے کی شریف حسب وجمال والی لڑکیاں کسی تنگدست سے نہ بیاہی جائیں کہ اس نے لڑکی کی زندگی خراب ہوتی ہے۔ہاں اگر لڑکی عاقل بالغ سمجھ دار ہو اور ہونے والے شوہر کی غربت سے واقف ہو اور وہ بلا جبر واکراہ راضی ہو تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں کہ نکاح وشادی مالداری اور خوشحالی کا ذریعہ ہے۔

بہت سے مرتبہ شادی کے بعد غربت امارت اور خوشحالی کی طرف منتقل ہوگئی ہے خصوصاً شوہر محنتی ہو عورت چالاک گھر کا بہتر نظم چلانے والی ہو تو چند دن میں حالت بدل جاتی ہے اس لئے قرائن اور علامتوں کے ذریعہ

مستقبل کے احوال پر غور کرے پھر فیصلہ کرے۔’’واللہ یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر.‘‘

رشتہ نکاح کا انتخاب بھابھی کرے تو یہ بھی بہتر سنت سے ثابت

مسند طبرانی میں ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی تو خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی تھیں۔ (اور یہ آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ پس خولہ آپ کی بھابھی ہوئیں) آپ کے پاس آئیں اور کہا آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے ہیں۔ تو آپ نے پوچھا کنواری کون ہے اور شادی شدہ ’’بیوہ‘‘ کون ہے۔ انہوں نے کہا کنواری تو آپ کے بڑے دوست کی لڑکی عائشہ ہے۔ اور شادی شدہ وہ سودہ بنت زمعہ ہے۔ جو آپ پر ایمان بھی لا چکی ہے اور آپ کی اتباع کر چکی ہے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا دونوں کے یہاں میرا تذکرہ کرو۔ (پیغام نکاح لے کر جاؤ)۔ (طبرانی، سبل الهدیٰ: ۱۱/۱٦٦)

تاریخ خمیس میں بھی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم جو حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی تھیں آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول آپ شادی کیوں نہیں فرما لیتے تو آپ نے فرمایا کس سے۔ انہوں نے کہا چاہیں تو کنواری سے چاہیں تو ثیبہ سے۔ آپ نے پوچھا کنواری کون ہے کہا آپ کے نزدیک اللہ کے مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے اس کی لڑکی اور ثیبہ میں کون ہے۔ کہا سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لا چکی ہے اور آپ کی اتباع کر چکی ہے۔ آپ نے خولہ سے فرمایا جاؤ۔ دونوں کے یہاں میرا تذکرہ (نکاح) کرو۔ (تاریخ خمیس: ۳۰۵)

فائدہ: خولہ بنت حکیم حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی تھیں۔ حضرت عثمان بن مظعون آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی ان کی وفات پر آپ کی آنکھوں سے آنسو کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ ان کی بیوی آپ کی رضائی بھابھی ہوئیں۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کو آپ کے شادی کی فکر ہوئی۔ انہوں نے ہی شادی کی ترغیب دلائی اور نسبت کا ذکر کیا۔ چنانچہ آپ نے انہیں پیغام نکاح کے لئے اور رشتہ کے لئے بھیجا۔ عموماً بھابھی کا ایسا محبتانہ اور انتخابانہ ذہن ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے ماحول میں بھی رشتہ کے انتخاب اور پیغام نکاح میں لڑکے کی بھابھی دلچسپی لیتی ہے اور رشتہ طے کرتی ہے اور انتخاب کرتی ہے۔ اس واقعہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے۔

پیغام نکاح آنے پر کسی بڑے تجربہ کار دیندار سے مشورہ کرنا

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ جب میری عدت (عدت وفات) پوری ہوگئی تو میں نے آپ سے آکر (مشورہ کیا) کہا کہ معاویہ بن سفیان اور ابو جہم دونوں نے مجھے پیغام نکاح دیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو جہم تو اپنے کندھے سے ڈنڈا ہی نہیں ہٹاتا۔ اور معاویہ تو انتہائی تنگدست ہے۔ (نسائی: ۷٤)

فائدہ: اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے آپ ﷺ کے سامنے دو شخصوں کے پیغام نکاح کا ذکر کیا کہ آپ کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دونوں میں سے کسی شخص سے مشورہ نکاح نہیں دیا۔ بس اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں غربت و تنگدستی اور بداخلاقی کی وجہ سے نسبت کا انکار کیا جاسکتا ہے اور تنگدستی کا مطلب یہ ہے کہ یومیہ کھانے کی بھی پریشانی لگی رہتی ہو۔

نکاح کے موقعہ پر لڑکے یا لڑکی کے عیب کو ظاہر کردینا غیبت نہیں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے ذرا دیکھ لو۔ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔ یعنی ایسی آنکھ یا رنگ و ہیئت ہوتی ہے جسے مکہ والے پسند نہیں کرتے۔ (نسائی: ۷۴)

حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا کہ معاویہ اور ابوجہم دونوں نے مجھے پیغام نکاح دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی ہٹاتا ہی نہیں اور معاویہ تو تنگدست ہے مال ہی نہیں۔ (نسائی: ۷۴، طحاوی: ۲/۲)

فائدہ: دیکھئے آپ ﷺ نے انصار کی عورتوں کی آنکھوں کا عیب بیان کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ابوجہم کے کثرت سے بیویوں کے مارنے کا یا کثرت سے سفر کرنے کا اور معاویہ کے تنگدست غریب ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے سلسلے میں لڑکی یا لڑکے میں کوئی عیب یا ناخوشگوار بات ہو تو اسے بیان کردینا ظاہر کردینا جائز ہے یہ غیبت نہیں ہے۔ چونکہ بعد کے بہت بڑے فتنے سے بچاؤ ہے۔

جس سے نکاح کا ارادہ فرماتے کبھی خود بھی اسے رشتہ پیغام بھیجتے

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا ابوسلمہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے رشتہ نکاح پیش کیا۔ (طحاوی: ۲/۷)

طبرانی نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ چادر اوڑھے تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہوگئے اور فرمایا اُمّ سلمہ تمہارا ارادہ ہے (یعنی نکاح کا) اس پر میں نے کہا میں بہت غیرت مند عورت ہوں، مجھے خوف ہے کہ کہیں کوئی ناپسندیدہ بات نہ مجھ سے ظاہر ہوجائے۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/۱۸۹)

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ مرد جس عورت سے عقد نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے بلاواسطہ بھی رشتہ نکاح اور پیغام دے سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔

تاہم ماحول میں اس کی گنجائش نہ ہو فتنہ اور اعتراض کی بات پیدا ہوجائے تو بہتر ہے کہ کسی عورت یا مرد

کے واسطے سے پیغام بھیجے کہ آپ ﷺ نے ایسا بھی کیا ہے۔

خود لڑکی والوں کا نسبت نکاح پیش کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت حفصہ (اپنے شوہر) خنس بن حذافہ سے بیوہ ہوگئی تو حضرت عمر کی ملاقات حضرت عثمان سے ہوئی۔ تو حضرت عمر نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی نسبت نکاح حضرت عثمان پر پیش کیا۔ تو حضرت عثمان نے فرمایا مجھے تو عورت کی ضرورت نہیں ہے البتہ میں غور کروں گا۔

(مجمع الزوائد: ۲۸۱/۴)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنی صاحبزادی کا پیغام نکاح رشتہ نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بلا واسطہ خود کیا۔ پس ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں، مزید سنت سے ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد کے دروازے پر آپ ﷺ کی ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عثمان! یہ حضرت جبرئیل مجھے کہہ رہے ہیں کہ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اُمّ کلثوم کی شادی آپ سے کروں۔ حضرت رقیہ کے مہر کے مثل پر۔ (ابن ماجہ: ۱۱۰، سبل الهدیٰ: ۳۶/۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے مجھے وحی کی ہے کہ میں اپنی دونوں صاحبزادیوں کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کردوں۔ (سبل الهدیٰ: ۳۲/۱۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی صاحبزادی اور لڑکی کے نکاح کا پیغام خود سے بھی بھیج سکتا ہے۔ اپنی لڑکی کی نسبت کے سلسلہ میں کسی لڑکے سے صاف پیغام دے یا اشارہ اور کنایہ میں کہے تو یہ سنت سے ثابت ہے۔ اس میں کوئی قباحت اور ذلت نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے ماحول میں لڑکے والے کی جانب سے پیغام آتا ہے۔ یہ بھی مشروع ہے۔ مگر لڑکی والے خود پیغام اور رشتہ بھیجنے کو معیوب سمجھتے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ جو چیز سنت اور شریعت سے ثابت ہو اس کے بارے میں ایسا خیال نہ کرے۔

جس سے آپ ﷺ نکاح کا ارادہ فرماتے کسی عورت کو دیکھنے بھیجتے خود نہ دیکھتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک عورت (ام سلیم) کو بھیجا اور فرمایا اس کے منہ کی بو کو دیکھنا اور اس کے پیروں کا جائزہ لینا۔ (حاکم: ۱۶۶، مجمع: ۲۷۹، الفتح الربانی: ۱۴۶)

ابو ملیکہ نے کہا کہ بنی کلب کی ایک عورت کو آپ ﷺ نے پیغام نکاح بھیجا تو اس کا جائزہ لینے کے لئے آپ نے حضرت عائشہ کو بھیجا۔ (سبل الهدیٰ: ۲۲۵/۱۱)

فائدہ: آپ نے حضرت اُمّ سلیم جو ایک تجربہ کار اور چالاک عورت تھی اس کو بھیجا تاکہ وہ دیکھ کر جائزہ لے۔ اس میں ایک تو آپ نے بو کے متعلق فرمایا۔ چونکہ آپ بہت نظیف الطبع تھے۔ ذرا سی معمولی بو پیاز اور لہسن کی بو

کو بھی برداشت نہیں کر پاتے تھے تو منہ یا پسینہ کی بدبو آپ کیسے برداشت فرماتے۔ دوسری بات صحت اور جسم کی کیفیت کا اندازہ ہو جائے۔

اس روایت سے اولاً تو یہ معلوم ہوا کہ نسبت نکاح میں کسی سمجھدار چالاک شادی شدہ عورت کو دیکھنے بھیجا جائے۔ عورت عورت کے حال سے واقف ہوتی ہے۔ وہ اچھی طرح جسم اور چہرے اور خاندان و گھر کی حالت کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتی ہے۔ وہ محض رنگ وروپ کو نہیں دیکھ کر رائے دے گی بلکہ دوسری چیزوں کو بھی غور سے دیکھ کر رائے دے گی۔

رہا مرد کا دیکھنا عورت کے انتخاب میں وہ بے سود ہے۔ وہ صرف رنگ اور روپ کو دیکھ کر فیصلہ کرے گا۔ جسے آپ حسن ظاہری کہئے اور حدیث پاک میں ہے محض اس بنیاد پر شادی ہلاکت کا باعث ہے۔

خیال رہے کہ بعض علاقوں میں لڑکے کے والد اور چچا یا ذمہ دار لڑکی دیکھنے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ یہ سب اجانب اور غیر محرم میں ان کو دیکھنا دکھانا ناجائز ہے۔ بعض جگہوں میں لڑکے کے دوست احباب بھی دیکھنے کی رسم میں جاتے ہیں یہ تو اور بھی گناہ کی بات ہے اور ناجائز ہے۔ خدا ان حرام واہیات امور سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ ﷺ نکاح کے پیغام کو چھپا کر دینے فرماتے عام کرنے سے منع فرماتے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خطبہ پیغام نکاح چھپا کر دو۔ اور نکاح اعلان کے ساتھ کرو۔ (کنز العمال: ۲۹۱/۱۶)

فائدہ: خطبہ نکاح یعنی نسبت کو اولاً پہلے مرحلہ میں چھپا کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ابھی عام اور مشہور نہ کرے کہ مخالف اور معاند لگے رہتے ہیں۔ مبادا ان کی مخالفانہ اور معاندانہ باتوں سے رشتہ پر کوئی اثر نہ پڑے۔ ناحق ورغلانے والے کی وجہ سے کوئی بات نہ ہو جائے۔ بسا اوقات بلاوجہ بھی لوگ حسد کی وجہ سے رشتوں پر رخنہ ڈال دیتے ہیں اور شروع شروع میں رشتہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے ذرا مخفی رکھنے کہا گیا ہے کہ اس میں بہت سے مصالح ہیں۔ ہاں جب طے ہو جائے اور تاریخ وغیرہ بھی پڑ جائے تو پھر عام اطلاع کر دے۔ نکاح میں اعلان کا مطلب یہ ہے کہ گھر کے اندر چند آدمیوں میں نکاح نہ کرے کہ اس سے غلط قسم کی نکاح کا دروازہ کھلتا ہے۔ بلکہ اسے عام مجمع میں کرے۔ لوگوں کے اجتماع میں کرے تاکہ عام خاص سب کو شوہر بیوی ہونے کا علم ہو جائے۔

ہو سکے تو بالکل قریبی رشتہ دار سے نکاح بغیر کسی مصلحت کے نہ کرے

بعض روایت میں آیا ہے کہ "لا تنكحوا القرابة القريبة" بالکل قریبی رشتہ داروں میں نکاح مت

کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ اجانب میں شادی کرو۔ اپنی اولاد کو کمزور مت کرو۔

ابراہیم الحربی نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاندان صائب سے کہا تھا کہ تم نے اپنی اولاد کو کمزور کردیا ہے۔ سو اجانب میں نکاح کیا کرو۔ یعنی بالکل قریبی رشتہ دار میں نکاح کرنے سے بیوی سے غایت درجہ مودت ومحبت نہیں ہوتی جس سے نطفہ کمزور ہوتا ہے جو سبب ضعف نسل کا ہوتا ہے۔ (تلخیص الحبیر: ۱۴۶)

خیال رہے کہ یہ روایت بالکل قریبی رشتہ داری میں نکاح نہ کرو۔ یہ حدیث اگرچہ بعض کتابوں میں مذور ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح کیا حدیث ہی نہیں محقق ابن صلاح نے اس کے متعلق کہا ''لم اجد له اصلاً معتمداً'' حافظ نے تلخیص میں اسے بیان کیا ہے۔ (تلخیص الحبیر: ۱۴۶/۲)

فائدہ: یہ حکم اول تو ثابت نہیں کہ خود آپ نے قریبی رشتہ دار میں بکثرت شادیاں کی ہیں۔ پھر آپ کیسے منع کرسکتے ہیں۔ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بالکل قریبی رشتہ داروں اور نکاح کی وجہ سے بعض گھریلو باتیں باعث اعتراض ہوکر پریشان کن ہوجاتی ہیں اور اس سے پھر شوہر بیوی کے درمیان تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ اس لئے فائدہ نقصان کو دیکھ کر رائے قائم کرے۔

زوجین کے درمیان عمر کے تناسب کی بھی رعایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جانب نسبت نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو آپ نے فرمایا وہ چھوٹی کم عمر ہے۔ حضرت علی نے پیغام بھیجا تو آپ نے نکاح فرمادیا۔

فائدہ: عمر کے تناسب کی رعایت زوجین میں موافقت کے لئے بہتر ہے۔ جیسا کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں رعایت فرمائی۔ لیکن اس کے خلاف بھی جائز ہے۔ اور کوئی مصلحت ہوتو بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۵ سال کی عمر میں عورتوں سے شادی کی جیسے حضرت عائشہ، حضرت اُمّ حبیبہ حضرت حفصہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کم عمری میں ثبیہ عورت سے شادی کی۔ مصالح اور منافع کی وجہ سے اختلاف عمر کے ساتھ نکاح ہوتو سنت ہی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

نکاح میں عمر کی رعایت بہتر ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

پیغام نکاح بھیجا۔ تو آپ نے جواب دیا وہ (تمہاری عمر کے اعتبار سے) چھوٹی ہے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پیغام آیا تو آپ نے نکاح فرمادیا۔ (مشکوٰۃ: ۵۶۵، مناقب علی)

فَائِدَہ: دیکھئے اس روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پیغام نکاح یہ کہتے ہوئے واپس فرمادیا کہ وہ چھوٹی ہے اور تم لوگوں کی عمر اس کے مقابلہ میں زائد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور لڑکی کے عمر کا تناسب ہونا چاہئے۔ عموماً جسمانی اعتبار سے لڑکی کی عمر لڑکے سے ۴/۵/۶ سال کم ہو۔ اس سے دونوں کے درمیان ربط و جوڑ مباشرت و محبت میں قوت پہنچتی ہے۔ ہم عمر ہونے کو محبت و جوڑ میں بہت دخل ہے۔ اس لئے عمر کے تناسب کا خیال کیا جائے۔ تاہم اگر دوسرے اور مصالح ہوں فوائد حکمت ہو ضرورت ہو تو عمر کے تناسب کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں دیگر مصالح کی وجہ سے عمر کے تناسب سے نہیں ہوئیں ہیں۔ چنانچہ دیکھئے آپ کی عمر اور حضرت عائشہ کی عمر۔ اسی طرح حضرت صفیہ اور جویریہ کی عمر۔ پس معلوم ہوا کہ کسی مصلحت اور حالت کی وجہ سے اس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا عمر کا تناسب ہم جگہ ہر موقع پر ضروری نہیں۔ جیسا کہ آج کے دور میں اسے لازم قطعی سمجھا جاتا ہے۔ شریعت نے باہم رضامندی سے اس کے خلاف کی بھی اجازت دی ہے۔ خوب سمجھ لیا جائے۔

عورت کے وہ صفات محمودہ جس کی حدیث میں تاکید و ترغیب ہے

❶ **عورت صالح اور دیندار ہو:** ورنہ شوہر کو اور گھر کو بے دینی، گناہ کے امور میں ڈال دے گی۔ جنت کے اعمال کو چھوڑ کر جہنم کے اعمال گھر میں رائج کردے گی۔ اسی لئے حدیث پاک میں دیندار عورت سے ہی شادی کا حکم اور اس کی ترغیب ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کو تقویٰ الٰہی کے بعد سب سے زیادہ خیر کا باعث نیک دیندار بیوی ہے۔

❷ **اچھے گھرانہ اچھے خاندان کی ہو:** رہن سہن شوہر کے ساتھ حسن برتاؤ میں اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ پھوہڑ رذیل خسیس گھرانے کی عورت شوہر کا ادب و اکرام اور مرتبہ کا لحاظ کر کے خدمت نہیں کرسکتی۔ اس لئے گو غریب سہی مگر خاندان اور گھرانہ بہتر ہوتا کہ گھر کا نظم بہتر ہو۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔

❸ **جوان اور نئی عمر والوں کے لئے غیر شادی شدہ عورت بہتر ہے۔** چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیوں نہ باکرہ سے شادی کرلی۔

❹ **محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ جننے والی ہو** (بانجھ نہ ہو، بچہ زیادہ ہونے سے گریز کرنے والی نہ ہو، ایسی عورت شوہر سے زیادہ متعلق رہتی ہے۔ ایسی ہی عورت سے آپ نے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ آپ

نے فرمایا" تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم."

❺ گھریلو امور، خانہ داری کے امور کو بہتر طور پر انجام دینے والی ہو۔ (کہیں ملازم اور نوکری پیشہ نہ ہو) کہ وہ نہ گھریلو خدمت کر سکتی ہے اور شوہر کی کما حقہ خدمت کر سکتی ہے۔ حدیث پاک میں عورت کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے" و المرأة راعیة علی بیت زوجها و ولده."

❻ شوہر کی اطاعت گذار خدمت گذار: اس سے محبت کرنے والی اس کی ضرورت کا خیال کرنے والی ہو۔ اس سے بے پرواہ اور ذرا ذرا سی بات پر ناک چڑھانے والی منہ پھیلانے والی علیحدگی چاہنے والی نہ ہو۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کون عورت بہتر ہے۔ شوہر اسے دیکھے یعنی بات چیت کرے تو اسے خوش کر دے (نہ کہ شکوہ شکایتوں کا انبار لگا دے) کوئی بات کہے تو اسے خود مان لے۔

❼ پردہ نشین پاک دامن ہو باہر بے پردہ پھرنے والی عورت مردوں سے تعلقات رکھنے والی گھر اور شوہر میں اس کے خدمات نہ ہوں گی۔ حدیث پاک میں ہے عورت کے لئے دو ہی مکان ہے گھر یا قبر۔ آپ نے ازواج مطہرات سے حج کرانے کے بعد فرمایا گھر کی چٹائی سے چمٹ جانا یعنی گھر سے باہر سفر وغیرہ نہ کرنا۔

❽ شکل وصورت دیکھنے میں بہتر اور اچھی ہو۔ گو گوری نہ ہو۔ کہ اس سے شوہر کو تسکین ہوگی۔ بسا اوقات اچھی شکل اچھی سیرت کی علامت ہوتی ہے۔ مرد کے بدنظری سے حفاظت کا ذریعہ ہوگی۔ اسی لئے شوہر کے لئے زینت کا حکم ہے۔ نہ کہ باہر گھومنے کے لئے۔

❾ سخی مزاج ہو بخیل نہ ہو ورنہ شوہر کو بھی کھلانے پر بخل کرے گی۔ اسی کا مال اسی کا سامان اسے نہ دے گی۔ یا تو ضائع کرے گی یا خود کھائے گی۔ صحیح مہمانوں پر بخل کر کے شوہر کو رسوا کرے گی۔

❿ گھریلو سامان شوہر کی لائی ہوئی چیز مال متاع میں امین ہو۔ اس کی حفاظت کرنے والی اور اس کا نظم کرنے والی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ غلہ خراب ہو رہا ہو کھانا بچ کر خراب ہو رہا ہو۔

⓫ ایسی عورت ایسا گھرانہ جس سے شادی بیاہ میں زیادہ مالی خرچ نہ ہو۔ سہولت سے معمولی خرچ میں نکاح ہو جائے ایسا نکاح ایسی عورت برکت والی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے وہ عورت بابرکت ہے جس سے نکاح خطبہ آسانی سے بسہولت مال ہو جائے جس کا مہر کم ہو سہولت سے بچہ دینے والی ہو۔

یہ وہ اوصاف اور صفات ہیں جو عورتوں میں جس سے نکاح اور شادی کی جائے مطلوب اور محمود ہے ایسی عورت کی تاکید ہے۔ ایسی عورت سے خطبہ اور نکاح کرنے کی ترغیب ہے۔ اس سے نکاح کے مقاصد، حسن معاشرت، گھریلو آرام اور سہولت دنیا کی راحت کے ساتھ آخرت کا بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے۔ نسل اچھی چلتی ہے۔ گھر جنت کا نمونہ رہتا ہے۔ زندگی کا لطف ملتا ہے۔ دین دنیا دونوں کی بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔

صرف مال اور دنیا کی زیادتی اور عورت کی صرف خوبصورتی سے گھر بہتر نہیں چلتا اور دنیا کی راحت نہیں ملتی۔ بلکہ ان امور کی رعایت جس کا ذکر کیا گیا راحت اور گھریلو سہولت ملتی ہے۔ اس لئے شادی اور نکاح میں ان اوصاف کا خیال کیا جائے۔ محض مالدار گھرانہ کہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ مال ملتا رہے اور عورت کا صرف حسن و رنگ نہ دیکھا جائے کہ بسا اوقات یہ گھریلو معاملہ میں اچھا نہیں ہوتا نہ عورت سروس والی ملازمہ ہو اور نہ بہت زیادہ تعلیم یافتہ ہو کہ ایسی عورت شوہر کی خدمت اور گھریلو خدمت اور بچوں کی خدمت انجام نہیں دے سکتی۔

پیغام نکاح کسی قاصد کی معرفت بھیجنا سنت ہے

حضرت سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع اپنے غلام اور ایک انصاری شخص کو بھیجا (حضرت میمونہ سے شادی کا پیغام لے کر)۔ (طحاوی: ۱/۴۴۳)

شرح زرقانی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے عمرہ کے ارادہ سے نکلے تو آپ نے اوس ابن خولہ کو اور ابورافع کو حضرت عباس کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت میمونہ سے آپ کا نکاح کرا دیں۔ (زرقانی: ۳/۲۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر ابن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس بھیجا تا کہ وہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ سے کرا دیں۔ چنانچہ شاہ حبشہ نجاشی نے آپ کی شادی کرادی۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/۱۹۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ خطبہ نکاح کے لئے آدمی کسی دوسرے شخص کو قاصد اور پیغام رساں بنا کر بھیج سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد دونوں طریقے درست ہیں کہ عورت عاقلہ بالغہ ہو تو سیدھے عورت سے بات کرے اور پیغام پہنچا دے پھر وہ اپنے ولی سے مشورہ کر کے جواب دے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ عورت کے ولی سے بات کرے۔ اسی طرح مرد کے بجائے عورت کو بھی پیغام نکاح لے کر بھیج سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ میں خولہ پیغام نکاح لے کر گئی تھیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کو بلا واسطہ خود پیغام نکاح دے۔ خیال رہے کہ عرب کے ماحول میں وسعت تھی۔ وہاں ان امور کی گنجائش تھی۔ ہمارے ماحول میں عموماً والدین گھر کے بڑے جس سے مناسب سمجھتے ہیں پیغام نکاح بھیجتے اور لے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کی رعایت کرے۔ بڑوں کو جو تجربہ اور علم ہوتا ہے جوانوں کو نہیں ہوتا۔

بالغ لڑکی کا نکاح والدین بغیر اس کی رضا کے نہیں کرا سکتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ابو ودیعہ خدام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ایک شخص سے کرا دیا۔ (اور اس سے اجازت نہیں لی) یہ آپ کے پاس آئی اور شکایت کیا کہ اس کا نکاح کرا دیا ہے حالانکہ اسے پسند نہیں وہ انکار کر رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شوہر سے علیحدہ کر دیا اور فرمایا عورتوں پر زبردستی مت کرو اور یہ بالغہ ثیبہ تھی۔ اس کے بعد اس نے ابولبابہ انصاری سے نکاح کیا۔ (مسند احمد مرتب، بلوغ الامانی: ۱۶، ۱۶۲)

فَائِدَہ: یعنی اس کی اجازت اور رضامندی ضروری ہے۔ علم اور اطلاع کے بعد خاموش رہنا اس کی رضامندی کی دلیل ہے۔ اگر قرائن اور اس کی باتوں سے معلوم ہو جائے تو پھر اس کی رضامندی نہیں ہے پھر نہ کرے۔

باوجودیکہ مرد عورت عاقل بالغ ہوں ولی کی معرفت نکاح سنت ہے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ نے اپنے لڑکے عمر کو (نکاں کا ولی بناتے ہوئے کہا) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری شادی کرادو۔ (ابو یعلیٰ، سبل الھدیٰ: ۱۸۸)

حضرت اُمّ حبیبہ کی شادی کے موقع پر جب ابرہہ نے کہا کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آیا ہے کہ مری شادی اُمّ حبیبہ سے کرادو۔ (تو چونکہ تم راضی ہوگئی ہو) لہٰذا تم ایک وکیل بنادو۔ اپنی شادی کے لئے اس پر حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کہ خالد بن سعد العاص کو وکیل بنا کر بھیج دیا۔ (سبل الھدیٰ: ۱۹۴/۱۱)

ابن ابی خیثمہ نے بیان کیا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنا نکاح کا معاملہ اُمّ الفضل کے حوالہ کیا (اپنی بہن) اور ام الفضل نے حضرت عباس کے حوالہ (وکیل بنانا) کیا۔ حضرت عباس نے حضرت میمونہ کی شادی آپ سے کرادی۔ (سبل الھدیٰ: ۲۰۸/۱۱)

اسی طرح معمر نے بیان کیا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کا وکیل حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بنا دیا۔ حضرت عباس نے ان کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۰۸/۱۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مرد یا عورت عاقل و بالغ ہوں تو ان کو خود سے نکاح کرنے کا اختیار ہے لیکن پھر بھی اپنے کسی ولی اور گارجن کو ذمہ دار اور اس کو اختیار دے کر نکاح کرنا بہتر ہے۔ اس میں بہت سے مصالح اور منافع ہیں۔ تجربات کی بنیاد پر ان کا انتخاب اچھا ہوتا ہے اور کوئی بات ہوتی ہے تو یہ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ولی اور گارجن کی وجہ سے ضرورت پر اپنی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔ اس لئے خود نکاح نہ کرے۔ ولی کے حوالہ کرے۔

خود عورت بھی کسی مرد کو پیغام نکاح دے سکتی اور بھیج سکتی ہے

فردوسی نے بیان کیا کہ اُمّ شریک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۳۵/۱۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا کیا آپ کو میری ضرورت ہے۔ (یعنی نکاح کی) اس پر حضرت انس کی صاحبزادی نے حضرت انس سے کہا بڑی بے حیا تھی۔ تو اس پر حضرت انس نے فرمایا تم سے بہتر تھی وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب راغب ہوئی اور اپنی ذات کو آپ پر پیش کیا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۲۵/۱۱)

خیال رہے کہ عاقلہ بالغہ عورت اگر کسی عاقل بالغ مرد سے خود رشتہ نکاح بھیجے اور نکاح کی خواہش ظاہر کرے تو اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں۔ تاہم کسی بڑے واسطہ سے رشتہ نکاح کا طے ہونا بہتر اور مناسب ہوتا ہے۔ انہیں تجربہ ہوتا ہے۔ ماضی اور مستقبل کے مصالح کو سامنے رکھ کر ان کا انتخاب ہوتا ہے۔ جوان مرد اور عورتوں کو تجربہ نہیں ہوتا محض سطحی اور مالی امور کو سامنے رکھ کر جوانی کے جوش میں آکر رشتہ طے کر کے نکاح کر لیتے ہیں۔ اور پھر چند دن کے بعد تنازع اور جدائیگی کی نوبت آنے لگتی ہے۔ چونکہ نکاح کے مصالح کو انہوں نے پیش نظر نہیں رکھا۔ اس لئے بعد میں پریشانی ہوئی۔ پس بہتر ہی نہیں ضروری ہے کہ اپنے بڑوں کے واسطے سے طے کرے اور ان کے رشتہ انتخاب کو پسند کرے۔

لڑکے کا نکاح یا رخصتی کے وقت نئے کپڑوں کا ہونا سنت نہیں ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے۔ تو حضرت علی نے فرمایا میرا ایک گھوڑا ہے۔ اور ایک حطیہ زرہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ گھوڑا تو (سواری کے لئے) ضروری ہے۔ اور زرہ تو اسے فروخت کر دو۔ تو حضرت علی فرماتے ہیں میں نے اسے چار سو اسی درہم میں بیچ دیا۔ اور آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ اور اسے آپ کی گود میں ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی اس میں سے لیا اور حضرت بلال سے فرمایا۔ اس سے خوشبو لے آؤ۔ اور ابن ثابت کی روایت میں ہے کہ آپ نے ۳ر مٹھی لی اور حضرت اُمّ ایمن کو دیا اور فرمایا لو ایک مٹھی سے خوشبو لے آو۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/۴۰)

فائدہ: اس روایت اور دیگر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رقم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خوشبودار کپڑے وغیرہ تو خریدنے اور لانے کا حکم دیا۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نئے کپڑے میں ملبوس ہونے کو نہ فرمایا اور نہ حضرت علی کا خود نئے کپڑے میں ملبوس ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود متعدد نکاحوں کی تفصیل ہے۔ اسی طرح آپ کی صاحبزادی مبارک کے نکاحوں کی تفصیل ہے۔ مگر کسی بھی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دامادوں کا نکاح یا رخصتی کے وقت نئے کپڑے میں ملبوس ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ نہ آپ نے ہونے والے دامادوں کو بھیجا اور نہ وہ خود اپنے گھر سے نئے کپڑے پہن کر آئے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مرد کا عقد نکاح کے وقت یا رخصتی کے وقت نئے کپڑے کا ہونا اور پہننا سنت نہیں ہے بلکہ یومیہ روزانہ پہننے والے کپڑے میں نکاح کرنا سنت ہے۔ ہاں لڑکی کے لئے اچھے اور خوشنما کپڑوں کا ہونا سنت ہے۔ لہٰذا ہمارے ماحول اور دیار میں جو عقد کے وقت بہتر سے بہتر کپڑا اور جوڑا بھیجنے کا اہتمام خلاف سنت ہے۔ اسی طرح لڑکے کو کپڑے کی دکان پر لے جا کر اس کے حسب منشا گراں سے گراں کپڑوں کی خریداری کی جاتی ہے۔ یہ بھی خلاف سنت قبیح رسم ہے۔ جو غیروں سے آئی ہے۔ ہاں لڑکی والے

بلا فرمائش کے اپنی مرضی سے مناسب کپڑا بھیج دے تو اس کا پہننا جائز ہے۔

اپنی لڑکیوں کی شادی میں اس کی رعایت کرو۔ بروں سے مت کرو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی لڑکیوں کی شادی برے بدصورت شخص سے مت کراؤ کہ وہ بھی اسی چیز کو پسند کرتی ہیں جس کو تم پسند کرتے ہو۔ (کنز العمال: ۱۶/۵۸۷)

روایت میں دمیم اور القبیح کا لفظ ہے۔ جس کے معنی حقیر بدصورت انتہائی خستہ حال کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ بیٹی سے چھٹکارا پانے کے لئے کسی ایسے آدمی سے جو ماحول میں بدنام ہو۔ انتہائی بدصورت کمینہ ہو، بداخلاق ہو، خستہ حال ہو لوگ اسے ذلیل و کمتر سمجھتے ہوں۔ نکاح مت کرادو۔ بسا اوقات لڑکی شرم وحیا کی وجہ سے کچھ نہیں کہتی اور زندگی بھر اداس اور روتی رہتی ہے۔

ایسی صورت میں لڑکی شادی کو ایسے سے تیار نہ ہو تو ہرگز نہ کرے۔ اور شادی نہ ہوسکتی ہو تو ایسی کوئی جائیداد یا ذریعہ معاش کا انتظام کردے جس سے وہ عفت اور پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ بہتر تو یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح شادی کا ہی انتظام کرادیں کہ عورتوں کا خصوصاً ابتدائی عمر میں بلا نکاح کے رہنا سیکڑوں فتنے کا باعث ہے خصوصاً والدین کے بڑھاپے میں اور ان کی وفات کے بعد ان کی زندگی مختلف اعتبار سے بری اور قابل اعتراض ہوجاتی ہے۔

ہاں اگر لڑکی بھی بدصورت عیب دار ہو۔ یا گھرانہ بھی خستہ حال ہو تو ایسی صورت میں ایسوں ہی سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

کفو کے سلسلے میں آپ ﷺ کے شمائل اور تعلیم مبارک کا بیان

کفوء اور برادری کا خیال نکاح میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نکاح کے لئے بہتر عورتوں کو اختیار کرو۔ اور کفو میں نکاح کرو۔ (ابن ماجہ: ۱۴۱، دارقطنی: ۲۹۹، سنن کبریٰ: ۱۳۳/۷)

ابوحسان نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ اپنے نسب کو محفوظ رکھو۔ اور کفوء میں نکاح کرو۔ اور رشتہ داری کا جوڑ رکھا کرو۔ (کنزالعمال: ۳۰۹/۱۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے نکاح کے لئے بہتر جگہ تلاش کرو۔ (اچھا خاندان) (دارقطنی: /۲۹۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میں شرف وحسب والی عورتوں کو اس سے منع کروں گا کہ وہ غیر کفوء میں شادی کریں۔ (کنزالعمال: ۴۳۵/۱۶، کشف الغمہ: ۶۱/۲، مسند عبدالرزاق: ۱۵۲/۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں کی شادی نہ کی جائے مگر کفوء میں اور اس کی شادی نہ کرائیں مگر ان کے اولیاء، اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے۔ (مجمع: ۲۲۸، سنن کبریٰ: ۱۳۳)

فائدہ: کفوء کا اعتبار اس وجہ سے ہے کہ رہن سہن، کھانا پینا، پہننا اوڑھنا دیگر معاشرتی امور میں یکسانیت ہوتی ہے۔ ایک قسم کا ربط جوڑ ہوتا ہے۔ تو اس سے زوجین میں مناسبت اور موافقت رہتی ہے رشتہ مناسبت کی وجہ سے آپس کے تعلقات اور معاملات بہتر رہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے غیر کفوء میں نکاح کرایا ہے

جابر شعبی سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے مقداد کی اور زید کی شادی (خاندان قریش میں کی) تا کہ وہ تمہارے میں عنداللہ معزز اور اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہو جائیں۔ (سنن کبریٰ: ۱۳۷/۰۷)

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ مقداد قید ہو کر آئے تھے ان کی شادی حضرت زبیر بن عبدالمطلب کی لڑکی سے کی۔ اور زید کی شادی زینب بن جحش سے کرائی۔ (سنن کبریٰ: ۱۵۳/۶)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں عرب خاندان میں کی۔ اور آپ ﷺ نے ان کی شادی کرائی۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی صاحبزادی کی شادی حضرت بلال

سے فرمادی تھی۔ (طبقات ابن سعد: ۱۳۸)

قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عربی عورت جو بنی زہرہ سے تھی شادی کی، زید ابن اسلم کہتے ہیں کہ ابوبکیر کے لوگ آپ کی خدمت میں تشریف لائے کہ ہماری بہن کی شادی کرادیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ حضرت بلال سے تم کہاں ہو۔ (یعنی آپ نے حضرت بلال سے نکاح کردینے کا مشورہ دیا) ان لوگوں نے ۳ مرتبہ درخواست کی کہ شادی کرادیجئے تو آپ نے فرمایا اس جنتی شخص سے تم کہاں ہو۔ چنانچہ انہوں نے (اپنے خاندان کی اس لڑکی کی) شادی حضرت بلال سے کرادی۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۲۳۷)

حضرت ثابت کی روایت میں ہے کہ حضرت مقداد نے قریش کی ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا تو قریشی عورت نے انکار کردیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میں تمہارا نکاح زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادی ضباعہ سے کرادوں گا (جو قریش میں تھیں) چنانچہ کرادیا۔ (ابن سعد: ۳/۱۶۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ کندہ قریشی قبیلہ نہ تھا۔ لہٰذا فقہی نقطہ نظر سے وہ ضباعہ کے کفوء نہیں تھے۔ نیز اس قبیلہ کے افراد کو عرب کے لوگ بافندگی (کپڑا بننے کا) طعنہ دیا کرتے تھے۔ (انساب و کفاءت: ٦٨)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو قریشی خاندان سے وابستہ تھے، ان کی بھی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قریش نصران کی ایک لڑکی سے جو کلبی خاندان سے متعلق تھی کرائی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن کو آپ نے دومہ کی جانب بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دیں۔ انہوں نے انکار کیا۔

پھر اصبغ ابن عمر کلبی جو اس قبیلہ کا سردار اور نصرانی تھا اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپ نے ان کو خط لکھا کہ (ان کی لڑکی) تماضر بنت اصبغ سے نکاح کرلیں چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن نے اس سے نکاح کرلیا اور ان سے ابوسلمہ پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ان کو ابی سلمہ کہا جانے لگا اسی وجہ سے ابن سعد نے کہا کہ یہ پہلا واقعہ تھا کہ ایک قریشی کی شادی کلبیہ خاندان (غیر قریش بلکہ غیر عرب) میں ہوئی۔

(ابن سعد: ۱۲۹)

فائدہ: دیکھئے کفوء اور برادری کا اعتبار نکاح میں ضرور اور لازم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز غیر کفوء میں نکاح نہ کرتے اور کرواتے۔

پس جن لوگوں نے اسے شرط اور لازم کے درجہ میں کرلیا ہے یا عرف اور ماحول کی وجہ سے ضروری سمجھ لیا ہے درست نہیں۔

ماحول میں یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں رائج ہے کہ غیر برادری میں نکاح کو خواہ وہ شرافت علم و دینداری میں بلکہ مال میں بھی بہتر ہوں تو عار اور عیب سمجھتے ہیں درست نہیں۔ سنت و شریعت کے خلاف ہے۔

رہی بات کفوء میں جو نکاح کو کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات زوجین میں مناسبت برادری کے اعتبار سے رہن سہن کھانے پینے اور معاشرتی امور میں ہوتی ہے اس لئے کہا گیا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ برادری میں آزاد بے پرواہ فاسق تاجر لڑکا ہو اور دوسری برادری میں شریف صالح صاحب علم اخلاق ہو تو اسے چھوڑ کر برادری کی رعایت میں فاسق و فاجر سے کر دے کہ یہ تو غلط ہے۔

غیر کفوء اور غیر برادری میں شادی کرنا سنت سے ثابت ہے

آپ ﷺ نے حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان کو ازواج مطہرات میں داخل کیا۔ یہ آپ کی برادری قبیلہ قریش ہی نہیں خاندان عرب سے بھی نہیں تھیں۔ یہود کے قبیلہ سے وابستہ تھیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے قریش کے غیر خاندان میں شادیاں کیں۔

آپ ﷺ نے غیر عربی عورتوں سے بھی نکاح کا پیغام دیا گو کسی وجہ سے شادی نہ ہوسکی۔ دیکھئے

(سبل الھدیٰ و الرشاد: ۱۱، ۲۲۱، ۲۳۱)

و اربع عربیات من غیر قریش. (۱۱/۱۴۴)

پس معلوم ہوا کہ شادی اور نکاح میں برادری کا اتحاد جیسا کہ ہند میں رائج ہے ضروری نہیں۔ دونوں خاندانوں کے درمیان ایسی مناسبت کا ہونا جس سے مزاج اور معاشرت میں موافقت ہو سکے۔ اور باہم اختلاف معاشرت کی نوبت نہ آئے اصل یہ ہے۔

دیکھئے آپ کے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ غلام تھے جو بعد میں آزاد کئے گئے تھے۔ ان کی شادی آپ نے حضرت زینب بنت جحش سے کرائی جو آپ کے خاندان کی معزز اور وجیہ عورتوں میں تھیں۔ زینب کی والدہ امیمہ تھیں، حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی اور آپ کی پھوپھی ہوتی ہیں۔ ''امھاا میمہ بنت عبدالمطلب عمة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم'' (سبل الھدیٰ: ۲۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سالم جو حضرت حذیفہ کے غلام تھے ان کی شادی فاطمہ بنت ولید سے ہوئی تھی جو خاندان قریش سے تھیں۔ (سنن کبریٰ: ۷/۱۳۷)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ (جو حبشہ کے تھے) ان کی شادی عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن سے ہوئی تھی (جو قریش کے معزز خاندان سے تھے)۔ (سنن کبریٰ: ۷/۱۳۷)

آپ ﷺ نے غیر کفوء اور غیر برادری میں متعدد شادی کی ہے

حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے متعلق حضرت صفہ بنت حی ابن اخطب سے نکاح کیا۔ جو فئی، مال غنیمت کے طور پر آپ کو حاصل ہوئی تھی۔

زہری نے بیان کیا کہ حضرت صفیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر (خاندان یہود سے) قید کیا جسے اللہ نے مال غنیمت سے آپ کو دیا۔ (آپ نے ان سے شادی کی) باری میں داخل کیا۔ پردہ کرایا اور وہ امہات المؤمنین میں داخل ہوئیں۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۱۳)

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت جویریہ آپ کی قیدیوں میں آئی جو قبیلہ بنی مصطلق سے تھیں۔ ان کے والد آئے انہوں نے فدیہ ادا کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا۔

زہری نے بیان کیا کہ جویریہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں تھیں۔ آپ نے پردہ قائم کیا۔ دیگر ازواج مطہرات کی طرح ان کی باری مقرر فرمائی۔ (ابن سعد: ۸/۱۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضرت جویریہ جو اپنے قوم کی سردار حارث کی صاحبزادی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا مجھے جو حادثہ اور مصیبت پہنچی ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ بدل کتابت میں میری اعانت کیجئے تو آپ نے فرمایا اس سے بہتر شکل میں نہ بتادوں۔ بدل کتابت ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ (مسند احمد، سبل الھدیٰ: ۲۱۰)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے اور حضرت جویریہ سے شادی کی۔ دونوں یہود خاندان سے تھیں۔ صفیہ بنونضیر یا بنوقریظہ سے اور جویریہ بنی مصطلق سے تھیں۔ یہ دونوں برادری سے ہی نہیں غیر عرب تھیں۔ خاندان عرب سے نہ تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرد غیر برادری میں بلا کسی قباحت کے نکاح کرسکتا ہے۔ برادری ہی میں شادی ہوگی غیر برادری میں نہ ہوگی یہ ضد خلاف سنت ہے۔ عورت اور اس کے ولی راضی ہوں تو کوئی قباحت نہیں۔ ابوصالح دمشقی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۴ شادیاں غیر قریش میں کی۔ اور آپ کی برادری اور آپ کا قبیلہ قریش تھا۔

پس معلوم ہوا کہ غیر برادری میں کرنا نہ برا ہے نہ قبیح۔ آپ نے غیر برادری میں شادی کی اور کرائی بھی ہے۔ حضرت زید کی شادی آپ نے غیر برادری میں فرمائی اور اس کی بہت سی نظریں اور مثالیں ہیں۔

حضرات صحابہ نے غیر کفوء میں شادی کی کفوء کو معیار نہیں بنایا

ابن جریج سے منقول ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کندہ کی ایک شبیہ عورت سے شادی کی۔

(مسند ابن عبدالرزاق: ۱۵۳)

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن ربیعہ جو بدر میں صحابہ میں تھے انہوں نے سالم کا جو حذیفہ کے غلام تھے۔ فاطمہ بنت الولید بن عتبہ سے نکاح کرایا (عبدالرزاق: ۶/۱۵۵، سنن کبریٰ: ۱۳۷)

سالم غلام تھے اور فاطمہ قریشی خاندان کی تھیں

عبید بن عمر نے بیان کیا کہ بنی بکر بن کنانہ کی ایک عورت نے عراق کے ایک غلام سے نکاح کرلیا لوگوں نے اس میں اختلاف کیا تو عبید بن عمیر نے اس کا نکاح کو صحیح قرار دیا۔ (مسند عبدالرزاق: ۱۵۳)

ابوسفیان جمحی نے بیان کیا کہ والدہ نے بیان کیا کہ میں عبدالرحمٰن بن عوف کی بہن کو حضرت بلال کی زوجیت میں دیکھا۔ (سنن کبریٰ: ۱۳۷/۷)

حضرت سالم فارسی النسل غلام تھے۔ یعنی عربی بھی نہ تھے مگر حضرت ابوحذیفہ قریشی نے ان کا نکاح اپنی بھتیجی ہند سے کرادیا تھا۔ (بخاری: ۷۶۲/۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کا نکاح اشعث بن قیس کندی سے کرادیا تھا۔ یہ کندی تھے ان کو حائک بن سائک کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت ابوبکر نے اپنی بہن اُمّ قروہ کا نکاح ان سے کردیا تھا۔

(مجمع الزوائد: ۴۱۵/۹)

تجرید ذہبی میں ہے کہ اشعث کے بیٹے محمد وغیرہ اُمّ فروہ ہی کے بطن سے ہیں۔

حضرت ابوہند حجاج کا نکاح بنو بیاضہ میں ہوا تھا۔ حضرت ابوہند غلام تھے اور پچھنا لگانے کا کام کیا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قبیلہ کو جن کے وہ غلام تھے حکم دیا تھا کہ ان کی شادی اپنے قبیلہ میں کردو۔

(مجمع الزوائد: ۳۷۷/۹)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ دینداری اخلاق اصل اور معیار ہے نسب اور برادری نہیں ہے۔ اگر یہ معیار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ اسے نہ ترک فرماتے۔

لہٰذا جن لوگوں نے کہا کہ فلاں برادری کا نکاح فلاں برادری سے نہیں ہوگا مثلاً شیخ کا انصاری خاندان سے نہیں ہوگا۔ یہ حدیث سنت اور عمل صحابہ کے خلاف ہے۔ بہتر ہونا الگ ہے اور نکاح کی ممانعت اور بنیاد اور معیار قرار دینا یہ الگ ہے۔

کفوء کا اعتبار حسب اور دین میں ہے

حضرت سفیان سے منقول ہے کہ کفوء کا اعتبار حسب اور دینداری میں ہے۔ (دارقطنی: ۲۹۹/۲)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ اصل کفاءت کا اعتبار کرنا شرافت اور دینداری میں ہے کہ معزز اور موقر لڑکی کسی ذلیل بے عزت گھرانے میں جائے اور دیندار نمازی و صالح لڑکی کسی بے نمازی دین سے پرواہ اور آزاد گھر میں نہ جائے۔ خواہ اس کی برادری اور رشتہ دار کیوں نہ ہوں، کہ ایسی صورت میں دیندار لڑکی کا دین برباد ہوگا۔ چونکہ شوہر بددین اسے بددین اپنے معاملات سے بنادے گا یا پھر عورت کی دینداری کی وجہ سے شوہر سے

موافقت نہ ہوسکے گی۔

شوہر بازاروں میں پارکوں میں اسے بے پردہ پھرائے گا۔ ٹی وی اور سینما کی فحاشی سیکھنے کہے گا یا صالح عورت اس کا انکار کرے گی۔ اس طرح دونوں کے درمیان شکایت رہے گی۔ اسی لئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اور ایک اور جم غفیر علماء نے برادری میں کفوء کا بالکل اعتبار نہیں کیا۔ صرف دینداری ملحوظ رکھنے کہا۔

حسب کا تعلق مال اور اخلاق سے ہے

حضرت سمرہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسب کا تعلق مال سے ہے۔ کرم کا تعلق تقویٰ سے ہے۔ (دار قطنی: ۳۰۲، سنن کبریٰ: ۱۳۶/۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا کرم اس کے دین سے ہے۔ اس کی مروت اس کی عقل سے ہے۔ اس کا حسب اس کے اخلاق ہیں۔ (دار قطنی: ۱۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صرف ماحول میں جسے اونچی برادری سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس برادری سے ہوجانا شرف عزت کی بات نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ اخلاق کے اعتبار سے لوگوں میں بہتر ہو اور دینداری ہو نماز اور شریعت کا خیال ہو تب شرف اور عزت والے لوگ ہوں گے دین سے بالکل آزاد، بے پردگی بے حیائی ہو تو ایسے لوگ شرافت اور عزت کے مقام پر نہیں۔

دنیاداروں کا حسب مال سے ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا والوں کا حسب یہ مال ہے۔ (دار قطنی: ۳۰۴)،

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دنیاداروں کے نزدیک چونکہ مال ہی مطلوب ومقصود ہے۔ اسی کے طلب وحصول میں حد درجہ سعی اور تعب اختیار کرتے ہیں۔ اسی کی وجہ سے دوستی اور دشمنی اختیار کرتے ہیں۔ مال کی وجہ سے ماں باپ بھائی بہن سے اختلاف اور مخالفت کر لیتے ہیں۔ اس حرص میں شب وروز لگے رہتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے نزدیک مال ہی عزت وشرف کا باعث ہے۔ دین تقویٰ علم اخلاق نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ صرف مال دنیاداروں کے لئے شرافت کی بات ہے۔ اور دینداروں کے نزدیک شرافت اخلاق علم تقویٰ وغیرہ شرف عزت کی بات ہے۔ تم دینداروں کے طریق پر رہو۔ دنیادار کی طرح مال کے پجاری نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔

برادری کے اعتبار سے کفوء کی شرعی حیثیت

خیال رہے کہ شادی اور نکاح میں نسب اور برادری کے اعتبار سے کفوء واجب اور لازم نہیں۔ یعنی دونوں کا ایک برادری اور ایک پیشہ سے ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ جائز ہے۔ بلکہ بعض علماء احناف کے نزدیک تو اس کا

اعتبار نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ یہ کفوء حق العباد کے قبیل سے ہے۔

ولی اور نکاح کرنے والی عورت خود کفاءت (نسبی کفوء) کا اعتبار نہ کریں تو کوئی شرعی مواخذہ نہیں ہوسکتا اس میں چاروں امام کا کوئی اختلاف نہیں۔ (زاد المعاد)

بلکہ کبار مشائخ حنفیہ کی تخریج کے مطابق تو متعدد احادیث کی بنا پر نسبی کفاءت کا لحاظ نہ کرنا اور اس حق سے دست بردار ہونا ہی افضل ہے۔ چنانچہ امام سرخسی اور ملک العلماء کاسانی نے وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے قبیلہ کی لڑکی سے اپنے غلام ابوطیبہ کا نکاح کردیں۔ اور وہ حدیث جس میں حضرت بلال کو فرمایا ہے کہ عرب کی قوم کے پاس جاکر کہو کہ تمہیں رسول اللہ کا حکم ہے کہ اپنے قبیلہ میں میرا نکاح کردو۔ نقل کرکے لکھا ہے۔ ''تاویل الحدیث الآخر الندب الی التواضع و ترك طلب الکفاء ة''۔ (مبسوط: ۵/۲۳)

یعنی اس حدیث کا مقصد تواضع کو اور کفاءت کی طلب سے دستبردار ہونے کو مندوب قرار دینا ہے۔ ملک العلماء کاسانی نے بھی تقریباً یہی بات لکھ کر فرمایا ہے۔ ''و عندنا الافضل اعتبار الدین و الاقتصاد علیه.'' (بدائع: ۲/۳۱۷)

یعنی ہمارے حنفیہ کے نزدیک افضل یہی ہے کہ صرف دینداری کا لحاظ کیا جائے اور اسی پر اقتصار کیا جائے یعنی کفاءت کی جستجو نہ کی جائے۔ (مسئلہ کفاء ت: ٦١)

برادری میں کفوء کا اعتبار جواز کے درجہ میں ہے۔

ان دونوں امام کی ان تصریحات سے یہ بات بھی صاف ہوجاتی ہے کہ نسبی کفاءت کے اعتبار کی تصریح جو فقہاء حنفیہ نے کی ہے، اس سے صرف درجہ جواز میں معتبر ہونا مراد ہے بلکہ ملک العلماء کاسای نے تو اس کی تصریح بھی کی ہے۔

پیشے کے اعتبار سے بھی کفاءت کا اعتبار نہیں

خیال رہے کہ پیشے اور حرفت کا بھی اعتبار کرنا کفوء میں لازم نہیں۔ جو پیشہ اور کام لڑکی والوں کے یہاں ہوتا ہے جو اسی پیشے والے لڑکے کے بعد بھی خاندان ہو تب ہی نکاح ہوگا اس کا ضروری سمجھنا اور کفاءت میں ضروری اعتبار کرنا درست نہیں۔

چنانچہ امام سرخسی مبسوط میں لکھتے ہیں:''الرابع الکفاء ة فی الحرفة و المروی عن ابی حنیفة ان ذلك غیر معتبر اصلا و عن ابی یوسف انه معتبر ....''

دیکھئے اس عبارت میں کتنی صراحت مذکور ہے اولاً تو امام اعظم کے نزدیک پیشے کے اعتبار سے کفاءت

معتبر نہیں، لہٰذا ان کے قول کے بموجب ایک جولاھا جولاہگی (مولاہا کا کام کرتے ہوئے بھی کنبوہ یا ایک پٹھان کا کفوء ہے۔ پیشہ نسب کی طرح لازم نہیں مثلاً کوئی جولاہا جولاہگی کو چھوڑ دے تو اب وہ جولاہا نہیں رہا ....اگر اسے چھوڑ کر نفیس پیشہ اختیار کرے تو خساءت ودناءت معدوم ہوجائے گی۔(مسئلہ کفاء ت: ۵۷)

نیز یہ کہ کفاءت جو صنعت وحرفت یعنی پیشہ میں ہے یہ عرف اور ماحول کے اعتبار سے ہے۔اگر کسی علاقے اور ماحول میں کوئی پیشہ ذرا نیچے درجہ کا شمار کیا جاتا ہو تو وہاں اس کا کفوء اسی درجہ کے لوگ ہوں گے۔اگر یہی پیشہ مثلاً درزی گیری دوسری جگہ اونچے پیشے میں شمار ہوتا ہو تو اس علاقے میں اس کا کفوء اسی درجہ کے اونچے لوگوں کے درمیان ہوجائے گا۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:"ان الموجب هو انتقاص اهل العرف فبدو معه و على هذا ينبغي ان يكون الحائك كفوء اللعطا بالاسكندرية لما هناك من حسن اعتبارها و عدم عدها نقصا."

پس اس سے معلوم ہوا کہ پیشہ کی کفاءت ایک عارضی اور عرفی چیز ہے۔

لہٰذا ہمارے دیار ہند میں جو برادری پیشے کے اعتبار سے کفوء کا اعتبار لازمی طور پر کرتے ہیں یہ شرعاً صحیح نہیں ہے۔اسی سے معلوم ہوا کہ درزی اور انصاری اگر اپنے پیشے کو چھوڑ کر اعلیٰ ملازمت یا سرکاری اعلیٰ درجہ کی ملازمت اور سروس کرنے لگ جائیں تو اس درجہ کے لوگوں کے کفوء ہوجائیں گے اور جو پٹھان اور خان ان کے مساوی ہوں گے ان سے شادی بیاہ جائز درست ہوجائے گا۔اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں مگر اپنی برادری اور نسب میں دھوکا دینا اور جھوٹ سے دغا سے شادی کرنا یہ حرام ہوگا۔

آپ ﷺ نے نسب میں جھوٹ بولنے سے اور اپنے نسب کو بدل کر بیان سے سختی سے منع کیا ہے۔

دینداری میں کفاءت

دینداری شریعت کی پابندی نماز روزہ حلال حرام خوف خدا کا اہتمام، آخرت کے امور کا خیال ان امور میں بھی کفوء کا اعتبار علماء اور فقہاء نے ذکر کیا ہے۔اور یہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔انسانی مزاج بھی اس کا تقاضہ کرتی ہے۔ چنانچہ ایک متقی پرہیزگار صوم صلوٰۃ کی پابند عورت کو آزاد دین سے پرواہ حلال حرام کی فکر نہ کرنے والے کے پاس رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔ جو نکاح اور شادی کا تقاضا ہے بسا اوقات اس میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔

چنانچہ درمختار میں ہے "تعتبر فی العرب و العجم ديانة ای تقویٰ فليس فاسق كفوء الصالحة او فاسقة بنت صالح معلنا كان اولا."

فاسق وفاجر آزاد آدمی کا کفوء کسی صالح کی لڑکی نہیں ہے۔اسی طرح باپ دادا صالح ہے تو ایسی لڑکی فاسق

کا کفوء نہیں ہے۔

علامہ شامی بیان کرتے ہیں کہ صالح کے لئے یہ عار کی بات ہے اس کی اولاد ایک فاسق کی خالہ عقد میں جائے، صالحین فاسق داماد کو پسند نہیں کرتے۔''لان الصالح یعیر بمصاهرة الفاسق.''

ذخیرہ میں شیخ الاسلام سے منقول ہے۔''ذکر شیخ الاسلام ان الفاسق لا یکون کفوء اللعدل عند ابی حنیفة''

پھر علامہ شامی خلاصہ لکھتے ہیں''فعلی هذا فالفاسق لا یکون کفوء الصالح بنت صالح بل یکون کفوء الفاسقة بنت فاسق.'' (ص۸۹)

پس معلوم ہوا کہ نکاح میں دینداری کا بھی جوڑ دیکھنا اور رکھنا چاہئے۔اس دور میں اس کا بہت کم یا بالکل لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔لڑکی دیندار گھر کی اور دیندار ہوتی ہے۔شوہر بے دین ہوتا ہے۔چنانچہ مرد ممنوع حالت میں ملنا چاہتا ہے عورت خلاف شرع ہونے کی وجہ سے پسند نہیں کرتی انکار کرتی ہے۔جس سے اختلاف پیدا ہوتا ہے۔اس کے برخلاف کوئی مرد دیندار ہوتا ہے گھر والے آزاد بے نماز بے پردہ پھرنے والی سے شادی کرا دیتے ہیں یہ پردہ میں رکھنا چاہتا ہے وہ آزاد پھرنا چاہتی ہے دونوں میں تنازع اور اختلاف ہوتا ہے۔اس لئے شریعت نے اس مسئلہ میں بھی کفوء کی رعایت کی ہے۔

آج کل کے اس دور میں لوگ مال اور اس کے تمولی آثار دیکھتے ہیں دینی مزاج اور دینداری بالکل نہیں دیکھتے۔اس کا خیال کرنا چاہئے۔

کفاءت میں شرافت علمی کا اعتبار

فقہاء کرام نے بیان کیا ہے کہ شرافت علمی کا اعتبار نسب اور حسب سے زائد ہے۔

چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں''لان شرف العلم فوق شرف النسب و الحسب و مکارم الاخلاق.'' (۲۹۷/۳)

چنانچہ شرافت علمی کی بنیاد پر ایک غیر عربی عالم علوی حضرت علی کا خاندان کی لڑکی کا کفوء ہوسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں

فالعلم العجمی کفوء اللجاهل العربی و العلویة لان شرف العلم فوق شرف النسب. (ص۹۲)

محیط میں ہے شرافت علمی شرافت نسبی پر فائق اور باعث فضیلت ہے۔

اور اس کی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فضیلت حاصل ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر

اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ کا علم حضرت فاطمہ سے زائد تھا۔ ''ان عائشة افضل من فاطمة لان لعائشة شرف العلم.'' (کذا فی المحیط، شامی: ۹۲)

پس اس سے معلوم ہوا کہ شرافت اور اعزاز علمی کا مقام نسب سے فائق اور بالاتر ہے۔ لہٰذا ایک صالح نیک اچھے عالم کی شادی جو ماحول میں نسبتاً کمتر ہو بلند نسب والی عورت مثلاً سید، شیخ صدیقی وعثمانی وعلوی سے ہوسکتی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ گو ہمارے ماحول میں اس پر عمل نہیں۔

علمی شرافت نسبی شرافت پر فائق اور غالب ہے

فقہ وفتاویٰ کی مشہور کتاب الشامی میں ہے لان شرف العلم فوق شرف النسب، کہ علم کی شرافت نسب اور برادری کی شرافت پر فائق اور غالب ہے۔ اسی کو علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر سے اختیار کیا ہے اسی پر بزازی نے جزم کیا ہے۔

اسی پر علامہ شامی نے مرتب کرتے ہوئے کہا غیر عربی عالم ہمسر اور کفوء ہوجائے گا۔ عربی جاہل اور علوی جاہل کا۔ اسی پر محیط نے جزم کیا ہے یعنی مضبوط قول قرار دیا ہے یہی بزازیہ نے اور فیض نے جامع الفتاویٰ نے اور صاحب درر نے نقل کیا ہے۔

علامہ شامی نے مزید اس قول کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ شرف علم اقویٰ ہے شرف نسب سے اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہوتی ہے۔ پھر آگے اس قول کی تقویت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا جرم انه جزم بما قاله المشائخ صاحب المحیط و غیره کما علمت و ارتضاه المحقق ابن همام و صاحب النهر تبعهم الشارح. (الشامی: ۳/۹۳)

دیکھئے ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ نسب اور برادری میں کفوء ہونا معیار اور اساس نہیں ہے۔ اور اس درجہ لازم نہیں جیسا کہ ہند کے ماحول میں ہے ایک انصاری عالم فاضل کو ایک پٹھان جاہل کا کفوء اور ہمسر نہیں سمجھا جاتا اور جاہل خاندان جو نسب کے اعتبار سے ماحول میں کچھ اونچا سمجھا جاتا ہے اسے اس عالم کا کفوء نہیں سمجھا جاتا ہے جو نسب میں ماحول وعرف میں کمتر سمجھا جاتا ہو۔ یہ غلط اور خلاف شرع بات ہے جو رائج ہوگئی ہے۔ اور اسے ماحول اور رواج سے ختم کردینا چاہئے اور شریعت کے آگے جھک جانا چاہئے۔

اسی طرح علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ غریب عالم امیر خاندان کی لڑکی کا کفوء ہوجائے گا۔ چونکہ علم کی شرافت جس طرح نسب اور برادری پر فائق اور غالب ہے اسی طرح مالداری پر بھی فائق اور غالب ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ ''والعالم الفقیر یکون کفوء اللغنی الجاهل فوق شرف النسب فشرف المال اولیٰ.'' (۳/۹۲)

اور اس پر اسلامی تاریخ بھی شاہد ہے بہت سے غریب عالم کی شادی مالدار کی لڑکی سے ہوئی ۔ہے اور مالداروں نے علم کی بنیاد پر اسے قبول کیا ہے۔

نکاح میں کفاءت کی شرعی حیثیت

بعض لوگ نکاح میں برادری اور کفاءت اس درجہ اعتبار کرتے ہیں کہ ان کی برادری اور نسبی رشتہ کا لڑکا خواہ کسی بھی حیثیت میں ہو نہیں ملتا تو وہ لڑکی کا نکاح ہی نہیں کرتے ۔خواہ اس کی عمر کتنی ہی کیو نہ گذر جائے ۔بسا اوقات تو لڑکی کی عمر اتنی گزر جاتی ہے کہ وہ شادی کے لائق نہیں رہتی ۔اگر لڑکی غیر کفوء میں علم اور شرافت کو ملحوظ رکھ کر ارادہ بھی کرتی ہے اور کرنا چاہتی ہے اور اشارہ اور کنایہ سے اس قسم کی گفتگو بھی کرتی اور اپنی سہیلی سے ذکر بھی کرتی ہے کہ اگر برادری میں کوئی رشتہ نہیں ملتا ہے تو غیر برادری کسی اچھے پڑھے لکھے ماحول اور خاندانی شرافت حسب یا اچھی ملازمت دیکھ کر رشتہ کر دیا جائے تو گھر والے اسے اپنی ناک کے خلاف سمجھ کر اسے ٹال دیتے ہیں اور لڑکی کو خون کے آنسو رلا کر بسا اوقات اس کی عمر اور زندگی برباد کر دیتے ہیں۔

پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے یا تو لڑکی خود سے رشتہ طے کر کے نکاح کر لیتی ہے۔ اور ماں باپ یا گارجن کو سبق سکھا دیتی ہے۔ یا اپنی خواہش شرعاً ناجائز تعلقات سے پوری کرتی ہے۔ یا اس کی تلافی ٹی وی اور سنیما اور فحش ناول کتابوں سے اور بے پردگی کے ماحول سے پورا کرتی ہے۔ یا شرمیلی حیادار آزادی کے ماحول سے دور گھریلو ماحول میں بند رہتی ہے تو شادی کی تمنا اور خواہش اور امید میں گھٹ گھٹ کر فکر و رنج میں زندگی گزارتی رہتی ہے۔

اگر دیر سویر سے ہوگئی تو فبہا ورنہ کسی معاش کو اختیار کر کے اپنی زندگی گزار لیتی ہے۔ اور دل سے ماں باپ کو برا اور گالیاں دیتی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر اس بات کی ضرورت سمجھی گئی کہ کفاءت اور برادری ہی میں نکاح کرنا لازم نہیں ہے۔ اس کی شرعی حیثیت بیان کر دی جائے تا کہ اگر ضرورت پڑ جائے تو غیر کفوء میں نکاح کرنے میں نہ لڑکی کو روکیں اور نہ خود اولیاء اس پر ناراض ہوں اور نہ اعتراض کریں۔ بلکہ وہ خود ضرورت کی حالت میں غیر برادری میں نکاح کرا دیں۔

علماء اسلام میں بہت سے لوگ تو دین کے سوا اور کسی اور بات میں کفاءت کا بالکل اعتبار نہیں کرتے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر، اور تابعین میں عمر بن عبدالعزیز اور ابن سیرین اور ائمہ میں امام مالک کی یہی رائے ہے۔ (عمدة القاری: ۳۷۷، فتح الباری: ۱۰۴/۹)

اور صاحب بدائع نے بھی یہی مذہب حسن بصری اور سفیان ثوری کا نقل کیا ہے۔ (بدائع: ۳۱۷/۲)

ائمہ حنفیہ میں امام کرخی اور ابوبکر جصاص کا بھی یہی مختار ہے اور علامہ نوح آفندی نے لکھا ہے کہ اگر امام

ابوحنیفہ کی کوئی روایت ہوتی تو یہ دونوں بزرگ ہرگز عدم اعتبار کفایت کو اختیار نہ کرتے۔ (شامی)

لہٰذا ضروری ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کوئی روایت امام مالک کے موافق ہے۔ (کفاءت کے اعتبار نہ کرنے میں)۔ (مسئلہ کفاءت: ۴۷)

پس معلوم ہوا کہ نکاح میں برادری کے اعتبار سے کفوء اور مساوات دین اور مذہب کے بنیادی اور ضروری باتوں میں سے نہیں۔ ورنہ تو امام کرخی اور امام جصاص رحمۃ اللہ علیہم جو بہت بڑے جلیل القدر بلند پایہ ائمہ میں سے ہیں اسے ضرور اختیار کرتے۔

خیال رہے کہ اہل ہند نے تو اپنے نسب کو محفوظ بھی نہیں رکھا ہے۔ سوائے چند خاندان کے۔ اور ہندوستان میں برادری کی تقسیم زیادہ تر پیشہ کے اعتبار سے ہے۔ اور پیشے کے اعتبار سے کفوء کا اعتبار مستقل لازم نہیں۔ درزی اگر تعلیم یافتہ ہو کر اعلیٰ علمی درجہ کی ملازمت کرے تو اس کا حکم بدل جاتا ہے۔ اور اس کا کفوء اونچے درجہ کے برادری بھی ہو سکتے ہیں۔

مزید مصالح اور حالات اور ماحول کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہ شرعاً مناسب نہیں کہ برادری کے اعتبار میں لڑکی کی عمر گذار دے اور اسے یا تو بوڑھی نا قابل نکاح تک پہنچا دے۔ یا بلا شادی کے نامناسب بلکہ یا منحوس زندگی گزارنے پر مجبور کر دے اور جب ماں باپ کا سایہ اٹھ جائے تو وہ اپنی عفت کا دامن چاک کر دے اور بھیک مانگتی پھرے۔ یا کسی کے یہاں دایہ گیری کر کے زندگی گزارے یا بے پردگی کے ساتھ ملازمت اختیار کرے۔ حاشا کلا ہرگز شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بڑی نادانی اور جہالت کی بات ہے اسی وقت کے لئے تاکہ امت پریشانی میں نہ گرفتار ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھی اور اپنے اصحاب کی بھی شادی غیر کفوء میں کی اور کرائی۔

فقہاء کرام کے نزدیک کفوء کن امور میں معتبر ہے

فقہاء نے ۶/امور میں کفوء اور مماثلت کا اعتبار کیا ہے۔ ① نسب، ② حریت ③ اسلام ④ دیانت دینداری ⑤ مال ⑥ صنعت وحرفت۔ (ردمحتار: ۹۰/۳)

اس طرح ابن نجیم نے بحرالرائق میں لکھا ہے۔ (بحر الرائق: ۱۴۳/۳)

عنایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ ۵/امور میں کفوء مماثلت کا اعتبار کیا جائے گا۔ ① نسب ② الحریہ، ③ الدین، ④ المال، ⑤ الصنائع۔

قاضی خاں میں ہے کہ ہمارے اصحاب کے درمیان کفاءت ۵/چیزوں میں ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (خانیہ: ۴۳۹/۱)

اوران امور میں کفاءت معتبر نہیں:

❶ جمال وخوبصورتی میں۔ ہندیہ میں قاضی خاں کے حوالہ سے ہے کہ حسن و جمال میں کفاءت غیر معتبر ہے۔

(هنديه: ۲۹۲/۱)

❷ عقل تدبر و سمجھداری اس میں بھی کفوء کا اعتبار نہیں۔ (فتح القدير: ۲۹۵)

❸ مرض میں کفو کا اعتبار نہیں ہوگا البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جنون، کوڑھ مرض میں فسخ کا اعتبار کیا ہے۔ ان امراض خبیثہ کی وجہ سے ہرایک کوعلیحدگی کا اختیار رہوگا۔ باقی اورامراض کا اعتبار نہیں۔ ہاں مگراس دور میں مہلک لاعلاج مرض ایڈس اورکینسر جب مہلک ثابت ہوجائے تو اختیار ہوگا۔

نسب میں غیر عربوں کے لئے کفاءت کا کوئی خاص اعتبار نہیں

جن لوگوں نے غیر عرب ہند جیسے ملکوں میں نسب اور برادری کا شدت سے اعتبار کیا ہے۔ یہ شرع سے ثابت نہیں ہے اس میں توسع اور گنجائش ہے۔ ہند میں بڑی برادری اورنسب والے متوسط اور چھوٹی برادری والے (جوعرفاً اور ماحولاً) کو کمتر سمجھتے ہیں خواہ وہ علم وشرافت اورمعاشرت میں ان سے آگے کیوں نہ ہوں۔ ان کا رائج کیا ہوا اور چلایا ہوا ہے۔ جن کوان جیسے مزاج والوں نے شدت سے اختیار کرلیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فقہاء کرام کی تصریح کو ملاحظہ کیجئے۔

فقہ فتاویٰ کی مشہور کتاب میں ہے ''و انما خص الكفاء ة فى النسب بالعرب لان العجم ضيعوا انسابهم.'' (شرح: ۲۶/۲)

علامہ ابن نجیم بحرالرائق میں لکھتے ہیں:''و الحاصل ان النسب المعتبر هنا خاص بالعرب و اما العجم فلا يعتبر فيهم و لذا كان بعضهم كفأ لبعضهم.''

دیکھئے۔ معلوم ہوا کہ اہل ہند جو غیر عرب ہیں ان کے لئے برادرانہ کفوء کوئی معیار نہیں۔ ہاں ہند میں کوئی ایسا خاندان ہو جو عرب سے منتقل ہوکر آیا ہو اور اس کا نسب محفوظ ہو عرب کے کسی قبیلہ تک پہنچتا ہو تو اس میں کفوء کا اعتبار ہے۔

المراد بهم من لم ينسب الى احدىٰ قبائل العرب.

الامن كان لهم له نسب معروف كاالمنتسبين الى احد الخلفاء اوالى الانصار و غير هم. (الشامي: ۸۷/۳)

ان تمام عبارتوں سے صاف واضح ہے کہ عمومی طور پر غیر عرب کے درمیان نسبی کفوء معتبر نہیں ہے۔ لہٰذا جن کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ پٹھان انصاری کا وغیرہ کفوء نہیں، حدیث اور فقہ کی محقق کتابوں کے اعتبار سے غلط

ہے۔ معیار نہیں اختیار ہے۔ مزید اس کی تحقیق آ رہی ہے۔

اصل کفوء کا تعلق عرف سے ہے اگر عار اور بے عزتی سمجھی جاتی ہو تو غیر برادری میں نکاح نہیں کرنی چاہیے۔

ہاں البتہ ان کے درمیان دین اور صنعت وحرفت میں کفاءت معتبر ہے۔ مثلاً درزی، درزی کے لئے، سبزی فروش سبزی فروش کے لئے۔

علامہ انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں "فان الحرفة تعتد فيهم." (انوار محمود شرح میائی داؤد) کہ ان کے درمیان کفاءت صنعت وحرفت میں معتبر ہے۔

صنعت وحرفت کے درمیان کفوء کے سلسلے میں احناف کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرات صاحبین تو اس میں کفوء کا اعتبار کرتے ہیں کہ خسیس اور رذیل صنعت والے اعلیٰ اور عمدہ صنعت والے کے کفوء نہیں ہیں۔ حضرت امام صاحب کے دو قولوں میں اظہر قول اعتبار نہ کرنے کا ہے۔ (كذا فی البنايه: ٦٢٩)

"اظهرهما انه لا تعتبر." امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں بالکل خسیس اور نیچے درجہ کا کام مثلاً جھاڑو دینے والے ان جیسے پیشوں میں کفاءت معتبر ہے۔ لہٰذا جھاڑو دینے والے درزی کی بیٹی کا کفوء نہیں۔

(بنايه: ٦٢٩)

اسی طرح مکاتب اور مدارس اور اسکول میں پڑھنے والے امراء اور تاجر جو عموماً مالدار ہوتے ہیں ان کے کفوء ہیں۔ (شامی: ٩١)

کسی عورت نے غیر کفوء برادری میں نکاح کیا تو نکاح صحیح ہے

کفوء چونکہ معیار اور اساس نکاح نہیں۔ اور نکاح کے لئے شرط ہے اور اس کا شرط و لازم نہ ہونا بالکل ظاہر ہے کہ آپ ﷺ نے غیر کفوء میں نکاح کیا۔ حضرات صحابہ کا کرایا۔ حضرات صحابہ نے کیا۔ بھلا ایسی صورت میں ایسا نکاح غیر صحیح کیسے ہوسکتا ہے۔ اگر بعض علماء نے (اپنے زمانے کے مصالح کے اعتبار سے) فتویٰ دیا ہے کہ ایسا نکاح درست نہیں، مگر احناف کا حدیث وسنت کی رعایت کرتے ہوئے اور اصول اور ظاہر روایت کے اعتبار سے جو اصل مذہب احناف ہے ایسا نکاح بالکل درست ہے۔

فقہاء احناف کی ایک جماعت نے جو بلند پایہ مقام رکھتے ہیں۔ صحیح ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور ظاہر روایت کے اعتبار سے اس پر فتویٰ دینا درست ہے۔ اور محققین کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ ذیل میں اس کی تحقیق کی جاتی ہے تاکہ دلائل کی روشنی میں مسئلہ واضح ہو جائے۔

❶ ہندیہ میں ہے: "المرأة اذا زوجت نفسها من غير كفوء صح النكاح فى ظاهر الرواية

عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ و هو قول ابی یوسف رحمه الله آخراً و هو قول محمد رحمه الله آخرا ایضاً.''(۱/۲۹۳)

۲ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:''و ذکر برهان الائمة ان الفتویٰ فی جواز النکاح بکراً کانت او ثیبا علی قول الامام الاعظم رضی الله عنه.''(علی الهندیه: ٤/١١٨)

۳ علامہ ابن نجیم شرح کنز بحرالرائق میں لکھتے ہیں:''و کثیر من مشائخنا افتوا لظاهر الروایة انها لیس لها ان تمنع نفسها و هذا یدل علی ان کثیر من المشائخ افتوا بالنعقاده.''

(۳/۱۳۸)

۴ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے بیشتر مشائخ نے اسی ظاہر روایت پر فتویٰ دیا ہے کہ عورت کو روکا اور منع نہیں کیا جا سکتا۔

۵ ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔

۶ برہان الائمۃ کا بھی یہی قول بزازیہ میں ذکر کیا ہے:''و فی البزازیة ذکر برهان الائمة ان الفتویٰ فی جواز النکاح بکرا کانت او ثیباً.''(هندیه: ۱/۲۹۳)

۷ علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں لکھا ہے:''و به افتیٰ کثیر من المشائخ فقد اختلف الافتاء''۔

(۳/۵۷)

۸ مولانا عابد سندھی نے نہر الفائق سے اور صاحب بز نے بزازیہ سے اور صاحب بزازیہ نے برہان الائمہ سے نقل کیا ہے کہ فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہے۔(مسئله کفاء ت: ٦٥)

۹ جب ظاہر روایت میں صحیح ہونے کا ذکر ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی قول ہے اسی پر مشائخ کثیر نے فتویٰ دیا ہے۔ تو اس وقت اسی صحت اور جواز کا فتویٰ دیا جائے گا۔

۱۰ احناف کے اصول افتاء میں ہے۔ جو قول ظاہر روایت میں ہو اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ لہٰذا ظاہر روایت سے ہٹ کر ظاہر روایت کے خلاف حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ دینا درست نہ ہوگا۔

۱۱ جن فقہاء کرام نے ظاہر روایت کے خلاف حسن بن زیاد کے قول پر صحیح نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے مصالح زمان کی وجہ سے ایسا کیا یعنی ظاہر روایت کے خلاف کیا۔

۱۲ اس دور میں مصالح زمان یہ ہے کہ ظاہر روایت کے ہی قول کو اختیار کر لیا جائے اور ایسی شادی کو جائز اور درست قرار دیا جائے چونکہ آج کل لڑکیوں کی شادی مشکل سے ہوتی ہے۔

۱۳ خیال رہے کہ اگر مصالح زمان نہ ہو بھی تب بھی اصول فقہ احناف یہ ہے کہ اولاً ظاہر روایت اور ائمہ ثلاثہ

کے قول کو اختیار کیا جائے گا۔ پس ظاہر روایت کو ترک کرنے کی وجہ سے کسی سبب اور مرجح کی ضرورت پڑے گی۔ اور ظاہر روایت کے اختیار کرنے میں کسی سبب اور علت کی ضرورت نہ پڑے گی۔ لہٰذا اگر مصالح زمان نہ بھی ہو تب بھی اسے اختیار کرنے میں اصولاً کوئی قباحت اور اعتراض نہیں۔ اسی وجہ سے تو مشائخ کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور جب مصالح زمان شامل ہو جائے تو پھر بدرجہ اولیٰ اسی پر فتویٰ دینا لازم ہوگا۔ لہٰذا ماضی میں جن لوگوں نے عدم صحت کا فتویٰ حسن بن زیاد کے قول پر دیا ہے

موجودہ دور میں ہرگز حسن بن زیاد پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا کہ ایسی عورت کا نکاح صحیح نہیں ہوا چونکہ نکاح کی ہی پریشانی کی وجہ سے تو عورت نے غیر کفوء میں نکاح کیا۔

ولی نے بھی اس کی نکاح پر توجہ نہ کی ہوگی۔ برادری میں مناسب رشتہ نہیں ملا تو عاقل بالغ نے نکاح خود کرلیا ولی کے اعتراض کی بنیاد پر اس نکاح کو نادرست مان کر فسخ کر دیا جائے تو اس کا نکاح دوسرا کفوء میں ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ پھر فتنہ اور زنا کا دروازہ کھلے گا یا نہیں کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے خود اصول فتویٰ میں ہے مصالح زمان کی رعایت کی جائے گی بشرطیکہ نص کے خلاف نہ ہو۔ اور یہاں تو بعض کے موافق ہے کہ صاحب شریعت نے کیا اور کرایا۔ صحابہ تابعین نے کیا اور کرایا۔ پس جو آپ ﷺ سے ثابت حضرات صحابہ سے ثابت عقل اور مصالح زمان کے موافق اسے نادرست قرار دیا جائے یہ ہرگز نہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ کسی عالم نے یا کسی دور میں علماء نے لوگوں کے مزاج اور مصالح کی رعایت کرتے ہوئے دیا۔ اس زمانہ میں عورتوں کی شادی آسانی اور جلدی سے ہو جاتی تھی دسیوں نکاح کے بعد بھی بیواؤں کی شادیاں ہو جاتی تھیں۔ اب اس دور میں کنواری مہذب تعلیم یافتہ وغیرہ کی بھی شادی جلدی نہیں ہو پاتی۔ پریشانی ہوتی ہے۔ بسا اوقات تو خلاف شرع امور کے ارتکاب تک کی نوبت آجاتی ہے۔

پس جن کتابوں میں لکھا ہے اور فتویٰ دیا ہے کہ عاقلہ بالغہ اپنی مرضی سے غیر برادری میں شادی کرلے تو یہ نکاح درست نہیں۔ صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وجہ سے ظاہر روایت کے خلاف حسن کے قول پر فتویٰ دے دیا ہو مسئلہ لکھ دیا ہو۔ اسی طرح مختلف قوی دلیل کے اعتبار سے اب ظاہر روایت کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا۔ اور نکاح کو صحیح قرار دیا جائے گا۔ فسخ نہیں کیا جائے گا۔ اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ جو حدیث و سنت کے موافق ہو جس کی تائید اصول و عقل و مصالح سے ہوئی ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ برادری کی ناک بنا کر اور برادری کو فرض اور شرط بنا کر اس سے اپنی ہوس نہ پوری کی جائے اور کسی پر گناہ کے دروازے نہ کھولے جائیں اور کسی کی زندگی برباد نہ کی جائے اور ادھر ولی کو بھی چاہئے کہ غیر برادری میں مناسب دیندار رشتہ ہوا تو

اجازت دی جائے اور رضا ظاہر کر دی جائے۔

کفوء کا اعتبار تو ہے مگر مدار نکاح نہیں اور نہ معیار

یحییٰ بن کثیر سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آ جائے جس کی امانت (دینداری) اور اخلاقی حالات تم کو پسند ہو، تو تم اس سے نکاح کر دو۔ خواہ وہ کسی (قبیلہ برادری) سے اس کا تعلق ہو اگر ایسا تم نہیں کرو گے تو زمین پر بڑا فتنہ فساد پھیل جائے گا۔　(مسند عبدالرزاق: ۶/۱۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ صالح اور صاحب اخلاق سے رشتہ نکاح آئے تو نسب اور برادری کے جھمیلے میں زیادہ نہ پڑے نکاح کر دے۔ دینی دنیاوی فوائد اسی سے وابستہ ہے۔

کفاءت کے سلسلہ کی حدیث اور اس کی سندی تحقیق

معلوم ہونا چاہئے کہ جن لوگوں نے کفاءت اور برادری کے مسئلہ کو نکاح میں معتبر ماننے کے لئے جن احادیث سے استناد اور استدلال کیا ہے اصولی اعتبار سے وہ حدیث سنداً اس درجہ کی نہیں کہ اس سے اس مسئلہ پر استناد کیا جا سکے۔ جن لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے وہ حدیث سے تو واقف ہوئے مگر اس کی سندی حیثیت سے واقف نہ ہو سکے۔ لہٰذا اس حدیث کفاءت کی جس کو یہ معیار بناتے ہیں تحقیق پیش کی جاتی ہے۔

کفاءت کے سلسلہ میں یہ دو حدیثیں زیادہ پیش کی جاتی ہیں۔

① حدیث جابر ② حدیث عائشہ

حدیث جابر: عن جابر بن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تنکحوا النساء الا الاکفاء و لا یزوجھن الا الاولیاء و لا مھر دون عشرۃ دراھم.　(دارقطنی: ۲۴۵)

تخریج: اس حدیث پاک کی تخریج دارقطنی، مسند ابی یعلی، بیہقی، ابن حبان، اسی طرح ابن عدی، عقیلی، وغیرہ نے کی ہے۔ اس کے رواۃ میں ایک راوی مبشر بن عبید ہیں۔

سندی تحقیق: علامہ عینی ہدایہ کی شرح بنایہ میں لکھتے ہیں احادیث مبشر بن عبید کذب۔ ابن حبان کا قول اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ ''مبشر ابن عبید مروی عن الثقات الموضوعات لا یحل کتب حدیثہ الا علی جھۃ التعجب.'' اور محدث بیہقی کا قول نقل کرتے ہیں ''و فی اعتبار الکفاء ۃ احادیث لا یقوم باکثر ھا حجۃ.''　(البنایہ: ۶۱۸)

اسی طرح بخاری کی شرح میں علامہ عینی فرماتے ہیں: ''قالوا فی اعتبار الکفاء ۃ احادیث لا تقوم باکثر ھا حجۃ.''　(عمدۃ القاری: ۲/۸۷)

دیکھئے علامہ عینی جو محدثین احناف میں بلند پایہ مقام جلیل القدر شان کے حامل ہیں۔ دونوں مقام پر کفاء

ت کے سلسلہ میں اس حدیث کو نا قابل استدلال قرار دے رہے ہیں۔

علامہ عبدالحی فرنگی محلی اس حدیث پر محققانہ کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شدت ضعف، اتہام وضع کی وجہ سے حدیث قابل قبول نہیں ہے۔

و الذی ظھر لی ھو ان ھذا الحدیث من القسم الثانی (ای من الضعیف الذی لا یستدل به لشدة الضعف فان رواته کلھم ضعیفون جدا. و بعضھم متھمون بالوضع و الکذب و لا یترقی من الضعیف الی الحسن و ان تعددت طرقه. (ظفر الامانی: ۲۱٤)

یعنی شدت ضعف اور اتہام کذب راوی کی وجہ سے ضعیف سے حسن کو نہیں پہنچ سکے گی۔ گرچہ اس کے طرق متعدد ہو جائیں۔ محدث دار قطنی خود اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے راوی کے متعلق لکھتے ہیں۔

(متروك الحدیث: ۲٤٥)

حاشیہ دار قطنی میں محدث شمس الحق عظیم آبادی اس پر لکھتے ہیں۔ ”عن احمد عن حنبل انه قال احادیث مبشر بن عبید موضوعه کذب.“ اسی طرح ابن قطان نے اپنی کتاب میں بھی اسے موضوع اور کذب قرار دیا ہے۔ علامہ عقیلی نے بھی امام احمد نے اس حدیث کے موضوع اور کذب ہونے کو نقل کیا ہے۔

(حاشیه دارقطنی: ۲٤٥)

اسی طرح نسب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد اسے نا قابل استدلال قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر درایہ میں اس پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اسناده واه لان فیه مبشر بن عبید و ھو کذاب.“ (۲/٦٢)

بتائیے کذاب راوی کی روایت قابل اعتبار ہو سکتی ہے؟

اسی وجہ سے علامہ عبدالحی فرنگی محلی اس روایت پر فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”و النظر الدقیق یحکم باعتبار قول من ضعفھا ضعفا یخرجھا عن حیز الاستناد بھا.“ یعنی یہ حدیث استدلال اور استناد کے دائرے سے خارج ہے۔

ظاہر ہے کہ اس قدر جرح اور کلام کے بعد کہ کسی کے نزدیک شدت ضعف، کسی کے نزدیک اتہام کذب اور کسی کے نزدیک کذب وضع کے ساتھ راوی متصف ہے۔ کفاءت جیسے باب میں کسی طرح مستند مان کر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

④ حدیث عائشہ: قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تخیروا لنطفکم و انکحوا الاکفاء و انکحوا الیھم. (ص ٦١٨)

تخریج: اس کی تخریج کتب ستہ میں ابن ماجہ نے کی ہے۔اور دار قطنی نے کی ہے۔

علامہ بوصیری نے زوائد بن ماجہ میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ”هذا اسناد فيه الحارث ليس بالقوى، و الحديث الذى رواه لا اصل له.“ (مصباح الزجاجة: ٣٤٣)

حاشیہ دار قطنی میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے ”مداره على اناس ضعفاء ...... قال ابن حبان الحارث بن عمران يضع الحديث على الثقات“۔ (ص ٢٩٩)

پس راوی کے مجروح ہونے کی وجہ سے یہ حدیث بھی قابل استدلال واستناد نہیں۔ پس ثابت ہوگیا کہ کفوء کی کوئی اسنادی حیثیت نہیں ہے اسی وجہ سے دیگر ائمہ کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں۔

اجازت اور ولایت کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل کا بیان

بلا اجازت کے نابالغ کا نکاح والدین کرادیں تو درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا نکاح ہوگیا تھا جب کہ میں ۶ سال کی ہوئی تھی۔

(بخاری: ۷۷۱/۲، نسائی: ۷٦)

عروہ بن زبیر اپنے چھوٹے لڑکے کا نکاح معصب کی چھوٹی لڑکی سے کرادیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ ہشام نے اپنے والد عروہ کے متعلق ذکر کیا کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے کی شادی کردی تھی جن کی عمر ۵ سال کی تھی۔ (عبدالرزاق: ١٦٥)

معمر نے بیان کیا کہ حضرت حسن، زہری، قتادہ نے کہا کہ نابالغ کی شادی اگر والد کرادیں تو یہ درست وصحیح ہے۔ (عبدالرزاق: ١٦٦/٦)

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضور پاک ﷺ سے میری شادی ہوگئی تھی اور میں لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی، مجھے نہیں معلوم کہ میری شادی آپ سے ہو چکی ہے۔ (طبقات ابن سعد: ٥٩/٨)

فائدہ: نابالغ چھوٹے لڑکے اور لڑکی کا نکاح اپنی منشاء سے والدین کراسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کو ان کم عمروں سے اجازی اور مشورہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اپنی صواب دید پر جہاں جس سے جس نسبت کو بہتر مناسب سمجھیں کرسکتے ہیں۔ اور یہ نکاح شرعاً صحیح ہے۔

علامہ عینی نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی بالغ ہونے سے پہلے کردی۔ مہلب نے بیان کیا کہ اس پر اجماع ہے کہ والد کے لئے جائز ہے چھوٹی اولاد کا نکاح کرنا۔

(عمدة القاری: ١٢٦/٢)

ہدایہ میں ہے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح جب ولی ''باپ دادا'' یا ذمہ دار کردے تو جائز ہے۔

(نهايه: ٥٩٧/٤)

البتہ باپ دادا کے علاوہ کوئی نابالغ کا نکاح کرادے تو پھر بالغ ہوتے ہی اس کو باقی رکھنے اور نہ رکھنے کا

اختیار ہوگا۔ اسے شرع میں خیار بلوغ کہتے ہیں۔

اگرلڑکی کی کوئی رضا اور رائے ہوتو اپنی رائے پر اسے ترجیح دے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک لڑکی کی شادی اس کے والد نے کرادی اور لڑکی کا ارادہ دوسرے شخص سے شادی کرنے کا تھا۔ وہ لڑکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس کا تذکرہ کیا اس کے والد نے جس سے شادی کی تھی اس سے آپ کو علیحدہ کردیا۔ اور جس سے اس نے ارادہ خواہش کی تھی اسی سے کردیا۔

(مجمع الزوائد: ۲۸۳)

فائدہ: ظاہر ہے جس کو رہنا ہے جس کو نبھانا ہے اسی کا نہ اعتبار ہوگا۔ یعنی جو صاحب معاملہ ہے، عاقل بالغ لڑکے اور لڑکیاں جب وہ ایک رائے رکھ رہے ہیں تو پھر ان کے رائے اور منشاء کے خلاف کسی ناپسندیدہ نسبت کو ان پر جبراً تھوپنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ بعد میں اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ان کی کوئی رائے نہ ہو یا رائے تو ہو مگر عقل و تجربہ اعتبار سے فاسد ہو تو ایسی صورت میں کسی رائے پر جو والدین یا ذمہ دار کی ان پر ان کو رضا برضا کو دیکھ نسبت طے کی جاسکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر لڑکے لڑکی بالغ ہوں اور وہ اپنی کوئی معقول رائے رکھتے ہوں تو پھر اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ پھر اگر ان کی رائے نہ ہو تو والدین یا ذمہ دار اپنی رائے پیش کریں اگر ان کا منشاء ہوجائے تو نکاح کردیں۔

اپنی لڑکی کی شادی کرے تو اس سے اجازت لے لے

حضرت ابوموسیٰ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنی بیٹی کا نکاح کرے تو چاہئے کہ اس سے اجازت لے لے۔ (مجمع الزوائد: ۲۸۲/۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باکرہ کنواری کی شادی کی جائے تو اس سے اجازت لے لی جائے۔ اور اس کا خاموش رہ جانا اجازت ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲۸۲/۴)

ابن عمر رضی اللہ عنہما لڑکیوں سے شادی کے سلسلے میں ان سے مشورہ لے لیتے۔ (ابن عبدالرزاق: ۱۴۴/۶)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے شادی کے سلسلے میں رائے لے لیا کرو۔

(ابوداؤد: ۲۸۵، مطالب عالیہ: ۱۰/۲)

فائدہ: بالغ ہو تو اجازت ضروری ہے، اور اگر نابالغ ہوشیار ہو تب بھی کسی بھی طرح اسے اطلاع کرکے اس کی رضا معلوم کرے۔ ایسے تو ہمارے دیار میں وہ والدین ہی کی رضا پر اکتفا کرتے ہیں تاہم ان کی بھی رضا ملحوظ رکھے۔ تاکہ ان کی بھی رعایت ہوجائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لڑکیوں کی شادی میں کس طرح اجازت لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی کے نکاح کا ارادہ فرماتے تو صاحبزادی کو آڑ میں کر دیتے۔ اور فرماتے کہ فلاں (لڑکے) نے فلانہ اور نام ذکر کرتے نکاح کا تذکرہ کیا ہے۔ پس اگر وہ خاموش بیٹھی رہتی تو آپ نکاح فرما دیتے۔ اگر وہ پردہ کو ہلا دیتی (جو اس زمانہ میں انکار عدم رضا کی علامت تھی) تو آپ نکاح نہ فرماتے۔ (سبل الهدیٰ، و الارشاد: ۹/۱۸٤)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی صاحبزادی کا نکاح فرماتے تو آڑ پردے میں بیٹھ جاتے۔ اور فرماتے کہ فلاں کا پیغام نکاح ہے اگر وہ خاموش ہوجاتی تو اس کی خاموشی کو رضا سمجھتے اگر وہ ناپسند کرتی تو پردے میں نیزہ مارتی تو سمجھ لیا جاتا کہ پسند نہیں۔

(مجمع الزوائد: ٤/٢٨١)

مہاجر بن عکرمہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صاحبزادیوں کی شادی فرماتے تو ان سے اجازت لیتے۔ کہا آپ پس پردہ بیٹھ جاتے اور فرماتے فلاں سے فلانہ کا پیغام نکاح ہے اگر وہ پردہ کو حرکت دیتی تو آپ نکاح نہ فرماتے (جو اس وقت عدم رضا کی علامت تھی) اور اگر خاموش رہتی تو آپ نکاح فرما دیتے۔

(ابن عبدالرزاق: ٦/١٤١)

فائدہ: لڑکیوں کا اطلاع کے بعد خاموش رہنا اور ان کی اجازت ہے۔ یا مسکرا دینا یہ بھی اجازت میں داخل ہے۔ البتہ غصہ ہو کر اٹھ جانا چہرے سے ناراضگی کا اظہار ہو جانا انکار کی علامت ہے پھر نہ کرے۔

لڑکیوں کے شادی کے ذمہ داران کے والدین ہیں

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی شادی کا اختیار ان کے والدین کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ اور (اجازت کے وقت) ان کا خاموش رہنا اجازت ہے۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢٨٢)

فائدہ: لڑکے اور لڑکیوں کی شادی کے ذمہ دار والدین ہیں، انہیں کے ذمہ شرعاً وعرفاً ہے۔ پس وہ عمر ہو جانے پر جوان کے ماحول اور مزاج میں مناسب رشتہ ہو ملحوظ رکھ کر نکاح کرا دیں، محض دنیاوی مقصد اور مال کے اغراض کو سامنے رکھ کر نکاح میں تاخیر نہ کریں کہ آج کل نکاح کی تاخیر جوان لڑکے اور لڑکیوں کے حق میں بہتر نہیں ہوتی۔ اور ان کے فحاشی کا دروازہ کھل جاتا ہے

بسا اوقات والدین ذمہ داری میں کوتاہی اور غفلت کرتے ہیں تو وہ ناجائز تعلقات بھی خواہش کی تکمیل کے لئے کر لیتے ہیں اس صورت میں اس کا گناہ ان کے والدین کو بھی ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے وہ خود اپنا نکاح کر لیتے ہیں۔ جس سے ان کے والدین کو رسوائی ہوتی ہے۔

پھر یہ کہ لڑکوں کا اکثر خود کردہ نکاح اچھا نہیں ہوتا۔ وہ اس مسئلہ میں دوراندیشی سے کام نہ لے کر جلد بازی سے کام کر جاتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں پشیمانی ہوتی ہے۔

عورتوں کو خود سے اپنا نکاح بلا مرد کے توسط سے منع ہے

ابن سیرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کوئی عورت اپنا نکاح خود سے نہ کرے۔ زانی عورت اپنا معاملہ خود سے کرتی ہے۔ (عبدالرزاق: ۶/۲۰۰)

حضرت ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے عورتوں کے ہاتھ میں نکاح کا اختیار نہیں۔

نافع نے کہا کہ حضرت عمر نے حضرت حفصہ کو مال کا اور بیٹیوں کا ذمہ دار بنا دیا تھا۔ حضرت حفصہ کسی کے نکاح کا ارادہ کرتیں تو اپنے بھائی عبداللہ کو کہتیں وہ نکاح کرتے۔ (یعنی نکاح کی ذمہ داری اور ولایت کے فرائض انجام دیتے)

جریج کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب کسی عورت کے نکاح کا ارادہ فرماتیں تو اس کے خاندان کے لوگوں کو بلاتیں۔ اور خود حاضر رہتیں۔ اور نکاح کے متعلق مرد سے کہتیں کہ ان کا نکاح کر دو۔ عورتوں کو نکاح کا اختیار نہیں۔

امام ثوری نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا عورت اپنی بیٹی کا نکاح کر دے۔ فرمایا نہیں (مرد) ولی کو کہئے وہ اس کی شادی کرائے۔ (ابن عبدالرزاق: ۶/۲۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نکاح کی باگ ڈور کسی مرد کے حوالے کرے۔ نسبت اور خاتون کا انتخاب تو بلاشبہ عورت کر سکتی ہے مگر شادی نکاح کی ولایت مجلس نکاح میں ولی اور ذمہ دار ہو کر نکاح کرنا کرانا یہ مرد کے ذمہ ہے۔ عورتیں کہاں ان امور کو انجام دے سکتیں ہیں۔ ہاں خدمت نکاح سے متعلق گھریلو کام دلہن کی تجہیز وغیرہ یہ امور عورتیں کریں گی۔

وکیل سے بھی نکاح کا انعقاد ہو جاتا ہے

ابوجعفر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن امیہ الضمری کو شاہ نجاشی کی جانب وکیل بنا کر بھیجا تھا پس انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت اُمّ حبیبہ بنت ابوسفیان سے کر دیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح کے متعلق کہ اُمّ کلثوم سے نکاح کر دو حضرت علی نے حضرت حسن حسین سے فرمایا تم اپنی پھوپھی کا نکاح کر دو۔ (سنن کبریٰ: ۷/۱۳۹)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح آدمی اپنا نکاح خود موجود ہو کر کرا سکتا ہے اسی طرح کسی کو یہ اختیار دے دے کہ تم میرا نکاح فلاں سے کر دو تو اسے وکالت نکاح کہتے ہیں اس سے بھی نکاح ہو جاتا ہے اور نکاح کے بعد

بیوی شوہر کی ملک زوجیت میں آجاتی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اُمّ حبیبہ سے نکاح کرانے کے لئے کہ وہ حبشہ میں تھیں حضرت عمر بن امیہ کو وکیل بنایا تھا۔ انہوں نے آپ سے اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی حبشہ میں کر دی تھی۔

ہمارے ماحول میں عموماً لڑکیوں کی جانب سے وکیل ہوتے ہیں چونکہ لڑکی مجلس عقد میں حاضر نہیں ہوتی۔ یہ طریقہ بھی سنت اور شریعت سے ثابت ہے۔

بالغ لڑکی کا نکاح بلا اس کی رضا اور اس کی خوشی واجازت کے کردے تو لڑکی کو اختیار ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ خنسا حذام انصاری کی صاحبزادی ان کے پاس آئی اور کہا میرے والد نے اپنے بھائی کے لڑکے سے میری شادی کرادی تاکہ اس کی عزت بلند ہو جائے اور میں بالکل اس کو پسند نہیں کرتی۔ حضرت نے فرمایا ٹھہر و ابھی حضور پاک ﷺ تشریف لاتے ہیں چنانچہ آپ تشریف لائے اس نے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر والد کو بلایا اور لڑکی کے ہاتھ میں اختیار دیا۔ (خواہ وہ اس نکاح کو جاری رکھے یا فسخ کردے) اس لڑکی نے (والد کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے) کہا اے اللہ کے رسول والد نے جو کیا میں اس کی اجازت دیتی ہوں۔ لیکن میں یہ چاہتی تھی کہ عورتوں کو بتادوں کہ (بالغ عورت پر بلا اجازت کے) والدین کو نکاح کرانے کا اختیار نہیں۔ (نسائی: ۲/ ۷۷، ابن ماجہ: ۱۳٤)

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ والدین یا ولی بالغہ کی شادی بلا رضا و اجازت کے نہ کریں گے اگر بغیر ان کی رضامندی کے کرلیا تو یہ نکاح موقوف رہے گا اگر وہ راضی ہوگئی تو فبہا اور اس نے انکار اور رد کردیا کہ میں نہیں قبول کرتی تو نکاح نہیں ہوگا۔ (بنایہ: ٤/ ٥٨٤)

اگر عاقل بالغ عورت کسی مرد سے اپنی مرضی سے نکاح کا اظہار کرے تو یہ درست ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کرنا چاہا۔ (بیوی بننے کا ارادہ کیا) اس پر حضرت انس کی ایک صاحبزادی ہنسنے لگی۔ (تعجب کی وجہ سے کہ یہ حیاء کے خلاف بظاہر ہے) اور کہا کس قدر کم شرم رکھتی ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم سے اچھی ہے اس نے اپنے آپ کو ایک نبی کی خدمت میں پیش کیا۔ (نسائی: ۷۵)

فائدہ: آپ نے عورت پر نکیر نہیں فرمائی بلکہ حضرت انس کی صاحبزادی نے جو ہنسا اور نکیر کی اس کو کم شرمی قرار دیا اس پر آپ نے رد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عاقل بالغ سمجھدار عورت کسی شوہر کو منتخب کر کے خود اس سے پیغام نکاح بلا واسطہ قولاً یا تحریراً دے سکتی ہے ہاں مگر اس بات کا خیال رہے کہ بڑوں کے حوالہ کرنا یہ بہتر ہے۔ اور اپنے بڑوں پر اعتماد کرے۔ اس کے بڑے فوائد ہیں۔

بالغ لڑکا ماں کے نکاح میں ولی بن سکتا ہے

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے کہا میرے اولیاء میں سے کوئی اس وقت موجود نہیں آپ نے فرمایا تمہارا کوئی نہ حاضر نہ غائب جسے ناپسند ہو اُمّ سلمہ نے (اپنے لڑکے عمر سے کہا) اے عمر حضور پاک کا نکاح (مجھ سے) کرادو۔ چنانچہ اس نے (ولی اُمّ سلمہ کی جانب سے بن کر) آپ سے نکاح کرادیا۔ (طحاوی: ۷/۲، مسند احمد، مرتب بلوغ الامانی: ۱۶۲)

فَائِدَہ: بالغ عورت ہو تو اپنا نکاح خود کرسکتی ہے مگر کسی ولی کا رہنا نکاح کے سلسلہ میں آپ کا حکم ہے اور اس میں بہت سے مصالح ہیں۔ چنانچہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے ولی اور ذمہ دار بن کر انہوں نے اپنی بیوہ والدہ کا نکاح کرادیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی دوسری شادی میں اس کا بڑا لڑکا ولی اور ذمہ دار بن کر نکاح کراسکتا ہے۔ اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے۔ نکاح الابن امہ جس میں اشارہ ہے اس جانب کہ بیٹا ماں کی شادی کا ولی دوسرے اولیاء کے مقابلہ میں اولیٰ ہوگا۔ چنانچہ بنایہ شرح ہدایہ میں ہے "اقرب الاولیاء الابن" (ص ۵۹۷)

سب سے قریبی ولی منکوحہ کا اس کا لڑکا ہے۔

بڑی بالغ عورت کو اپنے نکاح کا اختیار ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے نکاح کا خود اختیار ولی کے مقابلہ میں رکھتی ہے۔ اور باکرہ سے اس کے بارے میں اجازت لی جائے گی۔ اس کا خاموش ہونا ہی اقرار کرنا ہے۔ (مسلم: ۴۵۵/۱، دار قطنی: ۲۴۲/۲)

حضرت ابوسلمہ سے منقول ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا میرے والد نے میری شادی کرادی اور مجھے وہ پسند نہیں، آپ نے ان کے والد سے فرمایا۔ تم کو (جبراً) نکاح کا اختیار نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (عورت) سے فرمایا جاؤ جس سے تم چاہتی ہو نکاح کرو۔ (اعلاء السنن: ۶۶/۱۱)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ مطلب یہ ہے کہ بالغ عاقل عورت کی منشاء اور رضا سے ہی ولی والدین وغیرہ نکاح کرائیں۔ عورت عاقلہ بالغہ ہے اور کسی مقام پر نکاح بالکل نہیں چاہتی۔ اس نے قول یا علامتوں سے ناراضگی ظاہر کردی ہے تو پھر والد یا جو بھی ولی ہو اس کا نکاح جبراً اس کے منشاء اور رضاء کے بغیر ہرگز نہیں کراسکتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ نکاح میں ولی یا والد کی محتاج نہیں۔ نکاح کی ذمہ داری والد یا ولی پر ہے، عورت کو از خود اپنے آپ کسی مرد سے نکاح کرنا بغیر ولی اور ذمہ دار کے مشورہ اور تعاون سے منع کیا ہے کہ آپ نے ایسی

عورت کو زانیہ فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ ’’ان الزانیة هی التی تزوج نفسها.‘‘

(اعلاء السنن: ۷۱/۱۱)

اگر خاندان میں مرد ولی نہ ہو تو ماں بھی نکاح لڑکی کا کرا سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میرے پاس (ماتحتی میں) ایک انصاری لڑکی تھی۔ میں نے اس کا نکاح کرا دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ کیوں نہیں کوئی نعت نظم وغیرہ پڑھوا لیا۔ انصاری لوگ ایسے موقع پر نظم نعت وغیرہ پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔　(مشکوٰۃ: ۲۷۲/۲)

حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ اگر رشتہ دار میں ماں ہی قریبی رشتہ دار ہو تو وہی نکاح کی حقدار ہے۔

فائدہ: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور والد بھائی دادا چچا وغیرہ خاندان میں کوئی مرد نہیں ہے، صرف ماں بہن ہے، تو اس عورت کے نکاح کی ذمہ دار اور ولی اس کی ماں ہو سکتی ہے۔ اور اس کا نکاح میں ولی بننا درست ہے۔ دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ولیہ بن کر انصاری لڑکی کا نکاح کرا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند کیا نکیر یا رد نہیں کیا۔

اعلاء السنن میں ’’فقد ثبت ان ولایة النکاح مستحقة للعصبات و قد تکون للمرأة.‘‘

(۷۲/۱۱)

اگر خاندان میں کوئی مرد ولی نہیں یا اجنبی عورت ہے تو اس کا ولی کون؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ولی کے سلسلے میں باہم اختلاف ہو جائے تو سلطان حاکم اس کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔　(ابو داود: ۲۸۴)

فائدہ: اگر خاندان اور رشتہ دار میں کوئی ولی نہ ہو ماں بھی نہ ہو مثلاً سب کا انتقال ہو گیا یا سب جنگ یا حادثہ وغیرہ میں شہید ہو گئے۔ یا عورت پردیسی اجنبی ہے کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کے نکاح کا ولی اس علاقے کے مسلمان حاکم مسلمان سردار ہوں گے۔ یا اس علاقے میں جس مسلمان کو لوگ بڑا سمجھتے ہوں، اور آپسی مسائل میں لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں وہی اس کا ولی ہوگا۔ اور نکاح کا ذمہ دار بن کر نکاح کرائے گا۔

اعلاء السنن میں ہے ’’لن تعلم خلافاً بین اهل العلم فی ان السلطان ولایة تزویج المرأة عند عدم اولیاء ها.‘‘　(۷۴/۱۱)

نکاح کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح کے لئے ۴ امور ضروری ہیں۔ ولی، شوہر،

دوگواہ۔　(دار قطنی: ۲/۲۲۵، سنن کبریٰ: ۷/۱۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح نہیں ہے۔ مگر ولی اور دو عادل گواہوں سے۔　(دار قطنی: ۲/۲۲۶، مجمع الزوائد: ٤/۲۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ نکاح بغیر ولی کے اور بغیر دو عادل گواہوں کے نہیں۔　(مختصرا، کشف الغمہ: ٦١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ زانیہ عورتیں ہوتی ہیں جو اپنا نکاح خود بلا گواہوں کے کر لیتی ہیں۔　(سنن کبریٰ: ۷/۱۲۵، کشف الغمہ: ٦١)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح اور زنا میں فرق گواہوں کا ہونا ہے۔

(سنن کبریٰ: ۷/۱۲۵)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح بغیر ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا۔　(مجمع الزوائد: ۲۹۰)

فائدہ: عقد نکاح کے وقت دو گواہوں کا ہونا تمام علماء کے نزدیک ضروری ہے۔ بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔　(الفقہ الاسلامی)

البتہ احناف کے نزدیک ایک مرد اور دو عورت مجلس نکاح میں گواہ کے طور پر ہوں تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

(کذا فی الهداية، الشامی، فتح القدير)

مسلمانوں کا نکاح کوٹ کچہری کے جج یا حاکم غیر مسلم سے درست نہیں

عروہ نے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ وہ عبیداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں۔ حبشہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ تو نجاشی (جو غائبانہ آپ پر ایمان لا چکا تھا) نے اُمّ حبیبہ کی شادی آپ سے کرائی اور ۴ ہزار مہر رکھا۔ اور شرحبیل بن حسنہ کی معرفت آپ کے پاس بھیجا۔ (والد ابوسفیان زندہ تھے مگر آپ نے ان سے نکاح نہیں کروایا)

فائدہ: مسلمانوں کی شادی مسلمان حاکم قاضی (یا جو بھی نکاح پڑھانے اور کرانے والا ہو) ہی کرا سکتا ہے۔ غیر مسلم نہیں کرا سکتا ہے۔ دیکھئے حضرت اُمّ حبیبہ ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے شوہر کے انتقال کے بعد آپ نے ان سے شادی کی۔ باوجودیکہ والد حیات تھے۔ مگر آپ نے ابوسفیان کو جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ اُمّ حبیبہ کے نکاح کا اختیار نہیں دیا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم مسلمانوں کا نکاح نہیں کرا سکتا۔ اگر کرائے گا تو نہیں ہوگا۔ ہندوستان کے کورٹ عدالت کچہری میں جو نکاح ہوتا ہے جسے کورٹ میرج کہتے ہیں۔

اس میں غیر مسلم ہوتے ہیں ان کا نکاح معتبر نہیں اگر یہ پڑھادے تب بھی نکاح نہیں ہوتا ہاں اگر مسلمان ہو تو ہو جائے گا۔ لہٰذا کورٹ میرج کے بعد کسی مسلمان نکاح پڑھانے والے سے نکاح پڑھوانا ضروری ہے۔

نکاح پڑھانے کا اہتمام اور دور دراز سے نکاح پڑھانے والی کو بلانا خلاف سنت عمل ہے

آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پر زرد رنگ کا اثر دیکھا۔ تو آپ نے پوچھا ارے یہ کیا ہے۔ (یعنی یہ کیسا رنگ ہے) کہا میں نے ایک عورت سے شادی کرلی ہے سونے کی گٹھلی کے برابر سونے سے۔ آپ نے کہا اللہ مبارک فرمائے۔ ولیمہ کرو خواہ ایک بکری ہی سے۔ (مسلم: ٤٥٨)

فائدہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے بڑے چہیتے لاڈلے اور بڑے موقر اور سخی صحابی تھے۔ آپ کے ساتھ بکثرت رہا کرتے تھے۔ اور مختلف موقعہ پر آپ کا اور حضرات صحابہ کا تعاون فرمایا کرتے تھے۔

ان تمام مناقب اور فضیلت اور غایت درجہ تعلق کے باوجود آپ ﷺ نہ نکاح پڑھانے کی دعوت دی۔ اور نہ مجلس نکاح میں بلایا۔ اور آپ ﷺ نے نہ بلانے پر کوئی شکایت کی اور نہ نکیر کی۔ اسی طرح کسی بھی روایت میں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے ترغیب دی ہو بڑے لوگوں سے نکاح پڑھواؤ۔ یا بڑے لوگوں کو مجلس نکاح میں بلاؤ۔

دیکھئے ولیمہ کی دعوت تو کسی درجہ ثابت ہے۔ لیکن نکاح کے موقعہ کی دعوت جو نکاح پڑھانے کے وقت ہو ثابت نہیں۔ دیکھئے احادیث پاک ﷺ کو کھانے کی دعوت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اور آپ تشریف لے جاتے ہیں۔ لیکن کسی صحابی نے یا صحابیہ نے نکاح پڑھانے کے لئے آپ کو نہیں بلایا۔

پس نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو اہتمام سے بلانا، دور دراز سے بلانا با قاعدہ سفر کی زحمتوں کو برداشت کر کے نکاح پڑھانا یہ خلاف سنت امر کا ارتکاب ہے۔ اگر یہ کوئی بہتر اور اچھا کام ہوتا تو ضرور آپ ﷺ سے یا اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوتا۔ اب یہ خلاف امر رائج ہوتا جارہا ہے۔ اور چونکہ اس میں اجابت ہے نام نمود ہے شہرت ہے اور مالی فائدہ بھی ہے۔ جہاں یہ امور ہوتے ہیں ان کا ختم ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی سے رسوم کا شیوع اور رواج ہوتا ہے۔ اب اس دور میں تو نکاح میں متعدد کبائر گناہ کا اجتماع ہوتا ہے۔ لہٰذا اہل صلاح وتقویٰ کو اجتناب ہی کرنا بہتر ہے۔ یا ان کی قباحتوں کو بیان کیا کرے۔

مجلس نکاح کا اہتمام اور شادی کارڈ خلاف سنت کام ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی عہد میں ایک عورت سے شادی کرلی (نہ آپ کو اطلاع کی نہ شریک کیا) میں نے آپ سے ملاقات کی۔ تو آپ نے پوچھا اے جابر تم نے شادی کرلی۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا نئی عورت سے کیا یا شادی شدہ سے۔ میں نے کہا شادی شدہ سے۔ (مختصراً، مسلم: ٢٧٤)

فائدہ: دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو آپ ﷺ ان کو بیٹے کی طرح مانتے تھے۔ ان کے والد عبداللہ

جنگ احد میں شہید ہوگئے تھے۔ ان کی ۶ ؍ ۷ لڑکیاں تھیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر ان کی دیکھ بھالی نگرانی آگئی۔ نان نفقہ کا بوجھ ان پر آگیا۔ حالانکہ یہ ابھی کم عمر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھریلو مسئلہ میں تعاون فرماتے تھے۔ حسب ضرورت و سہولت ان کی مدد فرماتے رہتے تھے۔ ان کے گھر جا کر اکثر و بیشتر خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ اس بہتر اور قریبی تعلقات ہونے کے باوجود ادھر آپ حضرت جابر کے والد کی جگہ تھی۔ دوسرے آپ کا مقام آپ امیر ملت و مذہب اہل مدینہ کے مخدوم و مطاع اہل اسلام کے مقتدیٰ اور امام۔ حضرت جابر نے شادی کی نکاح کیا تو آپ کو نہ نکاح کی اطلاع کی نہ نکاح کی مجلس میں دعوت دی۔ نہ آپ کو نکاح پڑھانے کہا، نہ بالواسطہ نہ بلاواسطہ۔ پھر دیکھئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہ بتاتے ہیں کہ شادی شدہ سے شادی کرلی تو آپ نے یہ تو فرمایا نئی عورت سے شادی کرتے مگر یہ نہیں فرمایا کہ ہمیں کیوں نہیں بلایا۔ ہم سے کیوں نہیں نکاح پڑھوایا۔ مجلس نکاح میں ہمیں کیوں نہیں دعوت دی، آپ تعلقات کی بنیاد پر یہ تو کہہ سکتے تھے مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا اور نہ شکایت کی۔ پس اس واقعہ سے خوب اچھی طرح واضح ہوگیا کہ مجلس نکاح میں شرکت کا اہتمام اس کی دعوت کا اہتمام اس کے پیش نظر شادی کارڈ کا اہتمام یہ سب خلاف سنت اور غیروں کی رسم ہے۔ شریعت اور سنت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ پس شادی کارڈ کا اہتمام اور اس پر مال کا خرچ کرنا نہ سنت ہے۔ نہ شریعت کا حکم ہے نہ ثواب کا کام بلکہ خلاف سنت امور میں مال کا اسراف اور ضیاع ہے۔ پس اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ رسم و رواج کے بجائے سنت طریقہ کو اختیار کریں کہ اس میں ہمارے دین و دنیا کی بھلائی۔ خیال رہے کہ عہد نبوت میں سیکڑوں کیا ہزاروں شادیاں اور نکاح ہوئے مگر کسی ایک نکاح کے واقعہ میں بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ کو خاص کر نکاح کی مجلس میں شرکت کی دعوت دی گئی نہ تحریراً نہ فرماناً۔ پس اے نبی کے پیرو بس مجلس نکاح کا اہتمام اور شادی کارڈ کا سلسلہ ختم کردو۔ سنت کے مطابق نکاح کرکے بابرکت زندگی گزارو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے موقعہ پر خطبہ میں کیا پڑھتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا یہ خطبہ سکھایا۔

الحمد لله نستعينه و نستغفره و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا من يهدالله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له و اشهد ان لا اله الا الله و اشهدا ان محمداً عبده و رسوله.

پھر یہ تین آیتیں پڑھتے:

اتقوا الله حق تقاته و لا تموتن الا و انتم مسلمون، اتقوالله الذى تساء لون به و الارحام، ان الله كان عليكم رقيبا. اتقواالله و قولوا قولاً سديداً آخرى آيت تك. (ترمذی: ۱/۲۱۰، نسائی، حاکم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو نکاح کا خطبہ یہ سکھایا:

الحمدللّٰه نحمده و نستعينه و نعود باللّٰه من شرور انفسنا و من سيأت اعمالنا من يهده اللّٰه فلا مضل له و من يضلل فلا هادى له و اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وحده لاشريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله. اتقوا اللّٰه حق تقاته و لا تمونن الا و انتم مسلمون واتقوا اللّٰه الذى تساء لون به و الارحام ان اللّٰه كان عليكم رقيباً اتقوا اللّٰه و قولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم و يغفرلكم ذنوبكم و من يطع اللّٰه و رسوله فقد فاز فوزاً عظيما. (مجمع الزوائد: ٤/٢٨٨)

بیہقی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی خطبہ نکاح وغیرہ کا ارادہ کرے تو یہ خطبہ پڑھے۔"الحمد للّٰه نحمده و نستعينه."

فائدہ: عقد نکاح کے وقت خطبہ مسنونہ سنت ہے۔اس خطبہ مسنونہ کے بعد آیات قرآنیہ کا ملانا بھی سنت ہے۔اس کے ساتھ وہ احادیث بھی ذکر کرنا بہتر ہے۔جس میں نکاح کی ترغیب ہے۔نکاح کے مقاصد کا بیان ہے۔اور نکاح کے طریق مسنون کا ذکر ہے۔خطبہ کے بعد ایجاب وقبول پھر دعا کردی جائے جو خاص کر زوجین کے درمیان الفت ومحبت سے متعلق ہو۔

دودھ پلانے سے متعلق سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام کا بیان

بچوں کو دودھ پلانے کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورت جب بچہ جن دیتی ہے تو اس کے دودھ کا جو قطرہ نکلتا ہے اور جب بچہ دودھ چوستا ہے تو ہر گھونٹ اور ہر قطرہ پر اسے نیکی ملتی ہے۔

(مجمع الزوائد، مختصراً: ۳۰۸/۴)

خیال رہے کہ بچوں کی اچھی تربیت اور پرورش صدقہ جاریہ اور دین و دنیا میں اچھے نتائج کا باعث ہے۔ بچوں کو دودھ پلانا ماں کا ایک فطری تقاضا ہے۔ اس میں خدا نے ثواب رکھا ہے۔ بعض عورتیں دودھ اور صحت کے باوجود حسن و نمائش کو باقی رکھنے کے لئے دودھ پلانے کو پسند نہیں کرتیں یہ بہت بری بات ہے۔ حدیث پاک میں اس کی سخت وعید ہے۔

بچہ کی پریشانی سے رات میں جاگنے پر ۷۰ غلام آزاد کرنے کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بچہ کی وجہ سے عورت رات میں جاگتی ہے تو اسے ستر صحیح و سالم غلاموں کے راہ خدا میں آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳۰۸/۴)

فائدہ: بسا اوقات بچہ اپنی تکلیف کی وجہ سے یا عام طور پر رونے اور نہ سونے کی وجہ سے ماں کو پریشان کر دیتا ہے۔ ماں کو جاگنا پڑ جاتا ہے۔ ماں کو اس ایک رات جاگنے پر ۷۰ غلام کی آزادی کا ثواب ملتا ہے۔ خدا کی شان کس قدر ثواب۔

بسا اوقات عورتیں گھبرا کر بچہ کو برا بھلا اور کوسنے لگ جاتی ہیں، ایسا نہ کریں، اس کے ثواب کو ذہن میں لائیں۔ انشاء اللہ کلفت دور ہو جائے گی۔

جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا پسند نہیں کرتیں ان کا جہنم میں برا انجام

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں جہنم میں سیر کرتے ہوئے) ان عورتوں پر سے گذرا جن کی چھاتیوں کو اژدہے نوچ رہے تھے میں نے پوچھا ان کا یہ حال کیوں کہا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں (کہ چھاتی کی خوشنما ہیئت جاتی رہے گی)۔ (ابن خزیمہ: ۲۳۷/۴)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں کیسی شدید وعید ہے۔ جو عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں باوجودیکہ

اس کے سینے میں قدرت نے دودھ دی ہے۔ اس کی یہ سزا ہے۔ بچوں کو ماں کا دودھ نہایت ہی مفید ہوتا ہے۔ بعض عورتیں بچوں کو اس وجہ سے دودھ نہیں پلاتیں کہ ان کی صحت کمزور ہوجائے گی۔ یا اس وجہ سے سینہ کی خوشنمائی جاتی رہے گی۔ ایسی عورتوں کے سینے اژدہے نوچیں گے۔

ہاں اگر کوئی مرض ہے یا سینہ میں دودھ نہیں اترتا ہے تو پھر کوئی ملامت نہیں۔ ڈبے کے دودھ سے بچے کی صحت اچھی نہیں رہتی، بھلا قدرت کا موازنہ مصنوعی دودھ سے ہوسکتا ہے؟ اس لئے عورتوں کو اپنا دودھ بچوں کو پلانا ہر اعتبار سے بہتر ہے۔

دودھ پلانے سے بھی نسب کی طرح حرمت ثابت ہوتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ پلانے سے بھی حرمت ثابت ہوجاتی ہے جس طرح نسب سے۔ (بخاری: ۷۶۴، مسلم: ۴۶۶، ابوداؤد: ۲۸۰، نسائی: ۸۱)

فائدہ: جس طرح پیدائش سے ماں بہن وغیرہ حرام ہوجاتی ہے، اس طرح دودھ پلانے سے بھی جو دودھ پلائے ماں اور اس کی حقیقی بیٹی بہن بن جاتی ہے۔

رضائی بھائی کی بیٹی سے بھی نکاح حرام فرماتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول حمزہ جو آپ کے چچا کی بیٹی ہے اس سے نکاح کی گنجائش ہے۔ وہ قریش کی عورتوں میں بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم حمزہ میرے رضائی بھائی ہیں۔ (ہم دونوں نے ایک عورت سے دودھ پیا ہے)

دودھ پلانے سے بھی اس طرح حرمت ثابت ہوتی ہے جس طرح نسب سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے۔

(مسلم: ۴۶۷، ابن ماجہ: ۱۳۹، نسائی: ۸۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نسب کی طرح یہاں بھی رضاعی بھائی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہوگا جیسے سگے بھائی کی بیٹی سے۔

رضاعی چچا سے پردہ نہیں جیسے حقیقی چچا سے نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابوالقعیس کے بھائی افلح ان کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی جو ان کے رضاعی چچا تھے تو انہوں نے اجازت دینے سے انکار کردیا پردہ کے حکم کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے انہوں نے یہ واقعہ بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دے دیا کہ اجازت دے دو۔ (یعنی گھر کے اندر آجائیں)۔ (بخاری: ۷۶۴/۲، ابن ماجہ: ۱۴۰، مسلم: ۴۷۶/۱، نسائی: ۸۱/۱)

فائدہ: دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کا کتنا خیال کیا، کہ معلوم نہیں تھا کہ ان سے پردہ ہے۔ یا نہیں تو

پردے کی وجہ سے اندر نہیں آنے دیا۔ یہ ہے کمال تقویٰ اور کمال دینداری، پھر جب آپ ﷺ سے واقعہ بتایا تو آپ نے شرعی مسئلہ بتادیا کہ وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں جو مثل چچا حقیقی کے ہیں۔ ان سے پردہ نہیں۔ آج کل شہری ماحول میں تو ہر قریب و بعید کا رشتہ دار خواہ محرم ہو یا نہ ہو گھر میں گھس جاتا ہے اور عورتیں اندر بلا کر ان سے بلا جھجک گفتگو کرتی ہیں ان کے سامنے بیٹھتی ہیں ناشتہ پانی لاکر دیتی ہیں۔ یہ سب پردہ کے خلاف ہے۔ گناہ ہے۔

دودھ کے رشتہ کو بھی آپ ﷺ نے حرام فرمایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دودھ پینے سے بھی وہ رشتہ حرام ہوجاتے ہیں جس طرح نسبی رشتہ حرام ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، مسلم: ٤٦٧)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دودھ رضاعت کے رشتہ کو بھی اسی طرح حرام فرمایا ہے جس طرح نسبی رشتہ کو۔ (ترمذی: ٢١٧/١)

حضرت کعب بن عُجرہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا رضاعی بھائی اور رضاعی بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔ (مجمع الزوائد: ٢٦٤/٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ دو سال کے اندر جو دودھ پلانا خواہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو حرمت ثابت ہوجائے گی۔ (موطا امام محمد: ٢٧٢)

فَائِدَہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح نسبی اور خونی رشتوں میں بہن سے بہن کی بیٹی سے پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح جس عورت کا دودھ پیا ہے اس کی بیٹی سے اور اس کی بیٹی کی بیٹی سے اسی طرح رضاعی ماں کے شوہر یعنی رضاعی باپ کی بہن جو رضاعی پھوپھی ہوئی اس سے بھی نکاح کرنا حرام ہوگا۔

دودھ پلانے کے زمانے میں دودھ پینے سے حرمت ثابت فرماتے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی مگر جب کہ چھاتی کا دودھ معدہ میں (غذا بن) جائے۔ اور یہ دودھ پینے کی مدت (ڈھائی سال سے پہلے ہے)

(ترمذی: ٢١٨، مشکوٰۃ: ٢٧٤، ابن ماجہ: ١٤٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رضاعت (دودھ پلانا اس وقت معتبر ہے) جب بچہ اس کا بھوکا ہو۔ (یعنی اسی سے پیٹ بھرے)۔ (ابوداؤد: ٢٨١)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رضاعت اس وقت معتبر ہے جب اسی دودھ سے ہڈی بنے گوشت بنے۔ (ابوداؤد: ٢٨١، مجمع الزوائد: ٢٦٢/٤)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ کے زمانے کے بعد دودھ سے حرمت نہیں ہوتی۔ (مجمع الزوائد: ۲۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جب عورت کا دودھ اس کے معدہ میں جا کر غذا بننے کی صلاحیت رکھے۔ ہڈی گوشت اس سے بنے تب اس دودھ سے حرمت ثابت ہوگی۔ اور دودھ کی غذائیت کامل طور پر دو ڈھائی سال کی مدت میں ہوئی ہے اس مدت کے بعد نہیں بلکہ دودھ کے علاوہ غذا مثلاً روٹی چاول بسکٹ وغیرہ کے غذا اور جزء جسم و بدن بننے کی صلاحیت ہو جاتی ہے۔

لہٰذا ڈھائی سال کے بعد دودھ پلانے سے حرمت ثابت نہ ہوگی اور نہ دودھ پلانا جائز ہوگا۔ اور مفتی بہ قول کے اعتبار سے مدت رضاعت دو سال تک ہے دو سال کے بعد دودھ پلانا بند کر دے۔

اسی سے معلوم ہوا کہ کوئی بڑا کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی پس اگر شوہر کے منہ میں بیوی کا دودھ چلا جائے تو اس سے بھی حرمت نہ ثابت ہوگی اور نکاح نہ ٹوٹے گا جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ غلط اور جہالت ہے۔ ہاں دودھ پینا جائز نہیں یہ گناہ کی بات ہے۔

مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے حرمت نہیں ہوتی

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ سے اس وقت تک حرمت ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ معدہ غذا کے طور پر نہ اسے قبول کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دودھ پلانے کا اعتبار دو سال کے اندر ہی ہے۔

(ابن ماجہ: ۱۴۰، بیہقی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ پلانے کی مدت کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو سال کے بعد دودھ پلانا نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۹۰/۴)

فائدہ: یعنی جس مدت میں یہ دودھ معدہ میں غذا بنتی ہے، اس مدت میں دودھ پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جب بچہ غذا روٹی دال چاول کھانے لگے اس وقت دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

مدت رضاعت دو سال ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے قول میں ڈھائی سال ہے۔

لہٰذا ڈھائی سال کے بعد اگر دودھ پلایا جائے تو اس سے رضاعت کا مسئلہ ثابت نہ ہوگا۔ (شامی: ۲۰۸/۳)

نیز یہ بھی خیال رہے کہ مدت رضاعت کے بعد عورتوں کا دودھ پلانا حرام ہے، نہ ماں کا پینا جائز ہے نہ کسی

دوسری عورت کا اور بطور دوا کے استعمال میں فقہاء کا اختلاف ہے۔(اس دور میں اس کی بھی اجازت نہیں)۔

(بنایه: ٤/٨١٣)

خواہ دودھ تھوڑا پلایا ہو یا زیادہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دودھ خواہ تھوڑا پلائے یا زیادہ حرمت ہو جائے گی۔(نسائی: ٢/٨٢)

حکیم اور حماد نے کہا کہ ایک مرتبہ بھی بچہ ماں کی چھاتی کو چوس لے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

طاؤس نے حضرت ابن عباس سے پوچھا تو فرمایا ایک مرتبہ پینے سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔

حضرت علی نے حضرت ابراہیم نخعی کو لکھ بھیجا تھا کہ تھوڑا یا زیادہ سب سے حرام ثابت ہو جائے گا۔

(ابن ابی شیبه: ٤/٢٨٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ دودھ پلانے سے بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔

عمر بن دینار نے کہا حضرات صحابہ کہا کرتے تھے تھوڑا پلائے یا زیادہ حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(ابن ابی شیبه: ١٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دو سال کی مدت میں ایک مرتبہ بچہ دودھ چوسے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ (موطا امام محمد)

فائدہ: ان روایتو اور آثار سے معلوم ہوا کہ بچہ عورت کا دودھ اگر تھوڑا سا بھی پی لے خواہ ایک مرتبہ یا ایک گھونٹ ہی سہی تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں بن جائے گی۔ اور رضاعت کے احکام ثابت ہو جائیں گے۔ جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ (عمدة القاری: ٢٠/٩٦)

حضرت لیث سے منقول ہے کہ "اجمع المسلمون علی ان قلیل الرضاع و کثیره یحرم فی المدة." (اعلاء السنن: ١١/١٢٢)

اسی طرح درمختار میں ہے۔ ذرا سا بھی دودھ حلق میں اتر جائے تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(٣/٢١٢)

مزید اس قسم کے جزیاتی مسائل کسی محقق عالم سے معلوم کریں۔

مدت رضاعت میں دودھ کسی طرح بھی بچہ کے پیٹ جائے خواہ شیشی میں ڈال کر پلائے یا چمچہ سے پلائے جس عورت کا دودھ ہوگا اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اگر منہ کے بجائے ناک کے راستہ سے پلایا تب بھی ثابت ہو جائیگی۔ محض چھاتی منہ میں دے دیا عورت نے یقینی طور پر محسوس نہیں کیا کہ اس کے منہ اور پیٹ میں گیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

کیا ایک عورت کی خبر دینے سے دودھ پلانے کی حرمت ثابت ہو جائے گی

حضرت زید بن اسلم نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک عورت کی شہادت دودھ پلانے کے سلسلے میں معتبر قرار نہیں دیتے تھے۔

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے اس آدمی کے سلسلہ میں مسئلہ پوچھا گیا کہ اس نے ایک عورت سے شادی کی۔ ایک عورت نے آکر خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ (یعنی یہ دونوں دودھ شریک بھائی بہن ہوگئے) تو ان دونوں حضرات نے کہا بچ جائیں تو اچھا ہے۔ رہا ایک دوسرے پر حرام کا تو حرام نہیں ہوں گے۔ (عمدة القاری: ۹۹/۲۰)

فائدہ: ایک عورت اگر گواہی دے کہ اس نے میرا دودھ یا کسی ایسی عورت کا دودھ پیا ہے جس کی وجہ سے یہ آپس میں بھائی بہن ہیں تو جمہور کے نزدیک ایک عورت کی گواہی اس میں کافی نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نصاب شہادت یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے۔ تنہا ایک عورت کے قول سے دودھ پلانے کا مسئلہ نہ ثابت ہوگا اور نہ اس سے حرمت ثابت ہوگی۔ (اعلاء السنن: ۱۴۰/۱۱)

ہدایہ میں ہے "لا تقبل فی الرضاع شهادة النساء منفرادت." (بنایه: ۸۳۲/٤)

اسی طرح شامی میں ہے۔ "لا یثبت بخبر الواحد امرأة كان او رجلا قبل العقد او بعده." (۲۲٤/۳)

البتہ خافیہ میں ہے کہ نکاح سے قبل کسی ایک عادل مخبر نے اگر خبر دی تو نکاح درست نہیں اگر نکاح کے بعد دی تو بہتر یہ ہے کہ علیحدگی اختیار کرے۔ (شامی: ۲۲٤/۳)

اگر کسی ایک عورت کے کہنے سے شبہ ہو جائے تو بہتر ہے کہ اس کا اعتبار کرے

عتبہ بن حارث کی روایت ہے کہ میں نے ایک عورت سے شادی ایک حبشی عورت نے آکر کہہ دیا کہ میں نے تم دونوں کو (شوہر بیوی کو) دودھ پلایا ہے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میں نے فلاں عورت سے شادی کی۔ اس کے بعد ایک حبشی عورت آکر کہتی ہیں کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹ کہہ رہی ہے تو آپ نے اس سے اعراض فرمالیا۔ پھر میں نے آپ کے سامنے آکر کہا کہ وہ عورت تو جھوٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیسے وہ تو کہہ رہی ہے نا کہ تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ چھوڑ دو۔

(بخاری: ۷۶۵)

فائدہ: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑنے فرمایا۔ کہ بہرحال ایک عورت نے شبہ میں تو ڈال ہی دیا۔ اور شبہ کو قائم رکھنا اچھا نہی ہے۔ ایسے حکم قرآن سے ﴿واشهدوا ذوی عدل منكم﴾ کے اعتبار سے جب تک

دو گواہی نہ دیں یا ایک مرد دو عورت تب تک حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ایک عورت کی گواہی سے نکاح میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ طلاق واجب نہیں۔ تاہم اگر نکاح سے قبل ایک عورت کہہ کر شبہ میں ڈال دے تو پھر نکاح نہ کرے۔

آپ ﷺ بد خلق اور بری عورت کے دودھ پلانے سے منع فرماتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بری بد خلق عورت کے دودھ پلانے سے منع فرمایا ہے۔

(مجمع الزوائد: ٢٦٢/٤)

فائدہ: چونکہ دودھ کا اور صحبت کا اثر بچے پر منتقل ہوگا اسی وجہ سے آپ نے بری عورت کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔ زیاد سہمی سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بری بد خلق ناسمجھ عورت کے دودھ سے منع فرمایا ہے کہ دودھ کی وجہ سے اسے مشابہت کا اثر ہوگا۔ (مراسیل ابو داؤد)

آپ ﷺ رضاعی ماں اور بہن کا بڑا اکرام واحترام فرماتے

حضرت ابوالطفیل سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرمارہے تھے بادیہ نشین ایک عورت سامنے سے آئی۔ وہ جب آپ کے قریب آگئی تو آپ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ وہ اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا کہ یہ کون عورت ہے آپ نے فرمایا یہ میری والدہ ہے جس نے ہمیں دودھ پلایا ہے۔

(تکمله فتح الملهم: ١١/١، اصابه: ٢٦٦/٤)

ابن اسمان نے بیان کیا کہ حضرت شیماء (رضاعی بہن) آپ ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہا میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔ تو آپ نے فرمایا کیا علامت ہے۔ انہوں نے کہا میری پیٹھ میں آپ نے دانت کاٹا تھا جب میں نے آپ کو پیٹھ پر لیا تھا یہ نشانی ہے۔ آپ اس علامت سے پہچان گئے۔

آپ نے ان کے لئے اپنی چادر بچھادی۔ (چنانچہ وہ بیٹھ گئی) پھر آپ نے ان سے کہا اگر تم چاہو تو میرے یہاں نہایت اکرام واعزاز سے رہو، چاہو تو میں تم کو کچھ سامان دیدوں تم اپنوں میں چلی جاؤ۔ کہا نہیں سامان دے دیجئے اور مجھے اپنی قوم میں واپس کردیجئے۔ آپ نے دیا اور اسے قوم کی جانب واپس کردیا۔

(تکمله فتح الملهم: ١٢/١)

فائدہ: اپنی چادر اپنا کپڑا دے کر اپنے بغل میں بٹھانا عربوں کے یہاں بڑے اکرام میں داخل تھا۔ چنانچہ عربوں کے ماحول کے اعتبار سے آپ نے اکرام کیا اور کچھ ہدایا تحائف دے کر رخصت فرمایا۔

عورتوں کو حمل کا ثواب عظیم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو حمل سے لے کر بچہ جننے تک میں اتنا

ثواب ملتا ہے جتنا کہ خدا کے راستہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے اگر اسی درمیان اس کا انتقال ہوجائے تو اسے شہید کا ثواب ملتا ہے۔ (کنزالعمال: ١٦/١٧١، مجمع الزوائد: ٤/٣٠٨)

حمل سے لے کر بچہ ہونے تک کا کتنا ثواب ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل روایت میں ہے کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے خوش نہیں کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو اس حال میں کہ وہ اس سے راضی ہو تو اس کو کتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس روزے دار کو جو راہ خدا (جہاد) میں روزہ رکھ رہا ہو۔ اور جب اسے دردزہ ہوتا ہے تو نہ آسمان والوں کو اور نہ زمین والوں کو علم ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے واسطے کیا چھپا رکھا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوجاتا ہے تو اس کے دودھ کا کوئی قطرہ نہیں نکلتا اور اس کا بچہ ایک مرتبہ نہیں چوستا مگر یہ کہ ہر قطرہ اور گھونٹ پر ایک نیکی ملتی ہے۔ اور اگر کوئی رات کو (بچہ کی وجہ سے جاگے) تو اسے ستر صحیح وسالم غلاموں کو راہ خدا میں آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ ان خوش نصیب عورتوں کے لئے ہے جو صالح ہیں۔ فرماں بردار ہیں اپنے شوہروں کی ناشکری نہیں کرتیں۔ (مجمع الزوائد: ٤/٣٠٨، طبرانی)

فائدہ: عورت کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر بچوں کی پیدائش، اس کی تربیت اور پرورش کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کے پیٹ سے انبیاء کرام، اولیاء عظام، اقطاب وابدال اور خدا کے برگزیدہ بندے پیدا ہوتے ہیں، کتنی بڑی عظیم نعمت و دولت ہے۔ خدائے پاک نے عورتوں کو ماں بننے کا شوق و جذبہ بھی دیا ہے۔ پھر خدائے رحیم کی ذرہ نوازی کہ اس میں ثواب بھی رکھا ہے۔ پس عورتوں کو چاہئے کہ اس حالت میں خدا کی جانب سے بخشے ہوئے ثواب کا خیال کریں۔ تکلیف اور مشقت میں پریشان نہ ہوں۔

مہر کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور طریق و تعلیم کا بیان

آپ ﷺ مہر مقرر فرماتے اور ادا فرماتے

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کی بیویوں کا مہر کیا تھا؟ کہا ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ (مسلم: ٤٥٨، مشکوٰۃ: ٢٧٧)

عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے کسی بیوی یا کسی صاحبزادی کا مہر ۱۲/اوقیہ سے زائد نہیں کیا۔ سوائے اُمّ حبیبہ کے نجاشی نے آپ کا نکاح ان سے کرایا تھا۔ اور اسی نے آپ کی طرف سے ۴/ہزار نقد ادا کیا تھا۔ (سنن کبریٰ: ٧/٢٣٤)

فائدہ: بعثت سے قبل ایام جاہلیت میں بھی نکاح میں مہر کے ادا کرنے کا طریقہ رائج تھا۔ چنانچہ نبوت سے قبل آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو مہر مقرر کی گئی تھی۔ علامہ زرقانی نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ کا مہر ۵۰۰ درہم تھا۔ (سنن کبریٰ: ٣/٣٣٠)

آپ مہر مقرر فرماتے اس کی ادائیگی فوراً فرماتے اور امت کو بھی ادائیگی کا حکم دیتے۔ اسی وجہ سے اسے دین مہر کہا جاتا ہے۔ حکم قرآن ہے "و آتوا النساء صدقاتهن نحلة." (ترجمہ) عورتوں کو ان کا مہر دے دو۔

شادی کرے اور دین مہر دینے کا ارادہ نہ ہو تو زانی ہے

حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص نکاح کرے اور مہر طے کرے اور اس کی ادئیگی کی نیت نہ ہو تو وہ خدا کے نزدیک زانی ہے۔ (ابن عبدالرزاق: ١٨٥، اتحاف الخیرہ: ٤/٤٩٥)

حضرت میمون سے مروی ہے کہ جس نے نکاح کیا اور مہر کے متعلق یہ نیت کی کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا تو وہ خدائے پاک سے زانی ہو کر ملاقات کرے گا۔ (کنز العمال: ١٦/٣٢٣)

حضرت میمون کردی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بھی کم یا زیادہ مہر کے ساتھ نکاح کرے اور اس کے دل میں اس حق کے ادا نہ کرنے کا ارادہ ہو تو اس نے دھوکا دیا۔ پھر مر گیا اور اس کا حق مہر ادا نہ کیا تو وہ خدا

سے زانی کی صورت میں ملاقات کرے گا۔ (مجمع الزوائد: ۲۸۷)

فائدہ: بہت سے عوام الناس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ شادی کرتے وقت سوچتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ کون دیتا ہے مہر وغیرہ۔ ایسا دل میں سوچنا اور کہنا بہت برا ہے۔ مہر دین اور قرض ہے۔ اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہے۔ اور نہ دینے پر قاضی کی عدالت میں مقدمہ تک دائر کرسکتی ہے۔ اگرچہ ہمارے ہندوستان میں مہر کا مطالبہ عورت ساتھ رہتے ہوئے نہیں کرتی ہے لیکن مہر کا ادا کرنا بہرصورت واجب ہے۔ ورنہ ذمہ میں قرض رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کی کم از کم مقدار کیا مقرر فرمائی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس درہم سے کم مہر نہیں۔

(دار قطني: ۳/۲۴۵، بنایه: ۴/۶۵۰، فتح القدير: ۳۱۸، اعلاء السنن، ۸۱/۱۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔ (دار قطني: ۳/۲۴۶، بنایه: ۴/۶۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔ (بنایه: ۴/۶۴۹، فتح القدير: ۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی شادی کفو میں کی جائے۔ ان کی شادی ان کے اولیاء کرائیں۔ اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ ہو۔ (سنن كبرىٰ: ۷/۲۴۰)

امام شعبی نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مقدار جس سے نکاح حلال ہو، دس درہم دین مہر ہے۔ (سنن كبرىٰ)

مغیرہ نے حضرت ابراہیم سے نقل کرتے ہوئے کہا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ مہر زانی کی اجرت کی طرح ہو۔ لیکن دس درہم اور بیس درہم ہو۔ (ابن عبدالرزاق: ۶/۱۷۹)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ اس وقت گرام کے اعتبار سے قریب بتّیس گرام چاندی یا اس کے مساوی قیمت ہوگی۔ احناف کے یہاں اس سے کم مقدار مہر درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے اس مقدار سے کم مہر متعین کیا تو بہرصورت شریعت کی جانب سے دس درہم کے برابر متعین ہو جائے گی۔

عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرات صحابہ کتنا مہر مقرر کرتے تھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کا مہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (عموماً) دس اوقیہ ہوتا تھا جو چار سو درہم تھا۔ (ابن عبدالرزاق: ۱۷۷، سنن كبرىٰ: ۷/۳۵)

فائدہ: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ۴۰۰ سو درہم مہر مقرر رہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت عبدالرحمٰن سے ہوئی تو زردی، خوشبو کے نشانات کو دیکھا۔ تو آپ نے پوچھا کیا بات ہے اے عبدالرحمٰن اس نے کہا میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ آپ نے پوچھا کیا مہر رکھا، تو انہوں نے کہا گٹھلی کے برابر سونا۔ (ابن عبدالرزاق)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرات صحابہ کے زمانہ میں مہر زیادہ مقرر کرنے کا رواج نہیں تھا۔ عموماً لوگ مہر رخصتی سے قبل مہر ادا کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی آپ نے رخصتی سے قبل ادا کرنے کا حکم دیا۔ اس وجہ سے جس مقدار میں ادا آسان ہوتا اسی مقدار مہر مقرر کیا کرتے تھے۔ پھر جب بعد میں فتوحات کی وجہ سے فراوانی ہوئی اور مہر بعد میں تاخیر سے حسب سہولت ادا کرنے کا طریقہ رائج ہو گیا تو مہر لوگ زیادہ مقرر کرنے لگے۔ جو حیثیت اور ماحول کے اعتبار سے جائز امر ہے۔ تاہم اتنا مہر ادا کرنا جس کی وہ استطاعت نہ پا سکے یقیناً برا ہے۔ چونکہ یہ ایک قرض ہے جس کی ادائیگی بہرصورت اس کے ذمہ ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دین مہر کتنا تھا

صفوان بن سلیم نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۱۲/اوقیہ طے کیا تھا۔

(ابن عبدالرزاق: ۱۷۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو عرض کیا اے اللہ کے رسول (مہر کے لئے) گھوڑا بیچ دوں یا زرہ۔ آپ نے فرمایا اپنا زرہ بیچو۔ چنانچہ میں نے اسے بارہ اوقیہ میں بیچا یہی حضرت فاطمہ کا مہر ہوا۔ (مجمع الزوائد: ۲۸۶/٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کرایا تو فرمایا اے علی گھر میں داخل مت ہونا جب تک کہ پہلے کچھ (مہر) ادا نہ کر دینا۔ تو اس پر حضرت علی نے فرمایا میرے پاس کہاں مال ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ حطیہ زرہ دے دو۔ چنانچہ اس کی قیمت ۴سو اسّی درہم (بارہ اوقیہ) لگائی گئی۔ (مجمع الزوائد: ۲۸٦)

فائدہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے سلسلے میں پیشتر معتبر روایتوں میں ۴۸۰ درہم ہے۔ اگر بعض تاریخ کی کتاب میں صرف چارسو مہر کا بھی ذکر ہے۔ (تاریخ خمیس: ۳٦۲)

مگر محقق قول ۴۸۰ درہم ہے۔ اسی کو اسلاف نے قبول کیا ہے

سید جمال الدین نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ کا مہر چارسو مثقال چاندی تھا۔

اسی مقدار کو صاحب مواہب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہاری شادی فاطمہ سے چارسو مثقال چاندی پر کردوں۔ ابن ہمام نے کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کی مہر چار سو درہم تھا۔ (مرقات: ٦/٢٤٦، جدید)

مہر فاطمی اور اس کی مقدار: مہر فاطمی کی مقدار کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ بیشتر اکابر اور اسلاف نے جسے قبول کیا ہے وہ ایک سو پچاس تولے ہیں۔

مہر فاطمی کی مقدار کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان چونکہ کچھ اختلاف ہے اس لئے مناسب سمجھا کہ علمائے کرام کے مختلف اقوال جو اس سلسلے میں منقول ہیں باحوالہ ذکر کر دیئے جائیں

١. مفتی عبدالرحیم لاجپوری قدس سرہ ایک جواب میں مہر فاطمی کے سلسلے میں لکھتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمی کہتے ہیں وہ چار سو مثقال چاندی تھی۔ ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ لہٰذا چار سو مثقال چاندی کی مقدار ایک سو پچاس تولے چاندی ہوتی ہے۔

٢. ۴۰۰ مثقال جو ہمارے حساب سے ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہے۔ (مولانا مفتی محمود صاحب گنگوھی)

٣. مہر فاطمی کی مقدار چار سو مثقال وارد ہے مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے۔ لہٰذا کل وزن ۱۵۰ تولہ ہوا۔

(سید احمد رضا بجنوری)

٤. حضرت فاطمہ کا مہر ڈیڑھ سو تولہ چاندی تھی۔ (مولانا قاری صدیق احمد، فضائل نکاح)

٥. حضرت فاطمہ کا مہر راجح یہ ہے کہ چار سو مثقال چاندی مقرر کیا گیا تھا جس کا وزن تقریباً ۱۵۰ تولے ہوتے ہیں۔ (مولانا برھان الدین، معاشرتی مسائل)

٦. مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہے اس کی مقدار تولے کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ ۳ ماشہ ہوتی ہے۔ (مفتی محمد شفیع صاحب، اوزان شرعیہ، ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ: ٨/٢٣٢)

٧. مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور مہر حضرت فاطمہ کا مثل دیگر صاحبزادیوں کے ساڑھے بارہ اوقیہ تھا...... تو پانچ سو درہم کے ہوئے۔ پانچ سو درہم کے پانچ ہزار روپے کچھ پیسے ہوئے۔

(امداد الفتاویٰ، جلددوم: ٢٩٥)

٨. بہشتی زیور کے حاشیہ میں مفتی محمد سعید صاحب مفتی مظاہر نے لکھا ہے کہ مہر فاطمی کی مقدار ایک سو اکتالیس تولے ۳ ماشے چاندی ہے۔ (بهشتی زیور: ٥/٤١)

حاصل یہ ہے کہ مہر فاطمی کی مقدار میں اختلاف ہے۔ بہتر اور اصوب یہ ہے کہ ایک سو پچاس تولے چاندی یا اس کی قیمت نکالی جائے۔ اور آخری گنجائش یہ ہے کہ ایک سو اکتیس تولے ۳ ماشے نکالے، اس سے کم خلاف صواب ہے۔

ایک تولہ بارہ گرام کے قریب ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں تولہ بھی رائج ہے۔ گو زیادہ چلن گرام کا ہے۔ چاندی سے مراد وہ چاندی ہے جس کا زیور بنایا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی یا صاحبزادی کا دین مہر ۱۲/ اوقیہ سے زائد نہیں رکھا

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا یا کسی صاحبزادی کا نکاح ۱۲/ اوقیہ سے زائد پر کیا ہو۔ (ابو داؤد: ۱/ ۲۸۷؛ ترمذی: ۲۱۱، ابن ماجہ: ۱۳۵، حاکم: ۲/ ۱۷۶)

زید ابن اسلم نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا اور نہ کسی صاحبزادی کا ۱۲/ اوقیہ سے زیادہ مہر رکھا۔ جو چار سو اسّی درہم ہوتا ہے۔ (ابن عبدالرزاق: ۱۷۶)

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم ہوتا تھا۔

(سنن کبریٰ: ۷/ ۲۳۲)

ابو سلمہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کا مہر کیا تھا۔ کہا ۱۲/ اوقیہ اور نش تھا۔ میں نے پوچھا نش کیا ہے کہا آدھا اوقیہ یہ ۵۰۰ درہم ہوا۔

(مسلم: ۱/ ٤٥٨، تلخیص الحبیر: ۳/ ۱۹۱)

فائدہ: علامہ نووی نے بیان کیا کہ اوقیہ حجازی وزن ہے جو ۴۰ درہم کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے ۴۰×۱۲=۴۸۰ درہم ہوتا ہے۔ اسی کی تعبیر روایتوں میں ۵۰۰ درہم ہے۔ جو عموماً ازواج مطہرات کا مہر تھا۔ اور ایک درہم کا وزن گرام کے اعتبار سے مصابیح السنۃ کی فہارس میں ۷۷/۴ میں ۱۷) ۳ گرام لکھا ہے اور اوقیہ کا وزن ۸) ۱۲۶ گرام لکھا ہے۔ اور مفتی شفیع صاحب نے جواہر الفقہ میں درہم کا وزن برائے تول کے اعتبار سے دو ماشہ ڈیڑھ رتی لکھا ہے۔ (جواهر الفقه: ۱/ ۲۱٤)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی اس شئے کے مہر کے عوض جس کی قیمت چالیس درہم ہوگی۔ (مجمع الزوائد: ۲۸۵، ابن ماجه: ۱۳٦)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اس گھریلو سامان پر ہوئی تھی جس کی قیمت پچاس درہم تھی۔ (ابن ماجه: ۱۳٦)

فائدہ: سیرت و تاریخ کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مہر کے متعلق اختلاف ہے۔ ابن ماجہ اور مجمع میں تو چالیس اور پچاس درہم کا ذکر ہے۔ جو بظاہر نقد سے خالی نہیں، ابن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ نے مہر میں ایک گھر مقرر کیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ گھر کی قیمت اتنی کم نہیں ہوسکتی۔ مزید دوسری روایت میں خود حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ ازواج مطہرات کا مہر ۱۲/ اوقیہ ہوتا تھا۔ اس سے کم نہیں ہوتا تھا۔ اگر ان کا کم ہوتا تو ضرور یہ استثناء فرمائیں کہ سوائے میرے، لیکن روایتوں میں اس قسم کا کوئی ذکر نہیں۔ تاریخ خمیس میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۴۰۰/ درہم ذکر کیا ہے۔ (تاریخ خمیس: ۱/۲٦٦)

سیرت عائشہ میں مولانا سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں: ابن اسحاق کی روایت ہے کہ ۴/ سو درہم مقرر ہوا تھا۔ ابن سعد کی ایک دوسری روایت ہے جو خود حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ان کا مہر ۱۲/ اوقیہ اور ایک نش (نصف اوقیہ تھا) یعنی پانچ سو درہم۔ مسند احمد میں خود انہیں کی روایت ہے کہ ان کا مہر ۵۰۰ درہم تھا۔ (سیرت عائشہ: ۱۷)

بہر حال چالیس یا پچاس درہم مہر ہونا بظاہر دوسری روایتوں اور خود ان کے بیان سے درست نہیں معلوم ہوتا ہے۔ ۴۰۰/ یا ۵۰۰ درہم ہی صحیح ہے۔

دیگر ازواج مطہرات کا مہر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلمہ سے نکاح کیا گھریلو کسی سامان پر جس کی قیمت دس درہم ہوگی۔ (مسند بزار مرتب: ۱٦۹، مجمع الزوائد: ۲۸۵، کشف الاستار: ۲/۱٦۱)

ایک روایت میں چالیس درہم دین مہر کا ذکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (نجاشی حبشہ کے بادشاہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی اُمّ حبیبہ سے کردی تھی اور اپنی طرف سے دوسو درہم مہر ادا کیا تھا۔ (مجمع الزوائد: ٤/۲۸۵)

حضرت عروہ نے بیان کیا کہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا عبید اللہ بن جحش کی بیوی تھی۔ سرزمین حبشہ میں ان کا انتقال ہوگیا۔ تو نجاشی (شاہ حبشہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی کرادی، اور چار ہزار درہم اپنی طرف سے مہر ادا کیا اور شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ آپ کے پاس اُمّ حبیبہ کو بھیجا (جوان کے بھائی تھے) (ابوداؤد: ۲۸۷، نسائی: ۲/۸۷)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوا کہ چار ہزار درہم مہر تھا۔ ایک قول میں کہا گیا ہے کہ چار سو دینار مہر تھا۔ ایک قول میں دوسو دینار ہے (عمدۃ القاری: ۲۰/۱۳۷، تلخیص: ۱۹۱)

فائدہ: یہ مہر کی مقدار سب سے زائد ہے، جو آپ کی بیوی کی تھی۔ یہ کثیر مقدار آپ نے از خود ادا نہیں کی تھی بلکہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ادا کی تھی۔ شرح مسلم میں ہے کہ دیگر ازواج کی ۵۰۰ درہم مہر تھی یہی مقدار بہتر ہے۔ (ص٤۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر ازواج مطہرات کے مہر کے سلسلہ میں بھی تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

✤ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۴۰۰/ دینار (تاریخ خمیس: ۲٦٦) ۱۲/ اوقیہ سونا، قریب ۹۱ تولہ سونا (علم الفقہ: ٦/۷۰)

- حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ۴۰۰/درہم (تاریخ خمیس: ۲۶۶، علم الفقه: ۷۰/۶)
- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ۴۰۰/درہم، (تاریخ خمیس: ۲۶۶، علم الفقه: ۷۰/۶) قریب ۲۷ تولہ چاندی
- حضرت اُمّ سلمہ، ایک بستر جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے، دس درہم (علم الفقه: ۷۰/۶) ایک تولہ ۹ ماشہ چاندی۔
- حضرت زینب بنت خزیمہ، ۴۰۰/درہم، (تاریخ خمیس ۲۶۶، علم الفقه: ۷۰/۶)
- زینب بنت جحش، ۴۰۰ درہم، (تاریخ خمیس ۲۶۶، علم الفقه: ۷۰/۶)
- میمونہ رضی اللہ عنہا ۴۰۰/درہم (تاریخ خمیس ۲۶۶، علم الفقه: ۷۰/۶)
- جویریہ رضی اللہ عنہا ۴۰۰/درہم (تاریخ خمیس ۲۶۶، علم الفقه: ۷۰/۶)

پس معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن سے نکاح نبوت سے قبل ہوا تھا۔ ۴۰۰/دینار تھا۔ اور حضرت اُمّ حبیبہ کا مہر ۴۰۰/دینار تھا۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بلکہ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نے ادا کیا تھا۔ بقیہ تمام ازواج مطہرات کا مہر ۴۰۰/اور ۵۰۰ تھا۔

دین مہر کم رکھنے کا حکم فرماتے تھے

حضرت ابن ابی الحسین نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہر میں سہولت ہونی چاہئے۔

(ابن عساکر، عبدالرزاق: ۱۷٤)

فائدہ: مہر کم رکھنے کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے فرمایا کہ اس کی ادائیگی آسان ہو۔ مزید یہ کہ لوگ فخراً اور ریاءِ مہر حد سے زائد مقرر کرواتے ہیں۔ جس کا ادا کرنا مرد کو آسان نہیں ہوتا۔ چنانچہ فخراً طے تو کرا دیتے ہیں مگر دینے کی نوبت نہیں آتی۔ ذمہ میں مرنے کے بعد قرض رہ جاتا ہے۔ کم کا مطلب یہ ہے بھی نہیں کہ سو دوسو روپیہ رکھے۔ مہر فاطمی کا رکھنا مناسب اور بہتر ہے۔

بہتر وہ نکاح ہے جس میں مہر کم ہو

عمر بن دینار فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک پہنچا بہترین نکاوہ۔ ہے جس میں مہر کم ہو۔

(ابن عبدالرزاق: ۱۷۸، سنن کبریٰ: ۲۳۲/۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ بہتر وہ عورت ہے جس کا مہر کم ہو۔ (سنن کبریٰ: ۲۳۵/۷)

خوش نصیب عورت کون ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی خوش نصیبی اور برکت میں سے یہ ہے

کہ اس کا خطبہ منگنی، پیغام نکاح آسان ہو، اس کا مہر کم ہو، اس کا رحم آسان ہو (حمل رک جاتا ہو) اس پر عروہ نے کہا کہ پہلی نحوست مہر کی زیادتی ہوگئی ہے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۳۵، کنز العمال)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ بہترین مہر وہ ہے جو کم ہو۔ (کنز العمال: ۷/۳۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر عورت وہ ہے جس کا مہر کم ہو۔

(مجمع الزوائد: ۲۸٤)

فائدہ: اس لئے یہ سنت بھی ہے، ادائیگی بھی آسان ہوتی ہے۔ چونکہ مہر زیادہ رکھنا امرا اور متمول لوگوں کی عادت ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طریق کے خلاف ہے۔ اور مہر دینے کی نیت تو ہوتی نہیں زاید فخر اور بڑائی کی وجہ سے کرتے ہیں اس لئے کم میں برکت ہے۔

مہر کی زیادتی کوئی اچھی بات ہوتی تو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر مہر کا زائد رکھنا کوئی بلندی اور فخر کی بات ہوتی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں اور ازواج مطہرات اس کے لئے زیادہ لائق تھیں کہ ان کا مہر زائد کیا جاتا۔

(کنز العمال: ۵۳۷)

فائدہ: بعض لوگ مہر کا زائد رکھنا فخر اور وقار کی بات سمجھتے ہیں، اور دینے کی نیت نہیں رکھتے۔ یہ منع ہے۔ ہاں خاندان اور مالی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے مقرر کرے تو اس کی گنجائش ہے۔

مہر کا زائد رکھنا گو بہتر نہیں مگر گنجائش ہے خصوصاً متمولین کے لئے

عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اُم کلثوم کی شادی چالیس ہزار درہم مہر پر کیا تھا۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس نے سلمہ غلمیہ کا مہر دس ہزار مقرر کیا تھا۔ حضرت ابن عمر اپنی صاحبزادیوں کی شادی دس ہزار مہر پر کیا کرتے تھے۔

ابن سیرین ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دو ہزار درہم تک مہر کی اجازت دیتے تھے اور حضرت عثمان ۴ر ہزار درہم تک اجازت دیا کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک عورت سے شادی ۳۰ ہزار (درہم) مہر مقرر کر کے کیا۔ (ابن ابی شیبہ: ٤/۱۹۰)

مسروق نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب منبر پر چڑھے اور تقریر کی کہ اے لوگو! تم عورتوں کے مہر کو زیادہ کیوں رکھتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کا مہر ۴ سو درہم ہوتا تھا یا اس سے کم۔ اگر مہر کی زیادتی اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی یا عزت وشرافت کی بات ہوتی تو وہ اس میں نہ وہ آگے بڑھ کر معاملہ کرتے۔ خبردار

مجھے نہ معلوم ہو کہ تم میں کسی نے ۴سو سے زیادہ مہر مقرر کیا ہو۔ پھر یہ بیان کر کے منبر سے نیچے اتر آئے۔ اس پر قریش کی ایک عورت نے اعتراض کر دیا۔ آپ نے عورتوں کے مہر کو زاید رکھنے سے منع فرمایا کہ ۴سو سے زیادہ نہ رکھے۔ آپ نے قرآن پاک کی اس آیت کو نہیں پڑھا۔ آپ نے نہیں سنا اللہ تعالیٰ نے کیا کہا فرماتے ہیں "او آتیتم احداهن قنطاراً" (یہ کہ تم دوان کو مہر کثیر مال، مال کا ڈھیر) اس پر حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ معافی۔ سب لوگ عمر سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر آپ واپس آئے منبر پر چڑھے اور تقریر فرمائی لوگو! میں تم کو چار سو سے زاید عورتوں کے مہر رکھنے پر منع کیا تھا۔ بس جو چاہے حسب خواہش مہر دے۔ یعنی ۴رسو سے زیادہ۔

(مجمع الزوائد: ٢٨٧/٤)

فَائِدَہ: اپنی حیثیت مال کے اعتبار سے مہر کا زائد مقرر کرنا درست ہے۔ اعلاء السنن میں ہے یہ روایتیں مہر کی تکثیر کے جائز ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔ (اعلا السنن: ٨٩)

مگر اس بات کا خیال رہے کہ اس مقدار مہر مقرر کرنا کہ اس کی ادائیگی حیثیت مالی سے زائد ہو ہرگز مناسب نہیں چونکہ اس کی ادائیگی مثل قرض کے ہے کیسے ادا کرے گا۔

مہر کا بہت زیادہ رکھنا اور مقرر کرنا خلاف سنت ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے لوگو! عورتوں کا دین مہر تم کیوں زائد سے زائد مقرر کرتے ہو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم ہی ہوتا تھا۔

(مجمع الزوائد، سنن سعید بن منصور: ٩٦/١)

ابوالعجفاء سلمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا خبردار! تم لوگ عورتوں کے دین مہر میں کیو غلو کرتے ہو۔ اگر مہر کا زیادہ رکھنا اللہ کے نزدیک تقویٰ یا لوگوں کے نزدیک عزت اور اکرام کی بات ہوتی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق اور لائق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی یا کسی صاحبزادی کا نکاح ۱۲راوقیہ جو۴سو درہم ہوتا ہے زائد نہیں رکھا۔

(مختصراً، سنن کبریٰ: ٢٣٤/٧، ابوداؤد: ٢٨٧، مصنف ابن عبدالرزاق: ٢٠٥، ترمذی: ٢١٠)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مہر میں غلو مت کیا کرو۔ زائد مت رکھا کرو۔

(سنن کبریٰ: ٢٣٤/٧، حاکم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو مہر زیادہ رکھنے سے منع کیا ہے ایک مقصد یہ ہے کہ تم زیادہ رکھو اور ادا کرنے کی سہولت نہ ہو، تو پھر زیادہ رکھنے سے کیا فائدہ اور یہ بھی مقصد ہوتا ہے کہ فخر اور نام نمود کی وجہ سے زیادہ مت رکھو کہ اتنے مہر پر یہ عورت نکاح میں آئی ہے۔

حیثیت سے زائد مہر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ تو آپ نے پوچھا کس مقدار مہر پر شادی کی ہے۔ کہا چار اوقیہ پر، آپ نے فرمایا، ۴؍اوقیہ پر۔ کیا یہ پہاڑ سے تراش کر لاؤ گے۔ (یعنی تمہاری حیثیت تو ہے نہیں تو پھر کس طرح لاؤ گے، اوقیہ پھر تو ہے نہیں کہ پہاڑ سے تراش کر ادا کر دو گے) میرے پاس بھی نہیں ہے کہ تم کو دے دوں۔ ہاں تم کو کسی جہاد میں بھیج دوں گا۔ وہاں حاصل کر سکو گے (مال غنیمت کے حصہ سے)۔ (کشف الغمہ: ۷۲/۲)

فائدہ: چونکہ وہ شخص غریب تھا اس کی اتنی حیثیت نہیں تھی۔ اور اس نے ۴؍اوقیہ مہر۔

مہر کی وہ مقدار جس پر طرفین راضی ہو جائیں

حضرت عبدالرحمٰن بن بیلمانی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے نکاح کی شادی کراؤ۔ پوچھا کیا مہر مقرر ہے۔ آپ نے فرمایا۔ طرفین جس پر راضی ہو جائیں۔ (سنن کبریٰ: ۲۳۹/۷، ابن ابی شیبہ: ۱۸۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ مہر کے کم یا زیادہ رکھنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ جس پر دونوں راضی ہو جائیں اور گواہ بھی بنالو۔ (کنز العمال: ۳۲٤/۱٦، ابن ابی شیبہ: ۱۸۹/٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کی مقدار مہر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے تو آپ فرماتے تھے جس مقدار پر طرفین میں رضامندی ہو جائے۔ (کشف الغمہ: ۷۱/۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے آپ سے عورتوں کے مہر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا جس پر راضی ہو جائیں۔ (دار قطنی: ۲٤۲)

فائدہ: چونکہ مہر ایک مالی حق ہے جسے ادا کرنا ہے۔ لہٰذا دونوں جانب سے جس پر رضامندی ہو جائے وہی بہتر ہے۔ صرف تھوپ دینے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوتا ہے مہر زیادہ سے زیادہ سر پر لاد دیتے ہیں اور دینے کا ادا کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔

مہر کب واجب ہو جاتا ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب خلوت کا پردہ گر جائے تو مہر واجب ہو جاتا ہے۔

(کنز العمال: ۵۳٦/۱٦، تلخیص الحبیر: ۱۹۳/۲)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی منکوحہ کے پاس چلا جائے اور پردہ گرا دے تو مہر واجب ہو جاتا ہے۔ (خواہ اس سے وطی کا موقعہ ملے یا نہ ملے یا نہ کرے۔ (سنن کبریٰ: ۲۵۵/۷)

حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب دروازہ بند کر دے پردہ گرا دے تو پورے مہر کی حقدار ہو گئی۔

اور (طلاق کی صورت میں) عدت بھی واجب ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۵۵)

حضرت ثوبان سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹایا۔ اسے دیکھا پس مہر واجب ہوگیا۔ خواہ وطی کی یا نہیں۔ (سنن کبریٰ: ۲۵۶)

یحییٰ بن سعید انصار نے سعید بن مسیب سے انہوں نے حضرت عمر سے ان کا یہ فیصلہ نقل کیا ہے کہ جس نے نکاح کیا اور اس نے پردہ گرالیا۔ (خلوت صحیحہ ادا ہوگیا) اس پر مہر واجب ہوگیا۔ (موطا امام مالک)

حضرت ابوہریرہ نے حضرت عمر کا یہ فیصلہ نقل کیا کہ جب پردہ گر جائے۔ دروازے بند ہو جائیں تو مہر (پورا) واجب ہو جاتا ہے۔ (تلخیص، اعلاء السنن: ۱۱/۹۰)

فائدہ: معلوم ہونا چاہئے کہ اگر کسی نے صحیح طور پر نکاح کرلیا، رخصتی ہوگئی۔ عورت سے تنہائی میں ملاقات ہوگئی۔ مثلاً کمرے میں پردہ گرالیا یا درواز بند کر کے عورت سے ملاقات ہوگئی خواہ وطی کیا ہو یا نہ ہو۔ اس کا موقعہ ملا ہو یا نہیں بہرصورت اس پر مہر واجب ہوگیا خدانخواستہ طلاق کی نوبت آ جائے تو عدت بھی واجب ہو جائے گی۔ یہی مسلک خلفاء راشدین، زید، ابن عمر، علی ابن الحسین، عطاء، زہری، اوزاعی، اسحٰق، قاضی شریح شعبی، طاوس، ابن سیرین، اور امام شافع کا قول قدیم ہے۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۸۹)

یحییٰ بن کثیر نے بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق نے اس شخص کے بارے میں جس نے خلوت تنہائی تو برت لی تھی گو وطی نہیں کیا تھا پورے مہر کا فیصلہ کیا تھا۔ (عبدالرزاق: ۶/۲۸۸)

یہی مسلک احناف کا بھی ہے کہ خلوت صحیحہ پائے جانے پر مکمل مہر شوہر پر واجب ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مر جانے کے بعد ہوتا ہے جب طلاق مل جاتی ہے تب مہر کا دعویٰ کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتی ہے .... اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے اور نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ (بہشتی زیور: ۴/۱۳)

مہر مثل کے واجب ہونے کی صورتیں

1. نکاح کے وقت مہر کا ذکر بالکل نہ آیا ہو۔
2. مہر کا ذکر آیا ہو مگر اس کی مقدار نہ متعین کی گئی ہو۔
3. مہر کی مقدار معین کر دی مگر اس کی قسم بیان نہ کی گئی ہو۔ مثلاً دس گز کپڑے یا ایک قطعہ مکان یا ایک جانور۔
4. کسی ایسی چیز کو مہر قرار دے جو نہ شرعاً مال ہو نہ عرفاً۔
5. مہر کی مقدار مقرر کر کے کوئی ایسی بات ذکر کر دے جس سے مہر کی نفی ہو جائے۔

❻ مہر مثل کا ذکر کیا خواہ مرد کو یا عورت کو اس کی مقدار معلوم نہ ہو۔ (علم الفقہ: ٦/٧٢)

اگر عورت بالکل ناقابل جماع ہو مثلاً مرض وغیرہ کی وجہ سے تو طلاق کی صورت میں نصف مہر واجب ہوگا۔ (امدادالاحکام: ٣/٣٥٥، شامی)

نکاح کے قیام کی صورت میں مہر کی ادائیگی یکمشت کے بجائے قسطوں کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے۔ مگر طلاق یا خلع کی صورت میں مہر کی ادائیگی یکمشت ادا کرنی ہوگی۔

قسطوں کی صورت میں ادائیگی کو مقرر کرنا شوہر کے اختیار میں نہیں، بلکہ حاکم (یا شرع پنچایت یا گاؤں وعلاقے کی پنچایت) کی رائے پر ہے۔ (امدادالاحکام: ٣/٣٦٣)

اگر مہر کا تذکرہ یا اس کی تعین نہ ہوئی تب بھی مہر کی مقدار ہوگی

مسروق نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جس نے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی (یا منکوحہ سے خلوت کا موقعہ نہیں ملا) اور اس کا انتقال ہوگیا اور مہر بھی متعین نہیں کیا تو اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اسے مہر بھی ملے گا اور وراثت بھی ملے گی۔ (ابن ماجہ: ١٣٦، ابو داؤد: ٢٠٨٨)

عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا۔ (مہر متعین نہیں کیا اور شوہر کا انتقال ہوگیا) تو حضرت عبداللہ نے جواب میں اس کو مہر مثل دوسری عورتوں کی طرح ملے گا۔ نہ بہت کم نہ بہت زیادہ۔ میراث کی حقدار بھی ہوگی اور اس پر عدت بھی ہوگی۔ اگر یہ جواب صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے غلط ہے تو میری جانب سے اور شیطان کی جانب سے۔ خدا اور رسول اس سے بری، پس اتنے میں قبیلہ اشجع کے جراح اور ابوسنان کھڑے ہوئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل یہی فیصلہ ہمارے قبیلہ کے بروع بنت واشق کے بارے میں کیا تھا۔ جس کے شوہر ہلال بن مرہ اشجعی تھے۔ اس پر عبداللہ بن مسعود بہت خوش ہوئے کہ ان کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق ہوا۔ (ابو داؤد: ٣٨٨)

فائدہ: نکاح کے لئے مہر ضروری ہے۔ اگر مہر کا ذکر عقد میں نہ ہوا۔ اور اس کی کوئی مقدار متعین نہ ہوئی ہو تب بھی شریعت کی جانب سے مہر شوہر کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے۔ ذکر نہ کرنے سے یا متعین نہ کرنے سے مہر ساقط نہیں ہوتا۔ اگر نکاح کے وقت مہر متعین یا ذکر نہیں کیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔ (فتح القدیر: ٣/٢٦٧)

اگر نکاح کے وقت مہر متعین نہیں کیا تو مہر مثل دینا ہوگا بشرطیکہ خلوت ہوگئی ہو۔ (فتح القدیر: ٣/٤٢٤)

مہر مثل

اگر مہر نکاح کے وقت متعین نہیں کیا تھا اور خلوت یا رخصتی سے قبل طلاق کی نوبت آجائے تو پھر مہر کی کوئی مالی مقدار واجب نہ ہوگی صرف حسب حیثیت ایک جوڑا سوٹ لازم ہوگا۔ (فتح القدیر: ٢/٣٢٦)

اگر وقت نکاح تو مہر متعین نہیں کیا مگر بعد میں طرفین نے متعین کرلیا تو صحیح ہوگیا اور یہی متعین کردہ لازم ہوگا۔ (فتح القدیر: ۳۱۸)

بہتر یہ ہے کہ بیوی کے پاس جانے سے قبل مہر ادا کردے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور ان کے پاس داخل ہونا چاہا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا کچھ مہر ادا کردو۔ انہوں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا اپنا زرہ دے دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا زرہ دیا تب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ (ابو داؤد: ۲۸۹، سنن کبریٰ: ۷/۲۵۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ عورت (منکوحہ) کے پاس (پہلی مرتبہ) چلا جائے اور اسے کچھ نہ دے۔ حسب خواہش کپڑا یا مال وغیرہ دینا چاہئے (سنن کبریٰ: ۷/۲۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب حضرت علی کا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تو آپ نے فرمایا انہیں کچھ بھیجو (رخصتی سے پہلے الفت اور انس کے لئے) تو حضرت علی نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا تمہارا زرہ کہاں ہے۔ جب حضرت علی نے جانا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ تاوقتیکہ ان کو کچھ پہلے بھیجیں نہ۔ جب حضرت علی زرہ بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بھیجا۔ (کشف الغمہ: ۲/۷۲)

شب زفاف میں منکوحہ کو مہر کے علاوہ کچھ ہدیہ پیش کرے

حضرت خیثمہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نکاح کیا تو کچھ سامان ان کو دیا قبل اس کے کہ کچھ (مہر سے) نقد ادا کرتے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۵۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ عورت منکوحہ کے پاس چلا جائے تاوقتیکہ پہلے اسے کچھ نہ دے دے۔ (الفت اور انس کے لئے) جو اس کے لئے خوشی کا باعث ہو خواہ مال ہو یا کپڑا ہو یا کوئی ہدیہ کا سامان یا انگوٹھی ہی اسے دے دے۔ (کشف الغمہ: ۲/۷۲)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ رخصتی سے قبل کسی شئے کا (خواہ مہر ہو یا الگ سے ہدیہ ہو) بھیج دینا مسرت اور الفت قلب کے لئے مندوب ہے۔ (فتح القدیر: ۳/۳۱۸)

بغیر مہر ادا کئے بھی رخصتی اور خلوت سنت سے ثابت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں عورت کو اس کے شوہر کے پاس پہنچادو قبل اس کے کہ وہ اسے کچھ (مہر یا ہدیہ بخششیں) ادا کرے۔ (فتح القدیر: /۳۱۸)

خیثمہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کی شادی کرادی، پھر اسے شوہر کے پاس بھیج دیا اور (اس وقت) کوئی مہر نہیں دلوایا۔ (ابن عبدالرزاق: ۶/۱۸۲، سنن کبریٰ: ۷/۲۵۳)

فَائِدَہ: عرب میں اس وقت عادت تھی کہ عقد کے بعد رخصتی یا خلوت سے قبل مہر خواہ پورا یا کچھ حصہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ اسی عادت اور عزت کی وجہ سے اس وقت ادائیگی کا مطالبہ ہی ہوتا تھا۔ اور آپ حکم بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی کو آپ نے رخصتی سے پہلے مہر ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے مال نہ ہونے کا عذر پیش کیا تو آپ نے سامان ''زرہ'' ہی کے ادا کرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں ''لان العادة عندهم كانت تعجيل بعض المهر قبل الدخول حتى ذهب بعض العلماء الا انه لا يدخل بها حتىٰ يقدم شيئا لها.''

(فتح القدير: ٣١٨)

ابن ہمام نے بیان کیا کہ رخصتی سے قبل ادا کرنا مندوب ہے، اور ادائیگی سے قبل رخصتی جائز ہے۔ جیسا کہ اوپر کی روایت سے معلوم ہوا۔ (فتح القدير: ٣/٣١٨)

طلاق کے بعد بھی مہر کا ادا نہ کرنا بہت بڑا گناہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے شادی کرے۔ اس سے ضرورت پوری کرے۔ اور طلاق دے دے اور اس کے مہر کو ادا نہ کرے۔ (اتحاف الخيره: ٤/٤٥٩)

فَائِدَہ: مہر دین اور قرض کی طرح ہے۔ جس طرح قرض کے ادا نہ کرنے کی وعید ہے اور آخرت میں اس کی سخت پکڑ اور مواخذہ ہے اسی طرح مہر کے متعلق بھی۔

گو جہلاء اور عوام کے نزدیک اس کی اہمیت نہیں، بیشتر حضرات تو مہر کو قرض اور واجب الادا سمجھتے ہی نہیں۔ موت ہو جاتی ہے مگر مہر کا مسئلہ حل نہیں کر پاتے ہیں۔

طلاق کی نوبت میں تو مہر کا ادا کرنا فی الفور واجب اور لازم ہو جاتا ہے۔ مگر طلاق کی نوبت کے بعد تو مہر کا نہ ادا کرنا لوگ اپنا کمال اور چالاکی سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ پھنس جاتے ہیں تو وعدہ کر لیتے ہیں، اور نہیں ادا کرتے۔ اسی طرح کچھ لوگ قسطوں میں ادا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں پھر دھوکہ دے دیتے ہیں۔ ایسے حضرات سن لیں۔ مہر ایک قرض ہے حق العبد ہے۔ قرآن پاک میں اس کی مردوں پر ادا کرنا لازم قرار دیا ہے۔ دنیا میں اگر نہیں دو گے مکر وفریب و دغا سے کام لو گے تو کل قیامت میں اس کے بدلے نیکیاں وہ بھی جو مقبول ہوں دینی پڑے گی۔ اگر نیکیاں نہ ہوں گی یا پوری نہ ہو سکیں گی تو ان کا گناہ تم پر لاد دیا جائے گا۔ پھر اس گناہ کے سبب دوزخ کی آگ میں جلد جائے گا۔ اس وقت سب چالاکی نکل جائے گی۔ لہٰذا اے مردو! بہر صورت بیوی کا مہر ادا کر دو۔ اور طلاق کے بعد تو بالکل مہر کا حساب صاف کر دو خواہ گھر کا سامان بیچ کر۔ یا اور کسی طرح تا کہ کل قیامت میں

خوفناک پکڑ سے بچ سکو۔

مہر کے متعلق چند فقہی مسائل

- اگر مہر دس درہم سے کم متعین کیا ہے تو بھی دس درہم جو موجودہ دور کے اعتبار سے دس درہم کے مساوی ہے واجب ہو جائے گا۔ (شامی: ۳/۱۰۲)
- جانبین سے مہر کی جو مقدار متعین ہو جائے شرعاً اس کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ (شامی: ۱۱)
- دونوں کے درمیان باہم ملاقات کی شکل پائی گئی۔ خلوت صحیحہ شوہر کو حاصل ہوگئی تو پوری مہر جو متعین کی گئی ہے ادا کرنا واجب ہے۔ (شامی)
- اگر خلوت صحیحہ نہیں پائی گئی تو متعین کردہ مہر کا نصف ادا کرنا شرعاً واجب ہوگا۔ (شامی)
- اگر شوہر کا نکاح کے بعد انتقال ہوگیا تب بھی مکمل مہر کی ادائیگی واجب ہو جائے گی۔ (شامی)
- اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی گئی تو متعین کردہ مہر کا نصف واجب ہوگا۔ (شامی)
- اگر نکاح کے وقت مہر کا کوئی ذکر نہیں کیا یا مہر کا انکار کر دیا تو بھی مہر لازم ہو جائے گا۔ اور ایسی صورت میں مہر مثل لازم ہوگا۔ (شامی)
- مہر مثل کی تعریف: والد کی خاندان کی دیگر عورتیں جو شکلی صورت وغیرہ میں اسی کے مثل ہوں ان کا جو مہر ہوگا وہی مہر مثل کہلاتا ہے۔ مثلاً ان کی بہنوں کا پھوپھیوں کا دادا کے خاندان کی عورتوں کا جو مہر ہو۔ خیال رہے کہ مہر مثل میں ان عورتوں کا اعتبار کیا جائے گا جو عمر، حسن جمال، عقل دین، وشرافت، شہر زمانہ حسن اخلاق علم وادب وغیرہ میں مماثلت ہو۔ (شامی: ۲/۱۳۸)
- مزید ان امور میں کسی محقق عالم اور مفتی سے رجوع کیا جائے۔ اسی طرح متعین شدہ مقدار سے کم بھی اپنی رضا سے لے سکتی ہے۔ خواہ شوہر اسے قبول کرے یا نہ کرے۔ (شامی، علم الفقہ: ۶/۷۷)
- اگر نابالغہ عورت کا باپ اس کی طرف سے مہر معاف کر دے تو صحیح نہیں۔ (علم الفقہ: ۶/۷۸)
- اگر مہر میں کسی ایسی چیز کا ذکر کیا جس میں اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ ہر قسم کا ہوتا ہے۔ اور قسم اور نوع اور صفت متعین نہیں کیا، مثلاً فریج، موٹر سائیکل، وغیرہ تو ایسی صورت میں متوسط اوسط درجہ کی چیز شرعاً مراد ہوگی۔

(الشامی: ۳/۱۲۷)

- اگر عورت کا مہر نکاح کے وقت متعین نہ کیا گیا تھا اس کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر سے باہم رضامندی کے کوئی مقدار مہر مقرر کرے چاہے قاضی کی عدالت میں ایسا کرے۔ (علم الفقہ: ۷۶)
- مہر اگر از قسم نقد ہو یعنی چاندی سونے کی قسم سے ہو تو یہ شوہر کو اختیار ہے چاہے چاندی سونا دے دے یا

اس کی قیمت دے دے۔ (علم الفقه: ۷۸) مگر قیمت اسی حساب سے دینا پڑے گی جو نکاح کے وقت اس کی تھی۔ (حاشیه علم الفقه: ۷۸) ہاں اگر سکہ رائج الوقت کہا تو موجودہ دینے کے دور میں جو قیمت ہوگی اسی کا اعتبار ہوگا۔ (مؤلف)

✧ مہر کی نیت سے اگر شوہر نے (کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ) کچھ دیا تو جتنا دیا اتنا مہر ادا ہوگیا۔ دیتے وقت عورت سے بتلانا ضروری نہیں کہ میں مہر دے رہا ہوں۔ (بهشتی زیور: ۱۱/٤، علم الفقه: ۸۳) لہٰذا عورت نے اسے ہدیہ سمجھ کر استعمال کرلیا پھر معلوم ہونے کے بعد کہا کہ مجھے کیوں نہیں دیتے وقت بتایا گیا تو عورت کو یہ حق اعتراض نہ ہوگا۔

جہیز کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل وسنن کا بیان

حضرت فاطمہ کو نہ حضرت علی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز دیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رقم سے جہیز کا انتظام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ابن حبان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی کے مہر کی رقم میں سے ایک مٹھی (کچھ) رقم لے کر حضرت بلال کو دیا اور فرمایا کہ خوشبو خریدلو اور جہیز (گھریلو سامان) خریدلو، چنانچہ اس سے رسّی کی بنی چارپائی، اور گدا جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا خریدلیا۔ (سبل الهدیٰ: ۴۱/۱۱)

فائدہ: چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی رقم نہیں تھی۔ جو چیز تھی اسے بیچ کر مہر کا انتظام کیا تھا۔ چونکہ آپ ہی نے حضرت علی کو وہ سامان دیا تھا۔ پھر آپ ہی نے وہ سامان بچوا کر شادی اور گھریلو سامان جو اس زمانہ کے اعتبار سے ضروری تھا انتظام کرنے کہا، چونکہ اب تک تو حضرت علی آپ ہی کے ساتھ آپ کے گھر میں رہتے اور کھاتے پیتے تھے۔ اب شادی کے بعد ان کا انتظام الگ گھر میں کرنا تھا۔ اور گھر الگ کرنے کے لئے کچھ گھریلو سامان چاہئے اس لئے آپ نے خود حضرت علی کے لئے گھریلو سامان خریدنے کا حکم دیا جسے جہیز کہا گیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جہیز کا سامان گھریلو گزر بسر کا سامان شوہر کے ذمہ یا شوہر کے ولی کے ذمہ ہے۔ لڑکی والوں کے ذمہ نہیں ہے۔ چنانچہ دیکھئے آپ نے اپنی رقم سے کچھ خرید کر نہیں دیا۔ بلکہ حضرت علی کی رقم سے خریدوایا۔ اگر آپ حضرت فاطمہ کو جہیز دیتے تو پھر تمام بیٹیوں کو دیتے۔ لہٰذا لڑکی والوں کا جہیز دینا خلاف سنت ہوا۔ سنت سے یہ طریقہ ثابت نہیں ہے۔

اور وہ جو بعض روایت میں ہے کہ آپ نے جہیز دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حضرت علی کو آپ نے حکم دیا تھا۔ حضرت بلال سے حضرت علی کی رقم سے انتظار کرایا تھا۔ اس امر کی وجہ سے آپ کی طرف نسبت کردی گئی۔

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ولی ہونے کی حیثیت سے دیا تھا۔ چونکہ آپ ہی کے پرورش میں تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس مستقل مالی حیثیت نہ تھی اس لئے آپ نے اس کا انتظام فرمایا۔ ایسے ہی جیسے لڑکے کا انتظام اس کے والد اور ولی کیا کرتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوگیا کہ لڑکی والوں کا جہیز نکاح کے موقعہ پر سنت نہیں ہے کہ بلکہ کافرانہ رسم ہے جو ماحول میں رائج ہوگیا اور جو چیز ماحول میں رائج ہوتی ہے

اس سے رکنا اور بچنا بہت مشکل اور صعب کٹھن ہوتا ہے۔ بہت مشکل اور صعب کٹھن ہوتا ہے۔ بس جہیز کو سنت قرار دینا سراپا نادانی اور جاہلیت ہے۔ پس اے مؤمنو! جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو اس کا ترک کر دینا ہی سعادت اور خوبی کی بات ہے۔ اگر اس میں دنیاوی فائدہ نظر آرہا ہو مردوں اور لڑکے والوں کو چاہئے کہ ابتداء خلوص دل سے اس کا انکار کر دیں۔

آپ ﷺ نے کسی بیٹی کو جہیز نہیں دیا جہیز سنت کے خلاف غیروں کی رسم نقل ہے

مسند ابو یعلی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خود منقول ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی سے جب خطبہ کیا تو ایک درع ''زرہ'' فروخت کیا۔ اسی طرح کچھ اور اپنا سامان فروخت کیا۔ جس کی قیمت ۴۸۰ ر درہم ہوئی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ دو تہائی سے خوشبو خرید ا اور ایک تہائی کا کپڑا۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/ ۳۸)

فائدہ: خیال رہے کہ بچپن سے حضرت علی آپ ﷺ کی پرورش میں اور گھر میں اور ہمیشہ ساتھ رہے۔ چونکہ ان کے والد ابوطالب اخیر تک کافر رہے۔ اور کفر پر انتقال ہوا۔ پس حضرت علی کا تمام انتظام داخلی اور خارجی آپ فرماتے اور آپ ہی کی زیر تربیت اور زیر ولایت بچپن سے جوان ہوئے۔ پس شادی بیاہ کا انتظام بھی آپ نے کیا اور کروایا۔ آپ نے ایک زرہ حضرت علی کو کسی موقعہ پر دیا تھا جو قیمتی تھا۔ اسی کو فروخت کر کے شادی کا انتظام آپ نے کرایا چنانچہ خوشبو اور اس کے متعلقات جو عربوں میں نکاح کے موقع پر رائج تھے کرایا اور کپڑے کا بھی انتظام حضرت علی نے اپنی رقم سے کیا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ شادی کے تمام انتظامات اور لڑکی کا کپڑا مرد کے ذمہ ہے اور مرد کا کپڑا یا جوڑا دینا سنت سے ثابت ہے۔

ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے ایک اونٹ فروخت کیا چار سو اسّی درہم میں تو آپ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا دو تہائی تو خوشبو میں لگالو اور ایک تہائی کپڑے میں خرچ لو (سبل الهدیٰ، ج۱۱، ص ۳۸)

ابن ابی خیثمہ اور ابن سعد کی روایت میں ہے علباء ابن احمر کی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے جو حضرت فاطمہ کو چار سو اسّی درہم (مہر معجّل) دیئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس رقم سے دو تہائی خوشبو اور ایک تہائی سے جوڑا خریدنے کا حکم دیا۔ (سبل الهدیٰ: ۳۸)

فائدہ: چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس رقم کے علاوہ کوئی رقم نہیں تھی، اور نکاح کا انتظام کرنا تھا۔ اور اسی انتظام کے لئے ایک روایت کے اعتبار سے زرہ ایک راویت کے اعتبار سے اونٹ اور ایک روایت کے اعتبار سے کچھ گھریلو سامان فروخت کر کے شادی کا انتظام کیا۔

آپ کو کسی بھی نکاح میں نہ بیوی کی جانب سے نہ ان کے والدین کی جانب سے جہیز ملا

خیال رہے کہ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں آپ ﷺ کے نکاح اور رخصتی اور بعض میں ولیمے کی

متعدد تفصیل مذکور ہیں۔ اور راویوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ ہر ہر خبر کو جو پیش آیا ہے بیان کیا ہے۔ مگر کسی روایت میں یہ درج نہیں کہ یہ سامان لے کر فلاں بیوی تشریف لائیں نہ بعد میں ان کے والدین نے بھجوایا۔ ان میں اکثر بیویاں ایسی تھیں جن کے والد نہایت مالدار، اور متمول لوگوں میں تھے۔ ان کی مالی حیثیت اچھی تھی۔

دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی، جہیز تو دور کی بات ولیمہ تک کی نوبت نہیں آئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق خوشحال تھے تنگدست اور غریب نہیں تھے۔ جائیداد اور زمین کے مالک، اپنی لاڈلی اور پیاری بیٹی کی شادی میں کیا دیا۔ ایک چار پائی اور ڈول بستر تک نہیں دیا۔

اسی طرح حضرت حفصہ کی شادی میں ان کے والد حضرت عمر فاروق نے کیا دیا۔ کچھ بھی نہیں دیا۔ جب کہ حضرت عمر بھی خوشحال لوگوں میں تھے۔ اسی طرح اور دیگر ازواج مطہرات کے نکاح کے موقعہ پر آپ کو کیا دیا گیا۔ اور وہ بیویاں اپنے والدین کے گھر سے کیا لے کر آئیں۔ ہم نے ازواج مطہرات کے بیان کے ذیل ہر ہر چیز کو جو تعلیم اور طریق اسوہ سے متعلق تھا بیان کیا ہے۔ دیکھئے کہیں اس میں سامان اور کسی بھی چیز کے لانے کا ذکر ہے۔ ہاں اس کا ذکر آپ ضرور پائیں گے کہ آپ نے نکاح کے موقعہ پر گھریلو سامان کا انتظام کیا اور دیا۔ اور یہ بھی فرمایا جس طرح اور جو چیزیں اور بیویوں کو دیا ہوں تم کو بھی دوں گا۔ چنانچہ اور بیویوں کی طرح آپ نے حضرت اُمّ سلمہ کو دو چکی، دو گھڑے، ایک تکیہ جن کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا دیا۔ (ابن سعد: ۸۸)

پس معلوم ہوا کہ آپ کو کسی نکاح میں کوئی جہیز نہیں ملا۔ پس جہیز کا نہ لینا سنت ہے۔ اور نہ دینا سنت ہے، بلکہ ایک رسم ہے جو غیر مسلموں سے مسلمان میں آئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نکاح کے وقت بیویوں کو جہیز (گھریلو سامان) دیتے تھے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ (آپ نے نکاح کے موقعہ پر ان سے کہا کہ) جس طرح میں تمہاری اور بہنوں (سوکنوں کو) دیا ہے تم کو بھی دوں گا۔ اس میں کچھ کمی نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے دو چکی، دو گھڑے، ایک تکیہ جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا دیا۔ (ابن سعد: ۸/۹۰)

ام سلمہ کے صاحبزادے حضرت عمر کی ایک طویل روایت میں ہے کہ انہوں نے جب (ولی بن کر اپنی والدہ اُمّ سلمہ کا) نکاح کرا دیا تو آپ نے فرمایا جس طرح اور تمہاری فلاں بہنوں کو (سوکنوں) کو دیا ہے وہ تم کو بھی دوں گا۔ تو ثابت (راوی) نے حضرت اُمّ سلمہ سے پوچھا فلاں فلاں کو کیا ملا تھا تو انہوں نے جواب دیا۔ فرمایا دو درہم جس سے وہ اپنے کو سنوارے یا (اپنی ضرورت پر خرچ کرے) اور دو چکی، ایک تکیہ (یا گدا) جس کا

بھراؤ کھجور کی چھالوں سے تھا۔ (سبل الھدیٰ: ۱۸۸)

ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ سے (نکاح کے موقع پر) کہا کہ جو میں نے فلاں (سوکنوں) کو دیا ہے وہ میں تم کو بھی دوں گا اس میں کمی نہ کروں گا .... آپ نے دو گھڑے جس سے اپنی ضرورت پوری کرے، چکی، اور گدا دیا جس کا بھراؤ کھجور کی چھالوں سے تھا۔

(صفۃ الصفوۃ: ۴۱/۲)

فَائِدَہ: دیکھئے ان روایتوں میں کیا، آپ ﷺ نے اس زمانہ کے اعتبار سے نہایت ہی سادگی کے ساتھ اپنی بیویوں کو شادی کے موقعہ پر اس زمانہ کی ضرورت کے اعتبار سے گھریلو سامان دیا۔ کوئی بیوی اپنے والدین کے گھر سے سامان لے کر نہیں آئی ہے۔

شریعت اور عقل فہم کا تقاضہ بھی یہی ہے شوہر گھر بسا رہا ہے۔ شوہر گھر کا مالک ہے۔ آنے والی عورت پر قیم اور نگراں ہوگا۔ جس کا گھر ہے جو گھر کا مالک ہے اس کے ذمہ گھریلو سامان ہے۔ عورت کو شوہر کے گھر کا نظام چلائے گی۔ تو جس کے گھر کا نظام چلائے گی اس گھر والے کا سامان ہوگا یا جو خدمت کرے گی اس کا سامان ہوگا۔

اسی وجہ سے عورت جو سامان لے کر آتی ہے وہ شوہر کا نہیں ہوتا ہے عورت اس کی مالک ہوتی ہے۔ مرد کے لئے گویا کرایہ یا عاریۃً کا سامان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب طلاق یا خلع وغیرہ سے جدائیگی ہوتی ہے تو عورت اپنا سامان لے کر چلی جاتی ہے۔ اور مرد کا گھر سامان سے ویران ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اے مردوں جہیز کی نہ لالچ میں رہو نہ مانگو بلکہ مرد کی حیثیت سے خود اپنے گھر کے سامان کا انتظام کرو۔ اس سنت کو جاری کرو۔ مٹی سنت کو جاری کرنے کا ثواب سو شہیدوں کے برابر ہے۔

جہیز شوہر کا حق ہے کہ وہ لڑکی کے والدین کا حق نہیں

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے (نکاح کے موقع پر فرمایا کہ جس طرح میں نے تمہاری اور بہنوں کو (سوکنوں) کو دیا ہے۔ (گھریلو سامان) اس طرح تم کو بھی دوں گا۔ چنانچہ آپ نے دو چکی، دو گھڑے، ایک تکیہ جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (ابن سعد: ۹/۸)

فَائِدَہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے نکاح فرمایا تو گھریلو سامان کا آپ نے اپنی رقم سے انتظام کیا۔

ہر بیوی کے لئے نکاح کے وقت اس کے گھریلو سامان کا انتظام فرمایا۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ شوہر عورت کو لاکر اپنے گھر بسا رہا ہے۔ اور اپنی ضرورت کے لئے ایسا کر رہا ہے تو اسی کے ذمہ گھر بسانے کے

سامان کی بھی ذمہ داری ہے۔اور حضرات انبیاء کے تمام امور عقل وشرع کے موافق ہوتے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ شوہر یا شوہر کے والد ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے گھر کے سامان کا انتظام کریں گے۔نہ کہ لڑکی والے گھریلو سامان جہیز مہیا کریں گے۔جیسا کہ ہمارے زمانہ میں غیر مسلموں کی یہ رسم رائج ہوگئی ہے۔

پس جہیز جسے دہیج کہتے ہیں یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف ہے۔جو ماحول میں اس درجہ رائج ہوگیا ہے کہ اسے لڑکی والوں کا دینا حق لازم سمجھا جاتا ہے۔معاملہ بالکل الٹ گیا۔یہ حق لڑکے والوں کا تھا کہ وہ عورت کے لئے اس کے گھریلو سامان مہیا کرے۔اور جہالت نادانی اور غیر مسلموں کے رسم کی وجہ سے لڑکی والوں کو دینا پڑا۔جو عقل اور شرع دونوں کے خلاف ہے۔چنانچہ اسی وجہ سے عربوں میں یہی طریقہ جاری ہے کہ لڑکے والے جہیز کا اور گھریلو سامان کا انتظام کرتے ہیں۔اور نکاح پر لڑکے والوں کے ہی اخراجات ہوتے ہیں۔جو غیر مسلموں کے رواج سے محفوظ ہونے کی دلیل ہے۔

مذہب اسلام میں جہیز کی شرعی حیثیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تربیت و پرورش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوئی۔وہ شروع ہی سے اپنے والد حضرت ابوطالب کے بجائے آپ کی خدمت میں رہے، آپ کے ساتھ آپ کے گھر میں بالکل مثل اولاد کے رہے۔بچپن سے جوانی، یہاں تک کہ آپ کی وفات تک آپ کی ہی ولایت اور ماتحتی میں رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ منورہ ہجرت کی تو عام مہاجروں کی آپ بھی فقر فاقہ اور تنگدستی میں گرفتار تھے۔حضرت علی کے پاس نہ کوئی مال تھا اور نہ کوئی سامان نہ کوئی مکان۔چنانچہ حضرت علی کے نکاح کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا اسے کچھ دے دو (مہر کے طور پر) چنانچہ حضرت علی نے فرمایا ما عندی شیء میرے پاس کچھ نہیں۔ (ابو داؤد: ۲۸۹، سنن کبریٰ: ۲۵۲/۷)

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زرہ حضرت علی کو دیا تھا۔اسی کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اسے فروخت کر کے نکاح کا ضروری سامان مہیا کرو۔چنانچہ انہوں نے اپنے مال سے شادی کا سامان فراہم کیا جیسا کہ اوپر گذرا۔

پس یہ معلوم ہوا کہ جہیز کا بالکل معمولی سامان تھا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال سے نہیں تھا اور اگر جیسا کہ بعض حضرات نے کہہ دیا ہے کہ نے حضرت علی کو گھر بسانے کے لئے والد کے قائم مقام مربی ہونے کی وجہ سے دیا تھا۔چونکہ وہ شروع سے آپ کے پاس پلے تھے۔اس سے بھی مروجہ جہیز کا ثبوت ہرگز نہیں ہوسکتا جو لڑکی والے اپنی لڑکی کو عیش کا سامان نہایت فراوانی سے دیتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کا جہیز بالکل ہندوانہ رسم ہے جس کا اپنانا منع ہے۔

خیال رہے کہ اسلام نے شادی کو سہولت اور نہایت ہی سادگی اور کم خرچہ کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے اس

کے خلاف بے برکتی اور انجام خیر سے محرومی ہے۔

شریعت نے نکاح کے فرائض سنن کو بیان کیا ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اس کے احکام کو بیان کیا۔ خود تمام نبیوں نے اس پر عمل کیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نکاح کیا۔ خیر القرون میں اس پر عمل ہوا لیکن موجودہ جہیز پر کسی نے عمل نہیں کیا۔ نہ کسی عالم فقیہ نے اسے نکاح کے ذیل میں بیان کیا۔ پھر یہ جہیز کی رسم مسلمانوں میں نہ انبیاء کے طریق سے نہ صحابہ وتابعین کے طریق سے بلکہ غیروں سے آئی، تو کیا غیروں سے آنے والی چیز کی اتنی اہمیت ہوسکتی ہے کہ اس کا سالوں پہلے سے انتظام کیا جائے۔

جس نبی نے نکاح میں کم سے کم خرچ کی تاکید کی نکاح کے ہر خطبہ میں یہ حدیث پڑھی جاتی ہے پھر اس شریعت ہی جہیز کی لعنت اور باراتی خرچہ کیسے آسکتا ہے۔ جس پر لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا صرفہ کم سے کم آتا ہے۔ یہ اس دور کی عظیم ترین قبیح اور منحوس مسلمانوں میں ہندوانہ راستے سے آئی ہے۔

قرآن نے جاہلیت کافرانہ رسم کے چھوڑنے کا حکم دیا ہے نہ کہ اسے گلے لگانے کا۔ چنانچہ اسی مسئلہ پر لکھی گئی ایک کتاب میں ہے

جہیز کی یہ بدعت جو کسی صورت میں سنت نہیں کہی جاسکتی اس قوم سے ہم مسلمانوں میں آئی ہے جس سے اسلام بری الذمہ ہے۔ یہ ہندو کلچر کی پیداوار ہے اور اسلام کے رخ زیبا پر ایک بدنما داغ ہے۔ یہ دولت کی وہ دیوی ہے جس کی عقیدت میں مسلم نوجوان غیروں کی طرح لٹو ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ زہریلا ناگ ہے جس کے ڈنک سے پورا مسلم معاشرہ جاں بلب ہے۔ ہندو دھرم اور ثقافت کے تناظر میں دیکھا جائے تو جہیز کا معاملہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے یہاں بیٹیوں کو وراثت میں حصہ دینے کا رواج نہیں اب جب کہ لڑکی کو بیاہ دے کر اپنے گھر سے جدا کر رہے ہیں تو جو کچھ میسر ہوا لڑکی کو ایک بہانے سے دے دیا۔ ان لوگوں کو کیا ہوگیا جو اپنے کو مسلمان کہتے نہیں تھکتے وہ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ان کے رسم کو دل و جان سے اپنا کر اپنی اسلامی تہذیب و ثقافت کا جز لاینفک بنائے بیٹھے ہیں اور عملاً خدا کے دین میں زیادتی کے مرتکب ہو کر لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔ (جهيز اور اسلام: ۴۲)

پس معلوم ہوا کہ جہیز جو موجودہ دور میں دیا جاتا ہے اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ خالص ہندوانہ کافرانہ رسم ہے جس کا دیکھا دیکھی مسلمانوں نے کرنا شروع کردیا۔ اور کافرانہ رسم اہل ایمان کے لئے منع اور ناجائز ہے۔ اسلامی تعلیم اور اصول کے مطابق یہ گھر بسانے والے شوہر یا اس کے گارجن کا حق ہے۔

جہیز شوہر کی ذمہ داری ہے

یہ مسئلہ خود حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے صراحتہً ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی

ہی کے مال چند سامان خرید وایا تھا تا کہ سادگی کے ساتھ گھر بسایا جا سکے گا۔

دراصل جہیز یعنی گھریلو سامان اور جملہ جائز بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری تو شوہر کی ہے جیسی اس کی مالی اور معاشی حالت ہوگی اسی کے مطابق انتظامات کی ذمہ داری عائد ہوگی۔ چنانچہ شوہر پر نفقہ واجب ہے۔ نفقہ کا مفہوم کھانے، پینے، رہنے سہنے، پہننے بچھانے کے ضروری اخراجات۔ کیا کھانے کے ضروری اخراجات میں برتن اور اس کے متعلق ضروری اشیاء رہنے سہنے کے لئے مکان اس کے ضروری اخراجات چارپائی بستر وغیرہ اور پہننے کے کپڑے وغیرہ سب حسب وسعت مالی داخل ہے۔ یہی سامان تو جہیز میں نہایت ہی مبالغہ کے ساتھ دیا جاسکتا ہے۔ تو جو ضروری سامان شوہر کے ذمہ تھا وہ لڑکی والوں سے لیا جانا اصول شریعت اور مزاج شریعت کے خلاف ہے۔ جو کارخانہ بنا رہا ہے۔ اس کے ذمہ کارخانے ضروری امور کا جمع کرنا ہوتا ہے۔ جو گھر بسا رہا ہے۔ اس کے ذمہ گھر بسانے کا سامان ہوگا۔ نہ کہ دوسرے کے ذمہ۔ اسی وجہ سے تو آپ ﷺ حق ادا کرنے والوں میں سب سے زیادہ حق ادا کرنے والے اور بے انتہا حسن سلوک کرنے والے، بے انتہا مال سائلین اور تمام لوگوں پر صرف کرنے والے مٹھی مٹھی بھر سونا ہدیہ کرنے والے اپنی نگرانی میں شادی ہونے پر تو ایسی وغیرہ کسی کو جہیز نہیں دیا۔ نہ غربت کے دور میں دیا اور نہ سہولت کے زمانہ میں دیا۔ کیوں اس وجہ سے کہ جہیز لڑکی والوں کو دینا حق شرع اور مقتضیٰ عقل دونوں کے خلاف ہے۔ اسی لئے بستر تکیہ وغیرہ کا شادی کے موقعہ پر آپ خود انتظام فرماتے۔ چنانچہ حضرت اُمّ سلمہ سے آپ نے کہا کہ جو اور بیویوں کو ہم نے دیا ہے وہ تم کو دوں گا۔ دیکھئے اس جملہ کو شوہر کی جانب سے ہو رہا ہے یا بیوی سے کہا اور مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

پس اے ایمان والو! معاشرہ کو فاسد مت کرو۔ جہیز کی رسم ملعون ادا کر کے اپنی شریعت کا مذاق مت اڑاؤ۔ نہ جہیز کا لڑکی والوں سے مطالبہ کرو کہ یہ حرام ہے۔ نہ امید رکھو کہ سنت اور قانون اور تہذیب اسلام کے خلاف ہے۔ پس شادی کرنے والا شوہر اور اس کے ذمہ دار حسب ضرورت گھریلو انتظام کریں اور اپنی ذمہ داری اور فرائض کو انجام دیں۔

مروجہ جہیز کی قباحتیں اور اس کے ناجائز ہونے کے وجوہات

موجودہ زمانہ میں رائج جہیز چونکہ اسلام سے وابستہ نہیں ہے نہ کتاب اللہ اور نہ کتاب السنۃ سے اس کا تعلق ہے۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نہ اس زمانہ میں تھا جس کے خیر پر ہونے کی آپ نے گواہی دی ہے۔ اس کی بنیاد ہی سہی نہیں۔ اس لئے شروع سے آخر تک یہ ناجائز اور ممنوع امور پر مشتمل ہے۔ اس کا کوئی گوشہ بلکہ آج کل رائج شادی کا کوئی چیز (سوائے خطبہ مسنونہ کے) ایسا نہیں جو ممنوع اور ناجائز ہے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور کا ولیمہ بھی قباحتوں اور کراہیتوں پر مشتمل ہے جس کا بیان ولیمہ کے ذیل میں ہے۔

''جہیز اور اسلام'' اس موضوع پر ایک بہترین رسالہ ہے اس میں ان قباحتوں اور ممنوعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جو مختصراً مذکور ہیں۔

❶ جہیز کی رسم دین میں تحریف اور اضافہ ہے۔ سب سے بدترین اور بھیانک نتیجہ جو جہیز اور تلک کی رسم کے اپنانے سے ہندوستانی مسلمانوں کے سماج میں عملاً پیدا ہوا وہ یہ کہ ملت حنفی میں ایک نئی بدعت کی داغ بیل پڑ گئی بدعت تحریف یا تاویل باطل اور دین میں اضافہ دونوں شکلوں میں رونما ہوئی۔ تحریف تو یہ ہوئی کہ تاویل باطل کا سہارا لے کر جہیز کو سنت رسول کا شاخسانہ قرار دیا گیا اور اضافہ یہ ہوا کہ ازدواجی زندگی کے اسلامی احکامات میں اسے ایک شرعی حکم کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ تلک کا معاملہ (نقدی رقم) تو اس سے بڑھ کر ایک کھلی رشوت کے طور پر ظاہر ہوا۔ یوں دونوں کی حیثیت خدا کی آخری شریعت میں کھلم کھلا زیادتی ہے۔ جب یہ دونوں امور بدعت ٹھہرے اور یقیناً صریح بدعت ہے تو پھر یہ گمراہی و بربادی کا راستہ قرار پائیں گے اور گمراہی کا انجام دوزخ ہے۔

❷ ریاکاری اور شہرت و نام و نمود۔ جہیز میں زیادہ سے زیادہ عیش و راحت کا سامان دے کر لوگوں نے یہ نام و نمود شہرت و ریا کا ارتکاب کیا جاتا ہے کہ دنیا والے دیکھیں اور کہیں کہ بہت سامان دیا اتنا تو فلاں کروڑ پتی نے بھی نہیں دیا۔ اسی ریا کی وجہ سے تو سامان باہر نکال کر لوگوں میں نمائش کی جاتی ہے ہر ہر سامان دکھایا جاتا ہے کیا رہا شہرت نام و نمود سے تعریف کا چاہنا یہ اسلامی تعلیمات مذہب اسلام کے امور ہیں۔ بالفرض یہ دینا نیک کام ہے۔ اچھا کام ہے۔ تو اس کے ساتھ شہرت جائز ہے۔ ہرگز نہیں۔ اسی شہرت و نام و نمود اور غریب ماں باپ کو بلا چھری کے ذبح کرنے کے لئے تو یہ عمل کیا گیا ہے کہ سامنے لائن سے لگا دیا ہے اور بعد میں دینے کے بجائے ابھی مجمع میں دیا جا رہا ہے بعد میں یہ مجمع کہاں ہوگا اور کون دیکھے گا؟

❸ کافروں فاسقوں سے مشابہت اور اس کے طریق کو اپنانا، آپ ﷺ نے فرمایا ''من تشبه بقوم فهو منهم.'' (ابو داؤد: ۵۵۹/۲، مشکوٰۃ: ۳۷۵)

جہیز میں فراوانی اور مبالغہ کے ساتھ عیش راحت کا لینا دینا اس کا مطالبہ کرنا اس پر فخر مباہات کرنا یہ طریق غیر مسلموں کا ہے۔ اس کا اپنانا اور اس کے طریق کو اختیار کرنا، مسلمان رہتے ہوئے کافروں کی مشابہت ہے۔ جو جن لوگوں کی طریق میں مشابہت کرے گا اس کا حشر انہیں کافروں کے ساتھ ہوگا کیسی سخت وعید ہے۔

❹ رشوت خوری .... یعنی جہیز کی فراوانی سے وہ لڑکی والوں کو ابھارتے ہیں کہ یہاں شادی کیجئے اتنا

اتنا ملے گا۔ ادھر وہ پوچھتے بھی ہیں کہ کیا کیا جہیز ملے گا کم سمجھ میں آتا ہے۔ تو زائد کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جدید قدیم علماء امت نے جہیز و تلک تحفہ سلامی (کا روپیہ) ڈیمانڈ (نقدی رقم) جوڑا گھوڑا (بہترین سواری) وغیرہ ناموں سے لڑکیاں اور لڑکے والوں کے درمیان جو لین دین ہوتا ہے اسے کھلم کھلا رشوت کہا ہے جس کا لینا دینا شرعاً حرام اور ناجائز ہے۔

❺ **اخلاق و معاشرت میں بگاڑ**......... جہیز کا تعلق چونکہ حظ نفس اور مال سے ہے جہیز کے واسطے سے لاکھوں کا سامان اس کے گھر میں آ جاتا ہے اور رہن سہن کا عیش حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا شرع سے آزاد لوگ ایسی جگہ تلاش کرتے ہیں۔ اور جہاں یہ خواہش پوری ہوتی ہے وہاں نسبت لگاتے ہیں۔ یہ فراوانی کا جہیز ہر شخص تو دے نہیں سکتا لہٰذا باوجودیکہ لڑکی شریف تعلیم یافتہ حسن سیرت وصورت کی حامل ہوتی ہے۔ بیٹھی رہ جاتی ہے یا مشکل سے کمتر میں شادی ہوتی ہے۔ ہر لڑکے کی نگاہ بلند بالا خواب دیکھتی ہے۔ نتیجہ نکلتا ہے نظام نکاح فاسد ہو جاتا ہے پس لوگ مجبوراً جہیز کے لئے حرام طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ ادھر عورتوں کا نکاح نہ ہونے کی وجہ سے ان کی عفت اور پاکدامنی پر بدنما داغ شروع ہو جاتا ہے۔ زنا اور مقدمات زنا کی نوبت آتی ہے۔ ملازمت اور ذریعہ معاش ڈھونڈھتی ہیں۔ بسا اوقات اپنی خواہش ناجائز طریقہ سے پوری کرتی ہیں۔ ادھر بے بیاہی لڑکیوں کی مقدار بڑھنے لگتی ہیں۔ چنانچہ لڑکیوں کی پیدائش پر رنج افسوس کیا جاتا ہے۔ اور ماں کے پیٹ میں پتہ چلنے پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ آج یہ نوبت اور معاشرہ کا فساد کیوں نمودار ہو رہا ہے آج شادی میں سہولت نہ ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کی پیدائش پر ملال کیوں اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے۔ (ماخوذ از جهیز اور اسلام)

❻ **مطالبہ سوال کرنا ہے جو حرام ہے**......... مال میں آدمی اعتدال کو کھو بیٹھتا ہے۔ جو سالوں کی کمائی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے وہ مفت ہی مل جاتا ہے۔ اس لئے جہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے پوچھا جاتا ہے، مانگ کیا جاتا ہے جو دیا جاتا ہے وہی بھی فریز، واشنگ مشین، ٹی وی، صوفا سیٹ، شاندار گاڑی، یا صاف کہتے ہیں موٹر سائیکل۔ یہ مانگنا حرام ہے اور رشوت کا مطالبہ کرنا ہے۔ لینے کا کوئی حق شرع نہیں تو مانگنا کیسے درست ہوگا۔ بلا ضرورت اور حق کے عیش اور تنعم کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔ اسی طرح دینا بھی حرام ہے کہ حرام پر تعاون ہے۔

❼ **مال کی بنیاد پر نکاح کا وبال**......... چونکہ یہ دیکھا جا رہا ہے کہ کتنا زیادہ اور قیمتی سامان جہیز میں ملے گا تو وہ مال کی بنیاد پر نکاح کرے گا۔ خواہ عورت غیر شریف غیر مہذب ہو اور اس سے گھریلو اور معاشرے کا نظام فاسد ہوگا۔ عورت کی گھریلو اور معاشرتی خوبی اور خاندان کی شرافت نہ دیکھے گا۔

❽ **غربت اور تنگدستی کا سبب** .... چونکہ جہیز میں حد درجہ مبالغہ اور اشیاء کی خریداری میں اسراف کیا جاتا ہے۔ اسراف اور گناہ میں مال خرچ کرنے کی وجہ سے مال میں بسااوقات تنگی اور کمی آجاتی ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے لوگ شادی کے بعد لامتناہی مالی پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

❾ **قرض کی نوبت** .... بسا اوقات رقم کم محسوس ہونے پر قرض لیا جاتا ہے۔ اور بلاضرورت قرض لینا منع ہے یہاں تک کہ بینک سے سودی رقم حاصل کی جاتی ہے جو حرام ہے۔

❿ **جہیز پر روپیہ خرچ کرنے پر ثواب کے بجائے گناہ** .... چونکہ یہ مروجہ جہیز کی شکل، رسم، بدعت، خلاف سنت رشوت اور دیگر ناجائز امور کا سبب ہے اس پر خدا کی نعمت مالی کا لگانا مال کی ناشکری بھی ہے۔ اور گناہ کا سبب بھی ہے۔ نام ونمود میں مال خرچ کرنا ہے۔ ظاہر یہ اس میں ثواب کہاں سے ہوگا اسلئے گناہ ہے لو مال بھی خرچ کیا اور گناہ بھی ہوا۔

جہیز کے متعلق اہم علم اہل بصیرت کی رائے

مولانا برہان الدین صاحب مدظلہ .... فرمائشی جہیز سے بڑھ کر قبیح اور شنیع بلکہ شرمناک ہے وہ رسم جو تلک کے نام سے بعض جگہ رائج ہے۔ (جیسے بہار اور حیدرآباد کے علاقے میں) جس میں بعض جگہ شوہر واقعی خریدا جاتا ہے یہ رسم تو ایسی حیا سوز بلکہ انسانیت سوز ہے کہ اس کی مذمت کے لئے الفاظ ملنا مشکل ہے اس کے خاتمے اور بیخ کنی کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں ...... مثلاً ایسی شادیوں کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

حضرت مولانا رابع صاحب مدظلہ .... اب جو جہیز لینے کی رسم چلی ہے اس میں شوہر کی طرف سے بیوی والوں پر باقاعدہ دباؤ ڈالا جاتا ہے جو کبھی تو کھلے طریقے سے اور کبھی تو دبے طریقے سے جہیز دو تو شادی ہوگی اسلامی رو سے نہ صرف یہ غلط طریقہ ہے بلکہ ناجائز ہے ...... افسوس کی بات ہے کہ عقد نکاح کے سلسلے میں شریعت کے احکام کی پرواہ نہیں کی جاتی تو اس طریقہ سے جو کنبہ بنتا ہے وہ اللہ کی ناراضگی کے ساتھ بنتا ہے۔

مولانا شہاب الدین ندوی .... آج ہندوستان میں غلط رواج چل پڑا ہے کہ لوگ اپنی بیویوں کا مہر تو ادا نہیں کرتے جو ایک شرعی حق ہے مگر ایک غیر شرعی مطالبہ (جہیز کا) کرتے ہوئے اس کو شریعت وقانون سے بھی زیادہ بڑا درجہ دے چکے ہیں۔ اس کے بھیانک اثرات سے خاندان ٹوٹ رہے ہیں اور معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔

مولانا مجیب اللہ صاحب مرحوم .... آج ہمارے ماحول میں بڑے سے بڑا جہیز کا مطالبہ کرنا ایک عام رواج ہو گیا ہے بارات میں اتنے آدمیوں کا جانا یا ہونا ضروری ہے ...... جہیز نے بالکل ہندوؤں کے تلک اور مطالبے کی شکل اختیار کر لی ہے...... یہ چیز زمین داری اور ہندوؤں کے اثر سے پیدا ہوتی ہے اور معاشرے کے لئے ایک فتنہ کی چیز بن گئی ہے۔

پروفیسر حیات خاں غوری .... جہیز کی اس رسم پر عمل کرنے والے لڑکے کے باپ ناجائز طریقہ سے فائدہ اٹھاتے ہی ہیں۔خود لڑکی کے باپ کو بھی اس کی پیدائش کے ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ دولت فراہم کرنے کی فکر ہو جاتی ہے۔ جائز راستوں سے تو اتنی کمائی ہوتی نہیں اس لئے لڑکی کا باپ مجبور ہو جاتا.......... کہ اس کے لئے ایسے چوردروازے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ جو سب کے سب حقیقت میں گناہ کے راستے ہیں۔

(جھیز اور اسلام: ۸۰)

چند مسلم خواتین کی رائے

اللہ پاک نے جن کو صحیح ذوق، اسلامی مزاج، شرع کی رعایت اسلامی تہذیب کی رعایت کا مزاج دیا ہے ان میں سے عورتیں بھی ایسی ہیں جنہوں نے مروجہ اور رائج جہیز کی شدید مخالفت کی ہے۔اسے ایک ناسور قرار دیا ہے۔ جسے آپریشن کی ضرورت ہے۔ان کی گذارشات بھی سنئے۔

ہندوستان کے مسلم معاشرے میں اب یہ مسئلہ انتہائی افسوسناک مسئلہ بن چکا ہے۔ جسے میں ایک صریح لعنت قرار دیتی ہوں .... عجیب بات ہے کہ رسم عورتوں کے لئے سم قاتل ہے۔ اور عورتیں ہی جہیز کے مطالبے میں پیش پیش رہتی ہیں۔اپنی لڑکی کو جہیز دیتے وقت آہ وبکا کرتی ہیں .... بہو پر امید کے مطابق جہیز نہ لانے پر اس کی شادی خانہ آبادی کو ناشادی اور خانہ بربادی میں بدلنے کی مساعی پیہم کرتی ہیں۔ بہرنوع جہیز جیسے ناسور کو ایک آپریشن کی اشد ضرورت ہے۔

محترمہ ہاجرہ نازلی کی رائے .... دیکھئے ایک دیندار معزز خاتون جہیز کی منحوسیت پر کس قدر عمدہ اور بہتر بات کہتی ہیں۔جس میں وہ مردوں سے بھی سبقت لے گئی ہیں۔ چنانچہ وہ جہیز کے متعلق لکھتی ہیں۔ جہیز تو ایسا ناسور بن گیا ہے جو رس ہی نہیں رہا ہے۔ بلکہ تعفن (سڑان بدبو) پیدا کرتا ہے۔ جہیز مانگنے والے منہ پھاڑ پھاڑ کر اور بے حیاء بن کر مانگتے ہیں اور دینے والے باقاعدہ نمائش لگا کر دیتے ہیں۔ محض نام ونمود کے خاطر یہ گناہ سر لیتے ہیں .... نہ مذہب اس کی تائید کرتا ہے نہ معاشرہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ کلثوم کو نہ کوئی سامان دیا نہ سیّد رقیہ کو...... اسی طرح حضرت سیدہ زینب کو بھی کوئی سامان نہ دیا۔ چونکہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کفیل تھے۔لہٰذا حضرت فاطمہ زہرا کو کھجور کی چھال کا گدا، چکی، اور پیالہ دینا پڑا کیوں کہ حضرت علی کے پاس تو گھر ہی نہ تھا سامان کو تو سوال ہی کیا تھا۔ اس کو جہیز سمجھنا قطعاً غلط ہے...... جب تک نوجوان لڑکے صحیح اسلامی ذہن ایثار، اور انسانیت نہیں پیدا کریں گے۔ اور لڑکیاں ایسے بے حمیت لالچی لڑکوں کا بائیکاٹ نہیں کریں گی یہ لعنت ختم نہیں ہوگی۔

ڈاکٹر نفیس جہاں .... دیکھئے اس جہیز کے متعلق کیا خوب بیان کرتی ہیں۔ اس رسم نے کروڑوں

ہندوستانی لڑکیوں کی زندگی تباہ و برباد کردی ہے...... یہ مرد کی شان کے خلاف ہے کہ وہ عورتوں کے ذریعہ کسی قسم کی منفعت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ لڑکیوں کے لئے والدین کا یہ ایثار کیا کم ہے کہ وہ انہیں پال پوس کر جوان ہونے کے بعد شوہروں کے حوالے کردیتے ہیں...... موجودہ زمانہ میں جہیز کی مانگ اتنی گراوٹ کو پہنچ چکی ہے کہ والدین کو اس رسم کے استیصال کے لئے باقاعدہ تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ (جهيز اور اسلام: ۸۲)

علاج اور بہتر شکل

جہیز کے نام ونمود اور شہرت میں عموماً مردوں کے مقابلہ عورتوں کا ذہن کام کرتا ہے، اس کے سلسلہ میں عورتوں کا ہی کردار اہم ہے۔ عورتیں ہی عموماً یہ فتنہ اختیار کرتی ہیں۔ اس لئے شادی میں عورتوں کے ہر امور میں خیال کی تائید نہ کی جائے۔ اور اس کی مخالفت کی جائے۔ حدیث پاک میں بھی (عورتو کے رسم امور کی) مخالفت کا حکم دیا ہے۔

حسب سہولت اگر بیٹی کو دینا چاہیں رسماً نہ دیں۔ شادی کے بعد حسب سہولت جو جو سامان بہتر سمجھیں دیتے رہیں۔ اس میں اولاد پر صدقہ کا ثواب بھی ہے اور رسم کے طور پر دکھاوے کے طور پر دینے میں ثواب تو کیا گناہ ہے۔ شادی حسب ضرورت وسہولت دیتے رہنا تعاون اور صدقہ ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے لوگ رسم ادا کرتے ہیں نہ کہ تعاون۔

رخصتی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ سنن وطریق مبارک کا بیان

نکاح پہلے اور رخصتی بعد میں کی جا سکتی ہے

حضرت جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ ہجرت کے دوسرے سال صفر کے ماہ میں آپ کی شادی ہوئی اور اس کے بعد ذی الحجہ میں آپ نے رخصتی فرمائی۔ یعنی ہجرت کے ۲۲ ماہ کے شروع میں۔

ابو عمر نے بیان کیا کہ معرکہ بدر کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ساڑھے چار ماہ بعد حضرت فاطمہ کی شادی ہوئی۔ اور نکاح کے ۷ ماہ بعد آپ کی رخصتی ہوئی۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/ ۳۷)

زرقانی میں ہے کہ نکاح کے ساڑھے سات ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ (زرقانی: ۲۰۳)

فائدہ: اس پر تو تمام ارباب تاریخ وسیر کا اتفاق ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے کچھ ماہ بعد رخصتی ہوئی ہے۔ نکاح کے بعد فوراً رخصتی نہیں ہوئی۔

البتہ نکاح کس ماہ میں اور کس وقت ہوا تھا۔ محرم، صفر، رجب اور رمضان کے مہینوں میں سے کسی ماہ میں ہوا تھا۔ مختلف اقوال ہیں جس میں تطبیق بظاہر مشکل ہے۔ ابن سعد نے بیان کیا کہ مدینہ تشریف لانے کے بعد نکاح ہوا۔ اور معرکہ بدر سے واپسی کے بعد رخصتی ہوئی۔ (زرقانی: ۳/ ۳۰۴)

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور رخصتی میں فصل کیا جا سکتا ہے۔ نکاح پہلے ہو جائے اور رخصتی چند ماہ یا چند سال کے بعد ہو تو نہ خلاف سنت ہے اور نہ کوئی قباحت ہے۔

چونکہ آج کے اس دور میں بے حساب نکاح اور رخصتی کے وقت رسوم اور جھمیلا کرتے ہیں شادی اور رخصتی کے درمیان فاصلے سے ان کو دو مرتبہ رسوم اور جھمیلے ادا کرنے پڑیں گے۔ جو ظاہر ہے پریشانی کی بات ہے۔

اگر رخصتی میں تاخیر سے کسی نامناسب بات یا فتنہ کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ رخصتی نکاح کے ساتھ ہی کر دی جائے۔ تاہم شریعت کے دونوں کی اجازت دی ہے۔ آپ سے دونوں طریقہ ثابت ہے۔ حسب موقعہ جو بہتر سمجھے اس پر عمل کرتے تاہم رسوم اور جھمیلے سے پاک رکھے تاکہ برکت ہو۔

باپ بیٹی کو رخصتی کرتے وقت اور حوالہ کرتے وقت کیا دعا دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل روایت میں جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی رخصتی وغیرہ کا بیان ہے ذکر کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا اٹھو جاؤ اپنے گھر اور یہ دعا دی "جمع اللّٰہ بینکما و بارك فی سرکما و اصلح بالکما." (ابن عبدالرزاق: ۴۸۹/۵)

فائدہ: رخصتی کے وقت یہ دعا دینی سنت ہے۔

رخصتی اور حوالہ کرتے وقت دونوں کو دعا دیتے رہنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (رخصتی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وقت) غور سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے لئے خاص کر کے دعا کرتے رہے کسی اور کو نہیں شریک کر رہے تھے (یعنی صرف حضرت فاطمہ اور حضرت علی کے لئے) جہاں تک کہ دونوں حجرے میں داخل ہونے سے چھپ گئے۔ (ابن عبدالرزاق: ۲۸۹/۵)

فائدہ: رخصتی اور داماد کو حوالہ کرتے وقت آپس میں خوشگوار تعلقات کی اور دین دنیا کی بہتر دعائیں دیتا رہے یہاں تک کہ وہ ان کا سامنا اور مواجہہ سواری وغیرہ پر چڑھ جانے کی وجہ سے ختم ہو جائے ادھر ادھر کی باتیں نہ کریں نہ روئے دھوئے بلکہ دعائیں دے یہی سنت طریقہ ہے۔ اسی میں ہر ایک کی بھلائی ہے۔

بیٹی کو رخصت کرتے وقت یہ دعا اور عمل کرلے تو بہتر ہے

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمادی تو فرمایا ابھی حضرت علی فاطمہ کے پاس نہ آئیں تاوقتیکہ میں نہ آجاؤں۔ (یعنی رخصتی نہ ہو جائے) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اس میں آپ نے دست مبارک دھویا (ڈالا) [ایک روایت میں ہے کلی کیا] حضرت علی کو بلایا وہ سامنے بیٹھ گئے یہ پانی ان کے سینے پر اور دونوں کندھوں پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ کو بلایا ...... یہی پانی ان پر بھی چھڑکا۔ (ان کے سینہ پر جیسا کہ دوسری روایت میں ہے) اور فرمایا واللہ میں نے اپنے خاندان میں بہتر سے تمہارا نکاح کر دیا۔ (طبقات ابن سعد: ۲۴/۸)

طبقات ابن سعد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب رخصتی کی شب آئی تو آپ نے فرمایا ابھی ٹھہرے رہنا جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ (یعنی فاطمہ سے ملاقات کو روکے رکھا) پھر آپ نے پانی منگوایا۔ وضو کیا پانی حضرت علی پر چھڑکا، اور یہ دعا کی "اللھم بارك فیھما و بارك علیھما و بارك لھما فی نسلھما"

ترجمہ: اے اللہ دونوں میں برکت دونوں پر برکت عطا فرما اور ان دونوں کی اولاد میں برکت عطا فرما۔

(طبقات: ۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھے شادی کے بعد آپ ﷺ نے بلایا پھر پانی منگوایا۔ اس میں کلی کیا، پھر حضرت علی کے پہلو پر دونوں کندھے کے درمیان پانی چھڑکا اور "قل ھو اللّٰہ احد، قل اعوذ برب الفلق"، اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھا اور فرمایا اپنے گھر کے بہتر سے میں نے تمہارا نکاح کیا۔

(تاریخ خمیس: ۱/۴۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا پانی لاؤ۔ چنانچہ وہ گئی اور پانی لے کر آئی۔ آپ نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور فرمایا کھڑی ہو جاؤ۔ اس کے سر اور سینے پر پانی چھڑکا۔ اور یہ دعا دی۔ "اللھم انی اعیذھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم" پھر پانی منگوایا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ ان کے سر پر، سامنے، اور دونوں کندھوں کے درمیان۔ یہ دعا پڑھی اور چھڑکا۔

(سبل الھدیٰ: ۱۱/۴۳)

اور ذخائر العقبیٰ کے حوالہ سے تاریخ خمیس میں اس طرح ہے کہ (رخصتی کے وقت) حضرت اُمّ ایمن حضرت فاطمہ کو ساتھ لے کر آئیں اور گھر کے ایک طرف بیٹھ گئیں۔ اور حضرت علی دوسری جانب تھے.......... آپ تشریف لائے اور آپ فرما چکے تھے میرے آنے کا انتظار کرنا) اور حضرت فاطمہ سے فرمایا پانی لاؤ وہ گھر کے پیالہ کی طرف گئیں اور پانی لے کر آئیں آپ نے پانی لیا اور اس میں لعاب دہن ڈالا۔ اور کہا آگے آؤ۔ وہ آگے آئیں آپ نے ان کے سر پر اور سینہ پر پانی چھڑکا۔ اور یہ دعا پڑھی:

"اللھم انی اعیذھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم" پھر فرمایا پشت کرو وہ پیچھے ہوئیں۔ پھر آپ نے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھڑکا۔ اور یہ دعا کی "اللھم انی اعیذھابك و ذریتھا من الشیطان الرجیم"

پھر آپ نے فرمایا پانی لاؤ...... چنانچہ پھر پیالہ لایا آپ نے پانی لیا اور اس میں لعاب دہن ڈالا اور اسی طرح کیا جس طرح حضرت فاطمہ کے ساتھ کیا۔ اور اسی طرح دعا کی۔ پھر فرمایا جاؤ اپنی بیوی کے پاس "بسم اللّٰہ والبرکة."

(ابو حاتم، مسند احمد، تاریخ خمیس: ۴۱۱)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا قدر مشترک یہ نکلا کہ شب رخصتی میں ملنے سے پہلے یا رخصتی کے وقت جب جانے لگے تو دلہا دلہن کو ایک کمرے میں بلائے۔ وہاں ایک پیالہ میں پانی منگا کر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اولاً دلہا کے سر اور کندھے کے درمیان چھڑکے۔ اور یہ دعا "اللھم انی اعیذھا بك" پڑھے پھر دوسرے پیالہ میں پانی منگوائے۔ اسی طرح تینوں سورہ پڑھے۔ اور دلہن لڑکی کے سامنے کی طرف اور سر کی طرف چھڑکے اور یہ دعا "اللھم انی اعیذھا بك" پڑھے اور پھر کہے جاؤ "بسم اللّٰہ و البرکة" خواہ یہ عمل اپنے گھر یا

لڑکے کے گھر ملاقات سے پہلے کرے جو آسان ہو اس سے انشاء اللہ عافیت اور برکت رہے گی۔

بیوی سے پہلی ملاقات پر ایک مسنون عمل و دعا

حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی عورت سے ملے تو اس کی پیشانی سر کے آگے کے بال پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے:

"اللهم انی اسئلك من خيرها و خير ما جبلت عليه و اعوذبك من شرها و شر ما جبلت عليه." (ابن ماجہ: ۱۳۸، ابوداؤد: ۲۹۳)

اے اللہ میں اس کی بھلائی اور جس بھلائی پر یہ پیدا کی گئی ہے سوال کرتا ہوں اور اس کی برائی سے اور جس برائی پر یہ پیدا کی گئی ہے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم شادی کرو۔ اور رخصتی کی رات ہو تو دو رکعت نماز پڑھو اور بیوی کو بھی حکم دو کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے۔ اس سے اللہ پاک گھر میں خیر و برکت پیدا فرمائے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ جب رخصتی ہو، بیوی مرد کے پاس آئے تو مرد دو رکعت نماز پڑھے اس کے پیچھے اس کی دلہن کھڑی ہو جائے اور (نماز سے فارغ ہونے پر یہ دعا پڑھے)

اللهم بارك لى فى اهلى و بارك لاهلى اللهم ارزقهم منى و ارزقنى منهم اللهم اجمع بيننا ما جمعت فى خير و فرق بيننا اذا فرقت الى خير.

اے اللہ ہماری بیوی میں اور بیوی کے لئے برکت عطا فرما۔ اے اللہ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے فیض و نفع عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں خیر پر جمع فرما اگر جدائیگی ہو تو خیر پر ہی جدائیگی ہو۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۴)

فائدہ: شب رخصتی میں آج کل کے دور میں بڑے جھمیلے اور بڑی رسم و رواج کی باتیں ہوتی ہیں۔ موقعہ اور وقت نکال کر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کر لی جائے تو انشاء اللہ پوری زندگی خیریت و عافیت محبت و الفت کے ساتھ گذرے گی۔ اگر اس کا موقع نہ ہو تو اوپر والی دعا سر کے بال پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لے۔ بعد میں جو آپسی نامناسب باتیں ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے ہر ایک کو پریشانی ہوتی ہے۔ اس سے قدرے حفاظت کی امید ہے۔

بیوی سے ملنے کے وقت یہ دعا پڑھ لینی سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بیوی کے پاس آؤ تو یہ دعا پڑھو:

بسم الله اللهم جنبنى الشيطان و جنب الشيطان ما رزقتنا.

اللہ کے نام سے اے اللہ مجھے شیطان سے بچائیے اور جو آپ نوازیں ان کو بھی شیطان سے بچائیں۔
(اس دعا کی برکت سے) جو اولاد ہوگی شیطان کے ضرر سے اس کی حفاظت ہوگی۔ (بخاری: ۷۷۶، ابوداؤد: ۲۹۳، ترمذی: ص ۲۰۷، مسند احمد بلوغ الامانی: ۲۱۶، ابن ماجه: ۱۳۸، سنن کبریٰ: ۱۴۹)

شب عروسی کی صبح میں ہدیہ بھیجنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی، بیوی کے پاس تشریف لے گئے، حضرت انس کہتے ہیں میری والدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے حلوہ بنایا، میں اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا (نسائی: ۹۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب (بنت جحش) سے شادی کی تھی، تو مجھ سے حضرت اُمّ سلیم نے کہا کاش میں کوئی ہدیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی۔ (یعنی میں بنا دیتی کوئی لے جا کر پیش کر دیتا) حضرت نے کہا ٹھیک ہے۔ بنادو۔ چنانچہ انہوں نے کھجور، گھی، پنیر لیا، اور ایک پتیلی میں حلوہ بنایا۔ اور اسے میرے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ (بخاری: ۲/۷۷۵)

فائدہ: خوشی ومسرت کے موقعہ پر کسی کا ہدیہ بھیجنا یہ عرب میں رائج تھا، چنانچہ شادی کے موقعہ پر رخصتی کے بعد لوگ اچھے قسم کا کھانا بنا کر ہدیۃً بھیجا کرتے تھے۔ اسی کا ذکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش سے جب شادی کی تو عربوں کے ماحول کے موافق حضرت اُمّ سلیم نے ولیمہ کے موقعہ پر شب عروسی کی صبح میں اس عہد کا اچھا مشہور حلوہ بنا کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔

ہمارے دیار میں چونکہ ولیمہ کے موقعہ پر خود نکاح کرنے والا عمدہ کھانے کا انتظام کرتا ہے، اسی لئے ان کے پاس اور ان کے گھر بھیجنے کا رواج نہیں ہے۔ تاہم ایسے موقعہ پر مٹھائی شیرینی وغیرہ کوئی شخص ہدیۃً دے تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

شوہر بیوی کی خلوت کی باتوں کو بیان کرنا سخت منع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بدترین خیانت گناہ یہ ہے کہ مرد عورت سے ملے اور عورت مرد سے ملے اور پھر اپنی راز کی بات لوگوں سے کہے۔

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کچھ مرد کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ (آپ کو کشف ہوگیا) فرمایا شاید یہ آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کیا کیا۔ اور شاید یہ عورت بتا رہی ہے کہ اس کے مرد نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ (وطی اور ملنے کی بات) لوگ یہ سن کر خاموش رہے۔ تو میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول ہاں یہ ایسا کہہ رہی تھی اور کہہ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز ایسا مت کرو۔

پس یہ ایسا ہی ہے جیسے شیطان کسی شیطانہ سے کھلے عام راستہ میں ملے اور لوگ دیکھیں۔

(مجمع الزوائد: ۲۹۷، بلوغ الامانی: ۱۶/۲۲٤، ابو داؤد: ۲۹٦)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عورت و مرد کے درمیان جو خلوت میں تنہائی میں، جماع وطی کے وقت کچھ احوال اور باتیں ہوتی ہیں اسے دوسرے کے سامنے بیان کرنا کہ میں نے ایسا کیا اس نے ایسا کیا شدید بے حیائی ہے۔ آپ ﷺ نے اسے سختی سے منع کیا ہے۔ بعض بے حیا مرد اور عورت کچھ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ حد درجہ بے حیائی کی وجہ سے شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ یہ باتیں جہاں شرع کے خلاف ہے وہاں عقل اور شرافت کے بھی خلاف ہے۔

رخصتی شروع دن میں بھی مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سے میرا نکاح ہوا میری والدہ آئی اور مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ آپ ﷺ سے میری ملاقات چاشت کے وقت ہوئی۔ (بخاری: ۷۷۵)

فائدہ: عموماً لوگ رخصتی ایسے طور پر لازم سمجھتے ہیں کہ رات میں باہم ملاقات ہوجائے، اسی وجہ سے عرف میں شب زفاف، شب عروسی، پہلی رات کہتے ہیں، یہ زعم و خیال صحیح نہیں ہے۔ دن میں بھی ہوسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی دن میں ہوئی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ”فی بیان جواز دخول الرجل علی امرأته بالنهار و لا يختص بالليل.“

(فتح الباری: ۲۳٤/۹، عمدة القاری: ۱٤۸/۱۹)

اسی طرح امام بخاری نے البناء بالنہار باب قائم کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ رخصتی اور دلہن سے ابتدائی ملاقات کا وقت دن بھی ہے۔ رات ہی لازم نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کتنی سادی ہوئی تھی

طبقات بن سعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خود مروی ہے کہ میری والدہ آئیں میں لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی میرا ہاتھ پکڑا اور گھر لے گئیں۔ مجھے سنوارا، اور مجھے حضور پاک ﷺ کے پاس پہنچا دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ میں جھولے پر کھیل رہی تھی بال (کھلے تھے) مجھے سنوارا، اور آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیا۔

(ابن سعد: ۵۹/۸)

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میرا نکاح حضور پاک ﷺ سے ہوا۔ میری والدہ آئیں اور مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ (یعنی رخصتی ہوگئی) چاشت کے وقت آپ ﷺ کا دیدار ہوا (بخاری: ۷۷۵)

والدین کی جانب سے لڑکی کو زیور دینا

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رخصت فرمایا تو ایک ہار دیا تھا۔ (ابن سعد: ۳۱/۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے مالی فدیہ بھیجا تو حضرت زینب نے حضرت ابوالعاص کو قید سے چھڑانے کے لئے وہ ہار (قیمتی) بھیجا جسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے موقعہ پر حضرت زینب کو دیا تھا۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی۔

(مجمع الزوائد: ۲۱۷/۹)

فائدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت زینب کو رخصتی کے موقعہ پر ایک قیمتی ہار دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور رخصتی کے موقعہ پر ہار اور زیور وغیرہ حسب استطاعت دینا بہتر اور سنت سے ثابت ہے۔ چونکہ عورتوں کے لئے یہ باعث زینت ہے۔ اور عورتوں کو زینت کا حکم ہے۔ مزید وقت ضرورت یہ کام آنے کی چیز ہے۔ دیکھئے حضرت زینب کو وقت پر کام دیا کہ نہیں۔ اسی طرح آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی رخصتی کے وقت زیور سے آراستہ کر کے بھیجا تھا۔

شادی میں دلہن کے لئے اچھے کپڑے کا کسی سے لے کر پہنانا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہار مانگا تھا۔ جو گم ہوگیا تھا۔ مختصراً۔ (بخاری: ۷۷۶/۲)

فائدہ: عورتیں عموماً چاہتی ہیں کہ شادی بیاہ میں اچھے عمدہ کپڑے پہن کر جائیں۔ اسی طرح ہار زیور وغیرہ۔ اگر کسی کے پاس عمدہ کپڑا نہ ہو ہار یا زیور وغیرہ نہ ہو تو دوسری عورت سے مانگ کر پہن کر جاسکتی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل سے ایسا کرنا جائز ثابت کیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگائے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کے پاس ایک ہار بھی نہیں تھا نہ آپ نے بنوا کر دیا اور نہ صدیق اکبر نے ہی بنوا کر دیا۔ یہ نہ ہونا غربت اور تنگدستی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ زہد، دنیا سے بے رغبتی، سادگی، کی وجہ سے تھا۔ نہ شوہر مبارک نے اس کی ضرورت سمجھی اور نہ والد محترم نے، اور اس کے مقابلہ میں آج کے دور میں آپ امت کے عیش پرستی، فیشن اور اسراف کا مشاہدہ کرلیں تو اندازہ ہوجائے گا کہ اسوہ نبی سے کس قدر یہ امت دور ہوگئی ہے۔ اسی وجہ سے آخرت کے اعمال کی اہمیت جاتی رہی، اور سب کچھ دنیا ہی ہوگئی۔ اللہ ہی حفاظت فرمائے۔

لڑکی کو شادی کے بعد اپنے گھر میں بسانا اور رکھنا بہتر نہیں

حضرت یحییٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو ایک سال یا اس سے زیادہ حضرت ابوایوب انصاری کے مکان میں قیام رہا پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت فاطمہ سے

فرمادی تو آپ ﷺ نے فرمایا اے علی تم اپنا مکان تلاش کرلو۔ چنانچہ حضرت علی نے ایک مکان تلاش کرلیا جو آپ ﷺ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔ (ابن سعد: ۸/۲۲)

فائدہ: اپنی لڑکی کو نکاح کے بعد اپنے گھر میں رکھنا بہتر نہیں۔ اس کے لئے الگ گھر یا کمرہ اور غسل خانہ وغیرہ کا انتظام ہو۔ تاکہ شوہر بیوی ایک دوسرے کے ساتھ آزادی اور سہولت کے ساتھ خوشگوار زندگی گذار سکیں ایک ہی گھر میں لڑکی اور داماد کا رکھنا فتنہ فساد اور لڑائی جھگڑے کا گھر ہوتا ہے۔

دیکھئے آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے نکاح ہوجانے پر الگ گھر ڈھونڈنے کہا اور الگ ڈھونڈھ کر اپنا انتظام بھی کرلیا۔ اسی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے جو گھر ڈھونڈھا تا وہ دور تھا۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ گھر قریب ہو۔ میں تم کو وہاں سے منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت حارثہ بن نعمان کو پتہ چلا تو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ! مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وہاں سے اپنے قریب منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ سو میرا یہ مکان حاضر ہے۔ محلّہ بنی نجار میں سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ مزید کہا میں اور میرا مال سب اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جو آپ مجھ سے قبول فرمائیں گے وہ میرے نزدیک بہتر ہے جو اس سے آپ چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا تمہیں برکت دے۔ اور آپ نے حضرت فاطمہ کو حارثہ کے گھر منتقل کرلیا (جو قریب تھا)

پس اس سے معلوم ہوا کہ گو قریب اور بغل میں رکھے مگر کمرہ اور خانگی انتظام الگ رکھے، تاکہ تعلقات آپس کے خراب نہ ہو۔

لڑکی کی رخصتی کیساتھ کسی مانوس عورت کو ساتھ بھیجنا مسنون ہے

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (صدیق اکبر کی زوجہ محترمہ) کی روایت میں ہے کہ (حضرت فاطمہ کی رخصتی کے موقعہ پر) مجھے پردہ کے پیچھے سے دیکھ کر پوچھا کون ہو؟ میں نے کہا اسماء آپ نے فرمااا اسماء بنت عمیس میں نے کہا جی ہاں۔ اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے فرمایا تم یہاں (رخصتی کی کسی ضرورت) کی وجہ سے آئی ہوگی۔ اسماء نے کہا جی ہاں اور پھر رخصتی کی رات لڑکی کو کسی عورت کی ضرورت پڑتی ہے جو اس کے قریبی رشتہ دار ہو کوئی ضرورت (پاخانہ پیشاب اور دیگر کھانے پینے دوا وغیرہ کی) پڑجائے تو اس سے کہہ کر وہ پوری کرے چنانچہ اس پر آپ نے حضرت اسماء کو دعا دی اور فرمایا تم معتبر ہو۔ (یعنی حضرت فاطمہ کے ساتھ ان کو رخصتی کے موقعہ پر بھیجا) (مجمع الزوائد: ۹/۲۱۳، سبل الهدیٰ: ۱۱/۴۳)

فائدہ: منکوحہ چونکہ اجنبی گھر میں پہلی مرتبہ جاتی ہے اس کے لئے رخصتی کرتے وقت ایسی عورت کو جس سے

منکوحہ کو انس اور تعلق ہو یا قریبی رشتہ دار ہو بھیجنا سنت سے ثابت ہے۔ چونکہ منکوحہ شرم وحیاء کی وجہ سے اپنی کسی ضرورت کو پوری نہ کر سکے گی۔

یہ عورت رہے گی تو وہ اپنی ضرورت کا اظہار کر کے اپنی ضرورت پوری کرے گی۔ مزید ابھی پہلی مرتبہ نئی جگہ گئی ہے۔لہٰذا کوئی مانوس عورت اس کے ساتھ رہے تاکہ اس کا دل نہ گھبرائے۔ چنانچہ حضرت اسماء نے اس ضرورت کا مشورہ بھی دیا اور اپنے آپ کو پیش کیا۔جس پر آپ نے ان کو دعا بھی دی۔اور اس کے لئے مامور بھی کیا۔

حضرت اسماء شادی شدہ کچھ عمر والی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ نئی عمر والی عورت کو یا کنواری عورت کو یا سالی وغیرہ کو بھیجنا بہتر نہیں ہے اس کے بجائے ضرورت پوری ہونے کے فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

رخصتی کے وقت لڑکی کو سنوارنا اچھے کپڑے سے آراستہ کرنا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ (رخصتی حضرت فاطمہ کے وقت) آپ عورتوں میں تشریف لے گئے، اور فرمایا میں نے اپنی صاحبزادی کا نکاح اپنے چچا کے لڑکے سے کر دیا اور تمہیں اس کا مرتبہ (محبت کا) میرے نزدیک جو ہے وہ تم لوگوں کو معلوم ہے اور میں اب ان کی رخصتی کرنے والا ہوں لو ان کو لو۔ پس عورتیں کھڑی ہوئیں اور ان کو خوشبو وغیرہ سے آراستہ کرنے لگیں۔اور کپڑے پہنانے لگیں اور ان کو زیور سے آراستہ کرنے لگیں۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/۴۳، مجمع الزوائد: ۹/۲۱۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ رخصتی کے وقت دلہن کو سنوارنا اچھے کپڑے میں ملبوس کرنا زیور سے آراستہ کرنا، بالوں کو سنوارنا، یہ سب مستحسن بہتر اور سنت سے ثابت ہے۔اس کے لئے عورتوں کا جمع ہو کر ان امور کو انجام دینا درست ہی نہیں بہتر ہے۔ باقی مردوں دلہا کا آراستہ ہونا، نئے کپڑے پہننا، اور زینت کے امور اختیار کرنا یہ رسم ہے۔کسی بھی روایت سے مردوں کا نئے کپڑے میں ملبوس ہونا۔ نہ عقد نکاح کے وقت ثابت ہے اور نہ رخصتی کے وقت۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی و رخصتی کے موقعہ پر نیا کپڑا پہنا ہے اور نہ کسی صاحبزادی کی نکاح میں ہونے والے داماد کو نئے کپڑے میں ملبوس کیا ہے۔اور نہ حکم دیا ہے۔اور نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نکاح میں اس کا سراغ ملتا ہے۔

پس مردوں کے لئے عقد مسنون کے وقت نئے جوڑے اور نئے کپڑے کا اہتمام خلاف سنت اور غیروں کی رسم ہے۔لہٰذا بہتر ہے کہ یومیہ جو کپڑے پہنے جانے چاہئیں انہیں کپڑوں میں نکاح ہو۔

ولیمہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور تعلیمات کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے والے کو ولیمہ کا حکم اور اس کی ترغیب فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو ان پر زردی کا نشان تھا۔ (جو اس زمانہ میں شادی کی علامت تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ انصار کی ایک عورت سے شادی کی۔ آپ نے پوچھا کیا مہر ادا کیا۔ کہا گٹھلی کے برابر سونا۔ آپ نے فرمایا ولیمہ کرو۔ خواہ ایک بکری ہی سہی۔ (بخاری: ۲/۷۷۷، سنن کبریٰ: ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا نکاح کرلیا کیا۔ کہا ہاں۔ پھر پوچھا ولیمہ کرلیا۔ کہا نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گٹھلی کے مثل ان کی طرف پھینکا اور فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے سہی۔ (فتح الباری: ۹/۲۳۵)

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جب حضرت علی کا نکاح حضرت فاطمہ سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا شادی کے موقعہ پر ولیمہ تو ضروری ہے۔ (بلوغ الامانی: ۱۹/۲۰۵، فتح الباری: ۹/۲۳۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ حق اور سنت ہے۔ (فتح الباری: ۹/۲۳۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کی تو مینڈھے کا ولیمہ کیا اور لوگوں کو مدعو کیا۔

(کشف الغمہ: ۲/۷۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی میں ولیمہ ضروری ہے۔

(کنز العمال: ۱۶/۳۰۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعوت ولیمہ کرنا حق ہے۔ جس نے اسے قبول نہیں کیا اس نے خدا رسول کی نافرمانی کی۔ (بیہقی، کنز العمال: ۲۱/۳۰۷)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے دعوت ولیمہ کی بڑی تاکید اور ترغیب معلوم ہوتی ہے۔ جہاں آپ کو شادی کا علم ہوتا فرماتے ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سہی۔

دعوت ولیمہ کا فقہی حکم .... چونکہ آپ ﷺ نے بیشتر موقعہ پر صیغہ امر سے ولیمہ کی ترغیب دی ہے اس لئے ایک جماعت اسے واجب ایک جماعت سنت موکدہ اور ایک جماعت مطلق سنت و مستحب قرار دیتی ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں علماء ظاہریہ نے شادی پر ولیمہ کرنا فرض قرار دیا ہے خواہ معمولی ہو یا عمدہ بہتر۔ کم ہو یا زیادہ۔ حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول بھی وجوب کا ہے، مالکیہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ سنت ہے۔ (عمدہ: ١٤٤)

حنابلہ کا ایک قول وجوب کا مشہور مذہب میں استحباب ہے۔ مغنی میں ہے کہ سنت ہے۔

(فتح الباری: ٩/٢٣٠)

ملاعلی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں بیشتر لوگوں کا قول مستحب ہونا لکھا۔ (مرقات: ٦/٢٥٠)

اوخر میں ہے۔ اہل علم میں اس میں اختلاف نہیں کہ ولیمہ سنت ہے۔ (٩/٤٣٥)

الفقہ الاسلامی میں ذکر کیا گیا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ سنت موکدہ ہے۔ ''و ھی سنة مستحبة موکدة عند جماھیر العلماء'' (١٢٥/٧)

احادیث و روایت کے الفاظ اور آپ کے عمل سے بھی سنت موکدہ ہی ثبوت ہوتا ہے۔ لہٰذا وسعت اور سہولت کے باوجود نہ کرنا مذموم اور برا اور قبیح ہوگا۔ جیسا کہ آج کل بعض علاقوں میں شادی اور نکاح میں تو خوب اسراف کرتے ہیں رسوم دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ اور ولیمہ سے گریز کر جاتے ہیں۔ جہاں خرچ کرنا منع اور گناہ ہے۔ وہاں خرچ سے دریغ نہیں کرتے ہیں۔ اور جس ولیمہ کا آپ نے حکم دیا اس میں بخل کر جاتے ہیں اور اسے بوجھ سمجھتے ہیں۔ اور بعض لوگ تو اپنے احباب کو باراتی خلاف سنت کھانے میں شریک کر کے اپنا بوجھ دوسرے کے مال سے اتار لیتے ہیں اور ولیمہ سنت امر کے ادا کرنے سے اپنا دامن بخل منحوس کی وجہ سے بچا لیتے ہیں ایسے ہیں اس دور کے مسلمان۔ رسم و رواج گناہ پر مال خرچ کرنا آسان اور سنت و شریعت پر معمولی طور پر بھی خرچ کرنا بوجھ۔

دعوت ولیمہ کے متعلق فقہی مسائل

دعوت ولیمہ واجب اور لازم نہیں بلکہ سنت ہے۔ آپ ﷺ نے متعدد بکثریت شادیاں کیں مگر ولیمہ بعض میں کیا۔ جمہور فقہاء اور ائمہ مجتہدین اس کی سُنّیت اور استحباب کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی شادی سن کر ''اولم و لو بشاة'' فرمایا یہ صیغہ امر ہے جو عموماً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ مگر یہاں بیشتر علماء نے وجوب کے لئے نہیں لیا ہے۔ چنانچہ اعلاء السنن میں ہے:

''الامر فی ھذا الحدیث محمول علی الاستحباب ...... فانه طعام لسرور حادث، و

لاخلاف بین اهل العلم ان الولیمة سنة فی العروس مشروعة لما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم امربها و فعلها و لیست واجبة فی قول اکثر اهل العلم.'' (ص۳۹٤)

اسی طرح شرح مہذب میں ہے کہ شوافع کے یہاں بھی استحباب ہے:

انها تستحب و لا تجب لقوله صلی الله علیه وسلم لیس فی الاعمال حقاً سوی الزکوٰة و لانه طعام عند حادث سرور فلم یکن واجباً کسائر الاطعمة و امافعل النبی صلی الله علیه وسلم محمول علی الاستحباب. (۳۹٤/۱٦)

معلوم ہوا کہ بیشتر علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے۔

ولیمہ کی بہت بڑی اہمیت نہیں .... خیال رہے کہ آپ ﷺ نے متعدد شادیاں فرمائی۔ مگر ولیمہ صرف دو بیویوں۔ حضرت زینب اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا کیا تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور ازواج مطہرات کا نہیں ملتا۔ آخر کیا بات ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کنواری صاحبزادی سے نکاح کیا مگر ولیمہ نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں۔ میری رخصتی کے موقعہ پر نہ کوئی اونٹ نہ کوئی بکری ذبح کی گئی پس (روزانہ کھانا) جو حضرت سعد کے یہاں سے آتا تھا وہی تھا۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/۱٦۷)

حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی محترمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو آپ کے چہیتے رفیق کی تھی آپ نے اس میں بھی ولیمہ نہیں کیا۔ آخر کیا بات تھی؟ آپ ﷺ کو وسعت نہ تھی تو حضرت عمر پیشکش وتعاون فرما دیتے۔ آپ کی بیشتر شادیاں مدینہ منورہ میں ہوئیں اور یہاں آپ کی معاشی حالت بمقابلہ مکہ کے بہتر تھی۔ خصوصاً خیبر کے بعد آپ کی حالت بہتر ہوگئی تھی۔ اور مال غنیمت سے بھی آپ کو کچھ مل جاتا تھا۔ حسب سہولت آپ ولیمہ کر سکتے تھے مگر آپ سے ثابت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ولیمہ کی اتنی اہمیت نہیں جس قدر آج کل لوگوں میں ہوگئی ہے خصوصاً مالدار حضرات میں۔ پھر یہ کہ آپ ﷺ کے عہد میں بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شادیاں ہوئیں مگر ان سے میں ایک دو کے علاوہ کسی اور کو ولیمہ کے بارے میں نہ پوچھا اور نہ حکم دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف مدینہ مبارک میں تجارت کی وجہ سے وسیع المال ہوگئے تھے۔ اس مالی توسع کی وجہ سے ازراہ تلطف ولیمہ کو پوچھا اور حکم دیا جو حکم شارحین حدیث کے نزدیک استحبابی تھا۔ آپ کے رشتہ داروں کے یہاں بھی شادیاں ہوئیں۔ مگر ولیمہ کی دعوت کا آنا اور اس میں شریک ہونا آپ کے اصحاب کا آپ کے ہمراہ جانا روایتوں میں نہیں ملتا۔ ہاں شادی میں عورتوں کا رشتہ داروں میں جانا ثابت ہے۔ پھر یہ کہ بے شمار فی سبیل اللہ دین سے متعلق ضرورتیں وابستہ رہتی ہیں اس میں مال خرچ نہ کر کے جس سے دین واسلام اور مسلمانوں کی بقا وابستہ ہو۔ ولیمہ سنت کے بہانے مال لٹانا، حد سے زیادہ اہتمام کرنا، خدا کی نعمت مال کو فراوانی سے خرچ کرنا کہاں سنت وشریعت سے ثابت

ہے۔عموماً موجودہ دور کا ولیمہ سنت ہی نہیں شریعت کے خلاف ہے۔خیال رہے کہ شریعت ہر امور میں ضرورت کی رعایت کرتے ہوئے حدود واعتدال کو باقی رکھتے دنیا کے امور کی اجازت دی ہے۔موجودہ دور میں جو شہروں میں اور مالداروں میں دعوت ولیمہ اور طعام ولیمہ نوعیت اور کیفیت ہے۔کھانے کے مختلف الوان، گراں کرایہ پر کھلانے کی جگہ کا انتظام، کافروں کا خلط، عورتوں کی بے پردگی۔اور پھر کھانے کی بربادی، ٹیبل کرسی اور خوشنما شامیانے اور قناۃ وغیرہ کا تماشائی انتظام مزید فوٹو کھینچنا، وی سی آر، ٹی وی کا فحش کبیرہ گناہ کا نظم، کیا یہ ولیمہ سنت ہے۔ایسے ہی ولیمہ کرنے کا اور شرکت کرنے کا حکم ہے؟ حاشا کلا ہر گز نہیں۔ہر دور میں صالحین نے اس پر نکیر کی۔اسے خلاف سنت وشریعت بتایا۔اپنی اصلاحی تقریروں سے رسائل کتابوں میں سمجھایا۔مگر کون سنتا اور عمل کرتا ہے۔ماحول میں جب کوئی گناہ خصوصاً جب اس میں حظ اور مزہ بھی ہو تو پھر اس سے بچنا عزیمت کا کام ہے۔نفس ماری اور مجاہدے کی بات ہے۔تمام مذاہب کے فقہاء اور علماء نے لکھا ہے کہ جس دعوت میں منکرات، شریعت کی منع کردہ باتوں کا ارتکاب ہو جس کو جانے والا روکنے پر قادر نہ تو پھر دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں۔"فاذا دعی الی ولیمة فیها منکر لا یقدر علی ازالته لم یجزله الحضور."

(حلیة العلماء: ٥١٩/٦)

دعوت ولیمہ کسے کہتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے شب عروسی کی صبح میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو (ولیمہ پر) بلایا۔پس لوگوں نے کھانا کھایا۔مختصراً۔ (بخاری: ٧٧٦/٢)

فائدہ: ولیمہ کے متعلق کہ ولیمہ کب اور کس دعوت طعام کو کہتے ہیں اور اس کا وقت کیا ہے۔جو ولیمہ سنت ہے جس کی تاکید اور ترغیب ہے۔اس کے متعلق تھوڑا سا اختلاف ہے۔خود حدیث پاک سے اور آپ کے عمل سے جو ثابت ہے اور جس کے بیشتر علماء قائل ہیں اور جسے راجح اور محقق کہا گیا ہے وہ بیوی منکوحہ سے ملاقات اور ملنے کے بعد ہے۔

حافظ لکھتے ہیں:"و المنقول من فعل النبی صلی اللہ علیه وسلم انها بعد الدخول."

قاضی عیاض کے حوالہ سے مالکیہ کا اصح قول بھی یہی لکھا ہے۔

حضرت انس کی حدیث بھی صراحۃً اسی کو ثابت کر رہی ہے۔ (فتح الباری: ٢٣١/٩)

اسی طرح علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔وقت ولیمہ کے سلسلہ میں اختلا ہے حدیث پاک سے صراحۃً دخول کے بعد معلوم ہو رہا ہے۔ (عمدة القاری: ١٤٦٤/٢٠)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شادی کے موقعہ پر ولیمہ کا کھانا "ملاقات" کے بعد کیا

کرتے تھے۔ (۷۳/۲)

اعلاء السنن میں باب قائم کیا ہے۔" باب استحباب الولیمة و کون وقته بعد الدخول."

(اعلاء السنن: ۹/۱۱)

اس سے اشارہ ہے کہ ولیمہ کا وقت دخول و ملاقات کے بعد ہے۔

امام بیہقی نے بھی ولیمہ کا وقت دخول کے بعد ہی لیا ہے۔ چنانچہ باب وقت الولیمہ قائم کر کے حضرت انس کی ایک روایت سے کہ ایک بیوی سے بنا رخصتی کے بعد مجھے بھیجا کہ میں لوگوں کو کھانے کے لئے (طعام ولیمہ کے لئے) بلاؤں، استدلال کیا۔ (سنن کبریٰ: ۳۶۰)

بعض حضرات نے دخول اور ملاقات کے بعد کی قید ولیمہ میں نہیں ملحوظ رکھی ہے۔ بلکہ شادی اور نکاح کے وقت جو کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ ملا علی قاری شرح مرقات میں ولیمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الولیمه و هی الطعام الذی یصنع عندالعروس." وہ کھانا ہے جو شادی کے موقعہ پر بنایا جاتا ہے۔ (مرقات: ۲۴۹/۶)

علامہ شامی ولیمہ کی تعریف لکھتے ہیں "هی طعام العرس"، وہ شادی کے موقعہ کا کھانا ہے۔

(شامی: ۳۴۷/۶)

یہی رائے ابن عبدالبر مالکی کی الاستذکار میں ہے:" و قد یقال ان طعام الولیمة انما هو طعام العرس خاصة. قال ابوعمر قال صاحب العین الولیمة طعام العرس." (استذکار: ۳۵۳/۱۶)

اوجز المسالک میں محکم کے حوالے سے ہے کہ ولیمہ شادی کے موقعہ کا کھانا ہے۔ (۴۳۳/۹)

ابن عبدالبر مالکی کی رائے بھی یہی ہے کہ شادی کے موقعہ پر جو کھانا بنایا جاتا ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ عام ہوگا۔ خواہ عقد کے بعد ہو، یا بنا رخصتی کے وقت ہوا خواہ رخصتی کے بعد ہو۔ چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں اسلاف نے طعام ولیمہ کے وقت کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے کہ اس کا وقت عقد نکاح ہے یا اس کے بعد رخصتی کے وقت ہے یا رخصتی کے بعد یا عقد سے لے کر دخول ملاقات کے بعد تک وقت ہے۔ (عمدة القاری: ۱۴۴/۲۰)

اسی وجہ سے ابن حبیب کا قول ہے کہ رخصتی کے بعد یا عقد سے لے کر دخول ملاقات کے بعد تک وقت ہے۔ (عمدة القاری: ۱۴۴/۲)

یہ بھی ابن حبیب کا قول ہے کہ عقد نکاح کے وقت بھی ہے اور زفاف کے بعد بھی ہے۔ (عمدة القاری)

لہٰذا اس قول کے اعتبار سے ہے کہ نکاح کے وقت اگر لڑکے والے کی جانب سے دعوت ولیمہ ہوگیا تو

ولیمہ کی سنت ادا ہوجائے گی۔ پھر شب ملاقات کے بعد اس سنت کو ادا کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

شرح مشکوٰۃ میں ملاعلی قاری کا رجحان بھی یہی عموم کا معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ دخول کے بعد کے قول کو "قیل" کی قید کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ (مرقات: ۱۱/۲۵۰)

الفقہ الاسلامی میں ہے کہ مالکیہ کا اصح قول دخول کے بعد مستحب ہونے کا ہے، ایک جماعت عقد نکاح کے وقت اور ابن جندب نے عقد کے بعد بھی اور ملاقات کے بعد بھی کہا ہے۔ حنابلہ بھی بوقت عقد بیان کرتے ہیں۔ علامہ سبکی نے دخول کے بعد وقت بیان کیا ہے۔ یہی مالکیہ کا بھی معتمد علیہ قول ہے۔ (۷/۱۲۵)

اوجزالمسالک میں ہے کہ ولیمہ وہ شادی کے موقعہ کا کھانا ہے جس کا استحباب رخصتی کے بعد ہے۔ معتمد قول تو رخصتی کے بعد استحباب کا ہے تاہم اگر رخصتی سے قبل کردیا تب بھی کافی ہے۔ (اوجز المسالك: ٩/٤٣٦)

علامہ شامی کی تعریف سے اور وقت کی قید بیان نہ کرنے سے عموم کا پتہ چل رہا ہے۔ (شامی: ٣٤٩)

دعوت ولیمہ کب سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے دن کا ولیمہ حق اور صحیح ہے۔ دوسرے دن کا ولیمہ ٹھیک ہے اور عرف کے مطابق ہے۔ اور تیسرے دن کا ولیمہ ریا ہے۔ اور دکھاوے وشہرت کے لئے ہے۔

(عمدة القاری: ٢٠/ ١٥٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پہلے دن کا ولیمہ حق اور درست ہے، دوسرے دن کا معروف یعنی ٹھیک ہے عرف رواج کے مطابق ہے۔ تیسرے دن کا ولیمہ ریا اور شہرت کے لئے ہے۔

(عمدة القاری: ٢٠/١٥١، ترمذی: ٢٢٨)

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ اصل دعوت ولیمہ وہ رخصتی کی رات کے بعد کا ہے۔ یعنی خوشی کے بعد کا متصلاً ہے۔ اور گنجائش دوسرے دن کا بھی ہے۔ مگر تیسرے دن کی دعوت دراصل ولیمہ نہیں بلکہ وہ رواج کے طور پر ہے۔ تاکہ لوگ شکایت نہ کریں۔ اور لوگوں میں نام ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ جب وقت ختم ہوگیا تو پھر دعوت اور اس پر روپیہ کا صرفہ کیسا۔ ایسی دعوت پر ثواب بھی نہیں۔ چونکہ رسم ورواج پر مال خرچ کرنے میں ثواب نہیں۔

ملاعلی قاری نے تیسرے دن کی دعوت کو مکروہ ہی نہیں حرام قرار دیا ہے۔

"بل يحرم فی الثالث." (مرقات: ٦/٢٥٦)

مقررہ یا متعین مقدار سے زیادہ کا دعوت میں جانا حرام ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغیر دعوت کے داخل ہوا۔ وہ دھوکا دے

کر داخل ہونے والا ہوا اور چور ہو کر نکلا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بغیر دعوت کے آیا اور کھایا وہ فاسق ہے اور اس نے اس چیز کو کھایا یا جو اس کے لئے حلال نہیں تھا۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۶۵)

فائدہ: خیال رہے کہ دعوت ولیمہ میں یا اور کسی بھی عام دعوت میں جو تعداد متعین ہو جائے اس مقدار سے ایک بھی زائد کا جانا اور شریک ہونا ناجائز اور حرام ہے۔

عموماً لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور وعدہ کے خلاف چلے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے داعی، دعوت دینے والے کو شکایت اور شدید پریشانی ہوتی ہے۔ بسا اوقات نئے طور پر کھانا بنانا ہوتا ہے۔ جہاں یہ وعدہ خلافی اور عہد کے خلاف جرم و گناہ ہے وہیں یہ کھانا بھی ناجائز اور حرام ہے۔ مالک کے بغیر اذن اور رضا کے کھایا گیا ہے۔ کھانے والے کے علاوہ لے جانے والا بھی اس گناہ میں شریک ہے۔ رضاء نہ ہونے کی یہی تو علامت ہے زائد مقدار پر اعتراض اور شکایت ہو جاتی ہے کہ دیکھئے بات ہوئی تھی پچاس کی اور آ گئے۔

بعض علاقے میں یہ خلاف شرع طریقہ جرأت کے ساتھ رائج ہے۔ چلو پچاس کہا ہے ۶۰، ۷۰ چلو، قصد اور ارادہ اور جرأت کے ساتھ یہ گناہ بہت بے حیائی کی بات ہے۔ پس لوگوں کو چاہئے کہ وعدہ کی مقدار سے ہرگز زائد جا کر حرام نہ کھائیں۔

حدیث پاک میں ہے جس بدن کی پرورش حرام غذا سے ہوئی ہو وہ جہنم کے زیادہ لائق ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں کسی قسم کا ولیمہ نہیں کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے موقعہ پر نہ کوئی اونٹ، نہ کوئی بکری ذبح کی گئی۔ پس جو (روزانہ کھانا) حضرت سعد کے یہاں سے آتا تھا وہی تھا۔

روایت میں ہے "ما نحرت علی جزور ولا نحرت علی شاة." (سبل الهدیٰ: ۱۱/۱۶۷)

فائدہ: دیکھئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جن کا گھرانہ نہایت ہی معزز اور موقر ہے۔ رئیس اور شرفاء میں ہیں کنواری صاحبزادی ہیں۔ یہی ایک کنواری سے آپ نے نکاح کی ہے۔ باقی تمام شادی شدہ تھیں۔ سوچئے آپ کتنا اہتمام ہونا چاہئے کم از کم ولیمہ تو ضروری بہتر ہونا چاہئے جس کی آپ نے ترغیب بھی فرمائی ہے۔ پھر بھی آپ نے بالکل ہی ولیمہ نہیں فرمایا پس صرف رخصتی ہو گئی۔

پس معلوم ہوا کہ ولیمہ ضرور کرنا اور اس کا اہتمام سے ادا کرنا، اس پر مال کثیر کا صرف کرنا، کھانے کے انواع و اقسام کا انتظام کرنا، حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کو ان کے کھانے کی رعایت کے ساتھ دعوت دینا۔ یہ سب خلاف سنت امور ہیں۔ سنت کا بہانہ بنا کر لوگ رسم کی ادائیگی کا گل کھلاتے ہیں۔ اور اسراف اور ناجائز خرچوں

کوسنت کا نام دے کر باعث ثواب سمجھتے ہیں جو سراسر نادانی اور جہالت ہے۔ دیکھئے حدیث پاک میں ولیمہ میں سادگی سنت ہے۔ آپ نے جیسا اور جس کیفیت سے ولیمہ کیا ہے اور حضرات صحابہ نے کیا اسی سے ملتا جلتا سنت ہے۔

آپ ﷺ کی شادیوں میں ولیمہ کے متعلق تفصیل

حضرت خدیجہ: .... یہ آپ ﷺ کی پہلی بیوی تھی۔ نبوت سے قبل ۲۵ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں یہ شادی ہوئی۔ حضرت ابوطالب جو آپ کے ولی کفیل ذمہ دار تھے اور آپ انہیں کے زیر پرورش اور نگرانی اور ماتحت میں تھے۔ ان کی ولایت میں یہ شادی ہوئی۔ اس نکاح میں دونوں جانب سے اہل خانہ اور ذمہ دار شریک ہوئے تھے۔ چونکہ حضرت خدیجہ مالدار تھیں اور ان کا گھرانہ مالدار تھا۔ اس لئے حضرت خدیجہ ہی کی رقم سے اس موقعہ پر ایک روایت میں مینڈھے ایک روایت میں اونٹ اور ایک روایت میں گائے ذبح کی گئی تھی۔

(سبل الهدیٰ: ۱۱/۵٦)

حضرت سودہ: .... روایتوں میں تفصیل سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر ملتا ہے۔ مگر دعوت ولیمہ کا اور رخصتی کے موقعہ پر کسی کھانے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ پس ظاہر یہی ہے کہ اس میں کوئی کھانا وغیرہ نہیں ہوا تھا۔ سادگی کے ساتھ رخصتی ہو کر آپ کے گھر چلی آئیں۔

حضرت عائشہ: .... ان کا خود اپنا بیان ہے رخصتی کے موقعہ پر کوئی کھانا پینا نہیں ہوا۔ نہ اونٹ نہ بکری ذبح کی گئی۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/١٦٧)

حضرت حفصہ: .... ان کے نکاح کے تفصیلی بیان میں ولیمہ کا ذکر نہیں ملتا ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ: .... ان کی شادی کے موقعہ پر ولیمہ اور کھانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

(سبل الهدیٰ: ۱۱/۲۰۵)

حضرت اُمّ سلمہ: .... ان کی شادی کا بھی تفصیلی واقعہ کتابوں میں منقول ہے۔ مگر لوگوں کے کھلانے اور ولیمہ کا ذکر نہیں ملتا۔

البتہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے شب رخصتی میں آپ ﷺ کو جو اور گھی ہے (جو کا حلوہ) کچھ بنا کر پیش کیا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش: .... اس میں آپ ﷺ نے ولیمہ کیا تھا اور لوگوں کو بلا کر کھلایا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو کسی بیوی پر ایسا ولیمہ کرتے میں نے نہیں دیکھا جیسا ولیمہ آپ نے حضرت زینب کے نکاح کے موقعہ پر کیا کہ اس میں بکری ذبح فرمائی۔ (ابن ماجہ: ۱۳۷)

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے جب حضرت زینب سے شادی کی تو لوگوں کو بلایا اور کھلایا۔

(بخاری: ۲/ ۷۷۶)

مسلم میں ہے کہ حضرت اُمّ سلیم نے اس موقعہ پر حیس حلوہ بھیجا تھا۔ (ص ٤٦١)

جس روایت میں لوگوں کے بلانے اور کھانے کی تفصیل سے ذکر ہے کہ اس میں ہے کہ حضرت اُمّ سلیم نے حضرت انس کے ہاتھ عجوہ کھجور کا حلوہ بنا کر بھیجا جس میں آپ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ ایک دو آدمی کا کھانا تھا جسے ۷۰ آدمیوں نے کھایا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۰۲)

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر پیٹ بھر گوشت روٹی کھلایا۔ ممکن ہے کہ اولاً اُمّ سلیم کا بھیجا ہوا حلوہ کھلایا ہو اس کے بعد گوشت روٹی اس طرح دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

(سبل الھدیٰ: ۲۰۲)

حضرت جویریہ: .... احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں حضرت جویریہ کی آزادی اور نکاح کا واقعہ تفصیل سے ملتا ہے۔ مگر ولیمہ اور کھانے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اگر ولیمہ کیا ہوتا تو روایتوں میں ذکر ہوتا۔

حضرت اُمّ حبیبہ: .... ان سے بھی شادی کا تفصیلی واقعہ حدیث اور کتب تاریخ میں منقول ہے۔ آپ نے حبشہ ہی میں عمر بن امیہ ضمری کو پیغام نکاح لے کر بھیجا۔ خالد بن سعید کی ولایت میں شاہ حبشہ کی نگرانی میں نکاح ہوا۔ شاہ حبشہ نے مہر ادا کیا۔ اور شرجبیل کی معرفت آپ کی زوجیت میں بھیجا۔ شاہ حبشہ نے حضرت اُمّ حبیبہ کو کپڑے زیورات اور خادمہ بھی دیئے۔ مجلس عقد کے مہمانوں کو شاہ حبشہ نے کھانا بھی کھلایا۔ مگر اُمّ حبیبہ کی رخصتی کے موقعہ آپ کا ولیمہ ثابت نہیں۔ بلکہ حضرت اُمّ حبیبہ سے تو یہ منقول ہے کہ آپ نے شادی اور نکاح کے موقعہ پر کچھ نہیں بھیجا۔ (نہ عطر نہ کپڑے وغیرہ) (سبل الھدیٰ: ۱۱/ ۱۹٤)

حضرت صفیہ: .... آپ ﷺ نے ان کی شادی میں ولیمہ کیا ہے۔ متعدد روایتوں میں اس موقعہ پر ولیمہ کا ذکر ہے۔ خیبر کے موقعہ پر حالت سفر میں مقام سدروحاء یا صہباء میں شب عروسی ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اصحاب سے فرمایا جس کے پاس زائد توشہ کھانے کا سامان ہو لے آئے۔ پس لوگ جو زائد کھجور اور ستو سمجھا لا کر رکھنے لگے۔ ایک برتن میں اس کا حلوہ بنایا گیا۔ پس لوگوں نے کھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنی چادر کے کنارے قریب ڈیڑھ مد عجوہ کھجور لے کر آئے۔ اور لوگوں سے فرمایا لو کھاؤ تمہاری والدہ کا ولیمہ ہے۔ ایک رایت میں ہے کہ پنیر اور کھجور حضرت اُمّ سلیم نے دسترخوان پر ڈال دیا۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/ ۲۱٤)

ایک روایت میں ہے کہ چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا گیا کھجور پنیر گھی ڈال دیا گیا۔ (کشف الغمه: ۲/ ۷۲)

حضرت انس کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کا ولیمہ ۳؍ دن کیا۔ (مجمع الزوائد: ٤/ ٤٩)

حضرت میمونہ:.......... حضرت میمونہ سے نکاح پھر رخصتی مقام سرف میں ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر بھی ولیمہ کے متعلق آپ ﷺ کا صرف ارادہ ملتا ہے۔ چنانچہ طحاوی میں ہے کہ ارادہ کیا کہ قیام کر کے ولیمہ کروں اور کفار سے فرمایا کہ مجھے ٹھہرنے دو کھانا بناؤں گا تم سب کی دعوت کروں گا۔ تو کفار نے کہا ہم کو آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں آپ لوگ چلے جایئے۔ چنانچہ آپ مع احباب کوچ فرما گئے۔ اور مکہ مکرمہ سے مقام سرف تشریف فرما ہوئے اور شب عروسی فرمائی۔ (طحاوی: ٤٤٢)

یہ آپ ﷺ کی آخری اور گیارہویں بیوی ہیں۔

دیکھئے ان روایتوں میں غور کیجئے۔ ازواج مطہرات کے تفصیلی واقعہ کو دیکھئے۔ صرف دو موقعہ پر احادیث تاریخ کی کتب معتبرہ میں ولیمہ کا ذکر ملتا ہے۔ ایک حضرت زینب بنت جحش کی شادی اور حضرت صفیہ کی شادی کے موقعہ پر ولیمہ کے کھانے کا ملتا ہے۔

بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے اعتبار سے صرف حضرت صفیہ کی رخصتی میں آپ نے ولیمہ کیا۔

"لم یولم علی احد من نسائه الا صفية." (سبل الهدیٰ: ١١/٢١٤)

اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صرف حضرت صفیہ کا ولیمہ کیا تھا۔ حالانکہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بھی کیا تھا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت انس کی والدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شب عروسی میں کھانا آپ کا بنا کر بھیجا۔ اس کھانے پر آپ نے صحابہ کے ایک جم غفیر کو بلا لیا۔ اور ایک دو آدمی کا کھانا آپ کے معجزے اور برکت سے ۷۰-۷۲-۸۰ آدمیوں نے کھانا کھایا۔ چونکہ یہ کھانا جو ولیمہ کے طور پر تھا حضرت اُمّ سلیم کی جانب سے تھا۔ جو دراصل آپ کے اور زینب رضی اللہ عنہا کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دیکھئے ابن سعد کی روایت۔ (سبل الهدیٰ: ١١/٢٠٢)

اسی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ولیمہ یعنی اپنی طرف سے صرف حضرت صفیہ کا کیا تھا۔

شاید آپ نے یہ ولیمہ اس وجہ سے کیا ہوگا کہ سردار یہود کی صاحبزادی جو گویا شہزادی تھی وہ بخوشی رضا والد کے اور قبیلہ کی مرضی کے خلاف حسن ایمان کی بنیاد پر آپ کے حبالہ عقد اور زوجیت میں آئی۔ خود آپ نے ان کے حسن ایمان کی تعریف بھی فرمائی۔

گوشت روٹی کا ولیمہ سنت ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو مسلمانوں کو بھر پیٹ گوشت روٹی کھلایا۔ (استذکار: ١٦/٢٤٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کا (اتنا بہتر) ولیمہ نہیں کیا جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا۔ ولیمہ بکری کا کیا۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا زیادہ اور اچھا ولیمہ حضرت زینب کا کیا۔ حضرت ثابت نے پوچھا کیسا ولیمہ کیا۔ گوشت روٹی کھلایا تھا۔ (اتنا کھایا کہ لوگوں نے) حتیٰ کہ خود چھوڑ دیا۔ (بخاری: ۲/ ۷۷۷، سبل الھدیٰ: ۹/ ۵٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی رخصتی پر ہم لوگوں پر ولیمہ کیا ہم لوگوں کو گوشت روٹی کھلایا۔ (بلوغ الامانی)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مبارک ہوا تھا تو اس وقت بھی ولیمہ میں گوشت کھلایا گیا تھا۔ تاریخ خمیس میں ہے نکاح کے بعد حضرت خدیجہ نے فرمایا یہ اونٹنیاں یا یہ دونوں اونٹ ذبح کر دیجئے اور لوگوں کو کھلا دیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا دیا۔ یہ پہلا ولیمہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ (خمیس: ۱/ ۲٦۵)

کشف الغمہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی جب حضرت خدیجہ سے ہوئی تو انہوں نے دو اوقیہ سونے یا چاندی کا بھیجا۔ اور کہا کہ جوڑا خرید لیجئے۔ اور دو مینڈھے (ولیمہ کے لئے) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

(خمیس: ۲/ ۷۳، سبل الھدیٰ: ۱۱/ ۱۵٦)

یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں بھی ولیمہ ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے بھی طعام ولیمہ کا عرف اور رواج تھا۔ اسلام نے اسے باقی رکھا۔

جو آسانی اور سہولت سے میسر ہو جاتا اسی کا ولیمہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے ولیمہ میں شریک ہوا جس میں نہ گوشت تھا نہ روٹی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ پوچھا گیا پھر کیا تھا۔ فرمایا ستو اور چھوہارا۔

(استذکار: ۱٦/ ۳۴۴، بلوغ الامانی: ۱٦/ ۲۰٦)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ستو اور چھوہارا تھا۔ ان کا ولیمہ مکہ مدینہ کے درمیان سفر کی حالت میں ہوا تھا۔ ایک چمڑا کا دسترخوان بچھا دیا گیا اس پر چھوہارا پنیر اور گھی ڈال دیا گیا تھا۔ (کشف الغمہ: ۲/ ۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (میرے نکاح کے موقعہ پر ولیمہ میں) نہ کوئی اونٹ ذبح کیا گیا اور نہ کوئی ایک بکری۔ سعد بن عبادہ کے یہاں سے جو ایک پلیٹ کھانا آتا تھا (وہی سب مل کر کھالیا وہی ولیمہ ہو گیا)۔

(بخاری، سبل الھدیٰ: ۱۱/ ۱٦۷، کشف الغمہ: ۲/ ۸۷)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں اہتمام نہیں کیا ہے۔ صرف حضرت زینب کے ولیمہ میں آپ نے گوشت روٹی کا ذرا اہتمام کیا ہے۔ وہ بھی دعوت ولیمہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس شکریہ پر کہ خدا نے یہ نکاح

فرمایا اور آسمان میں ہوا۔ بذریعہ وحی اس کی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں ''یحتمل ان سبب ذلك الشكر لنعمة الله فی ان الله تعالىٰ زوجه اياها بالوحی.'' (ص ٤٦١)

اسی وجہ سے آپ نے اس کے علاوہ کسی نکاح میں ولیمہ کا اہتمام نہیں کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں جس کے نکاح کی بشارت خواب میں مل چکی تھی۔ کوئی ولیمہ نہیں کیا۔ حسب معمول روزانہ جو حضرت سعد کے یہاں سے ایک پلیٹ کھانا آتا تھا۔ وہی مل کر کھالیا۔ ولیمہ ہوگیا۔ حضرت صفیہ کا ولیمہ سفر کے موقعہ پر ہوا تھا۔ ستو اور چھوہارا جو یومیہ کا کھانا تھا۔ وہی مل کر کھالیا گیا۔ ولیمہ ہوگیا۔ یہ تھا ہمارے سرکار دوجہاں کا حال۔ آج اس دور میں دیکھئے سنت ولیمہ کا نام لے کر کس قدر مال بے دریغ خرچ کیا جاتا ہے۔ اسراف ہوتا ہے یہ سب نام نمود و شہرت اور ریا کے لئے عموماً ہوتا ہے جس کو سنت کے لبادہ میں کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ دعوت ولیمہ میں حسب استطاعت سادگی ملحوظ رکھتے اہتمام نہ فرماتے

حضرت صفیہ بنت شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بعض بیویوں کا ولیمہ صرف دو مد جو سے کیا۔

(بخاری: ۷۷۷، سنن کبریٰ: ۲٦٠، مجمع: ٤٩)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ یہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے ولیمہ میں ہوا تھا۔

(فتح الباری: ٢٣٩/٩)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کے نکاح میں کھجور اور ستو کا ولیمہ کیا۔

(سنن کبریٰ: ٣٦٠)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (تو ولیمہ میں) آپ نے حکم دیا کہ دسترخوان بچھا دیا جائے۔ بچھا دیا گیا اس میں کھجور اور ستو رکھ دیا گیا۔ اور لوگوں کو بلایا گیا۔ لوگوں نے کھایا۔ (یہی ولیمہ تھا)۔ (سنن کبریٰ: ٢٦٠/٧)

دولابی نے حضرت اسماء بنت عمیس سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کا جو ولیمہ کیا تھا وہ چند صاع جو اور کھجور سے تھا۔ (سبل الھدیٰ: ٤٢/١١)

فائدہ: یعنی جو کی روٹی اور کھجور یا جو کا ستو اور کھجور تھا۔ اسے ولیمہ کے طور پر کھلا دیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بعض بیویوں کا ولیمہ تھوڑی مقدار ہریس (وہ حلوہ جو کھجور جو وغیرہ سے بنایا جاتا ہے) سے کیا تھا۔ (مجمع: ٥٠/٤)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے خیمہ میں حضرت صفیہ داخل ہوئیں تو لوگ بھی آپ کے ساتھ آگئے کہ ہمیں بھی کچھ حصہ (ولیمہ کا) مل جائے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ خیمہ سے نکلے۔ آپ کی چادر میں

نصف مد قریب عجوہ کھجور تھا۔ آپ نے فرمایا لواپنی ماں کا ولیمہ کھاؤ۔ (مجمع الزوائد: ٤/٤٩)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی میں ولیمہ بھی تو ضروری ہے۔ تو اس پر حضرت سعد نے کہا میرے ذمہ ایک مینڈھا رہے گا۔ کسی نے کہا میرے ذمہ فلانی چیز کسی نے کہا میرے ذمہ اتنا دانہ رہے گا یعنی غلہ۔ (مجمع الزوائد: ٤/٤٩)

فائدہ: یعنی چند احباب نے مل جل کر اپنی طرف سے جو میسر ہو سکا ولیمہ کا انتظام کیا۔

کھانے میں کوئی کمی ہو تو اسے عیب کے طور پر بیان کرنا ممنوع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (بخاری: ٨١٤، سنن کبریٰ: ٧/٢٧٩)

فائدہ: یعنی اگر کھانا نہ پسند ہوتا اچھا معلوم نہ ہوتا تو اسے برے الفاظ سے یاد نہ کرتے اور نہ اس کے متعلق کوئی ایسا کلمہ کہتے جس سے اس کی برائی ظاہر ہوتی اور نہ اس کی مذمت کرتے ایسا دیکھا گیا ہے کہ لوگ دعوت ولیمہ کھا کر فارغ ہوئے اور کھانے پر تبصرہ شروع کر دیا اور اس کی مذمت بیان کرنی شروع کر دی۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر جیسا بھی کھانا ہو کھلانے والے کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ مگر تبصرہ اور مذمت اور شکایت ظاہر کر کے وہ دو گناہ مول لیتے ہیں۔ (۱) داعی کھلانے والے کی دل شکنی ناشکری (۲) کھانے کی برائی جو خدا کی ایک نعمت ہے۔

خیال رہے کہ اژدحام اور بھیڑ اور کثرت کام کی وجہ سے بعض موقعہ پر کچھ کمی اور کوتاہی ہو جاتی ہے۔ سو اسے درگزر اور برداشت کر لینی چاہئے تا کہ وہ دل شکنی اور ناشکری جیسے گناہ سے بچ سکے۔

بدترین ولیمہ کی دعوت کون سی دعوت ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ بدترین ولیمہ کی دعوت وہ دعوت ہے جس میں مالداروں کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔

(بخاری: ٢/٧٧٨، استذکار: ١٦/٣٤٧، سنن کبریٰ: ٧/٢٦٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں پیٹ بھرے لوگوں کو بلایا جائے اور بھوکے رہنے والے کو چھوڑ دیا جائے۔ (فتح الباری: ٩/٢٤٥)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جس ولیمہ میں خوشحال اور بڑے اور امراء کو تو دعوت دی جائے اس وجہ سے کہ ان سے نفع دنیاوی اور بدلہ کی امید ہوتی ہے اور غریب مسکین اور ماحول کے کمتر لوگوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مدارس اور مکاتب کے خدام اور حفاظ اور علماء کو اور ان کے طلباء کو یکسر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ محلّہ کے یتیم اور بیواؤں کو بالکل صرف نظر کر دیا جاتا ہے۔ ایسی دعوت خدا رسول کے نزدیک بہت بری دعوت ہے۔ ہاں اگر چند

بھی غرباء اور مساکین اور بیواؤں کو مدعو کر دیا جائے تو اس وعید سے نکل جائے گا۔

خیال رہے کہ جہاں سیکڑوں افراد کھا رہے ہیں اگر وہاں چند لوگ محض خدا واسطے مدعو ہو جائیں گے تو کیا حرج ہوگا۔ دل اور ہمت چاہئے۔ عاجز نے بے شمار ولیمہ کی ایسی دعوتوں کو دیکھا ہے جہاں امراء خوشحال لوگوں کو یا اقرباء و اعزہ کو تو فراوانی کے ساتھ دعوتیں دی گئی ہیں مگر محلے کے کسی یتیم بیوہ، مسکین، غریب، یا کسی مدرسہ اور مسجد کے خادموں کو محض اللہ واسطے نہیں پوچھا گیا۔ ایسی ہی دعوت کی حدیث پاک میں وعید و مذمت ہے۔ آج کل دعوتیں اسی معیار کی ہوتی ہیں۔ ایسی دعوتوں میں اہل صلاح اور اہل تقویٰ کو شریک نہ ہونا بہتر ہے۔

دعوت ولیمہ کے قبول کرنے کی تاکید جب کہ کوئی منکرات نہ ہو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو تم اسے قبول کرو۔ ابو محمد کہتے ہیں کہ قبول کرنا تو ہے مگر کھانا واجب نہیں۔ (دارمی: ۲/۱۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں شادی کے ولیمہ کی دعوت دی جائے تو تم اسے قبول کرو۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۶۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ شادی کے موقعہ پر مرد لڑکے کی طرف سے جو دعوت دی جاتی ہے جو عقد نکاح کی خوشی میں ہوتی ہے اس کا قبول کرنا سنت ہے۔ بعضوں نے اسے واجب بھی قرار دیا ہے کہ یہ آپسی حقوق ہے لیکن یہ اس وقت سنت ہے جب کہ دعوت سنت کے مطابق ہو۔ گناہ کی بات نہ ہو۔ چنانچہ شامی میں ہے۔ ”لا یلزم اجابة الدعوة اذا کان هناك منکر.“ (۶/۳۴۸)

اگر وہاں گناہ اور منکر خلاف شرع امور ہو تو پھر نہیں جانا ہے۔

دعوتوں میں عموماً آج کل منکرات اور خلاف شرع حتیٰ کہ جوان عورتوں کی بے پردگی تو ضرور ہوتی ہے اس لئے تحقیق اور معلومات کے بعد جائے۔

شہرت اور فخر کے لئے دعوت ولیمہ ہو تو شریک نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر ریا اور دکھاوے کے طور پر دعوت کرنے والے کی دعوت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۷۴، ترغیب: ۳/۱۴۶)

فائدہ: بسا اوقات بعض لوگ ولیمہ کی دعوت اس لئے کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں شہرت اور نام ہو۔ لوگوں میں چرچا ہو فلانی نے دعوت کی اور ایسی ایسی دعوت کی، تو یہ نام نمود کے لئے دعوت ہے۔ سنت کے لئے نہیں۔ ایسے کھانے میں نور نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعوت سے منع فرمایا ہے۔ امراء اور دین سے آزاد لوگوں کی دعوت عموماً ایسی ہی ہوتی ہے۔

دین سے آزاد فساق فجار کی دعوت کا حکم

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں (دین کی پراہ نہ کرنے والوں) کی دعوت سے منع فرمایا ہے۔ (بیهقی فی الشعب: مشکوٰۃ: ۲۷۹، مجمع الزوائد: ۵٤/٤)

فائدہ: دین سے آزاد دین سے پرواہ لوگوں کی دعوت خواہ دعوت ولیمہ ہو قبول کرنے سے منع فرمایا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عموماً ایسوں کا روپیہ حرام یا مشتبہ ہوتا ہے۔ غلط قسم کی رقم حاصل کر کے پرتکلف دعوت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا کھانا منع ہے کہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ گناہ کا میلان ہوتا ہے۔

۲ ایسی دعوتوں گناہوں کے امور، ٹیبل کرسی پر کھڑے ہو کر کھانا ہوتا ہے۔

۳ غیر مسلموں اور فاسقوں کی شرکت کی وجہ سے بے حیائی بے پردگی رہتی ہے۔

۴ کھانے میں غیر مسلموں کی وجہ سے جو ہمارے مذہب میں حرام ہے اس کی رعایت کی جاتی ہے

۵ صرف امراء اور دنیاداروں کی دعوت ہوتی ہے ایسی دعوت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

۶ فخر شہرت اور ریاء ہوتی ہے کہ لوگ کہیں کہ ایسا کھانا اور ایسا آئیٹم کسی اور دعوت میں نہیں پایا۔

۷ عورتوں اور مردوں کا خلط ملط ہوتا ہے۔ جو شرعاً حرام ہے۔ ان وجہوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اسے طعام الولیمہ میں لاکر اشارہ کیا ہے کہ فاسقوں کا ولیمہ دعوت قبول کرنا منع ہے۔ پس اس سے سوچیں وہ اہل علم و دین حضرات جو ہر لوگوں کی دعوت ولیمہ میں آزادی سے کھانے کی لذت کی وجہ سے شریک ہو جاتے ہیں۔

دعوت میں شریک ہونا اور جانا کب سنت اور مشروع ہے

اسلم جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام خادم تھے انہوں نے بیان کیا کہ جب آپ ملک شام تشریف لائے تو نصاریٰ میں سے ایک شخص نے آپ کی دعوت کی۔ اور حضرت عمر سے یہ عرض کیا میری خواہش ہے کہ آپ تشریف لائیں اور اپنی اور اپنے اصحاب کی تشریف آوری سے ہمیں شرف عزت بخشیں اور یہ دعوت کرنے والا شام کے بہت بڑے لوگوں میں تھا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا۔ ہم تمہارے یہاں کنیسوں ان تصویروں کی وجہ سے نہیں آسکتے جو تم نے لگا رکھی ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲٦۸/۷)

فائدہ: دیکھئے حضرت عمر فاروق نے محض تصویر ہونے کی وجہ سے دعوت میں جانے سے انکار کردیا۔ معلوم ہوا کہ دعوت میں جانا اور کھانا مطلقاً سنت نہیں ہے۔ بلکہ اس وقت سنت ہے جب کہ دعوت کے مقام پر گناہ یا منکرات نہ ہو۔ یا دعوت کی بنیاد ہی خلاف سنت امور پر نہ ہے۔

اوجز المسالک میں ہے کہ دعوت کا قبول کرنا مشروع اس وقت ہے جب یہ شرطیں پائی جائیں۔

① دعوت کرنے والا عاقل بالغ ہو ② دعوت میں محض مالداروں کو ہی مدعو نہ کیا گیا ہو ③ کسی ایک ہی شخص کے ساتھ محبت وعقیدت کا اظہار نہ کیا جارہا ہو (کہ اس میں اور لوگوں کی عدم توقیر ہے)۔ ④ دعوت دینے والا مسلمان ہو ⑤ ولیمہ کی دعوت پہلے دن ہو ⑥ حاضری پر منکرات سے اذیت نہ ہو۔ ⑦ کوئی عذر (بیماری، روزہ وغیرہ) نہ ہو۔ (اوجز المسالك: ۴۳۰/۹)

اگر دعوت کا مقصد ریا شہرت اور تعریف ہو تو ایسی صورت میں نہ جائے۔ خاص کر اہل علم حضرات کو۔

(اوجز المسالك: ۴۳۶/۹)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ آج کل اس دور میں بہتر اور اسلم عام دعوتوں میں نہ جانا ہے۔ (شامی: ۳۴۸/۶)

دعوت ولیمہ کی جگہ گناہ کی بات دیکھے تو لوٹ آئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے کھانا بنایا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے پردہ پر تصویر دیکھ لی۔ تو واپس تشریف لے گئے اور فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر ہو۔ (نسائی: ۳۰۱/)

سفینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعوت کی پس ان کے لئے کھانا بنایا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاتے۔ چنانچہ آپ کو پیغام دیا گیا۔ آپ تشریف لائے جیسے ہی دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھا تو سامنے گھر کے کونے میں ایک تصویر نظر آئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو واپس آ گئے۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا ذرا جایئے اور پوچھئے کیوں واپس ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گیا اور پوچھا اے اللہ کے رسول! کس چیز نے آپ کو واپس کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نبی کے لئے ہرگز درست نہیں کہ اس گھر میں جائے جس میں تصویر ہو۔ (ابو داؤد: ۵۳۷، ابن ماجه: ۲۴۰، مسند احمد: ۲۲۲/۵)

فائدہ: دیکھئے بیٹی کی آپ تصویر دیکھ کر ناراض ہو کر واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے امت کو تعلیم دی اور ترغیب دی کہ جس نے دعوت دی اس کے گھر میں تصویر ہو تو واپس آ جائے۔ اے مسلمانو! تصویر سے زائد قباحت اور برائی آج کل دعوتوں کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ ٹی وی، وی سی آر، عورتوں کی عریانیت و بے حیائی کے مناظر۔ تو اس کی وجہ سے دعوت میں نہ جائے اور جانے کے بعد معلوم ہو جانے پر واپسی کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

آج ولیمہ اور دیگر خوشی کے موقعوں پر بے شمار قباحتوں اور گناہوں کا انبار ہوتا ہے۔ امت مسلمہ نے غیر مسلموں سے یہ لیا ہے۔ اسلام خود ایک کلچر، تہذیب طریق کار رکھتا ہے۔ دوسروں کے آزادانہ طریق کو اختیار کرنا درست نہیں۔ لوگو! اسلام کے سادہ طریق کو اختیار کرو۔ دین دنیا کی خوش نصیبی حاصل کرو۔

مسلمانوں کے لئے غیروں کے طریق میں دین دنیا کی رسوائی اور ہلاکت ہے۔ کاش کہ مسلمانوں کے سمجھ میں آجائے۔

دعوت کے موقعہ پر کوئی گناہ کی بات ہوتو واپس آجانا سنت ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان لائے وہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۶۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کے لئے کھانا بنایا اور دعوت کی انہوں نے پوچھا کیا تمہارے گھر میں کوئی تصویر ہے؟ کیا ہاں۔ تو انہوں نے انکار کیا اس وقت تک جانے سے جب تک کہ تصویر نہ توڑ دی جائے۔ تصویر توڑ دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ (۷/۲۶۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دعوت میں کوئی خلاف شرع بات ہو، مثلاً ناچ، گانا ہو، ٹی وی، وی سی آر ہو، تصویر کشی ہو، عورتوں کے بے حیائی ہو۔ ٹیبل پر کھڑے ہوکر جانوروں کی طرح کھلایا جارہا ہو۔ صرف امیروں اور بڑے لوگوں کو ہی مدعو کیا گیا ہو غرباء ومساکین کو بالکل نہ بلایا گیا ہو۔ غیر مسلموں کو مدعو کیا گیا ہو ان کی بے پردہ عریاں عورتوں کا جمگھٹا ہو غرض کہ گناہ کبیرہ پر یہ دعوت مشتمل ہو تو ایسی دعوت میں شروع سے ہی نہ جائے۔ جائے تو واپس آجائے۔ اگر اللہ پاک نے علم فضل سے نوازا ہے تب تو بالکل نہ جائے اور نہ کھائے۔

صاحب درمختار نے بیان کیا ہے۔ اگر ایسے لوگوں میں ہے جس کی لوگ اقتداء کرتے ہیں ان کے عمل کو معیار بناتے ہیں تو ایسے ذی علم وذی اقتدار کو واپس آجانا چاہئے۔ (شامی: ۳۴۸)

اور اگر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں دعوت میں منکرات اور گناہ کی باتیں ہیں تو خواہ عوام ہو یا خواص شروع سے ہی نہ جائے۔ (شامی: ۶/۳۴۸)

علامہ نووی شارح مسلم نے بیان کیا کہ:

① اگر دعوت میں شبہ ہو (حرام وناجائز آمدنی کا) ② یا صرف مالدار ہی کی دعوت ہو ③ حاضر ہونے میں تکلیف ہو مثلاً فساق اوباش لوگ ہوں ④ دعوت جاہ وفخر کی وجہ سے ⑤ کسی غلط کام کے ارادے سے ہو (مثلاً ناجائز کام کی تائید کے لئے) ⑥ مجلس طعام میں منکرات (گانا، بجانا، ٹیبل کرسی پر کھانا وغیرہ) ⑦ یا شراب کا استعمال ہو ⑧ تصویر ہو (اسی طرح ٹی وی، وی سی آر ہو) ⑨ ریشمی کپڑے پر بیٹھنا ہو ⑩ سونے چاندی کے برتن کا استعمال ہو۔ تو دعوت میں شرکت ہونے کی مشروعیت ختم ہوجاتی ہے۔ اور جانا منع ہوجاتا ہے۔ (شمائل کبریٰ: ۱، شرح مسلم: ۱/۴۶۲)

ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ اگر عار کے خوف سے دعوت کررہا ہے (کہ اگر دعوت نہ کریں گے تو لوگ

کیا کہیں گے تبصرہ کریں گے تو اس دعوت کا قبول کرنا حرام ہے۔ (مجمع الوسائل: ۱۷۲/۲)

دعوت ولیمہ میں غیر مسلموں کو شریک کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر دعوت ولیمہ کرتے وقت کفار سے) کہا تھا کہ تم ہمیں چھوڑ دو (یہاں رکنے کی اجازت دو) تو تمہارے درمیان ہماری رخصتی ہو اور (ولیمہ کا) کھانا بنائیں اور تم بھی اس میں آؤ۔ تو اس پر آپ سے کافروں نے کہا ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ (طحاوی: ۴۴۲/۱)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقعہ پر طعام ولیمہ پر میں کفار مکہ کو دینی مصالح کی بنیاد پر شریک کرنا چاہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ طعام ولیمہ میں کافروں کو غیر مسلموں کو شریک کیا جا سکتا ہے۔ مگر خیال رہے کہ اس کے لئے الگ کھانے کا اہتمام خلاف سنت ہے۔ اور خلاف اولیٰ ہے۔ چونکہ اس میں ان کے وقار اور اکرام کے اہتمام کی دلیل ہے۔ جو ممنوع ہے۔ اور ان کے مزاج اور کھانے کی رعایت میں منکر شراب وغیرہ کا اہتمام تو یہ حرام ہے۔ اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ ولیمہ کے عام کھانوں میں شریک ہو جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ آج کل طعام ولیمہ میں غیر مسلموں کو امراء اور دولت مند دعوت دیتے ہیں۔ اور ان کے کھانوں کا الگ اہتمام کرتے ہیں جو عام طعام ولیمہ کے مقابلہ میں عمدہ ہوتا ہے۔ یہ شرعاً ممنوع ہے۔ غیروں سے اس درجہ کا اکرامی اور احترامی برتاؤ کفر اور اعداء اسلام کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ہاں مصالح اور مفاد کے پیش نظر عمومی اعتبار سے گنجائش ہے۔ خوب اسے سمجھ لیا جائے۔

شادی کے موقعہ پر کچھ ہدیہ بھیجنا مسنون ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری رشتہ دار کی شادی کی۔ (یعنی اس کی شادی کا انتظام کیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ تم اسے ہدیہ (تحفہ وغیرہ) بھیجا کہ نہیں۔ کہا ہاں۔ مختصراً۔ (ابن ماجہ: ۱۳۷، مشکوٰۃ: ۲۷۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شادی کے موقعہ پر لڑکی کو یا لڑکی والے کے یہاں کچھ سامان خواہ کسی قسم کا ہو مثلاً لڑکی کے لئے جہیز کی شکل کا، یا گھر والوں کے لئے شادی کے موقعہ پر سہولت کے لئے مثلاً دس پانچ کلو چاول وغیرہ یا اور کوئی استعمالی سامان بھیج دینا جس سے اسے سہولت ہو مستحسن ہے۔ ایک دوسرے کا تعاون ہے۔ باہمی تعاون سے محبت بڑھتی ہے۔ اور وقت پر دقت نہیں ہوتی ہے۔ مگر خیال رہے کہ یہ اللہ واسطے کرے۔ بدلے کے لئے کہ وہ بھی مجھے شادی کے موقعہ پر دے نہ کرے۔ اس میں ثواب نہیں رسم ہے۔ آج کل لوگ بدلہ اور بعد میں

لینے کی نیت سے دیتے ہیں۔ یہ اچھی بات نہیں۔ غیروں کی رسمیں اور جاہلانہ باتیں ہیں۔ اللہ واسطے محض ثواب کے لئے کرے انشاء اللہ اس کا فائدہ اور برکت دنیا میں بھی ظاہر ہوگا۔

رشتہ داروں کی شادی میں عورتوں بچوں کا جانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اور بچوں کو شادی سے واپس آتے دیکھا تو مارے خوشی کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے اللہ! تم لوگ لوگوں میں مجھے زیادہ پسندیدہ ہو۔

(بخاری: ۲/۷۷۸)

فائدہ: شادی سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں اور اقارب کی شادی میں عورتوں کا بچوں اور بچیوں کا جانا اور شریک ہونا درست ہے۔ اگر برا اور ممنوع ہوتا تو آپ منع فرماتے۔ کراہیت کا اظہار فرماتے۔

علامہ عینی نے بیان کیا کہ عورتوں اور بچوں کا شادی میں شریک ہونا مستحسن ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ شادی کی شہرت اور اعلان ہو۔ (عمدة القاری: ۲۰/۱۶۲)

خیال رہے کہ امام بخاری نے "ذھاب النساء و الصبیان الی العرس" کا باب قائم کرکے اس کے جواز کی جانب اشارہ کیا ہے۔ مگر موجودہ دور میں شادی بیاہ میں شرکت کا حکم مختلف ہے۔

موجودہ دور میں شادی بیاہ میں عورتوں کی شرکت کا شرعی حکم

آج کل شادی بیاہ کا موقعہ گناہوں کا مجموعہ اور اڈہ ہوتا ہے۔ ہر قسم کے کبائر اور فواحش کا صدور ہوتا ہے۔ عریانیت اور بے انتہا فیشن وزینت کا مظہر ہوتا ہے۔ بے پردگی بے حیائی عام ہوتی ہے۔ اجنبی مردوں کا خلط ہوتا ہے۔ عورتیں خوب فیشن اور زینت اجنبی غیر محرم کے سامنے بے جھجک آتی ہے۔ پردہ نام کی کوئی چیز نہیں رہتی ہے۔ بے شادی جوان مرد اور لڑکیوں کا فتنہ ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر ٹی وی، وی سی آر، ناچ گانے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہرگز شرکت جائز نہیں۔ شوہر کو چاہئے کہ بیوی کو والدین کو چاہئے کہ بچوں کو اس گناہ کے مقام سے روکیں۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے اس کے بعد منکر کی صورت میں نہ جانے اور واپس آنے پر باب قائم کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جانے کی اجازت اس صورت میں ہے جب کہ وہاں گناہ کی بات نہ ہو۔

طلاق کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے پاکیزہ طریق وتعلیمات مبارک کا بیان

طلاق کا جب ارادہ کرے تو دو گواہ کو سامنے بلا کر طلاق دے

عبدالرحمٰن بن سابط نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے جب حضرت سودہ کے جدا کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بلایا تا کہ وہ دونوں اس طلاق پر گواہ ہو جائیں۔ اس پر حضرت سودہ نے کہا مجھے دنیا سے کوئی رغبت نہیں مگر یہ چاہتی ہوں کہ قیامت میں آپ ﷺ کی بیویوں کے ساتھ میرا حشر ہو۔ مجھے بھی وہی ثواب ملے تو ان کو (اس پر آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی)۔ (عبدالرزاق: ۲۳۹/۳)

آپ ﷺ طلاق کا ارادہ فرماتے تو اسے ظاہر فرمادیتے

معمر نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے علیحدہ کرنے کا ارادہ فرمایا (تو ان کو پتہ چل گیا) تو انہوں نے اس سلسلے میں آپ سے بات کی۔ (عبدالرزاق: ۱۱)

فائدہ: اچانک یا دھوکا دے کر طلاق دینا ممنوع ہے۔ عموماً لڑائی اور غصہ کے وقت ایسا ہوتا ہے۔ سو ایسے موقعہ پر ہرگز یہ الفاظ زبان سے نہ نکالے۔

اگر آپس میں نہ بنتی ہو، مسلسل پریشانی ہو رہی ہو تو بجائے طلاق کے اصلاح اور سدھار کی کوشش کرے۔ اور طلاق دینے سے پہلے ارادہ کو ظاہر کر دے۔ شاید عورت کو احساس ہو جائے اور اس کمی کو پورا کرے۔ تو پھر ارادہ بدل دے کہ طلاق کوئی اچھی بات نہیں۔ اس سے گھر اجڑ جاتا ہے۔ نظام زندگی فاسد اور مفلوج ہو جاتا ہے۔ دیکھئے جن گھروں میں طلاق کی نحوست واقع ہوئی ہے۔ اس گھر کا نظام کیسا بدتر اور فاسد ہے۔

آپ ﷺ کو طلاق کا علم ہوتا تو آپ اس سے روکتے اور گناہ فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہ اور اُمّ سلیم کے درمیان کچھ بات ہو گئی تو حضرت ابوطلحہ اُمّ سلیم کو طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ کو اس کی خبر مل گئی۔ تو آپ ﷺ نے (منع فرماتے ہوئے) فرمایا اُمّ سلیم کو طلاق دینا گناہ ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۲۳/۷)

فائدہ: نکاح کے اہم ترین بے شمار گھریلو فوائد ومصالح سے پر مقاصد ہیں۔ معمولی بات پر ان مقاصد کو پامال

کردینا جس کا ذریعہ طلاق ہے۔ عقل وفہم کے خلاف ہے۔ طلاق کے ذریعہ سے بسا اوقات صرف مرد کے مقاصد ہی پامال نہیں ہوئے۔ بلکہ گھریلو معیشت بچوں کی تعلیم وتربیت نظام پرورش اور گہرا مہلک اثر پڑتا ہے۔ خاندان گھر برباد ہوجاتا ہے۔ ایک خاندان سے توڑ اور تنازع پیدا ہوجاتا ہے۔ وہی منافع اور حقیقی نقصان باعث ہوتا ہے۔ عورت کی زندگی الگ برباد، مرد الگ پریشان ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلاق سے منع فرماتے۔ اسے غضب الٰہی کا باعث قرار دیتے۔ اگر معلوم ہوجاتا تو آپ منع فرماتے۔ پس اُمّ سلیم کے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ سنت اور ثواب عظیم کا باعث ہے کہ اگر کسی کے متعلق یہ معلوم ہوجائے کہ کسی ناچاقی کی بنیاد پر طلاق کی نوبت آنے کی امید ہے تو جاکر ہر ایک کو سمجھائے۔ ربط پیدا کردے۔ طلاق سے سخت تاکید کے ساتھ رُوکے۔ طلاق بسا اوقات گھر کے ''اجاڑ'' کا باعث ہے۔ اس سے روکنا ایسی نوبت کا نہ آنے دینا ثواب عظیم کا باعث ہے۔

طلاق سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال امور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض طلاق دینا ہے۔ (ابوداؤد: ۲۹۶، ابن ماجہ: ۱۴۵، سنن کبریٰ: ۳۲۲)

آپ نے طلاق دینے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے عرش کانپ اٹھتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق مت دو۔ کہ اس سے عرش کانپ اٹھتا ہے۔

(کنز العمال: ۶۶۱/۹، عمدۃ القاری: ۲۲۶/۲۰)

حضرت علی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شادی کرو اور طلاق مت دو کہ اس سے عرش ہل جاتا ہے۔ (کنز العمال: ۶۶۱/۹، کشف الغمہ: ۹۶/۲)

زمین پر طلاق سے زیادہ مبغوض کوئی چیز نہیں

حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ! اللہ پاک نے زمین پر غلام کو آزاد کرنے سے کوئی محبوب شیء پیدا نہیں کیا اور نہ طلاق سے زیادہ مبغوض شیء زمین پر پیدا کیا۔

(دارقطنی: ۳۵۰/۴، مشکوٰۃ: ۲۸۴، کنز العمال: ۶۶۲/۹)

فَائِدَہ: چونکہ طلاق سے دونوں جانب نقصان ہوتا ہے۔ محبت اور ربط عداوت اور مخالفت میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ بھلا ایسی شیء کیسے نہ اللہ پاک کو مبغوض ہوگی چونکہ اس نے تو اپنی مخلوق کو ربط وجوڑ ومحبت کا حکم دیا ہے نہ کہ توڑ اور مخالفت کا، اس میں تعلیم ہے اور تاکید ہے کہ ایسی مبغوض چیز کو ہرگز اختیار نہ کرے اور اس کا تصور بھی نہ کرے۔

ابلیس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب شئ طلاق

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھا کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اپنی جماعتوں لشکروں کو بھیجتا ہے پھر اس کے نزدیک مرتبہ کے اعتبار سے سب سے قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ (گناہ وغیرہ) کراتا ہے۔

چنانچہ (شیاطین کے لشکر) ان کے پاس آتے ہیں اور ابلیس سے (کارگذاری) سناتے ہوئے کہتے ہیں میں نے یہ گناہ کرایا میں نے یہ گناہ کرایا ابلیس اس کے جواب میں کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا (کوئی اہم کام نہیں کیا) پھر ایک شیطان آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے اس وقت تک اسے نہیں چھوڑا جب تک کہ ایک دوسرے کے درمیان تفریق ''طلاق کی نوبت'' نہ کرادی۔ اس پر ابلیس اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے واہ تم نے بہت بہتر کام کیا۔ اعمش کہتے ہیں شیطان اسے گلے لگا لیتا ہے۔ (مسلم: ۳۷۶/۲، کنزالعمال: ۶۶۲/۹، سنن کبریٰ)

فائدہ: اسی وجہ سے عموماً طلاق غصہ اور جہالت کے وقت دی جاتی ہے کہ غصہ اور جہالت شیطانی اثرات سے ہے۔ جاہل اور کم پڑھے لکھے لوگ کثرت سے طلاق دے دیتے ہیں سنجیدگی اور سوچ فکر کے بعد بہت کم لوگوں سے طلاق کا واقعہ پیش آتا ہے۔

چونکہ طلاق کے بعد عناد اور مخالفت کا سلسلہ چلتا ہے جس کی وجہ سے بہت سے گناہ صادر ہوتے ہیں اسی وجہ سے شیطان اس کی کوشش کرتا ہے۔

موجودہ دور میں بیشتر کم پڑھے لکھے لوگوں میں طلاق کے واقعات بکثرت پیش آتے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی معاشرہ بہت زیادہ بدنام ہو گیا ہے۔ حالانکہ طلاق ایک آخری علاج ہے جسے بدرجہ مجبوری اختیار کرنے کا حکم ہے نہ کہ یہ کھیل ہے جیسا کہ عوام کے ایک طبقہ نے سمجھا ہے۔

طلاق حدود الٰہی سے ایک کھیل ہے

حضرت بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص تھا جس نے طلاق دیا پھر رجوع کر لیا اس کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے حدود سے کھیل کرتے ہیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے حدود سے کھیل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں میں نے طلاق دیا۔ رجوع کر لیا۔ میں نے طلاق دیا رجوع کر لیا۔ (سنن کبریٰ: ۳۲۳/۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ طلاق ایک انتہائی آخری درجہ کی چیز ہے۔ جسے بالکل مجبوری پر جب کہ نبھاؤ اور مصالحت کی ساری شکلیں بیکار غیر موثر ہو جاتی ہیں۔ تب لاچاری میں اسے برا اور عنداللہ مبغوض سمجھتے ہوئے اسے اختیار کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ کہ ذرا سی کوئی بات ہوگئی طلاق دے دی پھر غصہ ٹھنڈا ہوا افسوس ہوا رجوع

کرلیا۔ پھر ذرا کوئی بات ہوئی طلاق دے دیا پھر افسوس ہوا رجوع کرلیا۔ یہ اللہ کے حدود سے کھیل ہے۔ آپ ﷺ اس سے حد درجہ ناراض ہوتے کہ طلاق کا مسئلہ بہت اہم اور محتاط ہے۔ ربط و جوڑ ختم کرنا توڑ اخیار کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔ اس سے گھریلو زندگی اور بچوں کا مسئلہ نہایت ہی مفسد پیچیدہ اور پریشان کن ہوجاتا ہے۔ انتہائی ضرورت اور مجبوری کی چیز کو کھیل بنا کر جب من چاہا اختیار کرلیا مہلک اور مفسد اور پریشان کن چیز ہے۔

طلاق دینا پھر رجوع کرنا اس سے بھی آپ نے منع فرمایا

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اللہ کے حدود سے کھیلتے ہیں کہ ایک کہتا ہے میں نے طلاق دے دی پھر میں نے تجھ سے رجوع کرلیا تجھے طلاق دے دی تجھ سے رجوع کرلیا۔ (کشف الغمه: ٩٦)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی تھا جو (عموماً اپنی بیوی سے) کہا کرتا تھا میں نے تم کو طلاق دیا میں نے تم سے رجوع کیا۔ آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ خدا کے حدود سے کھیل کرتے ہیں۔ (مطالب عاليه: ٢/٦٠)

فائدہ: طلاق دینا پھر رجوع کرنا چونکہ ایک شرافت اور سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اور شریعت کے ساتھ ایک کھیل ہے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ امت کا ایک نادان طبقہ غصہ اور جہالت میں طلاق دے دیتا ہے۔ پھر پشیمان ہوکر رجوع کی شکلوں میں پریشان رہتا ہے۔

بعضے تو ۳ر طلاق دے کر پشیمان ہوتے ہیں اور ملعون امور کا ارتکارب کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسا کام کرتے کیوں ہیں جس کی وجہ سے ایسی نوبت آتی ہے، جو شرافت تو کیا شرم حیاء سے بھی دور کی بات ہے۔

اگر مجبوراً طلاق کی ضرورت پڑ جائے تو طلاق کس طرح دے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے (ابن عمر سے) کہو کہ وہ رجوع کریں پھر طہر کی حالت (جب آ جائے تو) میں طلاق دیں۔ (مسلم: ٤٧٦، ترمذی: ٢٢٢، نسائی: ٩٨)

ابن سیرین کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو طلاق حالت حیض میں دے دی۔ حضرت عمر نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے حکم دو کہ وہ رجوع کرے اور جب طہر (پاکی کی حالت) آجائے تب طلاق دے۔ (مسلم: ٤٧٧، طحاوی: ٢/٣٠)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں آپ ﷺ نے (ضرورت پر) طلاق دینے کا شرعی طریقہ سکھایا کہ جب طہر کی مدت آجائے تب طلاق دے بشرطیکہ کے اس طہر میں وطی نہ کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ طلاق سنت کے مطابق دینے کا طریقہ یہ ہے۔ اس حالت طہر میں طلاق دے جس میں اس سے نہ ملا ہو۔ پھر چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گذر جائے۔ عدت گذر جانے کے بعد خود بخود عورت مرد کے نکاح سے خارج ہوجائے گی۔ (شامی: ۲۳۱/۳)

اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ شوہر بیوی اگر دوبارہ مربوط ہونا چاہتے ہیں تو دونوں کی رضا سے صرف نکاح سے کام چل جائے گا اور اگر ۳ طلاق دینے کا ارادہ ہو تو پھر ہر طہر اور پاکی کی مدت میں ملاقات کئے اور ملے ایک ایک طلاق دے یہاں تک کہ ۳ طہر میں ۳ طلاق ہوجائے۔ (شامی: ۲۳۱/۳)

اس صورت میں اب محض نکاح ثانی سے مربوط نہیں ہوسکتے تاوقتیکہ حلالہ کی صورت نہ پیدا ہوجائے۔

اگر کوئی بیوی سے کہے کہ تم مجھ پر حرام ہو تو

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کرلے تو قسم ہے اس کا کفارہ ادا کرے۔

فائدہ: امام بخاری فرماتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا اس کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (ص ۷۹۲)

چونکہ تم مجھ پر حرام ہو۔ کا مطلب یہ ہے کہ تم سے فائدہ اٹھانا میرے لئے حرام، اور طلاق بائنہ سے حرمت پیدا ہوجاتی ہے اس لئے اس کلمہ سے طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام اور ارباب فتاویٰ نے اس سے بائنہ کا حکم دیا ہے۔

لٰہذا اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "انت علیّ حرام" تم ہم پر حرام ہو تو اس سے طلاق بائنہ ہوجائے گی یہی مسئلہ ہے اور یہی فتویٰ ہے۔ مسلم کی شرح فتح القدیر میں ہے "و طلاق البائن عندالمتاخرین و علیه الفتویٰ." (ص ۱۶۲)

علامہ شامی اس پر تفصیل و تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عرف حادث و هو ارادة الطلاق و الفتویٰ علی العرف الحادث بل الصواب حمله علی الطلاق لانه العرف الحادث المفتی به .... و الفتویٰ انما هو انصرافه الی الطلاق من غیر نیة لا فی کونه یمیناً .... و علی هذا فالتعلیل بغلبة العرف لوقوع الطلاق به بلا نیة، و اما کونه بائناً فلانه مقتضی لفظ الحرام." (الشامی: ۴۳۵/۳)

خلاصہ ان تحقیقی عبارت مذکورہ کا یہ نکلا کہ انت علی حرام تم مجھ پر حرام سے طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ خواہ اس کی نیت طلاق کی ہو یا نہیں۔ جس طرح لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جاتی ہے اسی طرح اس سے بھی۔ بلا نیت محض کہنے اور بولنے سے طلاق بائن پڑ جائے گی۔

طلاق کا اختیار صرف شوہر کو

آپ ﷺ سے مروی ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے، اور ''عدت'' عورتوں سے ہی متعلق ہے۔

(تلخیص الحبیر: ۲/۲۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔

(تلخیص: ۲)

فائدہ: طلاق دینے کا اختیار صرف مرد کو ہے، اس نے مہر دے کر اس کی زوجیت کو قبول کیا ہے، عورت کو کسی بھی اعتبار سے طلاق کا اختیار نہیں۔

یورپ اور مغربی ممالک میں جو عورتوں کو بھی مرد کو چھوڑنے اور طلاق دینے کا اختیار ہے۔ وہ اسلام میں نہیں ہے۔ مسلمانوں کا قانون خدا کا بنایا ہوا قانون ہے۔ خدائے پاک اور رسول پاک ﷺ کے قانون میں طلاق کا اختیار صرف مرد کو ہی ہے عورت کو نہیں ہے۔

ہاں اگر شوہر جس کو طلاق کی ملکیت حاصل ہے اگر وہ عورت کو اختیار دے اور عورت شوہر کے اختیار دینے سے طلاق واقع کرلے تب طلاق ہوگی۔

خیال رہے کہ کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ مرد عورت کو حد درجہ پریشان کرے۔ نان نفقہ بھی ادا نہ کرے۔ حق زوجیت بھی ادا نہ کرے اور طلاق بھی نہ دے کر عورت کو راحت نہ دے تو اس کا بھی حل ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاضی مسلم، یا شرعی پنچایت میں دعویٰ دائر کرے وہ شوہر سے طلاق دلوائیں گے ورنہ شرعی اسلامی قوانین کے رعایت کرتے ہوئے قاضی شوہر کی جانب سے طلاق واقع کردے گا۔ قاضی کو ان امور کا اختیار ہے۔

پھر جاننا چاہئے کہ شوہر بھی عاقل بالغ ہو، اگر حقیقی پاگل ہو یا نابالغ ہو تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(الشامی: ۳/۲۳۰)

نیک صالح عبادت گذار بیوی کو ہرگز طلاق نہ دے اگر دے تو رجوع کرے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دیا تو اس پر یہ آیت ''یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء'' نازل ہوئی۔ اور آپ سے کہا گیا کہ آپ رجوع کرلیجئے چونکہ یہ بہت روزہ رکھنے والی رات کو نماز پڑھنے والی ہے۔　(عمدۃ القاری: ۲۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جب حفصہ کو طلاق دیا تو حکم دیا گیا کہ آپ رجوع کرلیں، تو آپ نے طلاق سے رجوع کرلیا۔　(مجمع الزوائد: ۴/۳۱۶، سبل الھدیٰ: ۵۹)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ پاک نے حکم دیا ہے آپ حفصہ کے

طلاق سے رجوع کرلیں۔ (مجمع: ۳۳۷، سبل: ۹/ ۵۹)

فَائِدَہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ اول تو نیک صالح عبادت گذار کو طلاق ہی نہ دے کہ اللہ کی صالح بندی کو تکلیف پہنچانا اچھی بات نہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے دے دیا۔ ایک طلاق یا دو طلاق تو پھر رجوع کرے یہ سنت اور اچھی بات ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق رجعی دیا اور پھر رجوع کرلیا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دیا اور رجوع کرلیا۔

(ابو داؤد: ۳۱۱، ابن ماجہ: ۱۴۵)

فَائِدَہ: بعض لوگ طلاق کے بعد رجوع کو عیب اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں سو یہ غلط ہے۔ اگر ایک یا دو طلاق دیا ہے تو پھر رجوع کرے۔ یہ سنت ہے اور اچھی بات ہے۔ ہاں اگر ۳ر طلاق دے دیا تو برا کیا گناہ کا کام کیا اب رجوع نہیں کرسکتا۔

بال بچے جس سے ہوں اس کو طلاق دینا منع ہے

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! میری ایک بیوی ہے۔ زبان دراز ہے۔ تکلیف دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اسے چھوڑ دو، انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول اس کے ساتھ زندگی گذری اور اس سے بچے ہیں تو اس پر آپ نے فرمایا پھر اسے رکھو۔ (طلاق نہ دو)۔

(مسند احمد مرتب: ۳)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق (تکلیف دہ امور کی) شکایت کی آپ نے فرمایا پھر اسے طلاق دے دو۔ انہوں نے کہا ان سے اولاد ہے اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا (پھر مت طلاق دو) ان کو نصیحت کرتے رہو، کوئی اچھی بات آ جائے۔ تو اسے قبول کرلو۔ (کشف الغمہ: ۲/ ۸۶)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس سے اولاد ہو۔ جس کے ساتھ زندگی کا ایک وقت گذارا ہو۔ اسے طلاق نہ دے کہ اس سے گھریلو نظام فاسد ہوتا ہے۔ گھریلو نظام کے فساد سے مرد کو پریشانی اور الجھن ہوتی ہے۔ بسا اوقات دوسری عورت سے بچوں کا اور گھر کا نظام سنورتا نہیں ہے۔ اور اگر کچھ کمی اور کوتاہی عورت میں ہو تو اسے برداشت کرے۔ جہاں فوائد و منافع ہوتے ہیں وہاں کچھ کمیاں بھی ہوتی ہیں۔ کمی کو بالکلیہ دور کرنے سے فوائد بھی چلے جاتے ہیں اس لئے بہت زیادہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے جوش میں جلدی فیصلہ نہ کر بیٹھے۔

صاحب اولاد بیوی کو طلاق دینا فحش گناہ کبیرہ

خلاء ابن سفیان عمانی نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ پاک نے ان فواحش گناہ کو جیسے چھپا کر رکھا ہے

قرآن پاک میں ذکر نہیں کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے شادی کرے پھر اس کے ساتھ ایک زمانہ تک رہے۔ طویل مدت گذارے، اس کے پیٹ سے جو ہو جھاڑے۔ (اولاد کثرت سے حاصل کرے) پھر بلا وجہ اسے طلاق دے دے۔ (مطالب عالیہ: ۵۲/۲، اتحاف الخیرہ: ۵۳۷/٤)

فائدہ: یہ نہایت ہی بداخلاقی اور عقل وفطرت کے خلاف ہے جس سے ایک زمانہ تک فائدہ اٹھایا۔ جس کی صحت اور جوانی سے فائدہ اٹھایا اب اسے جب کام ہو گیا تو اسے علیحدہ کردے اور اس کی زندگی کو پریشان اور برباد کردے۔ اس سے فوائد اور منافع حاصل کرنے کا تقاضہ یہ ہے کہ اب اگر وہ کسی لائق نہ رہے تب بھی ماضی کے احسان کی وجہ سے اسے نہ چھوڑے۔ گو ایسی بات نہیں ہوتی عورت بڑھاپے میں بھی شوہر کی خدمت اور گھر کا نظام چلاتی رہتی ہے۔ اولاد کے انتظام میں بھی وہ بہت کارکردگی انجام دیتی رہتی ہے۔ خود گھر میں رہنا گو بستر پر ہی ہو بہت سے امور اور مشورہ دیتی رہتی ہے۔ صاحب اولاد بیوی کو چھوڑنا گھر کے نظام کو برباد کر دیتا ہے اس لئے آپ نے ایسی صورت میں چھوڑنا اور طلاق دینا گناہ قرار دیا ہے۔

طلاق سنت کس طرح ہے اور کس طرح ضرورت پر اختیار کرے

احوص نے عبداللہ سے نقل کیا کہ طلاق سنت، طہارت کی حالت میں جب ہو تب دینا ہے اور یہ کہ اس طہر میں عورت سے وطی نہ کی جائے۔ (دارقطنی: ۵/۳، اعلاء السنن، نسائی: ۹۹/۲، ابن ماجہ: ۱٤۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے قول "فطلقوھن لعدتھن" کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا کہ پاکی کی حالت میں بغیر وطی کے طلاق دینا ہے۔ (اعلاء: ۱٤٤، فتح: ۳۰۱/۹)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں جب آدمی طلاق کا ارادہ کرے تو اسے جب پاکی کی حالت میں ہو تب طلاق دے پھر اس طہر میں عورت سے نہ ملے۔ پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گذر جائے۔ پس اس نے جب اس طرح طلاق دی تو اللہ کے حکم کے مطابق طلاق دیا۔ (عبدالرزاق: ۳۰۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو سنت طریقہ سے طلاق دینا چاہتا ہے جیسا کہ اللہ پاک نے حکم دیا ہے کہ طلاق اس حالت میں دے جب عورت پاک ہو، پھر اس سے ملے نہیں۔ (عبدالرزاق: ۳۰۳/٤)

فائدہ: علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں (شدید ضرورت پر جب شریعت اجازت دے) طلاق دینے کا مسنون طریقہ لکھا ہے کہ اس حالت میں ایک طلاق دے جب کہ حیض کا زمانہ نہ ہو۔ پھر اس پورے پاکی کے زمانہ میں عورت سے وطی نہ کرے۔ اور اس پر دو گواہ بنالے۔ (عمدۃ القاری: ۲۲٦/۲)

پھر عدت گذرنے کے بعد جدائیگی ہو جائے گی۔ اور رجوع کا بھی اختیار باقی رہے گا۔ علامہ شعرانی لکھتے

ہیں کہ حضرات صحابہ بس (ضرورت پر) ایک طلاق دیتے تھے۔ ایک سے زائد دیتے ہی نہ تھے۔
(عمدة القاری: ۹۷/۲)

ملنے کے بعد عورت کو طلاق دینا حرام ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ طلاق کے ۴ طریقے ہیں۔ دو حلال ہیں دو حرام ہیں۔ بہر حال حلال طریقہ تو یہ ہے کہ طہارت کی حالت میں طلاق دی جائے اور پھر عورت سے ملا نہ جائے۔ یا حاملہ کو طلاق دے جس کا حمل ظاہر ہو گیا ہو۔ حرام یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق دے یا ملنے کے بعد طلاق دے۔ نہیں معلوم ہو کہ اس سے حمل رکا ہے یا نہیں۔ (عبدالرزاق: ۳۰۷/٤)

حائضہ کو طلاق دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ بھڑک اٹھتا

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا کہ ابن عمر نے حیض کی حالت میں طلاق دیدی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ بھڑک اٹھا تو آپ نے فرمایا کہو اس سے کہ وہ رجوع کرے۔ مختصراً
(دار قطنی: ٦/٤)

فائدہ: حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے گناہ ہے اسی وجہ سے آپ غصہ ہو جاتے اور فرماتے اسے لوٹاؤ۔

حالت حیض میں طلاق گناہ اور خلاف سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس نے حالت حیض میں ۳ طلاق دی۔ اس کی عورت اس سے جدا ہو گئی۔ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ سنت کی مخالفت کی۔

فائدہ: اس حالت میں طلاق دے کر اس نے تین گناہ کئے (۱) حیض میں دیا۔ طہر میں دینا چاہئے۔ (۲) طہر میں بھی دینا تو صرف ایک دینا (۳) طلاق ابغض الطاعات کو اختیار کیا۔

حیض اور ماہواری کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دینے سے منع فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طلاق دی جب کہ وہ حیض کی حالت میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کر دیا۔ آپ غضبناک ہو گئے۔ اور فرمایا اس سے کہو کہ اس سے رجوع کرے اور اسے روکے رکھے۔ یہاں تک کہ حیض ختم ہو جائے۔ اس کے بعد پاکی کی مدت آئے پھر اگر وہ چاہے تو طلاق دے دے اس سے ملنے سے پہلے۔ (سنن کبریٰ: ۳۲٤، ابو داؤد: ۲۹٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دو طلاق حرام ہے۔ ایک حیض کی مدت میں۔ دوسرا جس مدت میں اس سے ملا ہو۔ نہ معلوم کہ اس کا حمل رکا ہے یا نہیں۔ (سنن کبریٰ: ۳۲۵)

فائدہ: حالت حیض میں طلاق دینا منع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابن عمر کے بارے میں پتہ چلا کہ انہوں

ـ نے اپنی بیوی کو ماہواری کی حالت میں طلاق دی ہے تو بہت غصہ ہوئے۔ اور آپ کا غصہ ہونا دلیل ہے۔ اس امر کے منکر اور خلاف شرع ہونے پر۔ اسی وجہ سے آپ نے رجوع کا حکم دیا۔ خیال رہے کہ گو حیض کی حالت میں طلاق دینا حرام ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ایک یا دو طلاق دیا ہے تو اس سے طہر میں رجوع کر سکتا ہے اور اگر واقع کرنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے عدت گذرنے کے بعد خود بائنہ ہو کر اس کے نکاح سے جدا ہو جائیگی۔

حیض کی حالت میں کوئی طلاق دیتا تو رجوع کا حکم دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہئے کہ وہ رجوع کر لیں۔ پھر طہر (پاکی کی حالت میں) طلاق دیں یا (اگر حمل ہو تو) حمل کی حالت میں۔ (مسلم: ۴۷۶/۱، ترمذی: ۲۲۲، نسائی: ۹۸/۲)

ابن سیرین کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو حضرت عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور خبر دی تو آپ نے فرمایا اسے کہو کہ وہ رجوع کر لے پھر جب پاکی کی مدت آئے تو اسے طلاق دے۔

اور اسی طرح مسلم کی ایک روایت میں ہے خواہ اسے روک لے۔ (یعنی نکاح میں اسے رہنے دے)۔

(مسلم: ۴۷۷)

فائدہ: عورت کو انتہائی مجبوری کی حالت میں طلاق دینا چاہے تو اس طہر اور پاکی کی مدت میں طلاق دے جب کہ اس طہر کی مدت میں اس سے ملا نہ ہو۔ اور حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے۔

شرح مسلم میں ہے کہ ایسی حالت میں طلاق دینا حرام ہے۔

اگر کوئی شخص جہالت نادانی کی وجہ سے طلاق دے دے تو اس کو رجوع کرنا واجب ہے کہ آپ نے اس کا حکم دیا پھر اس کے بعد جو طہر کی مدت آئے تو اسے اختیار ہوگا کہ خواہ نہ رکھنے کے ارادہ پر طلاق دے دے یا اپنے کرنے پر پشیمانی ہو۔ اور طلاق کو بہتر نہ سمجھا تو رجوع کر لے۔ اور اس پر گواہ بنا لینا سنت اور مستحب ہے۔ اور اگر اس نے خدانخواستہ ۳ طلاق دے دی ہے تو اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ رکھ سکتا ہے۔ چونکہ ۳ر طلاق سے عورت نکاح سے خارج ہو جاتی ہے۔

حائضہ کی طرح نفاس کی حالت میں بھی طلاق ناجائز ہے

حضرت عطا حیض کی حالت کی طرح نفاس کی حالت میں بھی طلاق ممنوع قرار دیتے ہیں۔

(عبدالرزاق: ۳۰۷/۶)

ابن جریج عمر بن دینار سے پوچھا کیا نفاس کی حالت میں طلاق دی جاسکتی ہے۔ فرمایا جس طرح حائضہ کو طلاق دینے کا حکم (ناجائز کا ہے) اسی طرح نفاس کی حالت میں بھی ہے۔ (عبدالرزاق: ۳۰۱/٦)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ جس طرح حالت حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے اسی طرح حالت نفاس میں جب کہ وہ ولادت کے بعد عدت گذار رہی ہو۔ ہاں حمل کی حالت میں طلاق کی گنجائش ہے۔ مگر یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اور شرافت انسانی کے خلاف ہے۔ کہ حمل اور وضع حمل کے بعد عورت کو کس قدر کوفت ہوگی۔ اور عموماً لوگ اس حالت کا خرچہ ادا نہیں کرتے جس کی وجہ سے سارا بوجھ بیچاری عورت پر پڑتا ہے۔

تین طلاق کے بعد اب رجوع نہیں کرسکتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا اگر میں ۳ طلاق دے دوں تو کیا میرے لئے جائز ہوگا کہ میں رجوع کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔ اور یہ گناہ ہوا۔ (دار قطنی: ۳۱/٤)

فَائِدَہ: تین طلاق خواہ ایک ہی مجلس میں ہو یا الگ الگ مجلس و وقت میں ہو اس سے عورت حرام ہو جاتی ہے اور اس طرح نکاح سے نکل جاتی ہے کہ دوبارہ نکاح سے بھی حلال نہیں ہوتی تاوقتیکہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اس سے ملے پھر وہ اپنی مرضی سے اتفاقاً طلاق دے دے تب اس شوہر سے نکاح کے بعد رکھ سکتا ہے۔ اسی کو آپ نے فرمایا کہ اب رجوع نہیں کرسکتے جیسا کہ ایک یا ۲ طلاق جسے رجعی کہتے ہیں رجوع کرسکتا ہے۔

ایک ہی مرتبہ تین طلاق دینا ناجائز اور گناہ ہے مگر ہو جاتی ہے

قریش کا ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور کہا اے ابوعباس میں نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہے اور میں غصہ میں تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا تحقیق جو تم نے اپنے اوپر حرام کر دیا سوا سے ابوعباس حلال نہیں کرسکتا۔ تم نے خدا کی نافرمانی کی۔ تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ تجھے خدا کا خوف نہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے کوئی راستہ نکالتا۔ (اگر ۳ر نہ دیتا) مختصراً۔ (دار قطنی: ۱۳/٤، ٦۰/٤)

حضرت معاذ بن جبل کہہ رہے تھے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے طلاق بدعت (ایک ہی مرتبہ یا ایک عدت میں ۳ر طلاق) دی ہم اس غلط طلاق کو لازم کردیں گے۔ (دار قطنی: ٤۵/٤)

حضرت ابن عمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں ۳ر طلاق دے دوں، تو میرے لئے جائز ہوگا کہ میں رجوع کروں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تیری عورت تجھ سے جدا ہو جائے گی۔ اور یہ گناہ ہوگا (دار قطنی: ۳۱/٤)

فَائِدَہ: آپ نے اسے گناہ فرمایا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو مقصد جدائیگی کا ہے وہ تو ایک طلاق سے پورا ہو جاتا ہے۔ جب مقصد پورا ہو جاتا ہے تو پھر ۳ر کی کیا ضرورت جس سے خدانخواستہ لوٹانے اور رجوع کا ارادہ ہوگیا تو

رجوع بھی نہیں کر سکتا۔

تین طلاق ایک مرتبہ دینا سنتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ بھڑک اٹھتا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے متعلق آپ کو خبر دی گئی کہ اس نے تین طلاق اکٹھے ہی دے دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے اور کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا کیا وہ اللہ کی کتاب سے کھیلتا ہے حالانکہ میں ان کے درمیان موجود ہوں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں اسے قتل نہ کردوں۔ (کشف الغمه: ۷/۲)

دیکھئے تین طلاق اکٹھے دینے کا واقعہ جب آپ نے سنا تو کس قدر غضبناک ہوئے۔ اور آپ نے اسے خدا کی کتاب کے ساتھ کھیلنا مذاق استہزا قرار دیا۔ آپ کے اس غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک شخص نے اس آدمی کو جس نے اکٹھے ۳/طلاق دی تھی آپ کے سامنے قتل کا ارادہ ظاہر کیا۔ گو آپ نے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مگر آپ کا غضب وغصہ اس درجہ کا تھا کہ گویا کہ وہ اس شخص لائق قتل تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ ۳/طلاق ایک ہی مرتبہ دینا ناجائز اور منع تھا۔ طلاق کا مقصد بیوی کو علیحدہ کرنا ہے۔ اس کا طریقہ ایک طلاق رجعی سے بھی ہوسکتا ہے کہ ایک طلاق دے دے اس سے علیحدہ ہوجائے۔ عدت گذر جانے کے بعد عورت خود اس سے علیحدہ ہوجائے گی۔ نکاح ختم یا ٹوٹ جائے گا۔ ۳/طلاق دینا خدا کے حکم کے خلاف ہے آپ نے اسے منع کیا ہے۔ جب خدا نے ایک طریقہ بیان کیا ہے کہ ضرورت پر ایسا کرسکتے ہو لو پھر اپنی جانب سے یہ فاش طریقہ کیوں اختیار کیا کہ اب خدانہ خواستہ ذہن بدلا دونوں کے مل کر رہنے کا ارادہ ہوا۔ تو اس غلط طریقہ میں اس کی گنجائش نہیں۔ اور خدا کے بیان کردہ طریقہ میں گنجائش ہے اس کے باوجود لوگوں کو دیکھیں گے کہ جب طلاق دیں گے تو ۳ ہی طلاق ہی دیں گے ایک یا بہت سے بہت دو نہیں دیں گے۔ پھر بعد میں روتے پھریں گے۔ اور دوڑتے پھریں گے کہ کوئی لوٹانے کی شکل نکلے۔ پھر آخر میں حلالہ جیسی قبیح ورزیل شکل اختیار کریں گے۔ اور شرم وحیاء وشرافت کو کھو بیٹھیں گے۔ اسی وجہ سے شریعت نے کہا تھا کہ اول تو برداشت کر کے رہ جاؤ طلاق نہ دو۔ اور اس کے بغیر چارہ نہ ہو تو صرف ایک طلاق دو تا کہ وقت پر اختیار رہے۔

تین طلاق پر شوہر کے لئے حرام بغیر حلالہ کے چارہ نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے تین طلاق دے دی گئی ہو اب اس شوہر کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ دوسرے سے نکاح نہ کرے۔ اور اس سے ملنا بھی ہو۔ وطی کی نوبت آئے۔

(مجمع الزوائد: ۳۴۳/۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنی عورت کو ۳/طلاق دیدے تو یہ اب

اس کے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ یہ عورت دوسرے سے نکاح کرلے پھر صحبت کرے۔ (دار قطنی: ۳۳/۲)

فائدہ: تین طلاق خواہ کسی بھی طرح ایک ہی کلمہ میں مثلاً تم کو تینوں طلاق یا ایک ایک کر کے دے، طلاق واقع ہوجائے گی۔ اور اس پر اس طرح حرام ہوجاتی ہے کہ نکاح سے بھی اب اس شوہر کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔ تاوقتیکہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ پھر اس سے ملنے کے بعد اتفاقاً یا کسی وجہ سے وہ طلاق دے دے تو اس سے نکاح کے بعد حلال ہوسکتی ہے۔ اسی کو حلالہ کہا جاتا ہے۔

خیال رہے کہ حلالہ کرنا اور نکاح کرتے ہوئے یہ کہنا کہ تم اسے ایک روز رکھ کر طلاق دے دینا یہ حرام اور لعنت کا باعث ہے۔

نشہ کی حالت میں بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے

سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار سے پوچھا گیا کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہوجائے گی۔ ان دونوں حضرات نے کہا ہاں۔ نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر وہ قتل کرے تو اسے قتل بھی کیا جائے گا۔

حضرت حسن بصری نے کہا نشہ کی حالت والے کی طلاق اور غلام کی آزادی واقع ہوجائے گی۔ ہاں خرید و فروخت معتبر نہ ہوگی۔ (سنن کبریٰ: ۳۵۹)

حضرت حسن بصری اور ابن سیرین کہتے ہیں کہ مست شراب کی طلاق واقع ہوجائے گی۔

(ابن ابی شیبہ: ۳۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے نشہ کی طلاق کو واقع بھی کیا ہے اور اسے کوڑے بھی لگائے۔

ابولبید نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے عورتوں کی گواہی سے نشہ کی طلاق کو واقع کیا ہے۔

امام شعبی اور زہری نے بھی کہا کہ نشہ کی طلاق اور غلام کی آزادی واقع ہوجاتی ہے اور اس پر حد شراب (۸۰ کوڑے جو اسلامی حکومت رہنے پر لگائی جاتی ہے) کی لگائی جائے گی۔ (ابن ابی شیبہ: ۳۸/۵)

فائدہ: خیال رہے کہ نشلی اشیاء، خواہ شراب ہو یا افیم وغیرہ ہو اس کے کھانے کے بعد جو مستی اور بے ہوشی کی حالت پیدا ہوجاتی ہے اس حالت میں طلاق کے الفاظ زبان سے نکلے تو اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے بے ہوشی اور مدہوشی کا عذر معتبر نہیں۔

علامہ عینی نے بنایہ میں لکھا ہے کہ یہی قول ہے سعید بن مسیّب، مجاہد، عطاء، حسن بصری، ابراہیم نخعی، اوزاعی، میمون بن مہران، حکم، قاضی شریح، سلمان بن یسار، محمد بن سیرین، ابن شبرمہ، سلمان بن حرب اور حضرت ابن عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، اور قتادہ، حمید، جابر بن زید، ابن ابی لیلیٰ، عمر بن

عبدالعزیز، حسن بن حمید کا ہے۔

اور یہی مسلک حضرت امام شافعی، سفیان ثوری، امام مالک، ابن وہب، اور امام احمد کے دو روایتوں میں ہے ایک روایت کا۔ (بنایه: ۳۷/۵)

پس معلوم ہوا کہ نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ نشہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجائے گی۔

علامہ شامی نے بھی لکھا ہے کہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ اگر لذت نشہ اور مستی کے لئے شراب پیا اور طلاق دی تو بالاجماع طلاق واقع ہوجائے گی۔ ''فلو للهوء الطرب نتبع بالاجماع.'' (۲۳۹/۱)

بھنگ، افیم کے نشہ میں تھا طلاق دیدی تو واقع ہوجائے گی۔ (شامی: ۲۳۹/۵)

کسی بھی شراب کے نشہ میں طلاق دی تو واقع ہوجائے گی۔ (شامیه)

طلاق میں کھیل کرنے سے بھی طلاق واقع ہوجائے گی

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک آدمی تھا۔ جو بیوی کو طلاق دے دیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے تو کھیل میں کہا، غلام آزاد کردیتا اور کہتا میں کھیل کر رہا تھا۔ بیٹی کی شادی یا نکاح کرادیتا اور کہتا میں نے کھیل کیا تھا۔ (یعنی میں نے حقیقتاً نہیں کہا تھا مذاقاً کیا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳/ چیزوں میں کھیل مذاق نہیں، کھیل سے بھی واقع ہوجاتی ہے۔ طلاق، نکاح اور آزادی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''و لا تتخذوا آيات الله هزوا.'' اللہ کے احکام کا مذاق مت اڑاؤ۔ (مطالب عاليه: ٦٤/٢)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۳/ چیزیں ایسی ہیں کہ اس میں حقیقتاً کہنا بھی حقیقت ہے اور مذاق کہنا بھی حقیقت ہے۔ یعنی مذاق سے بھی واقع ہوجاتی ہے۔ (ابو داؤد: ۲۹۸)

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ چیزوں میں کھیل صحیح نہیں، طلاق، نکاح اور آزادی میں۔ یعنی کھیل بھی مثل حقیقت کے ہے۔ (مجمع الزوائد: ٣٣٨/٤)

فائدہ: خیال رہے کہ طلاق نکاح وغیرہ میں کھیل اور مذاق سے احکام کے ثابت ہونے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ جس طرح واقعی طور پر کہنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے اسی طرح مذاقاً اور ہنسی کے طور پر کہنے سے اور کھیل کے طور پر کہنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اسی طرح غصہ میں کہنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اسی لئے ان جیسے کلمات سے سخت احتراز اور پرہیز چاہئے۔ مبادا کبھی ایسا جملہ نہ نکل جائے کہ بعد کو کف افسوس ملنا پڑے۔ عقلمندی کی بات یہ ہے کہ آدمی کرنے اور کہنے سے پہلے انجام سوچ لے۔

انشاء اللہ کے ساتھ طلاق دینے پر آپ ﷺ طلاق واقع نہ فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو کہے تجھ کو طلاق ہے انشاء اللہ۔ یا غلام کو کہا تم آزاد ہو۔ یا کہا میرے ذمہ بیت اللہ کا سفر پیدل ہے انشاء اللہ۔ تو اس پر کچھ نہیں ہے۔ (یعنی انشاء اللہ کے ساتھ کہہ دینے سے اس پر کچھ نہ ہوگا، نہ طلاق ہوگی نہ غلام آزاد ہوگا۔ نہ منت کا ادا کرنا واجب ہوگا۔

(سنن کبریٰ: ۳۶۱/۷، اعلاء السنن: ۲۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو قسم کھائے اور انشاء اللہ کہہ دے اس کا قسم نہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی عورت کو کہا تجھ کو طلاق ہے۔ انشاء اللہ۔ تو اس سے طلاق نہ ہوگی۔ (سنن کبریٰ: ۳۶۱/۷، دارقطنی: ۳۵/۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو طلاق کے ساتھ یا قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہہ دے اس سے نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ اس کی قسم ہوگی۔ لیکن اگر طلاق یا قسم کے ساتھ نہیں کہا بعد میں کہا تو طلاق اور قسم دونوں واقع ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر طلاق کے جملہ کے ساتھ انشاء اللہ اسی وقت کہا تب طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر طلاق کے جملہ کے بعد خاموش ہوگیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق واقع ہوگئی انشاء اللہ کہنا معتبر نہ ہوگا۔

(فتح القدیر: ۱۳۶)

مسئلہ: اگر انشاء اللہ کا ارادہ نہیں تھا مگر عادۃً زبان پر انشاء اللہ جاری ہوگیا تو بھی طلاق نہ پڑے گی۔

(فتح القدیر: ۱۱)

مسئلہ: اگر تم تجھ کو طلاق ہے ماشاء اللہ تب بھی طلاق نہ پڑے گی۔ (فتح القدیر: ۸)

مسئلہ: اگر کسی نے کہا تجھ کو طلاق ہے۔ اور انشاء اللہ کہہ ہی رہا تھا کہ ڈکار آگیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اور اسے متصل سمجھا جائے گا۔ (فتح القدیر: ۱۳۸/٤)

مرنے کے وقت طلاق دینے سے آپ ﷺ مطلقہ کو وارث قرار دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس عورت کو ۳ رطلاق دے دی جائے اور شوہر مرض الموت میں ہو تو ایسی صورت میں جب تک عدت میں رہے گی مرد کی وراثت لے گی۔ (اعلاء السنن: ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تماضر بنت الاصبع کو طلاق بائنہ دے دیا تھا۔ پھر انتقال ہوگیا اور وہ عدت گذار رہی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے وراثت دی تھی۔

(سنن کبریٰ: ۳۶۲/۷)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو طلاق مرض الموت کی حالت میں دے تو عدت میں رہتے ہوئے وہ وارث ہوگی۔ مگر مرد عورت کا (اگر مر جائے تو) وارث نہ ہوگا۔ (سنن کبریٰ: ۳۶۲)

فائدہ: شوہر اس مرض میں جس میں اس کا انتقال ہوا ہو۔ اس مرض میں اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو عورت کو شوہر کی وراثت ملے گی۔ گویا کہ وہ اس حالت میں طلاق دے کر اس کو اپنی وراثت سے محروم کر رہا ہے۔ شریعت نے اس محروم کرنے کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور اسے وراثت دی ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر نے بیماری کی حالت میں طلاق دی اور اسی بیماری میں صحت نہ ہوسکی انتقال ہوگیا۔ تو عورت عدت کے اندر شوہر کی وارث ہوگی۔ (فتح القدیر: ۱۴۵/۴)

مسئلہ: اگر شوہر نے بیماری کی حالت میں طلاق دی اس کے بعد صحت ہوگئی۔ پھر صحت کی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا تو پھر یہ مطلقہ وارث نہ ہوگی۔ (فتح القدیر: ۱۵۴/۴)

مسئلہ: اگر کسی نے مرض الموت کی حالت میں ایلا کیا۔ اور پھر اس کے بعد وہ مر گیا تو عورت وارث ہوگی۔

(فتح القدیر)

مسئلہ: اگر شوہر بیمار تھا عورت نے طلاق کا مطالبہ کیا۔ یا شوہر نے طلاق کا اختیار دیا تھا اس نے اپنے نفس کو اختیار کرلیا جس سے طلاق بائنہ پڑگئی۔ یا عورت نے مرض کی حالت میں خلع کرلیا۔ پھر شوہر کا انتقال ہوگیا تو ان تمام صورتوں میں عورت وارث نہ ہوگی۔ (فتح القدیر: ۱۴۷/۴)

مسئلہ: شوہر نے مرض الموت میں طلاق دے دی۔ شوہر اتنے دنوں بیمار پڑا رہا کہ عورت کی عدت طلاق بھی گذر گئی پھر شوہر کا انتقال ہوا۔ تو اب عورت وارث نہ ہوگی۔ (فتح القدیر: ۱۴۵/۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ اور سکنیٰ دینے کا حکم فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ ثلاثہ کے متعلق فرمایا کہ ان کو خرچہ (عدت کا) ملے گا اور ان کو مکان رہنے کے لئے عدت تک ملے گا۔ (دار قطنی، عمدة القاری: ۳۱۱/۲۰)

شعبی نے فاطمہ بنت قیس سے روایت کی ہے کہ فاطمہ بنت قیس کے شوہر نے ان کو ۳ طلاق دے دی تو یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے فرما دیا کہ نہ تم کو نفقہ ملے گا اور نہ سکنیٰ، اس روایت کی اطلاع حضرت نخعی کو دی گئی۔ انہوں نے کہا اس روایت (فاطمہ کی روایت) کی خبر حضرت عمر کو بھی دی گئی تو یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا ہم خدا کی کتاب اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ایک عورت کی بات پر نہیں چھوڑیں گے۔ شاید اسے وہم ہوگیا ہو (دھاکا ہوگیا ہو) میں نے خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ نفقہ اور سکنیٰ ملے گا۔ (یعنی مطلقہ ثلاثہ کو)۔ (فتح الملہم: ۲۰۵)

حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کو رہنے کا مکان اور عدت کا خرچہ ملے گا۔ (طحاوی: ۳۹/۲)

حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کو رہنے کا مکان اور خرچہ ملے گا۔ (طحاوی: ۴۳/۲)

فائدہ: جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کو عدت کا خرچہ اور عدت تک رہنے کا مکان ملے گا اسی طرح جسے طلاق بائنہ یا ۳ طلاق دے دی گئی ہو اسے بھی عدت تک کا خرچ اور رہنے کے لئے سکنیٰ ملے گا۔ عدت کے بعد وہ عورت آزاد ہو جائے گی خواہ میکے جائے یا اور رشتہ دار کے یہاں جائے یا خود اپنا انتظام کرے۔ اس شوہر سے اس کا تعلق بالکل ختم ہو جائے گا۔

شامی میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ کو اور مطلقہ بائنہ کو نفقہ، سکنیٰ اور کپڑا ملے گا۔ (۶۰۹/۳)

شوہر کہے بیوی سے کہ تم کو اختیار ہے

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اختیار دینے کے متعلق (یعنی شوہر بیوی سے کہے تم کو اختیار ہے) تو انہوں نے کہا ہم لوگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیار دیا تھا تو کیا اس سے طلاق ہوئی تھی۔ (بخاری: ۷۹۲/۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ مرد نے اگر عورت کو یہ کہا کہ تم میں اپنے نفس پر اختیار دیتا ہوں۔ اور اس سے نیت طلاق کی کی اور عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اس سے ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر عورت نے اختیار نہیں کیا خاموش رہی ادھر ادھر کام کرنے لگی تو کچھ واقع نہیں ہوگی۔ (فتح القدیر: ٧٩/٤)

اگر مرد نے عورت کو نفس یا طلاق کا اختیار دیا تو یہ اختیار مجلس تک ہی رہے گی۔ مجلس کے بعد اختیار ختم ہو جائے گا۔ (فتح القدیر: ٧٦/٤)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ازواج مطہرات کو اختیار دیا تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بیوی کو اختیار دیا تھا۔ تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ (نسائی: ١٠٥، مسلم: ٤٨٠)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بیویوں کو اختیار دیا تھا ہم لوگوں نے آپ کو اختیار کیا۔ پس کچھ نہ ہوا۔ (نسائی: ١٠٥، مسلم: ٤٨٠، بخاری: ٧٩٢، ابو داؤد: ٣٠٠)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی تمام بیویوں کو کسی وجہ سے اختیار دیا تھا کہ خواہ وہ آپ سے علیحدہ ہو کر آزاد زندگی گذاریں یا آپ کو اختیار کر کے آپ کے پاس رہیں اور جو غربت و تکلیف ہو اسے برداشت کریں اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تمام ازواج مطہرات نے آپ کو اختیار کیا تھا اور آپ کے ساتھ رہنے کو

تیار رہی تھیں اس وجہ سے طلاق نہیں ہوئی۔ ہاں اگر آپ کو اختیار نہ کر کے اپنے نفس کو اختیار کرتیں اور آزاد ہونے کو قبول کرتیں تو اس سے طلاق پڑ جاتی۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا شوہر بیوی کو اختیار دے اور کہے کہ چاہو تو اپنے نفس کو اختیار کرلو اس پر بیوی کہے کہ میں نے تو آپ ہی کو اختیار کیا تو طلاق نہیں پڑے گی۔ اور اگر کہہ دیا کہ میں نے اپنے نفس اور اپنے کو اختیار کیا تو اس سے ایک طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اور شوہر سے اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔

طلاق کا اختیار صرف مرد کو فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق کا اختیار اسی کو ہے جو اس پر حاکم ہے یعنی صرف مردوں کو۔ (دارقطنی: ۳۷/۲، تلخیص الحبیر: ۲۱۹، ابن ماجه)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طلاق کا تعلق صرف مردوں سے ہے۔ اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔ (دارقطنی، تلخیص الحبیر: ۲۱۲/۳)

فائدہ: خیال رہے کہ مذہب اسلام کے اساسی امور میں سے ہے کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مردوں کو ہے۔ عورتوں کو کسی بھی حالت میں نہیں۔ عورت چاہے کہ وہ اپنے اوپر خود سے بلا مرد کے اختیار دیئے طلاق واقع کرلے تو یہ لغو بیکار غیر موثر ہے درست نہیں، اس سے نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح وہ مرد کو طلاق دے کر طلاق نامہ لکھ کر خواہ اپنے سے یا جج وقاضی کی عدالت میں علیحدہ ہونا چاہے تو نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ مغربی ممالک میں عورتیں بھی مردوں کو طلاق دے کر علیحدہ ہوسکتی ہیں۔ اور اپنا نکاح ختم کرسکتی ہیں۔ اسلامی قانون میں یہ درست نہیں۔

ہاں اگر مرد عورت کو یہ اختیار دے کہ میں تم کو اپنی جانب سے طلاق کا اختیار دیتا ہوں تم اس اختیار پر طلاق واقع کرسکتی ہو تب اس کی اجازت سے جس قدر اختیار دیا ہے اسی قدر طلاق واقع کرسکتی ہے۔ جس کا بیان ''اختیار دینے'' کے ذیل میں آرہا ہے۔

پس اس روایت اور شرعی ضابطہ سے معلوم ہوا کہ مغربی ممالک میں عورتیں اپنے شوہر کو طلاق دے کر اس کی مرضی کے خلاف آزاد ہوجاتی ہیں یہ صحیح نہیں۔ اور نہ ان کا اس حالت میں دوسرے کسی مرد سے نکاح کرنا درست ہوگا۔ پہلا شوہر باقی ہے اس کا نکاح باقی ہے۔ اس سے نکاح کرنے پر اور ازدواجی تعلقات کے قائم کرنے پر زنا امر حرام کے ارتکاب کا گناہ ملے گا۔

اگر مرد سے نبھاؤ نہ ہو عورت طلاق چاہتی ہے اور مرد پریشان کرتا ہے طلاق نہیں دیتا ہے تو مسلمان جج سے یا اسلامی شرعی پنچایت کمیٹی کو درخواست دے وہ اس پر غور کر کے حسب ضابطہ شرعیہ علیحدگی کرادے گی۔

غیر مسلم عدالت غیر مسلم جج کا فیصلہ معتبر نہیں۔

آپ ﷺ کے اختیار کا واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ازواج مطہرات کو اختیار کا حکم دیا گیا تو ابتداً میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں دیکھو تم اپنے مسئلہ میں جلدی مت کرنا تاوقتیکہ اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلو۔ حضرت عائشہ نے فرمایا آپ کے علم میں بات تھی کہ میرے والدین ہرگز آپ سے علیحدگی اور جدائیگی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ پاک جل شانہ نے فرمایا یا"ایھا النبی قل لازواجك الخ" اے نبی آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے۔ اگر وہ دنیا کی زندگی اور اس کی عیش زینت کا ارادہ رکھتی ہیں تو آجائیں ان کو "متعہ" دے دوں گا۔ اور بہتر طور پر رخصت کردوں گا۔ اور اگر وہ اللہ و رسول کو چاہتی ہیں اور آخرت کے گھر کا۔ تو اللہ تعالیٰ نے صالح عورتوں کے لئے جو تم میں سے ہوں بہت بڑا اجر رکھا ہے۔

تو میں نے آپ سے عرض کیا میں کس چیز میں والدین سے مشورہ کروں۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو ترجیح دی۔ (یعنی میں نے آپ کو اختیار کیا اور علیحدگی نہیں چاہتی) پھر آپ ﷺ کی دیگر بیویوں نے بھی وہی کیا جو میں کیا۔ (یعنی ان کو علم ہوا کہ میں نے آپ کو اختیار کیا تو انہون نے بھی آپ کو اختیار کیا۔ (مسلم: ۱/۴۷۹، بخاری: ۲/۷۹۲)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی کہ آپ کے پاس آؤں دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں دروازہ پر اور ان کو اندر آنے کی اجازت نہیں مل رہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کو اندر آنے کی اجازت مل گئی وہ اندر داخل ہوئے۔ پھر حضرت عمر بھی آئے انہوں نے اجازت چاہی ان کو بھی اجازت مل گئی۔ دیکھا کہ نبی پاک ﷺ بیٹھے ہیں اردگرد عورتیں نہایت ہی خاموش بالکل چپ بیٹھی ہیں۔ انہوں نے (حضرت عمر نے) کہا میں ضرور کوئی ایسی بات کروں کہ نبی پاک ﷺ کو ہنساؤں۔ کہ اگر خارجہ کی بیٹی مجھ سے نفقہ کا سوال کرے تو میں کھڑا ہوجاؤں اور اس کی گردن میں نیزہ ماروں۔ اس پر آپ ﷺ ہنس دیئے۔ یہ دیکھو ہمارے چاروں طرف بیٹھی ہیں۔ مجھ سے نفقہ کا (اچھی طرح خرچہ کا) سوال کررہی ہیں۔

تو یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کی طرف کھڑے ہوئے اور ان کی گردن پر نیزہ مارنے لگے یعنی سخت ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے کہ ایسا مطالبہ کیوں کیا۔ حضرت عمر نے بھی حفصہ کی طرف کھڑے ہوئے اور ان کی گردن میں نیزہ مارنے لگے۔ اور دونوں کہنے لگے کہ رسول پاک ﷺ سے تم ایسی چیزوں کا مطالبہ کرتی

ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔

ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم ہم لوگ ایسی چیز کا مطالبہ رسول اللہ ﷺ سے کبھی نہ کروں گی جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ (یعنی فراوانی کی زندگی کا اور خوش عیش نفقہ کا)

(اس واقعہ کے بعد) آپ ازواج مطہرات سے ۲۹/دن ایک ماہ الگ رہے۔ پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "یا ایھاالنبی قل لازواجك .... منکن اجراً عظیما." تو آپ سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے ان سے فرمایا میں تم کو ایک مشورہ دیتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے مسئلہ میں جلدمت کرنا۔ تاوقتیکہ اپنے والدین سے مشورہ نہ کرلینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا وہ کیا آیت نازل ہوئی ہے تو آپ نے وہ آیت تلاوت کرکے سنادی۔ کہا اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں گی۔ بلکہ میں نے خدا رسول کو پسند کیا۔ آخرت کے گھر کو اختیار کیا۔ پھر کہا کہ میں آپ سے کہتی ہوں کہ میں نے آپ سے کہا ہے اپنی کسی بیوی کو اس کی اطلاع نہ کیجئے گا۔ تو اس پر آپ نے فرمایا کوئی عورت پوچھے گی تو میں ضرور بتادوں گا۔ (جھوٹ یا چھپاؤں گا نہیں) اللہ نے ہمیں نہ سخت اور نہ تکلیف دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن مجھے سکھانے اور سہولت پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (مسلم: ۱/۴۸۰)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب ابن مسعود سے فرمایا کرتے تھے کہ شوہر جب بیوی کو اختیار دے دے تو اور وہ شوہر کو اختیار کرے تو علی حالہ اس کی بیوی رہتی ہے۔ اور وہ اپنے کو اختیار کرے تو ایک طلاق۔ (اعلاء السنن: ۱۹۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے آدمی اگر اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ اپنے نفس کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اور اگر شوہر کو اختیار کرے تو کچھ نہیں۔

(ابن ابی شیبہ، اعلاء السنن: ۱۱/۱۹۶، سنن کبریٰ: ۳۴۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت اپنے کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائنہ پڑے گی۔ شوہر کو اختیار کرے گی تو کچھ نہیں۔ (سنن کبریٰ: ۷/۳۴۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے مطالبہ پر کہ ہمیں نان نفقہ میں اور خرچ میں وسعت دی جائے۔ گھریلو خرچ میں اضافہ کیا جائے تاکہ دنیا کی زندگی اچھی طرح اور فراوانی سے گذرے۔ اس پر آپ کو ناگواری ہوئی اور قریب ایک ماہ ان سے الگ رہے۔ پھر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ آپ نے بیویوں کو اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے نفس کو اختیار کرکے علیحدہ علیحدہ ہوجائیں یا مجھ کو اختیار کریں میرے ساتھ رہیں۔ اور میری غربت ومسکنت پر راضی رہیں۔ جو سہولت کے ساتھ مل جائے اس پر قناعت کریں اور آخرت

میں بلند بالا عظیم الشان درجہ پائیں۔تو ازواج مطہرات نے آپ کے ساتھ رہنا پسند کیا۔اور اپنے نفس کو اختیار کر کے آزاد نہیں ہوئیں۔

لہٰذا اگر شوہر بیوی کو اختیار دے تو صرف اختیار دینے سے عورت پر طلاق نہیں پڑے گی۔ ہاں اگر عورت اپنے نفس کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔　(شامی)

جس مجلس میں شوہر نے بیوی کو اختیار دیا اسی مجلس تک اختیار رہے گا۔مجلس کے بعد اختیار نہ رہے گا۔

(اعلاء السنن: ۱۹۹، شامی)

مرد کو طلاق دینے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کے نزدیک سب سے بڑا گناہ گار وہ شخص ہے جس نے کسی عورت سے شادی کی اور جب اس نے اپنی خواہش پوری کر لی تو اسے طلاق دے دی اور اس کا مہر بھی لے لیا۔　(حاکم: ۲/۱۸۲)

فائدہ: کس قدر ظلم کی بات ہے ایک زمانہ تک اس سے فائدہ اٹھایا۔اور جب فائدہ میں کمی محسوس کی تو اسے بھگا دیا۔دنیادار نفس کے پجاری ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ غرض پرستی اور نفس پرستی ہے۔انسانی اخلاق نہیں اسی وجہ سے آپ نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ایسے ظلم کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے کہ طلاق کے بعد باقی زندگی کی راحت جاتی رہتی ہے۔ادھر مظلوم عورت کی دلی تکلیف بھی اثر دکھاتی ہے۔

جو عورت شوہر سے طلاق مانگے جنت کی خوشبو اس پر حرام

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر سے خلع علیحدگی اور جدا ہونے کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(ابن ماجہ: ۱۴۸، دار قطنی: ۱۶۲، ابو داؤد: ۱/۳۰۳، سنن کبریٰ: ۳۱۶)

فائدہ: خیال رہے کہ شادی بیاہ کوئی کھیل نہیں جب چاہا کر لیا جب چاہا ڈھا دیا۔اس سے عورت کی عفت پر اثر پڑتا ہے۔اس سے معاشرہ فاسد ہوتا ہے۔انسانیت کے نظام میں خلل پیدا ہوتا ہے۔نکاح پر کسی کو مجبور نہیں کیا ہر ایک کو اختیار دیا۔مرد کو بھی عورت کے متعلق اور عورت کو یا اس کے والدین کو مرد کے متعلق سمجھ لینا چاہئے کہ دونوں کے درمیان زندگی کا نظام باہم ٹھیک چلے گا یا نہیں۔ جب سوچ سمجھ کر مصالح دیکھ کر شادی کرے تو پھر اس نکاح کو نبھانے کی کوشش کرے۔ ذرا ذرا سی بات میں معمولی امر میں نہ ادھر سے طلاق نہ ادھر سے خلع ہو۔اس نظام نکاح کو بلا کسی خاص اہم لابدی سبب کے توڑنے پر آپ نے ہر ایک کو خوف دلایا۔وعید و سزا سنائی تا کہ یہ رشتہ بندھن نہ ٹوٹے اور معاشرہ میں فساد پیدا نہ ہو کہ اس سے خاندان اور قبیلوں کا توڑ اور مخالفت پیدا

ہوتی ہے جس کا دنیاوی اور دینی ضرر ظاہر ہے۔

خلع کو آپ ﷺ طلاق قرار دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خلع کو طلاق بائنہ قرار دیا ہے۔

(سنن کبریٰ: ۳۱٦/۷، دارقطنی، عمدة القاری)

سعید بن میبّب سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خلع کو طلاق قرار دیا ہے۔

(ابن ابی شیبه، عمدة القاری: ۱٦۱/۲۰)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر عورت نے مرد سے خلع کیا اور مرد نے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے میں نے تم سے خلع کیا تو اس صورت میں محض خلع کرنے سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ الگ سے طلاق دینے یا لفظ طلاق کا استعمال کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ (فتح القدير: ۲۱۱/٤، الشامی: ٤٤٤)

اگر زیادتی شوہر کی جانب سے ہے جس کی وجہ سے عورت مجبوراً خلع کیا ہے تو شوہر نے جو دین مہر دیا ہے واپس لینا مکروہ ہے۔ درست نہیں۔ (فتح القدير: ۲۱۵)

اگر خود عورت باوجود حسن برتاؤ کے رہنا نہیں چاہتی تو یہ عورت کا قصور ہے۔ عورت ہی خلع کرنا چاہتی ہے تو شوہر دین مہر جس مقدار دیا ہے واپس لے لے اور خلع کرلے، زائد کا مطالبہ درست نہیں۔

(فتح القدير: ۲۱٦/٤)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مرد کی جانب سے گڑبڑی ہو تو کچھ بھی لینا حرام ہے۔ "و الحق ان الاخذ اذا كان النشوز منه حرام قطعاً لقوله تعالىٰ فلانا خذوا منه شيئا." (۴٤٥/۳)

اگر شوہر بداخلاق بدکردار ہو تو عورت خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے

سعید بن میبّب نے بیان کیا کہ ثابت بن قیس کی کوئی بیوی تھی .... اس نے اپنی بیوی کو مارا اور ہاتھ توڑ دیا۔ آپ کے پاس یہ شکایت لے کر آئی، بیوی نے کہا میں مہر واپس کرتی ہوں۔ (یعنی خلع چاہتی ہوں) آپ نے شوہر کو بلایا اور کہا وہ تمہارا باغ (مہر) واپس کرتی ہے۔ (عبدالرزاق: ٤٨٢)

فائدہ: اگر شوہر کی بداخلاقی اور تشدد مزاج سے عورت پریشان ہو اور وہ شوہر کے ساتھ نہ رہنے میں اپنی راحت سمجھتی ہو اور علیحدہ ہونا چاہتی ہو تو وہ شوہر سے خلع دین مہر کے عوض طلاق حاصل کرسکتی ہے۔ شریعت نے عورت کو یہ اختیار دیا ہے۔ تاہم وہ دیکھ لے کہ شوہر سے الگ ہو کر وہ دوسرا نکاح یا کسی اور طرح سے باعفت زندگی گذار سکتی ہے کہ نہیں۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہی وہ فیصلہ کرے۔ ورنہ تو شوہر کی پریشانیوں کو برداشت کر کے رہے اس کی بڑی فضیلت ہے۔

اگر بیوی کو شوہر مارے پیٹے تو بھائی کو شکایت کا حق ہے

ربیع بنت معوذ بن عفراء نے بیان کیا کہ ثابت بن قیس نے اپنی بیوی کو مارا کہ اس کا ہاتھ توڑ دیا۔ وہ جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی تھی۔ تو اس کے بھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت لے کر آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو بلا بھیجا اور فرمایا اپنا مال (مہر) لے لو اور اس کا راستہ صاف کرو، اس نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ (نسائی: ۲/۱۱۲)

اس روایت میں ذکر ہے کہ شوہر نے بیوی کو مارا ایسا مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اس طرح مارنا ظلم تھا۔ قصور پر تنبیہ کی ضرورت ہو سکتی ہے مگر زد و کوب کی ایسی صورت کہ جسم کا کوئی عضو متاثر ہو جائے اخلاق انسانی کے خلاف ہے۔

اس واقعہ میں عورت کے بھائی نے آپ سے شکایت کی۔ آپ نے حالات کا جائزہ لیا ہوگا۔ اور نبھاؤ کی شکل نہ سمجھی ہوگی اس لئے عورت کے مطالبہ پر علیحدگی فرمادی۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ اس کا مرد بد اخلاقی کرے۔ نامناسب حرکت کرے۔ تو اس کے بھائی یا ولی کو حق شکایت ہے۔ اور اس کو اس ذمہ داری کا احساس بھی چاہئے۔ ورنہ پھر عورت کا بھائی اور اس کے خاندان والے پریشان حال نہ ہوں گے۔ تو کون ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شکایت کا سننا اور مال کے مطابق فیصلہ کرنا دلیل اس بات کی ہے کہ آپ نے ان امور کو صحیح سمجھا۔

اگر عورت شوہر کے حق کو ادا نہ کر سکے اور آپس کے تعلقات خوشگوار نہ رہ سکیں تو عورت کو خلع کا حق ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں ثابت کے دین یا اخلاق پر کوئی عیب نہیں لگاتی البتہ اس کی مخالفت اور ناشکری سے ڈرتی ہوں۔ (یعنی اس کی خدمت و اطاعت نہیں کر سکتی) تو آپ نے فرمایا کیا تم اس کا باغ (مہر) واپس کر دوگی۔ اس نے کہا ہاں اور واپس کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدائی فرمادی۔ (بخاری: ۲/۷۹٤)

فائدہ: اس روایت میں ثابت کی بیوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ثابت میں دینداری کے اعتبار سے نہ کوئی عیب ہے البتہ مجھے ان سے مناسبت نہیں، میں ان کے حق زوجیت کو ادا نہیں کر سکتی۔ اس لئے آپ علیحدگی فرمادیجئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کے عوض جدائیگی فرمادی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت طے کرے ٹھان لے اور سمجھانے سے بھی اس پر کوئی اثر نہ پڑے وہ شوہر کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تو شوہر کو خلع کر لینا چاہئے اور دین مہر کے عوض اسے آزاد کر دینا چاہئے۔

آج کل اس مسئلہ کو الجھا کر رکھتے ہیں۔ شوہر خلع یا طلاق پر راضی نہیں ہوتا۔ یہ عورت پر ظلم ہے۔ آپ نے

ایسے واقعے میں عورت کو مجبور نہیں کیا۔ اور نہ شوہر کو ترغیب دی کہ تم طلاق دو یا خلع مت کرو۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو اس کا یہ حق خلع دینے کہا۔ شریعت نے عورت کو یہ حق دیا ہے۔ لہٰذا اسی حالت میں اس کو پریشان نہیں کرنا چاہئے۔

جس طرح مرد کو طلاق کا حق اس طرح عورت کو خلع کا حق ہے

عطاء نے بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا مجھے یہ شوہر بالکل پسند نہیں میں اس سے جدائیگی چاہتی ہوں۔ تو آپ نے اس سے فرمایا پھر اس کا مہر جو اس نے باغ دیا واپس کروگی؟ کہ اس نے مہر میں باغیچہ دیا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر اس عورت نے کہا اور میں اپنے مال اور زیادہ دوں گی۔ آپ نے کہا تمہارے مال کی جو (مہر سے) زائد ہے اس کی ضرورت نہیں۔ ہاں مگر باغیچہ (جو مہر ہے) اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع جدائیگی فرمادی۔ اس کے شوہر کو اس فیصلہ کی اطلاع کی گئی تو اس نے کہا میں نے آپ کے فیصلہ کو بہ چشم قبول کیا۔ (مسند عبدالرزاق: ۵۰۲)

فائدہ: جس طرح مرد کو اختیار ہے کہ وہ کسی شرعی معقول وجہ سے جب کہ اس کا بناؤ عورت سے نہ ہوتا ہو اور نہ عورت رہنا چاہتی ہو تو اسے مرد طلاق دے سکتا ہے۔

اسی طرح شریعت نے عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اگر شوہر کو بالکل پسند نہ کرتی ہو، بالکل اس سے مناسبت اور محبت نہ ہوتی ہو۔ طبیعت میل نہ کھاتی ہو، یا شوہر کے اخلاق و عادات اسے بالکل نہ بھاتی ہوں۔ زندگی عورت کی اجیرن بن گئی ہے۔ اور وہ اس درجہ میں پہنچ چکی ہو کہ شوہر سے علیحدگی ہی میں چین امن راحت سمجھتی ہو۔ تو شریعت نے اسے خلع کا حق دیا ہے۔ وہ دین مہر جو شوہر نے اسے دیا ہے یا اس کا حق ہے ابھی نہیں دیا ہے اس کے عوض طلاق حاصل کرے۔ اور خلع سے شوہر راضی نہ ہو یعنی شوہر اس علیحدگی پر راضی نہ ہو تو شرعی دارالقضا میں اپنا ارادہ دائر کرسکتی ہے۔ اصول شریعت کی روشنی میں دارالقضا جو مناسب فیصلہ کرے اسے قبول کرلیا جائے۔ تاہم شریعت کا حکم یہی ہے کہ شوہر اس خلع پر عورت کے مطالبہ سے راضی ہو جائے اسے جبراً قید نکاح میں نہ رکھے کہ اس سے نکاح مقاصد تو حل نہیں ہوں گے اور آپسی تنازع دردسر کا ہی نہیں دین و دنیا دونوں کے نقصان کا باعث ہوگا۔

اگر عورت رہنے پر بالکل تیار نہ ہو شوہر خلع قبول کرلے ضد نہ کرے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی عورت اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنے آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھے جو مہر اس نے دیا ہے تم اسے واپس کروگی۔ وہ کہتی ہاں۔ تو آپ شوہر سے فرماتے جو تم نے مہر اسے دیا ہے بلا زیادتی کے اسے واپس لے لو اور اسے طلاق دے دو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے فرماتے جو عورت پر تمہارا

نکلتا ہے اسے لے لو اور اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ (کشف الغمه: ٩/ ٩٥)

سنن کبریٰ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے شوہر سے فرمایا جو مہر تم نے دیا ہے اسے واپس لے لو اور زیادہ کا مطالبہ نہ کرنا۔ ابوزبیر کی ایک روایت میں شوہر نے مہر لے لیا اور اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔

(سنن کبریٰ: ٧/ ٣١٤)

فائدہ: خیال رہے کہ اول تو عورت کو آپ نے خلع کے مطالبہ کرنے سے منع فرمایا، تاہم اگر عورت کسی طرح شوہر کو پسند نہ کرے اس کے ساتھ بالکل نہ رہنا چاہے اور انکار اور نفرت ظاہر کرے جیسا کہ ثابت کی بیوی نے آپ کی خدمت میں اظہار کیا تھا۔ تو آپ نے شوہر ثابت سے کہا، مہر واپس لے کر اس کا پیچھا چھوڑ و۔ تو اس باب میں نہ آپ نے عورت سے مزاحمت کی اور نہ شوہر ہی نے مزاحمت کی۔

اس طرح کوئی عورت مرد سے خلع کا مطالبہ کرے اور نہ رہنے پر اصرار کرلے تو مرد کو مزاحمت اور جھنجھٹ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ مرد کی شرافت اور وقار کے خلاف ہے کہ جو نہ رہے اسے جبراً نہ رکھے۔ اسی طرح دینداری اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے کہ کسی کی مرضی کے خلاف اس پر ظلم تشدد کرے۔ عورت کو پریشانی بھی ہے مرد کو کیا۔ اس کے لئے دوسری شادی آسان ہے۔ دوسری شادی کرلے۔ عورت اگر شوہر کو قبول نہ کرے وہ خلع ہی پر راضی ہو تو شوہر دین مہر کے عوض خلع کرے۔ اگر دین مہر دے دیا ہے تو اس کا مطالبہ کرے۔

(فتح القدير: ٢١٦)

آپ ﷺ عورت کی شکایت سنتے اور اس کا حل فرماتے

عطا نے بیان کیا کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں آئی۔ اور شوہر کی شکایت کر رہی تھی۔ (اس کے ساتھ موافقت نہیں ہو رہی تھی) تو آپ نے فرمایا اس کا مہر باغ (مہر میں دیا ہوا) واپس کردو گی۔ اس نے کہا ہاں اور زائد بھی دوں گی۔ آپ نے فرمایا زیادہ نہیں۔ (سنن کبریٰ: ٧/ ٢١٥)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت خلع کا مطالبہ کرے تو اس کی مخالفت مت کرو۔

(سنن کبریٰ: ٧/ ٣١٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبیبہ بنت سہل نے ثابت بن قیس سے شادی کی تھی۔ مہر میں دو باغ دیا تھا۔ دونوں کے درمیان اختلاف ہوگیا۔ یہاں تک کہ شوہر نے اسے مار کر اس کا ہاتھ تک توڑ دیا وہ آپ کے پاس فجر کے وقت آئی .... اور کہا کہ انہوں نے مجھے مارا ہے۔ مختصراً۔ (سنن کبریٰ: ٧/ ٣١٥)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس جمیلہ بنت سلولی آئی۔ اور خلع کے مطالبہ کے لئے۔ آپ نے پوچھا کیا مہر پائی ہو، کہا باغیچہ، آپ نے فرمایا باغیچہ واپس کردو۔ (اور آپ نے علیحدگی

فرمادی) (سنن کبریٰ: ۳۱۳/۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں یا مردوں کی جو پریشانی یا مصیبت کی بات ہو اسے سنے اور مسئلہ کا جو مناسب حل ہو نکال دے۔ اس سے عناد اور مخالفت کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ ورنہ اس کا سلسلہ ایک گھر سے چل کر خاندان میں داخل ہوجاتا ہے۔ پھر خاندانی لڑائی کا طویل سلسلہ چلتا ہے۔

عورت کے مطالبہ خلع پر شوہر کو مہر سے زائد کا مطالبہ کرنا درست نہیں

عطاء نے کہا کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شوہر کی شکایت لے کر آئی (اور خلع کا مطالبہ کیا) آپ نے فرمایا (مہر میں) باغیچہ ملا ہے۔ اسے واپس کردوگی۔ اس نے کہا ہاں واپس کردوں گی۔ اور زائد بھی دوں گی۔ اس پر آپ نے فرمایا زیادہ نہیں دینا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۳۱٤)

عکرمہ نے بیان کیا کہ جمیلہ بنت سلول آپ کے پاس آئی اور شوہر ثابت کے متعلق کہا کہ میں اس کی عیب جوئی نہیں کرتی (اور خلع کا مطالبہ کیا) آپ نے دونوں کے درمیان جدائیگی فرمادی اور (شوہر سے) کہا جو تم نے دیا ہے (مہر) وہ واپس لے لو اور اس سے زائد مت لینا۔ (سنن کبریٰ: ۳۱٤/۷)

فائدہ: دیکھئے ان روایتوں میں ذکر ہے کہ عورت نے خلع کے لئے مہر کے علاوہ اپنی طرف سے زائد بھی دینے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے عورت کو منع فرمادیا۔ مہر کے علاوہ زائد دینے کی ضرورت نہیں۔ دوسری روایت میں آپ نے شوہر سے خطاب کر کے فرمایا مہر واپس لے لو زائد مت لینا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مہر سے زائد کا لینا اور مطالبہ کرنا خلاف سنت اور منع ہے۔ (فتح القدیر: ۲۱٦/٤)

اگر بیوی بالکل شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلع کرادیتے

عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں کہ حبیبہ بنت سہل انصاریہ کی ثابت بن قیس بن شماس سے شادی ہوئی تھی۔ آپ ایک دن صبح کے وقت نکلے۔ تو اندھیرے ہی میں دروازے پر حبیبہ بنت سہل کو پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا (آپ کو پتہ نہ چلا) یہ کون ہے۔ اس نے کہا میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں ثابت کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ جب ثابت آئے تو آپ نے اس سے تذکرہ کیا جو اللہ نے چاہا۔ حبیبہ نے کہا جو اس نے (مہر) مجھے دیا ہے وہ میرے پاس سب کا سب ہے۔ آپ نے ثابت سے فرمایا تم مہر لے لو (اور اسے چھوڑ دو) چنانچہ ثابت نے لے لیا اور وہ اپنے میکہ چلی گئی۔ (بلوغ الامانی: ۱٦/۱۷)

سہل بن حثمہ کی روایت میں ہے کہ ثابت ایک پستہ قد مناسب شکل وصورت والے نہیں تھے۔ انہوں نے مہر میں باغ دیا تھا۔ آپ نے پوچھا پھر باغ واپس کردوگی۔ اس نے کہا ہاں۔ چنانچہ اس نے مہر باغ واپس کردیا آپ نے دونوں میں تفریق کردی۔ یہ خلع اسلام کا سب سے پہلا خلع تھا (بلوغ الامانی: ۱۵/۱۷، ابن ماجہ: ۱٤۸)

اس روایت میں ہے کہ (اس کو شوہر سے اتنی نفرت ہوگئی تھی) اس نے یہ تک کہہ دیا اگر خوف خدا نہ ہوتا تو اس کے چہرے پر تھوک دیتی۔ (غالباً یہ کنایہ ہے ان کے سامنے ہی ان پر رد کر بیٹھتی)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عورت کسی طور پر نکاح میں رہنا نہیں چاہتی علیحدگی چاہتی ہے اور شوہر کی جانب سے کوئی قصور نہیں تو عورت دین مہر جو شوہر نے دیا ہے اس کے عوض طلاق حاصل کرسکتی ہے۔ اور شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ ایسی حالت میں ضد نہ کرے عورت کو پریشان نہ کرے۔ بعض دین مہر طلاق دے دے۔ اور یہ خلع طلاق بائن ہے۔ عورت عدت گذار کر آزاد ہوجائے گی۔ اور شوہر کو دیا گیا دین مہر واپس ملے گا۔ عورت پر دین مہر کی واپسی لازم آئے گی۔ (فتح القدیر: ۲۱٦)

اگر کسی وجہ سے عورت شوہر سے نفرت کرے تو جبراً روک کر نہ رکھے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کلاب کی عورت ابنۃ الجون کے پاس (نکاح کے بعد) تشریف لے گئے۔ اور اس کے قریب گئے تو اس نے کہا میں بخدا آپ سے پناہ چاہتی ہوں۔ (علیحدہ کا مطالبہ کیا اور ملنا نہ چاہا) آپ نے فرمایا تم نے بہت بڑی ذات (اللہ کا پناہ میں واسطہ دیا) جاؤ اپنے گھر۔

(دار قطنی: ۲۹)

ایک روایت میں ہے کہ نکاح کے بعد جب آپ اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے آپ سے پناہ چاہی، پس آپ نے اسے طلاق دے دی اور حضرت اسامہ کو حکم دیا کہ تین کپڑے، متعہ دے دو۔

(سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۲۱)

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ اس کے پاس داخل ہوئے اور اس سے فرمایا آ ؤ۔ تو اس نے انکار کردیا اور کہا میں نہیں آئی۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/ ۳۲۳)

فائدہ: واقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک عورت سے شادی کی۔ جب رخصتی کے موقعہ پر آپ تشریف لے گئے تو اس نے آپ سے نفرت کا اظہار کیا۔ آپ سے پناہ مانگی آپ کے پاس آنے سے انکار کیا تو آپ نے اسے "الحقی اھلك" کے ذریعہ طلاق دے دی اور ایک روایت میں مطلق "طلقھا" ہے۔ بہرحال اسے علیحدہ کردیا۔ اوز ایک جوڑا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک اوقیہ مہر کا بھی ذکر ہے۔ دے دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بوقت عقد و نکاح کسی عورت کی ناراضگی کا پتہ نہ چلے، رخصتی کے وقت۔ شب اول پہلی ملاقات میں وہ انکار ناراضگی نفرت کا اظہار کردے تو پھر طلاق دے دے ایسی عورت کو نہ رکھے۔ زور زبردستی سے کسی خاتون کو رکھنا درست نہیں۔ یہ والدین کی کوتاہی ہوگی کہ انہوں نے آزادی کے ساتھ اس سے اجازت و رضا حاصل نہ کی ہوگی۔ خلوت میں یہ بات پیش آئی تو بہرحال پوری مہر واجب ہوگی۔ مگر بہتر ہے کہ

ایسی صورت میں خلع کی شکل اختیار کی جائے۔ مزید مسائل کی محقق عالم سے معلوم کرلیا جائے۔

نامرد ہوتو ایک سال کا موقعہ علاج کے لئے مہلت دی جائے

حضرت سعید بن مسیب نے ذکر کیا کہ عنین شوہر نامرد نکل جائے تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر صحت ہوگئی تو فبہا ورنہ جدائیگی کرادی جائے گی۔ عورت کو (خلوت کی صورت میں مہر) اوراس پر عدت بھی ہوگی۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۲۶)

مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا کہ جس دن سے مرافعہ مقدسہ ہوا ہے اس دن سے عنین کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۲۶)

حضرت علی سے بھی ایک سال کی مہلت منقول ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۰۶)

قاضی شریح نے بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق نے لکھا کہ ایک سال کا موقعہ دیا جائے۔ اگر ٹھیک ہوجائے تو فبہا عورت کو اختیار دیا جائے خواہ وہ شوہر کے ساتھ رہنا قبول کرے یا اس سے جدائیگی اختیار کرے۔

(ابن ابی شیبہ: ۲۰۸)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر پہلے سے معلوم تھا اور عاقلہ بالغہ عورت کی رضا تھی تو ایسی صورت میں کوئی بات نہیں۔ لیکن اگر دھوکا دیا گیا۔ ظاہر نہیں کیا گیا، نکاح کے بعد پتہ چلا، تو سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ شوہر سے طلاق حاصل کرے اور شوہر کو بھی چاہئے کہ وہ جانتا ہے کہ میرا مرض یا حال لا علاج ہے تو طلاق دے دے کہ بیوی کے حق کو ادا نہ کرنا اور پھر رکھنے پر اصرار کرنا ظلم ہے۔ اگر شوہر انکار طلاق کرے اور عورت کو نکاح قبول نہیں تو دارالقضا میں درخواست دے، وہاں شرعی ضابطے سے اولاً اسے مہلت علاج دی جائے گی۔ اگر اس پر اسے صحت نہ ہوئی تو دارالقضا سے اسے طلاق حاصل ہوجائے گی۔ اور یہ طلاق شرعاً معتبر ہوگی۔ اکثر بڑے شہروں میں دارالقضا وہاں معلومات کرے۔ خیال رہے کہ قاضی مسلم ہی اسے ایک سال کی مہلت دے سکتا ہے۔ عورت یا اس کے گھر والے نہیں۔ (شامی: ۳/۴۹۲)

نکاح کے بعد بیوی کو رکھنے یا نہ رکھنے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ وشمائل اور طریق کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برص والی عورت کو پسند نہیں فرمایا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی غفار کی عورت سے نکاح کیا۔ آپ جب اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے پہلو پر برص کی سفیدی دیکھی، تو آپ علیحدہ ہو گئے اور اسے چھوڑ دیا۔ اور جو مہر دیا تھا واپس نہیں لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے اولیاء کو واپس کرتے ہوئے فرمایا تم نے ہم کو دھوکا دیا۔

(سنن کبریٰ: ۷/۲۱٤)

فائدہ: عورت سفید داغ کی بیماری اس عورت کو تھی نہ آپ کو اس کا پہلے سے علم ہوا اور نہ عورت کے ذمہ داروں نے بتایا چنانچہ رخصتی کے وقت آپ نے دیکھا تو پسند نہ کیا اور اس سے فوراً احجاب فرمالیا اور اسے طلاق دے دیا اور مہر جو آپ نے پہلے ادا کیا تھا اسے واپس نہیں لیا۔

کن عیوب کی وجہ سے طلاق دے سکتا ہے

حضرت شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس عورت کو برص کی، یا پاگل پنے جنون کی یا جذام کی یا ہڈی نکل آئے (جس سے عورت سے ملنا نہ ہو سکے) اگر رخصتی ہو گئی تو اس کی بیوی ہو گی تاہم اسے اختیار ہے خواہ نکاح میں باقی رکھے یا اسے طلاق دے دے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۱٤)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے شادی کر لی اور اس عورت کو جذام جنون یا سفید داغ کی بیماری نکل آئی۔ اور اسے پتہ نہیں چلا یہاں تک کہ رخصتی ہو گئی تو مہر تو واجب ہو جائے گا مگر اس مقدار مہر اس کے ولی (عورت کے) ضماناً ادا کریں گے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۲۱۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شوہر کو یا اس کے گھر والوں کو دھوکا دیا گیا اور یہ لوگ ان عیوب سے واقف نہ ہو سکے یہاں تک کہ رخصتی اور خلوت ہو گئی اور اب ان عیوب کا پتہ چلا۔ اور شوہر اس عیب دار عورت کو رکھنا نہیں چاہتا تو

شرعی قاعدے اور ضابطے سے مہر تو شوہر پر واجب ہو جائے گا اور عورت کو یہ ملے گا اور عورت حقدار ہوگی۔ مگر چونکہ عورت کے ولی نے دھوکا دیا اس لئے عورت کے ولی کو اس مہر کی مقدار روپیہ شوہر کو دینے ہوں گے۔

مزید مسئلہ کی تفصیل فقہی کتابوں میں دیکھئے یا محقق عالم سے پوچھئے۔ اس قسم کے مسائل قضایا شرعی پنچایت کی ضرورت پڑتی ہے۔

طلاق کے بعد نابالغ کمسن بچوں کی پرورش کے متعلق آپ ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان

کمسن بچوں کا حق پرورش ماں کو ہے

حضرت عمر بن شعیب کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ میرا لڑکا ہے۔ میرا پیٹ اس کا ظرف رہا ہے۔ میرا سینہ اس کا جائے سیراب رہا ہے۔ میرا گود اس کا ٹھکانہ رہا ہے۔ اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دیا ہے اور یہ لڑکا مجھ سے چھین رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک نکاح نہ کرو تم ہی پرورش کے سب سے زیادہ مستحق ہو۔

(ابو داؤد: ۳۱۰، بلوغ الامانی: ٦٤، مشکوٰۃ: ۲۹۳، ابن عبدالرزاق: ۷/۱۵۳)

حضرت عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک کہ ماں (مطلقہ) دوسرے (مرد) سے نکاح نہ کرلے بیٹے کی پرورش کی حق دار ہے۔ (دار قطنی)

حضرت عمر کی بیوی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں (اسی سلسلہ میں) مقدمہ پیش کیا تو حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ تم زیادہ مہربان، شفیق رحمدل زیادہ خیال و محبت رکھنے والی ہوگی۔ اپنے لڑکے کی مستحق زیادہ ہو تاوقتیکہ نکاح نہ کرو۔ (تلخیص الحبیر: ۱۱، مصنف ابن عبدالرزاق: ۱٥٤)

عبدالرحمٰن بن غنم نے بیان کیا کہ حضرت عمر کی خدمت میں ماں باپ کے درمیان (طلاق کے بعد) مخاصمت ہوئی۔ تو حضرت عمر نے ماں کے حق میں فیصلہ فرمایا۔ تاوقتیکہ بولنے چالنے ہوشیار نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق: ۷/۱٥٤)

فائدہ: شوہر نے طلاق دے دی اور چھوٹا نابالغ کمسن بچہ ہو تو ایسی صورت میں ماں جب تک کہ کسی اجنبی دوسرے مرد سے شادی نہ کرلے پرورش کا حق رکھتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ماں سے زیادہ کون خدمت و رعایت اور پرورش کے امور انجام دے سکتی ہے۔ اور ماں کو اس کا خرچہ ملے گا۔ (بنایہ: ٤۷۳)

البتہ ماں کو اس پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

ہدایہ میں ہے کہ ماں کو محبت زیادہ ہوتی ہے اور اس میں بچہ کی رعایت بھی ہے۔ (بنایہ: ٤۷۲/٥)

اگر ماں دوسری شادی کرلے یا انتقال کرجائے یا پرورش کے لائق نہ ہوتو پھر نانی کو حق ہے۔ بمقابلہ دادی کے۔ ہاں نانی نہ ہوتو دادی کو حق ہوگا۔ اگر دادی نہ ہوتو پھر بہن کو حق ہوگا۔ اس کے بعد خالہ کو۔

(هدايه، بنايه: ٥/٤٧٤، شامي: ٣/٥٦٣)

اگر ماں آزاد فاسق فاجر ہوتو حق پرورش ساقط ہوجاتا ہے۔ (شامي: ٣/٥٥٦)

پرورش کا حق نہیں "ان الفاسقة ترك الصلوٰة لا حضانته لها." (الشامي: ٣/٥٥٦)

خیال رہے کہ لڑکی پرورش کے بعد باپ کے پاس چلی جائے گی۔ چونکہ شادی وغیرہ کے مسائل والد سے زیادہ حل ہوں گے۔ (هدايه، عنايه، فتح القدير: ٤/٣٧١)

اگر بچہ بالغ ہوتا یا سمجھدار ہوتا تو آپ ﷺ اسے اختیار دیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور کہا میرا شوہر (جس نے طلاق دے دی ہے) میرے اس بچہ کو اپنے ساتھ لے جارہا ہے۔ یہ بچہ مجھے پانی لاکر دیتا ہے، مجھے نفع پہنچاتا ہے، آپ ﷺ نے اس بچہ سے فرمایا یہ تمہارے والد میں اور یہ تمہارے ماں ہے۔ جس کا چاہے ہاتھ پکڑلو۔ اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اسی کے ساتھ چلا گیا۔ (مشکوٰة: ٢٩٣، ابوداؤد: ٣١٠، نسائی: ٢/١١٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بچہ کو اختیار دیتے کہ وہ ماں باپ جس کے ساتھ رہے۔ (جب کہ وہ بالغ سمجھدار ہوتا)۔ (مشکوٰة: ٢٩٣، ترمذی: ٢/٢٥٢)

فائدہ: ملاعلی قاری نے اس حدیث کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر بچہ بالغ ہوتا تو آپ اسے اختیار دیتے ماں باپ میں سے جس کو چاہے پسند کرے۔

علامہ شامی نے بیان کیا کہ بالغ ہونے کے بعد اسے اختیار دیا جائے گا وہ جس کے ساتھ رہے۔ "اما بعده فيتخير بين ابويه"، (شامي: ٣/٥٦٧)

ہدایہ میں ہے کہ بالغ ہونے کے بعد والد زیادہ لائق ہے۔ چونکہ باپ زیادہ اس کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ اور تعلیم و تادیب کے زیادہ لائق ہے۔ (بنايه: ٥/٤٧٨)

خالہ ماں کے مثل ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہے۔

(بخاری: ٦١٠، ترمذی: ٢/١٢)

حضرت علی حضرت جعفر اور زید بنت حارثہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی صاحبزادی کو لینے اور پرورش کے سلسلے میں باہم اختلاف کیا۔ حضرت علی نے کہا میرے چچا کی لڑکی ہے اور میرے گھر حضور

پاک ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ ہے۔ زید نے کہا میرے بھائی کی صاحبزادی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ اور زید کے درمیان بھائی چارگی کا معاملہ فرمادیا تھا۔ حضرت جعفر نے کہا مجھے اس کی پرورش کا حق ہے۔ وہ میرے چچا کی صاحبزادی ہے۔ میرے گھر اس کی خالہ ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا خالہ تو ماں کے مثل ہے۔ اور پھر آپ نے حضرت جعفر کے حوالہ فرمادیا۔ اور اس کی پرورش میں دے دیا۔ (یعنی خالہ کے پاس) کہ وہ شادی شدہ تھی۔ (تلخیص الحبیر: ۱۱/۲)

فائدہ: ماں کی بہن ہونے کی وجہ سے خالہ کو بھی اچھی خاصی محبت ہوتی ہے۔ اس لئے اسے بھی شریعت نے پرورش کا حق دیا ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ اگر نانی دادی بہن نہ ہو تو خالہ کو پرورش کا حق ہے۔ ایک قول میں ہے کہ خالہ بہن سے زیادہ حق پرورش رکھتی ہے۔ کہ آپ نے خالہ کو والدہ قرار دیا ہے۔

خیال رہے کہ حضرت جعفر عصبیات میں بھی ہو رہے تھے۔ ادھر ان کی بیوی خالہ ہو رہی تھیں۔ دونوں قرابت کی وجہ سے آپ حضرت جعفر یا ان کی بیوی خالہ کی تربیت میں دی۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ کوئی دور کا رشتہ دار فی سبیل اللہ خدمت اور پرورش کو تیار ہے۔ اور قریبی رشتہ دار ماہانہ کا طالب ہے تو فی سبیل اللہ پرورش والے کو دیا جائے گا۔ (اعلاء السنن: ۲۸۸/۱۱، الشامی: ۵۵۸/۳)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ایک قول ہے کہ خالہ کو بہن سے زیادہ حق ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بہن کو زیادہ حق ہے خالہ کے مقابلہ میں قرابت ہونے کی وجہ سے۔

ایلاء سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن وطریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات سے ایلاء کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے ایلاء کرلیا تھا۔ (نفقہ کی فراوانی کے مطالبہ پر) اور آپ کا پیر ٹوٹ گیا تھا۔ تو آپ نے اپنے بالا خانہ پر ۲۹/دن تک پڑے رہے۔ پھر اوپر سے اترے تو لوگوں نے کہا آپ نے اے اللہ کے رسول ایلاء کیا تھا۔ (اور ابھی پورا مہینہ ۳۰/دن کا پورا نہیں ہوا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ ۲۹/دن کا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۳۸۱/۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو چھوڑ دیا تھا (ایلاء کیا تھا) شعبہ کہتے ہیں ایک ماہ کا کیا تھا۔

آپ کے پاس (ایلاء کے واقعہ کو سن کر) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے آپ بالا خانہ پر چٹائی پر بیٹھے تھے اور چٹائی کا نشان آپ کے جسم اطہر پر ابھر آیا تھا۔ (یعنی کوئی بستر ہی نہیں تھا) تو اس پر انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول کسریٰ (کافر بادشاہ) تو سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پئیں اور آپ (اللہ کے برگزیدہ رسول) اس حالت میں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو دنیاوی نعمتیں دنیا میں دے دی گئیں۔ (آخرت میں وہ محروم ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور فرمایا یہ مہینہ ۲۹/دن کا ہے۔ (یعنی ایک ماہ کا ایلاء تھا اور یہ ماہ ۲۹/کا ہے لہٰذا میرا ایلاء پورا ہوگیا)۔ (مجمع الزوائد: ۱۱/۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو چھوڑ دیا تھا۔ ۲۹/دن گذر گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور فرمایا مہینہ پورا ہوگیا۔ اور قسم بھی پوری ہوگئی۔

(شرح مسند احمد: ۲۰/۱۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے لئے ازواج مطہرات سے کنارہ کشی اختیار فرمالیا تھا اور اوپر بالا خانہ میں رہے۔ اور ازواج مطہرات نیچے رہیں۔ ۲۹/دن گذرنے پر آپ تشریف لائے تو ایک شخص نے کہا ابھی تو ۲۹/دن ہی گذرے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں سے بتایا کہ یہ مہینہ ۲۹/دن کا ہے۔ (بلوغ الامانی: ۲۱/۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلاء کرنے کی وجہ

ابوصالح دمشقی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے آپ سے دنیا اور اس کی فراوانی اور خوشحالی کا

سوال کیا۔ اور جو نفقہ اور خرچہ آپ دیتے تھے اس سے زائد کا مطالبہ کیا اور ایک دوسرے کو اس پر غیرت دلائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ازواج مطہرات سے تعلقات منقطع فرمالیا۔ اور ان سے ایلاء کرلیا اور قسم کھالی کہ ایک ماہ تک ان کے قریب نہ جاؤں گا۔ اور اس درمیان اپنے احباب کی طرف بھی نہیں نکلے۔ لوگ کہنے لگے کیا بات ہوگئی۔ اور لوگ (اپنے آپ خود سے) کہنے لگے آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔ (حالانکہ آپ نے طلاق نہیں دی تھی بلکہ زجراً و توبیخاً اور مارے رنج کے ایک ماہ کے لئے علیحدگی اختیار کرلی تھی چنانچہ ۲۹ر دن کے بعد آپ نے رجوع کرلیا اور ازواج مطہرات کے کمروں میں تشریف لے گئے)۔ (سبل الهدیٰ: ۶۲/۹)

تفسیر قرطبی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلاء کی مختلف وجہیں مفسرین نے بیان کی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ازواج مطہرات نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تکلیف دہ معاملہ کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ دنیاوی ساز و سامان کا مطالبہ کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ نفقہ اور خرچہ جو آپ سے ملتا تھا اس میں زیادتی کا سوال کیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بعضوں نے زیورات کی خواہش کی تھی۔

(جامع الاحکام القرآن: ۱۵۹/۱٤)

خیال رہے کہ خیبر کے فتح کے بعد جب مال غنیمت اور دیگر مال کی فراوانی ہوئی اور حضرات مجاہدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان فراوانی سے مال تقسیم کئے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خیبر وغیرہ کی کچھ آمدنی کو اپنے حصہ میں ضرورت کی وجہ سے شامل کرلیا۔ تو ازواج مطہرات نے دیکھا اور سوچا کہ اب تو پہلے جیسی غربت اور تکلیف نہیں رہی۔ فراوانی اور خوشحالی آگئی اور ہمیں نفقہ پہلے ہی جیسا بقدر ضرورت بلکہ اس سے بھی کم مل رہا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادتی کا مطالبہ کیا تو اس پر آپ رنجیدہ ہوئے کہ میں نے جو کچھ مال کو اپنے لئے خیبر کی زمین وغیرہ سے خاص کیا ہے۔ وہ آنے والوں وفود اور مہمانوں اور سائلین پر خرچ کرنے کے لئے۔ نہ کہ اپنے گھر کی فراوانی کے لئے۔

کیا ان ازواج مطہرات کو فقر فاقہ کی فضیلت نہیں معلوم۔ مال کی کمی کے مقابلہ میں مال کی زیادتی خیر اور بہتر نہیں۔ ان وجوہ سے آپ ناراض ہوئے رنجیدہ ہوئے اور آپ نے ایک ماہ کا ایلاء یعنی علیحدگی اختیار کرلیا۔ اور ازواج مطہرات کو خدا کی جانب سے یہ اختیار سنایا کہ جن کو دنیا کی فراوانی مطلوب ہو وہ مجھ سے علیحدہ ہوکر فراوانی حاصل کرے جس کو غربت اور تنگی پر صبر کرکے رہنا ہو وہ مجھے اختیار کرے۔ چنانچہ تمام ازواج مطہرات نے آپ کو اختیار کیا اور آپ کے ساتھ معمولی زندگی پر راضی رہیں۔ رضی اللہ عنہن۔

شرعی ایلاء چار ماہ کا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں ایلاء ایک سال کا، دوسال کا اور اس سے

زائد کا ہوتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے (اسلام میں) اس کے لئے ۴/ ماہ کا وقت متعین فرما دیا۔ پس ۴/ ماہ سے کم کا ایلاء (شرعی) ایلاء نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ: ۳۸۱/۷، مجمع الزوائد: ۱۳/۵، فتح القدیر: ۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ایلاء کی تفسیر میں فرمایا کہ آدمی اپنی بیوی سے قسم کھاتے ہوئے یہ کہے کہ اس کے پاس (ملنے اور وطی کرنے) ۴/ ماہ نہیں جائے گا۔ (تو یہ ایلاء ہے) پس اگر وہ اس درمیان بیوی سے مل لے (یعنی رجوع کرلے) تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ وہ دس مسکین کا کھانا کھلانا ہے۔ یا ان کو کپڑا دینا ہے پس اگر اس کی وسعت نہ پائے تو ۳/ دن روزہ رکھے۔ مختصراً (سنن کبریٰ: ۳۸۰/۷)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایام جاہلیت میں یہ طلاق تھا۔ ایلاء سے طلاق واقع ہوجاتی تھی۔ (فتح القدیر: ۱۹۳/۴، عنایہ برفتح: ۱۹۳)

اب اسلام میں صرف ایلاء سے طلاق نہیں پڑتی جب تک کہ ۴/ ماہ کا ایلاء نہ کرے اور وہ بھی اس وقت جب کہ ۴/ ماہ گذر جائے تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوجائے گی۔

ایلاء میں چار ماہ کے اندر رجوع کرسکتا ہے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا ہے اگر وہ چار ماہ سے قبل رجوع کرلے تو ٹھیک ہے (یعنی اس کی بیوی علی حالہ باقی رہے گی صرف قسم کا کفارہ دے دے) اور اگر طلاق کا ارادہ ہے تو (اس سے ۴ ماہ گذرنے پر طلاق ہوجائے گی) مطلقہ پر جو ہے یعنی عدت گذارنا عدت ہوگی۔ (اس کے بعد وہ عورت آزاد ہوجائے گی۔ (مجمع الزوائد: ۱۳/۵)

فائدہ: خیال رہے کہ ایلاء کے معنی ۴/ ماہ تک یا اس سے زائد مدت تک اپنی بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھانا۔ پس اگر کسی نے بیوی سے یہ کہا بقسم خدا ۴/ ماہ تک تیرے پاس ہرگز نہ جاؤں گا۔ یا یوں کہا کہ سال بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا تو یہ ایلاء ہوا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر وہ بیوی کے پاس چلا گیا۔ اس سے مل کر وطی وغیرہ کرلی یا زبان سے کہا میں رجوع کرتا ہوں۔ اپنے کلمہ کو واپس کرتا ہوں تو اس کی بیوی علی حالہ باقی رہے گی۔ (فتح القدیر: ۱۹۰)

چار ماہ کے اندر رجوع کرنے کی صورت میں مرد پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔ (فتح القدیر: ۱۹۰/۴)

اگر چار ماہ سے کم کی قسم کھایا تو ایلاء نہ ہوا۔ (فتح القدیر: ۱۹۷/۴)

ایلاء میں چار ماہ گذر جائے تو طلاق پڑ جائے گی

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر (ایلاء میں) چار ماہ گذر جائے تو اس سے طلاق ہوجائے گی۔

حضرت عثمان اور زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ۴/ ماہ گذر جائے تو اس سے طلاق ہوجائے گی اور اس مدت

میں اس کو رجعت (پاس رکھنے) کا اختیار ہے۔ (سنن کبریٰ: ۳۷۸/۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور چار ماہ گذر جائے تو اس سے طلاق پڑ جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب چار ماہ گذر جائے تو اس سے طلاق بائنہ پڑ جاتی ہے۔

(سنن کبریٰ: ۳۷۹/۷، ابن عبدالرزاق: ٤٥٤/٦)

نعمان بن بشیر نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا تھا تو اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اگر چار ماہ گذر جائے۔ (یہ رجوع نہ کرے) تو طلاق مان لے۔ (الجوهر النقی، علی حاشیه سنن: ۳۷۹/۷)

قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایلاء میں ۴/ ماہ گذر جائے تو طلاق (بائنہ) واقع ہو جاتی ہے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق: ٤٥٤/٦)

سعید بن مسیب نے کہا کہ حضرت عثمان بن عفان اور زید بن ثابت کا قول ہے کہ جب چار ماہ گذر جائے تو ایک طلاق (بائنہ) پڑ جائے گی اس کو اپنے نفس کا اختیار حاصل ہو جائے گا اور وہ مطلقہ کی طرح عدت گزارے گی۔ (ابن عبدالرزاق: ٤٥٤/٦)

فائدہ: جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا (چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی) اگر اس نے ۴/ ماہ سے پہلے پہلے رجوع کر لیا اس سے مل لیا تو بیوی علی حالہ باقی رہے گی۔ صرف قسم کا کفارہ ادا کرے گا۔ اور اگر چار ماہ گذر گئے اس نے رجوع نہیں کیا تو خود ایلاء سے طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ شوہر کے نکاح سے آزاد ہو جائے گی۔ اور مطلقہ کی عدت گذار کر اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

فتح القدیر میں ہے ۴/ ماہ کے بعد طلاق ہو جائے گی یہی قول حضرت عثمان، زید بن ثابت، علی ابن مسعود، ابن عباس کا ہے۔ (١٩٣/٤)

مسئلہ: فقہاء نے بیان کیا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تم مجھ پر ایسی جیسے ماں کی پیٹھ تو اس سے ظہار ہو جائے گا۔

(فتح القدیر: ٢٤٧)

مسئلہ: اس طرح کہہ دینے سے عورت پر مرد حرام ہو جاتی ہے۔ نہ ملنا جائز ہے۔ نہ چھونا اور نہ کوئی شہوت کے امور جب تک کہ کفارہ ادا نہ کر دے۔ (فتح القدیر)

لہٰذا اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی یا بوسہ وغیرہ لے لیا تو گناہ ہوا پھر بھی کفارہ ادا کرے اور ایک ہی کفارہ واجب رہے گا۔ (فتح القدیر: ٢٤٧/٤)

مسئلہ: ظہار کے الفاظ سے طلاق نہیں پڑتی۔ (فتح القدیر: ٢٤٩/٤)

ظہار کا کفارہ دو ماہ مسلسل روزہ رکھنا ہے کہ اس کے درمیان رمضان اور عید بقرعید نہ آئے۔

(فتح القدير: ٤/٢٦٦)

مسئلہ: اگر روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے، یا خشک غلہ گیہوں، ۶۰ مسکین کو ایک کلو ے سو گرام گیہوں دے۔ (فتح القدير)

ظہار سے طلاق نہیں ہوتی کفارہ واجب ہوتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ظہار (بیوی کو یہ کہنا تمہاری پیٹھ مثل ماں کے میرے لئے ہے) سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (بيهقى: ٧/ ٣٨٣)

حضرت خویلہ بنت مالک کہتی ہیں کہ میرے شوہر اوس بن صامت نے مجھ سے ظہار کرلیا۔ (میری پیٹھ کو ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دے دی جو ایام جاہلیت میں طلاق ابدی ہوتی تھی۔

چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں شکایت لے کر حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مجھ سے مجادلہ، گفتگو کرنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے چچا کے لڑکے ہیں۔ میں اسی طرح رہی۔ (بات کرتی رہی) یہاں تک کہ وحی آنے لگی۔ (قد سمع الله قول النبى تجادلك)

آپ نے فرمایا (اس کے کفارہ میں) ایک غلام آزاد کرے۔ خولہ نے کہا، اس کی گنجائش نہیں۔ فرمایا پھر دو ماہ کا مسلسل روزہ رکھو۔ اس پر خولہ نے کہا اے اللہ کے رسول بہت بوڑھے ہیں روزہ کہاں رکھ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر ۶۰ مسکین کو کھانا کھلائے، خولہ نے کہا (میرے شوہر کے پاس) کچھ مال ہی نہیں کہ صدقہ خیرات کرے۔ تو خولہ نے کہا اسی وقت ایک ٹوکرے میں کھجور آیا۔ خولہ نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس کی (شوہر کی) دوسرے ٹوکرے (کھجور) سے مدد کردوں گی۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ بہت اچھا ہے۔ ساٹھ مسکین کو کھلا دینا۔ (ابو داؤد: ٣٠٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں (آپ کی آمد سے قبل) جب کوئی اپنی بیوی کو ”انت على كظهر امى“ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو وہ عورت حرام ہو جاتی تھی۔ مسلمان ہونے پر بھی اسی طرح رہتا۔

سب سے پہلے جس نے عہد اسلام میں ظہار کیا وہ اوس تھے۔ ان کی بیوی چچا کی بیٹی تھی۔ جس کا نام خولہ تھا لوگوں نے کہا جاؤ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور معلوم کرو۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اس نے دیکھا کوئی سر جھاڑنے والی کو دیکھا جو سر جھاڑ رہی تھی۔ انہوں نے اس واقعہ کو بتایا۔ اس پر آپ نے فرمایا میں اس کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کرتا پس وحی نازل ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا خوش خبری لو (جاہلیت کی طرح اب اسلام

میں حرمت ابدی نہیں) خولہ نے کہا خیر ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں خیر ہے۔ اور قرآن کی آیت ”قد سمع اللّٰہ“ پڑھ کر سنایا۔ (جس میں کفارہ کی ۳؍صورتوں کا بیان ہے)۔ (سنن کبریٰ: ۱/۳۸۳)

فَائِدَہ: ظہار کے معنی ہیں اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ سے تشبیہ دینا۔ مثلاً اس طرح کہنا تم مجھ پر ایسی ہو جیسے ماں کی پیٹھ حرام ہونے میں۔ ایام جاہلیت میں عہد اسلام سے قبل کوئی جب ایسا کلمہ بول لیتا تھا تو اس سے وہ عورت ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی جسے حرمت موبد اور حرمت ابدی کہا جاتا تھا۔

عہد اسلام میں ایک ضعیف بوڑھے نابینا شخص نے اپنی بیوی سے جو اس کے چچا کی لڑکی تھی ظہار کر لیا۔ چنانچہ عرب کے اعتبار سے لوگوں نے کہا اب تو یہ دونوں ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئے۔ اور ان دونوں نے بھی یہی سمجھا۔ اوس کی بیوی خولہ وہ اس سے بہت پریشان ہوئی۔ اس کے کئی بچے تھے۔ پھر شوہر بوڑھے معذور تھے ان کی پریشانی الگ تھی۔ نہایت ہی ذہین سمجھدار عورت تھی۔ اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ تو ایام جاہلیت میں نہ ہوتا تھا۔ اسلامی زمانہ میں نہ تو اس کا کوئی حکم نازل ہوا نہ آپ نے اپنی زبان سے بتایا۔ جاہلیت کی اس بات کو خدا باقی نہیں رکھیں گے ضرور اس کا کوئی دوسرا حکم نازل ہوگا۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس آئی اور آپ سے اس مسئلہ میں گفتگو کرنے لگی کہ ہمارے پاس چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ بڑی مصیبت اور پریشانی کی بات ہوگئی۔ بڑھاپے پر اس نے ظہار کیا۔ اب میں کہاں جاؤں گی۔ اس بڑھاپے میں کون پوچھے گا۔

آپ نے فرمایا میں کچھ حکم نہیں بیان کر سکتا۔ اسی قسم کی بات ہو رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ قد سمع اللہ الخ نازل فرمایا۔ جس میں ظہار کا حکم کفارہ بیان کیا اور اس سے جو حرمت ابدی ہوئی تھی اس کو منسوخ فرما دیا۔ چنانچہ آپ نے خولہ کو بشارت دی اور فرمایا چلو تمہارے حق میں اچھا ہوا۔ شوہر سے جدا اور اس پر حرام نہیں ہوئی۔ ۳؍کفاروں میں سے ایک کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ کفارہ کی ترتیب آپ نے یہ بتائی کہ ظہار کرنے والا ایک غلام آزاد کرے۔ اگر غلام کی وسعت نہ ہو تو دو ماہ کا مسلسل روزہ رکھے۔ اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس کفارہ کے ادا کرنے کے بعد اس کی بیوی علی حالہ باقی رہے گی۔ کفارہ ادا کرنے بعد بھی وہ بیوی سے مل سکتا ہے۔ اگر کفارہ ادا کرنے کے درمیان بیوی سے مل لیا تو پھر شروع سے کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

عدت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریق وسنن کا بیان

حاملہ کی عدت وضع حمل قرار دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت کو طلاق دے دی گئی۔ ۲۰ر دن کے بعد اس نے بچہ جن دیا۔ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا کام ٹھیک ہوگیا۔ تم نکاح کرلو۔ (چونکہ بچہ پیدا ہونے سے تمہاری عدت گذر چکی۔ (مجمع الزوائد: ٦/٥)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ سبعیہ اسلمیہ اپنے شوہر کی وفات کے ۱۵ دن کے بعد بچہ جن دیا۔ دو آدمیوں نے ان کو نکاح کا پیغام دیا۔ ان میں ایک جوان دوسرا ادھیڑ عمر کا تھا۔ تو ادھیڑ عمر نے کہا ابھی تمہارے لئے شادی درست نہیں (کہ ان کے گمان میں عدت نہیں گذری) یہ آپ کے پاس آئی۔ تو آپ نے فرمایا تم حلال ہوچکی ہو۔ (تمہاری عدت گذر گی بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے) جس سے چاہو نکاح کرلو۔

(بلوغ الامانی: ۱۷/ ٤٣، نسائی: ١١٤، تلخيص الحبير: ۲۳۲)

سبیعہ سے منقول ہے کہ ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تم حلال ہوگی (یعنی تمہاری عدت گذر گئی) جیسے ہی تم کو بچہ پیدا ہوا۔ (کنز العمال: ٦/ ٦٥١)

ام کلثوم بنت عقبہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ حضرت زبیر کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے پسند ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ وہ وضو کررہے تھے انہوں نے طلاق دے دی۔ اور یہ حاملہ تھیں۔ اسی درمیان حضرت زبیر مسجد گئے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہوگیا ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا عدت پوری ہوگئی۔ (سنن کبریٰ: ٧/ ٤٢١)

فائدہ: خیال رہے کہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت جب بچہ جن دے گی پوری ہوجائے گی۔ خواہ طلاق یا وفات شوہر کے ایک گھنٹہ کے بعد بچہ جنے یا ۹ر ماہ کے بعد جنے۔ حاملہ کی عدت وضع حمل سے پوری ہوجاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے شوہر اگر جنازہ کی چارپائی پر ہو اور بیوی بچہ جن دے تو عورت کی عدت پوری ہوگئ۔ (تلخیص الحبیر: ۲/ ۲۳٦)

قرآن پاک میں "واولات الاحمال اجھلن ان یضعن حملھن" حاملہ کی عدت بچہ جن دینے سے ہے۔ مطلقہ ہو یا شوہر کی وفات کی عدت ہو۔

عدت کی ابتداء اسی دن سے جس دن طلاق یا وفات ہوئی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدت کی ابتداء اسی دن سے شروع جس دن سے طلاق یا وفات ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عدت اسی دن سے شروع ہوگی جس دن وفات یا جس دن طلاق ہوئی ہے۔ (سنن کبریٰ: ۴۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جن کی عدت دنوں کے اعتبار سے ہو جیسے غیر حاملہ کی۔ چار ماہ دس دن ہے۔ وفات میں اسی طرح جس کو درازی عمر اور ضعف پیری کی وجہ سے حیض نہ آئے اس کے لئے ۳ ماہ ہے۔ طلاق میں تو ان کے دنوں کی ابتداء طلاق اور وفات کے دن سے شروع ہو جائے گی۔

شوہر کی وفات پر غیر حاملہ کی عدت کیا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کسی آدمی کا انتقال ہو جاتا تھا اور اس کی بیوی ہوتی تھی تو وہ ایک سال تک عدت میں رہتی تھی۔ اور شوہر کے مال سے اس کا خرچہ ہوتا تھا۔ اللہ پاک نے جب یہ آیت نازل فرمائی ”و الذین یتوفون منکم و یذرون ازواجاً الخ“ تو یہ عدت وفات شدہ شوہر کی بیوی کی ہوئی۔ ہاں مگر یہ کہ وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت پیٹ میں جو ہے اس کا جن دینا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۴۲۷/۷)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کی عدت ۴ ماہ دس دن ہے۔ (مسلم: ۴۸۷/۲)

ام عطیہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مرنے والے پر کوئی عورت ۳ دن سے زائد سوگ نہ منائے گی مگر شوہر پر کہ وہ ۴ ماہ دس دن ہے۔ (مسلم: ۴۸۸/۱)

فائدہ: آیت قرآنیہ اور احادیث سے معلوم ہوا کہ جس کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور اسے حمل نہ ہو تو اس کی عدت ۴ ماہ دس دن ہے اور ماہ میں چاند کے مہینے کا اعتبار ہے۔ انگریزی ماہ معتبر نہیں ہے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہو جائے گا عدت ختم اور پوری ہو جائے گی خواہ شوہر جنازہ کی چارپائی پر اور دفن بھی نہ ہوا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ادھر شوہر کی وفات ہوئی اور ابھی تدفین کی نوبت بھی نہیں آئی کہ عورت کو بچہ پیدا ہو گیا تو عدت اس سے پوری ہوگئی الگ سے اب عدت گذارنے کی ضرورت نہیں۔

مطلقہ غیر حاملہ ہو تو اس کی عدت تین حیض کا گذر جانا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو حکم دیا تھا کہ وہ ۳ حیض سے عدت گذاریں۔ (ابن ماجہ: ۱۵۰)

حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ اللہ پاک نے طلاق کی عدت ۳ حیض قرار دی ہے۔ (درمنثور: ۱/۶۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آزاد عورت کی عدت ۳ حیض ہے۔ (طحاوی: ۲/۳۶)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آزاد عورت ۳ رحیض عدت گذارے گی۔

(طحاوی: ۲/۳۶)

حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے طلاق رجعی دے دی تھی۔ پھر اس نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ ۳ رحیض گذر گیا، اور وہ غسل کرنے جارہی تھی کہ شوہر آیا اور اس نے کہا میں نے رجوع کیا۔ تو اس عورت نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود سے حضرت عمر نے فرمایا اپنی رائے بیان کرو (۳ رحیض گذرنے کے بعد کیا رجعت کرسکتا ہے) عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تیسری حیض غسل کرنے سے قبل رجوع کرسکتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا میری بھی یہی رائے ہے۔ حضرت شعبی نے بیان کیا کہ ۱۳ راصحاب رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ تاوقتیکہ تیسرے حیض سے غسل نہ کرلے شوہر کو حق رجعت حاصل رہتا ہے۔ (چونکہ عدت تیسرے حیض سے فراغت تک ہے)۔

(درمنثور: ۱/۶۵۷)

سعید بن میبّب نے کہا کہ حضرت علی نے فرمایا مرد کو تیسرے حیض کے غسل تک رجعت کا اختیار رہتا ہے۔ (چونکہ غسل عدت رہتی ہے)۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۲۵۳)

فائدہ: خیال رہے کہ مطلقہ کی عدت جب کہ غیر حاملہ ہو اور اسے ماہوار آتی ہو تو اس کی عدت ۳ رحیض کا گذرنا ہے۔ عدت گذر جانے کے بعد طلاق رجعی میں رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ اور عورت نکاح ٹوٹ کر آزاد ہو جاتی ہے۔ اور طلاق بائنہ ہو یا مغلظہ ہو تو عدت ۳ رحیض گذرنے کے بعد عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

یہ مسئلہ ذہن میں رہے کہ طلاق رجعی کی صورت میں تیسرے حیض سے فارغ ہونے کی دو صورت ہے۔ اگر دس دن سے پہلے خون بند ہو گیا تو جب وہ نماز پڑھنے کے لئے غسل کرے گی تو غسل سے پہلے تک حق رجوع رہتا ہے۔ یا نماز کا وقت گذرنے سے پہلے تک وقت رہتا ہے۔ اور اگر دس دن پورے ہو گئے تب خون بند ہوا تو اب خواہ غسل کرے یا نہ کرے۔ عدت پوری ہو گئی۔ اب رجوع کا حق نہیں رہتا چونکہ حیض ثالث کی مدت ہو گئی۔ (شامی: ۳/۴۰۳)

مزید مسئلہ محقق عالم سے پوچھ لیا جائے۔

حیض نہ آنے کی صورت میں عدت تین ماہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول ہم

نے حائضہ کی عدت کو تو جان لیا۔ بڑی بوڑھی عورت جسے حیض نہ آئے اس کی عدت کیا ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ''فعدتهن ثلاثه اشهر'' ایسی عورتوں کی عدت ۳ ماہ ہے۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اس نے پوچھا کم عمر عورت جسے حیض نہ آئے اس کی عدت کیا ہوگی۔ آپ نے فرمایا وہ جسے حیض نہ آئے بڑی بوڑھی کے مثل ہے جس کو حیض بند ہو جائے تو اس کی عدت ۳ ماہ ہے۔ (عمدة القاری: ۲۰/۳۰۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی آیت (حائضہ کی) عدت کے متعلق نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا باقی رہی وہ عورت جسے حیض کمسنی یا عمر درازی کی وجہ سے حیض نہ آئے اور حاملہ عورت کہ ان عورتوں کی عدت کیا ہوگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ''واللآئی یئسن من الحیض الخ'' کی آیت اتاری کہ وہ عورتیں جن کو حیض کی امید نہیں (خواہ کمسنی یا کبرسنی کی وجہ سے) ان کی عدت ۳ ماہ ہے۔ اور وہ عورتیں جن کو حمل ہو ان کی عدت حمل کا جن دینا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۴۲۰)

فائدہ: جو عورت ۵۵-۶۰ کی عمر کو پہنچ جائے اور اسے حیض نہ آئے تو ایسی عورت کو عدت طلاق، ماہ کے اعتبار سے گذارنی ہوگی۔ وہ ۳ ماہ ہے۔ (بنایه: ۵/۴۰۸)

وہ کمسن جس کی کمسنی میں شادی ہوگئی اور پھر طلاق کی نوبت آگئی تو ایسی کمسن عورت جسے حیض ابھی شروع نہ ہوا ہو مہینہ کے اعتبار سے ۳ ماہ کی عدت گذارے گی۔ (بنایه، فتح القدیر: ۴/۳۲۳)

خیال رہے کہ مہینہ میں چاند کے ماہ کا اعتبار ہوگا انگریزی ماہ معتبر نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی لڑکی ایسی ہے جو ۱۵ سال کی ہوگئی پھر بھی اسے حیض نہیں آرہا ہے تو وہ عدت ۳ ماہ گذارے گی۔ (هدایه، بنایه: ۵/۴۰۸)

شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ منانے کا حکم فرماتے

حضرت اُمّ عطیہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ کسی کی میت پر ۳ دن سے زیادہ سوگ منائے۔ ہاں مگر شوہر پر ۴ ماہ دس دن ہے کہ رنگین کپڑے نہ پہنیں نہ سرمہ لگائیں نہ خوشبو استعمال کرے ہاں مگر یمنی کپڑے، اور معمولی ساقط اور اظفار (جس سے بدبو زائل ہو جائے)۔

(بخاری: ۲/۸۰۴، مسلم: ۱/۴۸۸، بلوغ الامانی: ۱۷/۴۷)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے شوہر کا انتقال ہو جائے وہ عصفور سے رنگے کپڑے نہ پہنے، وہ لال رنگ سے رنگے کپڑے نہ پہنے، اور نہ زیورات پہنے، اور نہ لالی مہندی لگائے، اور نہ سرمہ لگائے۔ (بلوغ الامانی: ۱۷/۴۷، ابوداؤد: ۳۱۵، نسائی: ۲/۱۱۷)

حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی وفات کے بعد تشریف لائے میں نے اپنی

آنکھ میں ایلوا ڈالا تھا۔ تو آپ نے پوچھ لیا اے اُمّ سلمہ یہ کیا ہے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول یہ کوئی خوشبو نہیں ہے ایلوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے۔ (چونکہ کالا ہوتا ہے) اسے صرف رات میں لگا لیا کرو۔ (تاکہ چہرہ بدنما نہ لگے) اور دن میں صاف کر لیا کرو۔ اور دیکھو بالوں میں خوشبو (خوشبودار تیل) مت لگاؤ۔ اور نہ مہندی لگاؤ کہ یہ خضاب ہے۔ تو میں نے کہا پھر کنگھی کیسے کروں۔ تو آپ نے فرمایا بیری کے پتوں سے (بال صاف کر لیا کرو) اور زیتون کا تیل سر میں لگایا کرو۔ (یہ خوشبودار نہیں ہے)۔ (کشف الغمہ: ۲/۱۰۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ جس کے شوہر کی وفات ہوجائے وہ ۴ ماہ دس دن عدت گذارے گی۔ اور سوگ منائے گی۔ سوگ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ فیشن اور زینت خوبصورتی خوشنمائی کا سامان اختیار نہیں کرے گی۔ عرف اور ماحول میں جو زیب وزینت کا سامان ہے ان دنوں چھوڑے رہے گی مثلاً خوشنما خوبصورت لباس کا پہننا، چوڑی اور زیورات کا پہننا، منہ میں خوشنما کرنے والی چیزوں کا (پاؤڈر وغیرہ کا استعمال کرنا) ہاں مرض اور علاج کے طور پر کسی چیز کے استعمال کی اجازت ہے۔ جیسے پیر ہاتھ کے پھٹنے میں دواؤں کا مثلاً ویسلین کا لگانا، آنکھ کی تکلیف میں سرمہ لگانا۔ (شامی: ۳/۵۳۲)

خیال رہے کہ جس طرح شوہر کی وفات پر سوگ ہے اسی طرح طلاق بائنہ اور مغلظہ والی عورت پر بھی عدت کی مدت میں سوگ ہے۔ (شامی: ۳/۴۰۸)

طلاق رجعی میں رجعت پر گواہ بنالینا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صفیہ کو ایک یا دو طلاق رجعی دی تو جب ان کے یہاں (گھر) داخل ہوتے تو اجازت (اطلاع کرتے) لیتے۔ اور جب رجوع کیا تو رجعت پر گواہ بنالیا تب داخل ہوئے یعنی پاس تشریف لے گئے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۳۷۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ جس نے عورت کو طلاق دے دی پھر اس سے وطی کر لی۔ (یعنی طلاق رجعی دی تھی اور پھر وطی کر کے رجوع کر لیا) تو انہوں نے جواب دیا کہ خلاف سنت طلاق بھی دی (کہ طلاق کے بعد اسے وطی نہیں کرنی چاہئے کہ جس طہر میں طلاق دی جاتی ہے اس میں وطی نہیں کی جاتی) وہ طلاق پر پھر رجعت پر گواہ بنالے۔ پھر نہ کرے۔

(ابو داؤد: ۲۹۷، ابن ماجہ: ۱۴۶، سنن کبریٰ: ۳۷۳)

ابن سیرین سے پوچھا کہ ایک آدمی نے طلاق (رجعی دی) پھر اس سے وطی کر لی اور گواہ نہیں بنایا تو جواب دیا کہ اگرچہ وطی سے مراجعت ہوگئی تب بھی اسے چاہئے کہ گواہ بنالے۔ (ابن ابی شیبہ: ۵/۹)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جب حضرت صفیہ کو طلاق دی پھر رجعت کیا تو گواہ بنالیا۔

(ابن ابی شیبہ: ۱۱)

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ کسی بنا پر طلاق کی ضرورت پڑ جائے تو طلاق دینے پر دو گواہ بنالے پھر (طلاق رجعی دینے کی صورت میں عدت کے اندر رجوع کرنے کا ارادہ ہوتو اس پر بھی دو گواہ بنالے کہ میں نے رجوع کیا۔ بلا گواہ کے رجوع کرلینا خلاف سنت ہے۔ جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت سے معلوم ہوا۔

ہدایہ، فتح القدیر میں ہے کہ رجعت کی صورت میں دو گواہ بنالے اور کہے کہ تم دونوں گواہ رہو میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا۔ مستحب یہ ہے کہ عورت کو بھی بتادے اور کہہ دے کہ میں نے رجعت کرلیا ہے۔ تا کہ عورت گناہ میں نہ پڑے۔ (فتح القدير: ١٦٣/٤)

تا کہ لاعلمی کی بنا پر کہ شوہر نے تو رجوع نہیں کیا وہ دوسرا نکاح نہ کرے۔ حالانکہ اس نے رجعت کرلی تھی مگر بیوی کو نہیں بتایا۔ ایسا ہوسکتا ہے اس لئے اس کو اطلاع کرنی مستحب ہے۔

مطلقہ رجعیہ سوگ نہیں منائے گی

حسن بصری نے کہا کہ جس عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دی گئی ہو وہ زیب وزینت اور خوشنما کپڑے پہنے گی۔ امام زہری نے حضرت سعید بن میسّب سے نقل کیا ہے کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو وہ (عدت میں) جس طرح چاہے خوشنما کپڑے پہنے اور زیور استعمال کرے۔

حضرت علی نے فرمایا زینت اختیار کرسکتی ہے۔ (ابن ابی شيبه: ٢٠٣/٥)

فَائِدَۃ: جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دی ہو وہ عورت عدت میں زیب وزینت اور فیشن کے امور استعمال کرسکتی ہے۔ چونکہ شوہر کا رجوع کرنا، متوجہ ہونا اس کے حق میں ممنوع ہی نہیں بہتر ہے۔

لہٰذا یہ خوشنما کپڑے، چوڑی زیب وزینت کے اور جو عرف اور ماحول میں رائج ہو بلا کراہت کے پہن سکتی ہے۔ (شامی: ٥٣٢/٣)

سوگ منانے کا حکم صرف مطلقہ بائنہ اور شوہر کی وفات پر ہے۔ (شامی: ٥٣٦/٣)

ہدایہ کی شرح عنایہ میں ہے کہ پانچ عورتوں پر سوگ منانے کا حکم نہیں ہے، کافرہ، صغیرہ نابالغہ، اُمّ ولد، نکاح فاسد کی عدت میں اور مطلقہ رجعیہ کو۔ (عنايه، فتح القدير: ٣٤٠/٤)

مطلقہ ثلاثہ پر بھی سوگ منانا ہے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت گذارنے والی عورت کو مہندی لگانے سے منع فرمایا ہے۔ فرمایا کہ مہندی خوشبو ہے۔ (فتح القدير: ٣٣٨/٤)

حضرت سعید بن میسّب نے کہا کہ مطلقہ ثلاثہ اور شوہر کی وفات پر دونوں کا حکم سوگ منانے میں برابر

ہے۔

حضرت ابن سیرین نے کہا مطلقہ ثلاثہ اور جس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو زیب و زینت کے ترک میں (عدت کے اندر) برابر ہے۔

مغیرہ نے حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ سرمہ نہیں لگا سکتی ہے۔ (ابن ابی شیبہ: ۲۰۵/٥)

عطاء خراسانی نے حضرت سعید بن میسّب کا قول نقل کیا ہے کہ مطلقہ بائنہ اسی طرح سوگ منائیں گی جس طرح جس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو۔ بس یہ خوشبو نہ استعمال کریں گی رنگین کپڑے نہ پہنیں گی۔ سرمہ نہ لگائیں گی۔ زیور نہ پہنیں گی، مہندی نہ لگائیں گی۔ عصفور سے رنگے زرد کپڑے (جو اس زمانہ میں نا زینت کپڑوں میں شمار ہوتا تھا) نہ پہنیں گی۔ (مصنف ابن عبدالرزاق: ٤٢/٧)

حضرت ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ جس طلاق میں رجعت نہیں اس میں (عدت میں) زیب و زینت مکروہ ہے۔ (ابن عبدالرزاق: ٤٢/٧)

فائدہ: جس طرح شوہر کی وفات پر عورت سوگ منائے گی اسی طرح جس کو طلاق بائنہ اور مغلظہ دی گئی ہو وہ بھی سوگ (یعنی عرف میں جو زیب و زینت کے امور میں ہے چھوڑ دے گی) منائے گی۔

ہدایہ فتح القدیر میں ہے۔ مطلقہ بائنہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں پر سوگ منانا ہے۔ (فتح القدیر: ٣٣٦/٤)

ابن ہمام نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے عدت گذارنے والی عورت کو خواہ طلاق بائنہ پر ہو یا وفات پر ہو) سرمہ اور تیل (خوشبودار) لگانے کی اجازت نہیں دی ہے۔ (فتح القدیر: ٣٣٩/٤)

سرمہ لگانا بھی زینت میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ ہاں مگر آنکھ میں درد ہو تو پھر اجازت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ضرورت عذر کی وجہ سے اجازت دی ہے۔ وہ بھی رات میں دن میں نہیں۔

(فتح القدیر: ٢٤٠/٤)

اگر کسی عورت کے پاس اچھے ہی کپڑے ہوں اور دوسرے سادے کپڑے نہ ہوں تو ضرورت کے طور پر استعمال کر سکتی ہے زینت کا ارادہ نہ رکھے۔ اگر عورت کے پاس مال ہو اور سارے کپڑے خرید سکتی ہو تو خرید لے۔ (فتح القدیر: ٢٤٠/٤)

شوہر کی وفات کی عدت میں عورت کا نفقہ اور خرچہ کہاں سے

ابن جریج نے بیان کیا کہ حضرت عطاء فرماتے تھے شوہر کی وفات والی عورت حمل سے ہو تب بھی اس کا نفقہ عورت پر ہی ہے۔ (شوہر کے مال سے نہیں)

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ موسیٰ ابن ماذان کا انتقال ہوگیا اس کی بیوی حمل سے تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے نفقہ (عدت کے خرچہ) کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا اسے کوئی نفقہ (عدت کا خرچہ) نہیں ملے گا۔
(مصنف ابن عبدالرزاق: ۳۷/۷)

ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا متوفی عنہا زوجہا حمل سے ہو تو بھی اس کا نفقہ (شوہر سے) نہیں ملے گا۔
(ابن عبدالرزاق: ۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شوہر کی وفات پر حاملہ بیوی کو بھی خرچہ نہیں ملے گا۔ اس کے لئے وراثت واجب ہے۔ (اسی وراثت کے مال سے خرچ کرے گی۔)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شوہر کی وفات والی عورت کو نفقہ نہیں ملے گا۔ اس کے لئے وراثت (جو شوہر کے مال سے) ملے گا وہ کافی ہے۔ (ابن عبدالرزاق: ۲۳۸/۷، سنن کبریٰ: ۴۳۱/۷)

فائدہ: ان آثار سے معلوم ہوا کہ شوہر کی وفات پر بیوہ عورت کو عدت کا خرچہ شوہر کے مال سے خواہ حاملہ ہو نہیں ملے گا۔ عورت کو شوہر سے وراثت ملے گی اگر اولاد ہے تو آٹھواں حصہ اگر اولاد نہیں ہے تو چوتھائی مال ملے گا۔ شوہر کے چھوڑے ہوئے تمام مال سے خواہ نقد ہو یا جائیداد مکان زمین کھیت کل مال سے یہ وراثت لے گی۔

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں ”فنسخت هذه النفقة بالميراث“ وراثت ملنے کی وجہ سے یہ نفقہ نہیں ملے گا۔ (بنایہ: ۵۳۱/۵)

یہ وراثت کا مال خرچ کرے گی۔ مال کی وراثت اسی لئے ہے تاکہ ضرورت پر خرچ کرے۔ یا عورت مالدار ہو اس کے پاس رقم ہو یا ذاتی آمدنی کا ذریعہ ہو تو اسی سے خرچ کرے گی۔ یا بالغ اولاد مالدار ہو صاحب کسب ہو تو وہ اپنے والدہ پر خرچ کرے۔ یا وراثت کا مال بھی نہ ہو اپنی آمدنی ہو اور نہ کسی اولاد رشتہ دار کی جانب سے تعاون ہو تو خود دن میں کسب معاش کر کے اپنا خرچہ پورا کرے۔ درمختار میں ہے ”لان نفقة عليها فتحتاج للخروج“ (شامی: ۵۳۶/۳)

شوہر کی وفات پر دن میں تو نکلنے کی اجازت مگر رات نہیں

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ شہداء احد کی عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ رات میں ہمیں وحشت محسوس ہوتی ہے۔ تو ہم کیا رات میں کسی (رشتہ دار) کے یہاں گزار لیں اور دن کو ہم جلدی سے اپنے گھروں میں واپس آ جائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک بات چاہو مل کر کرتی رہو جب نیند آنے لگے تو اپنے شوہروں کے گھر چلی جاؤ۔ (سنن کبریٰ: ۴۳۶/۷)

ہمدان کی عورتوں نے عدت وفات کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ہم لوگوں کو

وحشت محسوس ہوتی ہے تو آپ نے فرمایا دن میں تو جمع ہو کر رہ سکتی ہو مگر جب رات آ جائے تو ہر ایک اپنے شوہر کے گھر رات گذارنے کے لئے آ جائے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۴۳۶، ابن ابی شیبہ: ۵/۱۱۵)

محمد بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ انصار کی ایک عورت نے شوہر کی وفات پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کوئی اجازت (مکان شوہر سے جانے کی) نہیں دی ہاں مگر شروع دن میں اور شروع رات میں ضرورت سے جاسکتی ہے۔ (مگر رات گذارنا شوہر کے مکان میں ہوگا)۔ (ابن ابی شیبہ: ۷/۱۸۷)

ابراہیم نخعی فرمایا کرتے تھے کہ شوہر کی وفات پر شوہر کے مکان کے علاوہ میں اور کہیں رات نہ گذارے۔

(ابن ابی شیبہ: ۷/۱۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دن کو تو نکلنے کی اجازت دیتے مگر رات اسی شوہر کے مکان میں گذارنے فرماتے۔

(ابن ابی شیبہ: ۷/۱۸۸)

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں لکھا ہے کہ شوہر کی وفات پر چونکہ نفقہ (عدت کا خرچہ) نہیں ملے گا اس لئے وہ دن میں روزی کے حصول کے لئے (ضرورت پر) نکل سکتی ہے۔ (طحاوی: ۲/۴۳)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ جس کے شوہر کی وفات ہوگئی ہو وہ عدت وفات ۴/ماہ دس دن اسی شوہر کے مکان میں گذارے گی۔ جہاں مرنے سے قبل شوہر کے ساتھ رہتی تھی۔ خواہ وہ مکان شوہر کی ملک ہو یا کرایہ وغیرہ کی۔

اگر عورت مالدار ہے خواہ شوہر کی وراثتی مال سے یا اپنے ذاتی مال سے، عدت کا خرچہ اس کے پاس ہے تو وہ نہ دن میں نکلے گی اور نہ رات میں مکان سے باہر جائے گی۔ (شامیہ: ۳/۵۳۶)

اگر عورت کے پاس مال نہیں ہے غریب ہے۔ عدت کا خرچہ نہیں ہے تو وہ حصول معاش اور خرچہ کے لئے دن میں گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ اسی طرح شام تک بھی وہ باہر رہ سکتی ہے اور جاسکتی ہے مگر سونے اور رات گذارنے شوہر کے مکان میں آنا اور رہنا ضروری ہوگا۔ (شامیہ: ۴۳۶)

شوہر کرایہ کے مکان پر رہتا تھا عورت کے پاس کرایہ ادا کرنے کی وسعت نہیں یا سرکاری مکان تھا شوہر کے انتقال پر سرکار نے نکال دیا تو ایسی صورت میں اس مکان سے نکل کر دوسری جگہ جاسکتی ہے۔

(شامی: ۳/۵۳۶)

شوہر کی وفات کی عدت میں سکنیٰ مکان ملے گا خرچہ نہیں ملے گا

فریعہ بنت سنان کی روایت میں ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں کہ وہ عدت کے ایام گذارنے کے لئے اپنے میکے بنی خدرہ چلی جائیں کہ ان کے شوہر اپنے غلام کی تلاش میں نکلے تھے۔ ان کو طرف قدوم میں یہ غلام مل گئے تو ان غلاموں نے ان کو قتل کر دیا۔ یہ کہا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ رہی تھی کہ

وہ عدت گذارنے اپنے میکہ چلی جائیں۔ کہ میرے شوہر نے نہ تو کوئی اپنا مکان جس کے وہ مالک ہوں چھوڑا ہے، اور نہ کوئی نفقہ، آپ نے (اولاً) فرمادیا۔ ہاں جب وہ واپس ہونے لگی ابھی وہ حجرہ ہی میں یا مسجد ہی میں تھی کہ آپ نے بلایا۔ یا آواز دی گئی۔ پھر آپ نے پوچھا تم نے کیا کہا، میں نے پورا واقعہ دوبارہ سنایا۔ جو شوہر کو پیش آیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اسی گھر میں رکی رہو یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔

(فتح القدير: ٣٤٤، طحاوی: ٢/٤٥، سنن كبرىٰ: ٧/٤٣٤)

عبدالرحمٰن بن ثوبان نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب اور زید بن ثابت متوفی عنہا زوجہا کے متعلق باوجودیکہ شدید فاقہ کی نوبت آرہی تھی۔ (چونکہ عورت کے پاس مال نہیں تھا اور شوہر کے مال سے نفقہ ملے گا نہیں) گھر سے باہر جانے کی اجازت صرف دن کے حصہ میں دی۔ کھانا حاصل کرے پھر گھر چلی آئے اور رات گھر گذارے۔ (طحاوی: ٢/٤٦)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شوہر کے وفات پر عدت کا خرچہ عورت کو نہیں ملے گا۔ اس کے لئے میراث کافی ہے۔

عمرو بن دینار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا کہ اسے نفقہ نہیں ملے گا۔

(ابن عبدالرزاق: ٧/٧٣، عبدالرزاق: ٧/٣٨)

فائدہ: ہدایہ میں ہے شوہر کی وفات پر عورت کو عدت کا خرچہ نہیں ملے گا۔ اسی وجہ سے وہ نفقہ اور خرچہ کے حصول کے لئے معاشی سلسلہ میں دن کو تو نکل سکتی ہے۔ مگر رات اسی شوہر کے مکان میں گذارنی ہوگی۔

(فتح القدير: ٤/٣٤٣)

مطلقہ بائنہ اور ثلاثہ کو نفقہ اور سکنیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دلواتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کو عدت کا خرچہ بھی ملے گا اور رہنے کی جگہ سکنیٰ بھی ملے گا۔ (دارقطنی: ٢/٢١، عمدة القاری: ٢٠/٣١١)

شعبی کی راویت میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (شوہر کے طلاق بائنہ پر) فرمایا کہ تم کو نہ نفقہ اور نہ سکنیٰ ملے گا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اسے نفقہ اور سکنیٰ دونوں ملے گا۔ (عمدة القاری: ٣١١، دارقطنی: ٢/٢٣)

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاق دے دی تھیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی آپ سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا نہ تو تم کو نفقہ ملے گا نہ سکنیٰ ملے گا۔ شعبی نے کہا کہ میں حضرت ابراہیم نخعی سے ذکر کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تو (ان کو) یہ جواب دیا تھا کہ میں اپنے

رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو نہ چھوڑوں گا۔ ان کے (مطلقہ) لئے نفقہ بھی ہے اور سکنیٰ بھی ہے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق: ٧/٢٤، طحاوی: ٤/٣٩)

اسود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ دین کے مسئلہ میں ایک عورت کی بات نہ اختیار کی جائے، مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ اور سکنیٰ دونوں ملے گا۔ (ابن ابی شیبہ: ٥/١٤٨)

ابراہیم نخعی نے قاضی شریح کا قول نقل کیا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کو نفقہ اور سکنیٰ دونوں ملے گا۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ حضرت عمر اور عبداللہ دونوں نے کہا نفقہ اور سکنیٰ دونوں ملے گا۔ (ابن ابی شیبہ: ٥/١٤٧)

سعید بن میّب نے کہا کہ مطلقہ ثلاثہ اپنے شوہر کے گھر سے نہیں نکلیں گی (اس وجہ سے کہ اسے نفقہ اور سکنیٰ عدت کے اندر ملے گا)۔ (ابن ابی شیبہ: ٥/١٧٩)

عبدالرحمٰن بن فضلہ کہتے ہیں میرے چچا کی لڑکی کو طلاق بائنہ دے دی گئی تھی۔ میں سعید ابن میّب کے پاس آیا اور مسئلہ پوچھا۔ فرمایا جہاں طلاق دی گئی ہے وہیں شوہر کے گھر عدت گذارے گی۔

(ابن ابی شیبہ: ٥/١٧٩)

یحییٰ بن سعید نے کہا مدینہ منورہ میں ایک عورت کو طلاق دی گئی۔ فقہاء اہل مدینہ سے مسئلہ پوچھا گیا تو فقہاء مدینہ نے کہا گھر میں رہیں گی۔ (ابن ابی شیبہ: ٥/١٧٩)

فائدہ: ان تمام روایتوں اور آثار سے معلوم ہوا کہ مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلاثہ کو عدت کے اندر کا خرچہ بھی ملے گا اور سکنیٰ رہنے کا مکان بھی ملے گا۔ فقہاء احناف اسی کے قائل ہیں۔ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ مطلقہ بائنہ نہ دن کو نکلے گی اور نہ رات کو نکلے گی۔ (فتح القدیر: ٤/٣٤٣)

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں ذکر کرتے ہیں کہ مطلقہ بائنہ کو خواہ حاملہ ہو یا نہ ہو خرچہ اور گھر ملے گا۔ (عدت کا)۔ (طحاوی: ٢/٣٩)

مطلقہ رجعیہ کو مکان اور خرچہ عورت کا ملے گا

عامر شعبی کی روایت میں فاطمہ بنت قیس کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفقہ اور سکنیٰ اس عورت کے لئے ہے جس کے شوہر نے طلاق رجعی دی ہو۔ (سنن کبریٰ: ٧/٨٣، مختصراً، بلوغ الامانی: ١٧/٥٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے فرمایا تھا کہ سکنیٰ اور نفقہ اس عورت کو ہے جسے شوہر نے طلاق رجعی دی ہو۔ (سنن کبریٰ: ٧/٤٧٤)

شرح مسند احمد میں ہے کہ مطلقہ رجعیہ کے نفقہ اور سکنیٰ پر ائمہ کا اتفاق ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، چونکہ اس کا نفقہ اور سکنیٰ قرآن پاک سے ثابت ہے۔ (شرح مسند احمد: ١٧/٥٤)

شرح ہدایہ میں ہے کہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ مطلقہ کو نفقہ اور سکنیٰ ملے گا۔ یہی قول حضرت عمر، عبداللہ بن مسعود حضرت عائشہ اسامہ بن زید، زید بنت ثابت سعید بن مسیّب قاضی شریح شعبی وغیرہ کا ہے۔

(۵/۵۲۷، فتح القدیر: ۴۰۳)

درمختار میں ہے کہ طلاق رجعی اور بائنہ میں عدت کے اندر کا نفقہ اور سکنیٰ ملے گا۔ خواہ عدت کتنی طویل ہو۔

(شامی: ۳/۶۰۹)

طلاق رجعی میں چونکہ نکاح اور لوازمات نکاح باقی رہتے ہیں چنانچہ اس سے وطی اور متعلقات وطی کی اجازت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے زیب و زینت ممنوع نہیں ہوتی ہے۔ جب نکاح اور اس کے فوائد باقی ہیں تو نفقہ اور سکنیٰ بھی باقی رہے گا۔

بیوی بچوں پر خرچ کی تاکید اور فضیلت سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل وتعلیمات کا بیان

آل اولاد پر خرچ صدقہ ہے

حضرت عمرو بن امیہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے صدقہ ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲۲۸)

ایک روایت میں ہے جو کچھ بھی تم ان کو دیتے ہو۔ صدقہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب سے اول جو میزان میں رکھا جائے گا۔ وہ آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ ہے۔ (مجمع الزوائد: ٤/٣٢٨، کشف الغمه: ١١٢)

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنی بیوی کو پانی جو پلاتا ہے اس کا بھی ثواب ہے۔ (مجمع: ٤/٣٢٨)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب گمان کرتے ہوئے خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (سنن کبریٰ: ١١/٤٦٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ وہ دینار جو تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ (سنن کبریٰ: ١١)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے ان لوگوں پر خرچ کرو جو تمہارے اہل وعیال ہیں۔ (سنن کبریٰ: ٧/٤٦٦، ابو داؤد: ٢٣٦)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو اللہ مال سے نوازے تو پہلے اپنے اوپر اور اپنے اہل خانہ پر خرچ کرو۔ (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم اپنے اوپر خرچ کرو صدقہ ہے۔ جو اپنی اولاد کو کھلاؤ صدقہ ہے، اور جو اپنی بیوی کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ جو اپنے خادم کو کھلاؤ صدقہ ہے۔ (کشف الغمه: ١١٢)

حضرت معاویہ قشیری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ ہماری

عورتوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور ان کو برا بھلامت کہو اور نہ ان کو مارو۔　(ابو داؤد: ۲۹۱، کشف الغمہ: ۱۱۲)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور کھانے اور کپڑے اور دیگر اخراجات پر صرف کرتا ہے اگر اس نیت سے کرتا ہے کہ ان کی نگرانی خدا نے ہمارے ذمہ کی ہے اور ثواب کی نیت کرتا ہے، تو اس پر بھی ثواب ہوگا کہ یہ فی سبیل اللہ صدقہ خیرات میں داخل ہے۔ مگر اس کے لئے ایک شرط ہے کہ یہ خرچ اسراف اور بیجا اور گناہ کے ان امور پر نہ ہو لہٰذا عریانیت کے کپڑے لاکر دے گا ٹی وی وی سی آر لاکر دے گا۔ کیمرہ لاکر دے گا تو ثواب کے بجائے الٹے گناہ پائے گا۔

پھر اس کا بھی خیال رہے کہ آل اولاد پر خرچ کے ساتھ حسب موقعہ ووسعت۔ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے صرف گھر کے خرچ میں اکتفا نہ کرے۔ بعض لوگوں کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ اہل خانہ پر تو وسعت کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ مگر صدقہ خیرات کا راہ خدا میں خرچ کا مزاج نہیں ہوتا۔ یہ دینی مزاج نہیں۔ یہ علامت اس بات کی ہے کہ وہ اللہ کے حکم سمجھ کر انہیں خرچ کر رہا ہے۔ بلکہ حظ نفس کے طور پر خرچ کر رہا ہے تو اس میں اگر خلاف شرع نہ ہونے پر گناہ نہیں تو ثواب بھی نہیں ہوگا۔ چونکہ ثواب کا تعلق حق شریعت کی ادائیگی کی نیت کے ساتھ ہے۔

بیوی بچوں کا خرچہ سب سے پہلے قیامت میں وزن کیا جائے گا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے جو وزن کیا جائے گا وہ نفقہ ہوگا جو اس نے اہل وعیال پر کیا ہوگا۔　(حسن الامور: ۵۶۳، طبرانی اوسط)

فائدہ: یعنی روزہ نماز دیگر صدقات وخیرات کی طرح اسے وزن کیا جائے گا اور جتنا زائد وزن ہوگا اسی قدر ثواب ہوگا۔

لیکن خیال رہے کہ اس سے مراد وہ خرچہ ہے جو شریعت اور سنت کے مطابق ہو۔ ناجائز خرچہ مراد نہیں مثلاً گناہ کے معاون اسباب میں دینا، مثلاً بے پردگی کے لباس میں دینا، عریاں لباس کے لئے رقم دینا، یا ٹی وی وغیرہ پر خرچ کرنا اس طرح غیر اسلامی طور طریقہ پر خرچ کرنا اس کو تو گناہ میں تولا جائے گا۔

پس مراد اس سے وہ خرچہ ہے جو شرح کے موافق ہو۔

وسعت کے باوجود اولاد پر خرچ میں تنگی پر وعید

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال پر تنگی سے خرچ کرے۔　(کنز العمال: ۱۶/۳۷۵، طبرانی)

جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مجھ میں سے یعنی (میری سنت پر) نہیں جس کو اللہ پاک نے وسعت دی ہو پھر وہ اہل وعیال پر تنگی کرے۔ (کنز العمال: ۱۶/۳۷۲)

فائدہ: آل اولاد اور اہل خانہ کا ایک حق ہے، غربت میں غربت کی طرح اور خوشیاں میں خوشحال لوگوں کی طرح۔ اگر اللہ پاک نے وسعت مال دی ہے تو اس کا اولین مصرف اہل خانہ ہیں، ہاں مگر اسراف کے ساتھ نہیں، اور نہ ان امور میں جو ناجائز اور ممنوع ہوں۔ مثلاً لہو ولعب، ٹی وی پر، خلاف شرع لباس پر، کہ ان پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔ اور گناہ میں تعاون ہے۔ آل اولاد کو نیک وصالح بنانے کا حکم ہے نہ کہ مال کی فراوانی پر فاسق وفاجر بنانے کی اجازت ہے۔ مال میں وسعت ہو تو ضروری اخراجات کے بعد راہ خدا فی سبیل اللہ میں مدارس، مساجد اور غرباء ومساکین پر خرچ کریں تا کہ مرنے کے بعد اس کا صلہ پائیں۔

قریبی رشتہ دار غریب نادار اور اپاہج ہوں تو ان کا نفقہ بھی ضروری

حضرت مقدام بن معدیکرب نے کہا میں نے رسول پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی ماؤں کے ساتھ، اپنے آباء کے ساتھ احسان کرو پھر اس کے بعد جو قریبی رشتہ دار ہوں، پھر جو اس کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔ (بلوغ الامانی: ۱۷/۶۲، بیهقی، اعلاء السنن: ۱۱/۳۰۰)

حضرت بہز بن حکیم بن معاویہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ کس پر بھلائی کروں آپ نے فرمایا اپنی ماں پر، میں نے پھر کہا اس کے بعد کس پر آپ نے فرمایا ماں پر پھر میں نے کہا پھر اللہ کے رسول کس پر آپ نے فرمایا اپنی ماں پر۔ (۳ر مرتبہ فرمایا) میں نے کہا پھر کس پر آپ نے کہا باپ پر، پھر قریبی رشتہ دار پر پھر قریبی رشتہ دار پر۔ (بلوغ الامانی: ۱۷/۶۲)

فائدہ: اس روایت میں اور دیگر روایت میں صدقہ خیرات کی ترتیب بیان کی گئی ہے کہ والدین کے بعد قریبی رشتہ دار پر صدقہ خیرات کرنے کا حکم ہے اور یہ کہ اس میں دوگنا ثواب ہے۔

اہل وعیال کی خبر گیری نہ کرنا بے پرواہ رہنا بڑے گناہ کی بات ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اپنے عیال کی خبر گیری نہ کرے۔ (ابو داؤد: ۲۳۸، مسلم: ۱/۳۲۳، مشکوٰۃ: ۲۹۰، مجمع الزوائد: ۴/۳۲۸)

فائدہ: بیوی بچوں کے کھانے کپڑے رہنے کا انتظام کرنا خدا کے فرائض میں سے ہے۔ اس میں کوتاہی جس سے ان کو تکلیف ہو پریشانی ہو ناجائز ہے۔ ان کے کھانے کپڑے میں کمی کرنا اور اس سے بے پرواہ رہنا بڑے گناہ کی بات ہے۔ عموماً تو لوگ اس مسئلہ میں کم ہی کوتاہی کرتے ہیں چونکہ اس کا تعلق انسانی فطرت اور محبت اور عقل سے بھی وابستہ ہے۔ البتہ بعض دیندار لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نماز اور جماعت کے تو پابند نظر آتے

ہیں مگر کسب اور محنت میں غافل اور بے پرواہ ہونے کی وجہ سے اہل وعیال کے کھانے کپڑے کے متعلق ضروری خبر گیری بھی نہیں کرتے ہیں۔سو یہ دین کے ایک حق میں کوتاہی ہے اور بڑے گناہ کی بات ہے۔عموماً وہ اپنے تعلقات کی بنیاد پر باہر کھا پی لیتے ہیں اور بیوی بچے گھر میں فاقہ کش ہوتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ کما کر باہر تو اپنا انتظام کھانے پینے کا بہتر طور پر کر لیتے ہیں۔اور بیوی بچوں سے بے پرواہ رہتے ہیں۔یہ بری بات ہے۔طبیعت انسانی اور عقل کے بھی خلاف ہے۔بے عقل جانور بھی اپنے بچوں کی خبر گیری رکھتے ہیں۔کیا انسان جانور سے بھی بدتر ہو گیا ہے۔جہاں یہ عقل اور طبیعت انسانی کے خلاف ہے۔وہاں یہ دین وشریعت کے بھی خلاف ہے۔آج یہ اپنی اولاد اور ماتحتوں کی خبر گیری کریں گے۔تو کل ضعف پیری اور بڑھاپے میں ان کی اولاد بھی ان کی خبر گیری کرے گی۔ورنہ تو آخر عمر میں حق تلفی کی سزا پائیں گے اور پریشان ہو کر بھیک وسوال پر مجبور ہوں گے۔

بیوی کی خبر گیری کھانے کپڑے میں کوتاہی کرنے سے سخت منع فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں وعظ فرمایا اور کہا عورتوں کے مسئلہ میں اللہ سے ڈرو، یہ عورتیں تمہاری مددگار ہیں تم نے اللہ کے حکم سے ان کو حاصل کیا ہے۔ان کے ناموس کو تم نے اللہ کے کلمہ سے حلال کیا ہے۔مناسب طور پر ان کا کھانا اور کپڑا تمہارے ذمہ ہے۔

(مسلم: ۱/۳۹۷، ابوداؤد: ۲۶۳، ترمذی، مشکوٰۃ: ۱/۲۲۵)

فَائِدَہ: نکاح کے بعد مرد پر بیوی کا کھانا کپڑا اور مکان فرض ہوجاتا ہے۔جیسا کہ خود قرآن پاک میں ”لینفق ذو سعة من سعته“ اپنی وسعت کے موافق بیوی پر خرچ کرے۔

اس میں کوتاہی اور حق تلفی گناہ کبیرہ ہے۔مرد کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق بیوی بچوں پر خرچ کرنا ہوگا۔

خیال رہے کہ مرد کے پاس گنجائش مالی نہیں ہے، اور آمدنی کم ہے تو ایسی صورت میں بیوی بچوں پر ہی اولاً خرچ کرے، دیگر اقارب کو موقوف رکھے وسعت کے بعد دیگر رشتہ داروں پر خرچ کرے۔اگر بیوی بچوں کے ضروری اخراجات سے نہ بچے تو صدقہ وخیرات بھی موقوف رکھے۔کہ اولاً ان کا حق ہے۔

بیوی کے خرچہ میں شوہر کے مالی حیثیت میں رعایت ہوگی

حضرت معاویہ قشیری کی روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ ہماری عورتوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔آپ نے فرمایا جو تم کھاتے ہو ان کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو ان کو پہناؤ۔اور نہ ان کو مارو اور نہ ان کو برا کہو۔ (ابوداؤد: ۲۹۱، نسائی)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ بیوی کے خرچہ میں شوہر کے مالی حیثیت کی رعایت کی جائے گی کہ آپ نے فرمایا جوتم کھاؤ اور پہنو وہ ان کو کھلاؤ اور پہناؤ۔ لہٰذا اگر عورت امیر گھرانہ سے آئی ہو اور شوہر غریب ہو تو شوہر کے اعتبار سے ملے گا۔

اعلاء السنن میں "باب یعتبر حال الزوج فی النفقة" قائم کر کے اسی کو راجح اور اصوب قرار دیا ہے۔ (۲۸۹/۱۱)

اگر شوہر واجبی اور لازمی گھریلو خرچ میں کوتاہی کرے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ہندہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا (میرا شوہر) ابوسفیان بہت بخیل آدمی ہے۔ کیا میرے لئے کوئی گناہ ہے کہ میں اس کے مال سے (بلا اجازت ضرورت پر) کچھ لے لوں آپ نے فرمایا ہاں لے لو جو کافی ہو جائے اپنے لئے اور اپنے لڑکوں کے لئے جو مناسب طور پر ہو۔

(سنن کبریٰ: ٧/٤٦٦، مسند احمد مرتب: ١٧/٥٩)

فائدہ: ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے کہ بقدر ضرورت نفقہ دینا واجب ہے۔ اور یہ کہ بیوی کا اور نابالغ چھوٹے بچوں کا خرچہ فرض ہے۔ اگر اس میں مرد کوتاہی کرے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت جس سے صرف ضرورت پوری ہو مرد کے بغیر اجازت سے چھپا کر عورت لے سکتی ہے۔

(مرقات: ٦/ ٢٤٣، اعلاء السنن: ١١/ ٢٨٩)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوہر کے مال سے عورت نابالغ کی ضرورت پوری کرے گی اور اس خرچ کا کوئی معیار اور مقدار متعین نہیں۔ بلکہ عرف اور ماحول میں جو خرچ کیا جاتا ہو خرچ کرے گی۔ (مرقات: ٦/ ٢٤٣)

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ شہر اور دیہات کے خرچہ میں فرق ہوگا اسی طرح خوشحال اور غریب گھرانے کا بھی فرق ملحوظ ہوگا۔

اعلاء السنن میں اس حدیث پاک کے تحت ہے کہ عورت جو شوہر کے مال سے بلا اجازت لے گی تو وہ زیادہ اسراف کے طور پر نہ لے گی۔ (۲۹۰/۱۱)

بیوی کو اپنا مال شوہر پر خرچ کرنا کھلانا پلانا صدقہ ہے

حضرت زینب (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی) سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ذرا میرے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا مجھے شوہر اور ان کی اولاد پر (جو دوسری بیوی سے ہیں) خرچ کرنے کا کچھ ثواب ملے گا۔ اور میرے متعلق نہ بتانا۔ چنانچہ زینب کہتی ہیں کہ وہ گئے اور پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

معلوم کیا کون ہے؟ تو بتا دیا گیا کہ زینب ہے۔ تو آپ نے پوچھا کون زینب، کہا عبداللہ کی بیوی۔ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک رشتہ داری کا دوسرا صدقہ کا۔ (طحاوی: ۱/۳۰۸)

ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے تقریر فرمائی کہ اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو۔ خواہ اپنے زیوروں سے ہی، کہ تمہاری اکثر تعداد جہنم میں جائے گی۔ تو حضرت زینب آئی اور پوچھا میرے شوہر غریب ہیں میں انہیں صدقہ کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں، تم کو دوگنا ثواب ملے گا۔

(مجمع الزوائد: ۳/۱۲۲)

کمزور ضعیف غریب والدین کا نفقہ لڑکوں پر فرض ہے

عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور کہا میرے پاس مال ہے ہمارے والد ہمارے مال کے محتاج ہیں۔ (ضعیف غریب ہیں) تو آپ نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے والد کے لئے ہے۔ تمہاری اولاد بہترین تمہاری کمائی ہے۔ اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

(ابوداؤد: ۴۹۸، ابن ماجہ: ۱۶۶، مشکوٰۃ: ۲۹۱، تلخیص: ۲/۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کو ضرورت ہو تو ان کا مال تمہارا ہے۔ یعنی اولاد کا۔ (تلخیص: ۲/۹، اعلاء السنن: ۳۰۱)

خیال رہے کہ مکارم اخلاق اور انسانی مروت کے اعتبار سے تو ہر اولاد کو اپنے والدین کا خیال رکھنا ان کی ضروریات کا لحاظ رکھنا لازم ہے خواہ والدین محتاج ہوں یا نہ ہوں، کہ اولاد پر والدین کی خدمت رعایت ان کو خوش رکھنا ان کا ایک اخلاقی فریضہ ہے۔

لیکن اگر والدین غریب ہوں، ضعیف کمزور ہوں کسب معاش کے لائق نہ ہوں تو ایسی صورت میں والدین کا نفقہ بیوی بچوں کی طرح فرض ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھی کہ جب تم کو ضرورت ہو ان کا مال تمہارا ہے۔ یعنی اولاد کا۔ ویسے بھی اولاد کا شریعت کے علاوہ انسانی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ جس نے ان کی پرورش کی جس نے ان پر بچپن میں جان و مال خرچ کیا۔ آج ان کو ضرورت نہ ہو تب بھی وہ اس کا خیال کریں اور ان کی تمام ضرورتیں بحسن وخوبی پوری کریں۔ علامہ شامی نے بیان کیا کہ والدین اگر ضرورت مند ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ اور خرچہ واجب ہے۔ (شامی: ۶۰۴)

والدین یا ان میں سے کوئی بیمار ہو اور خدمت کے محتاج ہوں تو اولاد کے ذمہ خدمت لازم ہے اور اولاد کو خدمت کا موقعہ نہیں ہے۔ تو پھر اگر مالی گنجائش ہے تو والدین کے لئے کسی خادم یا کسی کو اجرت دے کر خدمت کرانا لازم ہوگا۔ (شامی: ۶۱۶)

شوہر کے دیئے ہوئے مال کو بلا اذن کے خرچ کرنا منع ہے

حضرت عمرو بن العاص کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کچھ تصرف کرے جب کہ اس نے مال حفاظت کے لئے رکھنے کے لئے دیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ اس کی عصمت کا مالک ہے۔ (عشرۃ النساء: ۵۰۵، ابو داؤد، نسائی: ۳۵۲)

فائدہ: شوہر اگر روپیہ وغیرہ بیوی کو رکھنے دے جس کا گھریلو خرچ سے کوئی تعلق نہ ہو تو اس مال کا بلا اجازت عورت کو کسی بھی مقام پر خرچ کرنا درست نہیں کہ یہ خیانت میں داخل ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی ذات میں بھی خرچ نہیں کرسکتی تاوقتیکہ شوہر کو اس کی اطلاع نہ کردے۔

خیال رہے کہ شوہر چونکہ اس کی عفت و پاک دامنی کا مالک ہے اس لئے اس عورت کا حق ہے کہ اپنے کام سے اسے خبر اور اطلاع کردے۔ اس میں عورت کی امانت اور دیانت داری ہے۔

اولاً اپنے اور اپنے اہل وعیال پر

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک تم میں سے کسی کو مال سے نوازے تو اولاً اپنے اوپر پھر اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ (مسلم: ۲/۱۲۰، مشکوٰۃ: ۲۹۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے اپنے سے شروع کرو۔ (یعنی اپنے مال کو اپنی ضرورت پر خرچ کرو) پھر اس سے جو فاضل ہو اپنے اہل وعیال اور گھر والوں پر، پھر اس سے زائد ہو تو اپنے رشتہ داروں پر، پھر اس سے بھی زائد ہو جائے تو پھر اپنے سامنے، دائیں جانب، بائیں جانب (یعنی عام لوگوں کو اور پڑوسیوں کو دو)۔ (نسائی: ۳۵۳، مسلم: ۳۲۲)

فائدہ: مال کے خرچ کرنے کی شرعی ترتیب یہ ہے کہ اس قدر کم مال ہے کہ اپنے اوپر اور اہل وعیال ہی پر خرچ کرسکتا ہے اگر اعزہ و اقارب و احباب پر خرچ کرے گا تو اپنے اہل وعیال پر واجب خرچ میں کوتاہی ہی ہوجائے گی۔ تو پھر اپنے ہی اہل وعیال پر خرچ کرے۔ اور اگر مال اگر اہل وعیال کے نفقہ واجبہ سے زائد ہے تو پھر اعزہ واحباب وعام مسلمین مساجد و مدارس پر بھی خرچ کرے۔

خیال رہے کہ بیشتر لوگ اہل وعیال کے فراوانی کے ساتھ خرچہ کرنے میں بلکہ اسراف کی حد تک خرچ کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ ٹی وی پر اور عیش و تنعّم کے کھانوں پر مکانوں کی خوشنمائی اور بلا ضرورت ڈیزائن فیشنی میز پر تو ہزاروں لاکھوں روپیہ صرف کردیتے ہیں اور خدا کے راستہ مدارس مساجد اور غرباء و مساکین پر خرچ کرنے کہا جاتا ہے تو اس میں انکار اور بخل کرنے لگ جاتے ہیں یہ بہت بری بات ہے۔ اور خدا کو ناراض کرنے والی بات ہے پھر اس مال میں کثرت بھی نہیں رہتی اور ایسا مال زیادہ دن تک ٹھہرتا بھی نہیں

ہے۔قدرت ناراض ہوکر سزادے دیتی ہے اس دنیا میں بے شمار ایسے واقعات ہیں۔

اہل عیال مقدم اور خرچ کی ترتیب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول خرچ اپنے اوپر کرو۔اس سے فاضل ہو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔ پھر اس سے فاضل ہو جائے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو۔ پھر رشتہ داروں سے فاضل ہو تو اس طرح (مسلمانوں پر) خرچ کرو۔اپنے سامنے سے پیچھے سے بائیں سے دائیں سے۔

(مسلم: ۱/۳۲۲)

فائدہ: اس حدیث پاک میں مصرف، خرچ کرنے کی ترتیب بیان کی گئی ہے۔اولاً اپنی ذات پر اس قدر خرچ کرے کہ صحت باقی رہے ضروریات پوری ہوں دوا دارو جو ضروری ہوں اس پر لگائے۔اس کے بعد اہل وعیال بیوی بچوں پر خرچ ہو۔اس کے بعد رشتہ داروں پر، پھر عام مؤمنین پر، پھر اس بات کا خیال رکھے کہ اہل وعیال پر خرچ سے مراد ضروری اخراجات ہیں۔عیش پرستی اور فراوانی کا خرچ مراد نہیں۔اس صورت میں تو بہت کم دوسروں کا نمبر آئے گا۔ چونکہ عیاشانہ زندگی کا خرچہ لامحدود ہے۔اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ بیشتر مالدار جو دیندار نہیں راہ خدا میں اقرباء اعزاہ پر مسجد مدرسہ پر بہت کم یا نہیں خرچ کرتے ہیں۔ ہاں نام ونمود کی جگہ خوب خرچ کرتے ہیں شیطان اور سیاسی امور میں لوگوں کے نزدیک وقار عزت کے لئے مال بہاتے ہیں اور راہ خدا میں خالصۃً لوجہ اللہ خرچ کرنے سے بھاگتے اور کلفت اور مال میں کمی محسوس کرنے لگ جاتے ہیں یہ مال کے غیر مقبول اور باعث وبال ہونے کی پہچان ہے۔

بھائی بہن اگر محتاج ہوں یتیم ہوں تو ان کا نفقہ بھائی پر ہے

طارق اعجازی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔تو میں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں دینے والا ہاتھ بلند (قابل فضیلت ہے) سب سے پہلے اپنے عیال پر خرچ کرو۔اپنی ماں پر، باپ پر، اپنی بہن پر، اپنے بھائی پر، پھر ان پر جو قریب ہوں قریب ہوں۔

(نسائی: ۳۵۱، ابن حبان، دار قطنی، نیل الاوطار: ۶/۲۶۷)

کلیب بن منفقہ سے روایت ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور معلوم کیا کہ میں کن لوگوں پر بھلائی کروں۔آپ نے فرمایا اپنی ماں پر، باپ پر، بہن پر، بھائی پر، اور اس خادم غلام پر جو تمہارے ساتھ رہتے ہوں۔ان کا حق واجب ہے اور ان پر صلہ رحمی کے طور پر۔ (ابو داؤد، اعلاء السنن: ۱۱/۳۰۰)

فائدہ: خیال رہے کہ بیشتر لوگ بھائی بہن جب کہ محتاج ہوں توجہ نہیں دیتے خود عیش وتنعم میں پڑے رہتے ہیں اور ان کے خونی رشتہ ایک ماں باپ کی اولاد بھائی بہن، غریب وتنگدستی کی مصیبت میں کراہتے رہتے

ہیں۔ یہ کیسی بے مروتی کی بات ہے۔ اللہ پاک ایسے عیش کو زیادہ دن باقی نہیں رکھتا۔ ہاں اگر سستی اور کوتاہی کی وجہ سے غربت ہو، کماتے اور محنت نہ کرتے ہوں عادت ہی خراب ہو تو ایسے لوگ مجبور نہیں ہیں ان کی دوسری بات ہے۔

بہرحال اگر بہن ہو تو چونکہ عورت ہے کما نہیں سکتی اس کا نفقہ وسعت کے مطابق بھائی کے ذمہ ہے۔ ایسا بھائی اگر بیمار مجبور کمانے کے لائق نہیں ہو تو وسعت کے موافق اس کے ذمہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسا تعاون کرے کہ احتیاج کی شکل جاتی رہے اور وہ برسرروزگار ہو جائے۔

گھر کے لئے ایک سال کا غلہ رکھنا سنت سے ثابت ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے کھجور کے باغات کو فروخت فرما کر اپنی بیویوں کا سال بھر کے نفقہ کا انتظام فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ: ۷/۴۶۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی جائیداد سے اپنے ازواج مطہرات کو سال بھر کا نفقہ ایک سو اسی وسق کھجور دے دیا کرتے تھے۔ اور ۲۰/ وسق جو دیا کرتے تھے۔ (بخاری: ۸۰۶)

فائدہ: گھریلو نظم اور سہولت کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا نفقہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ ازواج مطہرات حسب خواہش خرچ کیا کرتی تھیں زیادہ تر تو راہ خدا میں صدقات و خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ اور پریشانی پر صبر کیا کرتی تھیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ سہولت اور فراغت کے لئے اپنے بیوی بچوں کا جو غلہ ہو وہ سال بھر کا خرید کر رکھ سکتا ہے۔ اور بہتر بھی یہی ہے اس میں سہولت اور آسانی اور برکت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلہ کا ذخیرہ سال بھر کا رکھنا توکل اور تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ آپ سے زیادہ کون متوکل اور متقی ہوسکتا ہے۔ ہاں مگر خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کل پرسوں کا بھی انتظام نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ جو آتا تھا خرچ فرما دیا کرتے تھے۔ کل کے لئے اکٹھا کر کے نہیں رکھتے تھے۔

اولاد کی کمائی میں والدین کا حصہ اور ان کا حق

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول میرے پاس مال ہے۔ اور میں صاحب اولاد ہوں، میرے والد میرا مال چاہتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے۔ (یعنی والد کے لئے بھی ہے)۔ یقیناً تمہاری اولاد تمہاری بہترین کمائی ہے۔ پس تم اپنے اولاد کی کمائی کھاؤ۔ (تلخیص الحبیر: ۹/۲)

مستدرک حاکم کی روایت میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے آدمی کی اولاد اس کے کسب سے ہے، پس اولاد کے مال کو کھاؤ۔ (تلخیص الحبیر: ۹/۲، کنز العمال: ۱۶/۴۶۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ماؤں کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے ۳ر مرتبہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، دومرتبہ فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں قریبی رشتہ داروں پر بھلائی کا حکم دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جو قریبی ہو۔ (حاکم، طبرانی، کنز العمال: ١٦/٤٦٢)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ والدین اولاد کا مال مناسب طور پر لے سکتے ہیں۔ مگر اولاد کو (بالغ ہوجانے پر) یہ اختیار نہیں کہ ان کے مال کو بلا اجازت کے لے لیں۔ (کنز العمال: ١٦/٤٧٦)

فَائِدَہ: اولاد کا شرعی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ والدین کے ساتھ بہتر سلوک کریں۔ ان کی تمام سہولتوں کا راحتوں کا خیال رکھیں بیماری پر خرچ کریں جان و مال دونوں سے خدمت کریں۔ اگر والدین خوشحال ہیں تب بھی ان کا فریضہ ہے۔ اگر خوشحال نہ ہوں اور ضرورت ہو تو پھر ایسی صورت میں بیوی اور نابالغ بچوں کی طرح ان کا بھی نفقہ اولاد کے ذمہ فرض اور واجب ہے۔

گھریلو خرچ اور نفقہ کے سلسلے میں چند ضروری مسائل

- ہر آدمی پر نکاح کے بعد جب بیوی اس کے پاس ہو نفقہ واجب ہے۔ (شامی: ۳/۵۷۲)
- بیوی مریضہ ہو اور شوہر کے گھر میں ہو تو اس کا کھانا کپڑا وغیرہ بہرصورت واجب ہے۔ (شامی)
- بیوی گھریلو کوئی کام نہ کرتی ہو اور شوہر کے گھر میں ہو تب بھی اس کا نفقہ لازم ہے۔ (شامی)
- اگر بیوی مستقل ملازمہ ہو، دن بھر ملازمت میں رہتی ہو۔ اور دن کے گھریلو کام کاج شوہر کا ضروری کام نہ کرسکتی ہو گو رات میں گھر ہی رہتی ہو تو ایسی صورت میں اس کا نفقہ لازم نہیں۔ (شامی: ۵۷۷)
- اگر عورت دن میں رہتی ہو اور رات میں گھر میں نہ رہتی ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں۔ (شامی)
- نفقہ اور گھریلو خرچ میں شوہر کی آمدنی کے مطابق گھریلو خرچ لازم ہوگا۔ (شامی: ۳/۶۰۰)
- سال میں دو کپڑے، گرمی اور سردی کی مناسبت سے لازم ہوں گے۔ (شامی: ۵۸۰)
- ایسا لباس جس سے بدن نظر آئے یا بانہہ کھلے رہیں جیسا کہ آج کل ریڈی میڈ کپڑوں میں ہوتا ہے جائز نہیں۔ اسلامی اور شرعی لباس پہنانا اور دینا ضروری ہے۔
- بیوی کو ایک ایسا کمرہ دینا ضروری ہے جس میں شوہر بیوی کے علاوہ کسی بھی دوسرے کا کوئی دخل اور اختیار نہ ہو، اور نہ اس میں کوئی دوسرا رہتا ہو خواہ شوہر کا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ (شامی: ۲/۶۰۰)
- بیوی کے علاوہ اگر اولاد ہو اور نابالغ ہو تو اس کا نان نفقہ کھانا کپڑا مکان و علاج وغیرہ بھی والد پر ضروری ہے۔ (شامی: ٦٠٤)

- صحت مند بالغ لڑکے کے باپ کے ذمہ خرچہ واجب نہیں (ہاں انسانی اخلاقی فریضہ ہے تاوقتیکہ وہ کمانے نہ لگیں والد کے ذمہ ان کے احراجات ہیں)۔ (شامی: ٦٠٤)
- والدین اگر ضعیف ہو اور کما سکتے ہوں تب بھی ان کا خرچہ اولاد کے ذمہ ہوگا۔ (شامی: ٦٢٣/٢)
- اگر بالغ لڑکے اپاہج ہیں معذور ہیں کمانے کے لائق نہیں تو ان کا خرچہ والد ہی کے ذمہ رہے گا۔

(شامی: ٦١٤)

- بالغ بچہ جب علم دین حاصل کر رہا ہو تو اس کا خرچہ بھی والد کے ذمہ ہے۔ (شامی: ٦٤)
- اگر قریبی رشتہ دار میں معذور اپاہج دائمی بیمار کوئی لڑکا یا لڑکی ہو اس کے والدین بھائی وغیرہ نہ ہوں یا ہوں تو بہت غریب ہوں تو ایسوں کا نفقہ اور خرچہ بھی رشتہ دار میں جو لائق ہو ان کے ذمہ واجب ہے۔

(شامی: ٦٢٧)

- اگر قریبی رشتہ دار نہ ہو دور کے ہوں تو دور کے رشتہ دار پر واجب ہوگا کہ ایسے اپاہج اور معذور کی خدمت اور اس پر ضروری اخراجات کریں۔ (شامی: ٦٣٠/٣)
- اگر کوئی اتنا تنگدست اور غریب ہے کہ بیٹے کو کھلائے گا تو غریب باپ کو نہیں کھلا سکے گا اگر غریب باپ کو کھلائے گا تو بیٹے کو نہ کھلا سکے گا تو بیٹے کو کھلائے گا۔ اور بعضوں نے کہا کہ جو ہو بیٹے اور باپ کے درمیان تقسیم کردے۔ (شامی: ٦١٦/٣)

شوہر بیوی کے آپسی باہمی حقوق اور رعایت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور پاکیزہ طریق کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں کے درمیان برابری کا برتاؤ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری مقرر فرماتے اور تمام بیویوں کے درمیان مساوات کا برتاؤ فرماتے اور فرماتے اے اللہ یہ میری باری کی تقسیم ہے اس امر میں جس میں مجھے اختیار ہے۔ اور جس کا تجھے اختیار اور مجھے اختیار نہیں اس کے بارے میں مجھے ملامت نہ فرما۔ (یعنی قلبی میلان اور جھکاؤ میں)۔

(ابو داؤد: ۲۱۰، تلخیص: ۲/۲۰۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باری میں کسی بیوی کو ترجیح اور فوقیت نہ دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بیویوں کے درمیان باری میں قیام کرنے کے سلسلے میں کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دیتے۔ (ابو دؤد: ۲۹۰، سنن کبریٰ: ۳۰۰)

تمام بیویوں کے پاس باری باری سے ایک مرتبہ جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بیویوں کے پاس باری باری سے ایک مرتبہ جاتے۔

(مختصراً، تلخیص الحبیر: ۲/۲۰۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیک وقت ۹ ر بیویاں رہی ہیں۔ آپ نے ہر بیوی کے لئے باری مقرر فرما لیا تھا۔ اسی باری کے اعتبار سے ہر دن اس بیوی کے پاس تشریف لے جاتے۔ یہ باری ایک ایک دن کی مقرر تھی۔ البتہ بعد میں حضرت سودہ کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئی تھی۔ دن میں باری کا شمار نہیں تھا۔ بلکہ عموماً عصر کے بعد تمام بیویوں کے پاس جاتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہت کم دن ایسا ہوا ہوگا کہ آپ تمام بیویوں کے پاس نہ گئے ہوں گے۔ ہر بیوی کے پاس تشریف لے جاتے ان کے قریب بیٹھتے۔ ہاں البتہ وطی نہ فرماتے۔ اور رات وہیں گذارتے جہاں باری ہوتی۔ (ابو داؤد: ۲۹۰)

پس ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جن کی ایک سے زائد بیویاں ہوں ان کو ان بیویوں کے درمیان

انصاف اور مساوات تمام امور معاش میں واجب ہے۔ یعنی کھانے کپڑے اور مکان کی نوعیت میں۔ یہ تینوں ہر ایک کو یکساں ملے گا۔ ② باری کا مقرر کرنا واجب ہوگا ایک ایک دن ہر ایک کے پاس ③ باری میں اصل رات کا اعتبار ہوگا۔ دن کا اور عصر کے بعد کا نہیں۔ ④ رات گذارنا باری میں لازم ہوگا۔ بیوی سے ملنا ضروری نہ ہوگا ⑤ کسی کی باری میں تاوقتیکہ اجازت بخوشی نہ دے دوسری بیوی کے یہاں جانا جائز نہ ہوگا۔ ⑥ ظاہری برتاؤ ہر ایک سے برابر کرنا پڑے گا۔ ہاں کسی کی ذہانت و چالاکی علم وفہم اور خدمت کی وجہ سے کسی کی طرف میلان زائد ہو تو اس پر مواخذہ نہیں ہاں قصداً کسی سے محبت کسی سے نفرت یہ درست نہیں۔

ایک سے زائد بیویوں کے درمیان انصاف اور مساوات کی تاکید فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں (یا اس سے زائد) اور اس نے دونوں کے درمیان انصاف و برابری نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک طرف جھکا ہوا ہوگا۔ (ابو داؤد: ۱/۲۹۰، سنن کبریٰ: ۷/۲۹۷، دارمی: ۲/۱۴۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے درمیان انصاف ومساوات و برابری نہ کرنے پر سزا اور وعید فرمائی ہے۔

صرف نکاح کرلینا کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ اصل برابری کرنا ہے۔ بہت مشکل سے یہ حق ادا ہوتا ہے۔ عموماً لوگ کسی ایک بیوی جو ذرا شکلاً یا مالاً اچھی ہوتی ہے اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں۔ بلکہ دوسری کو برائے نام رکھتے ہیں۔ بعضے تو پہلی بیوی سے دوسری شادی کے بعد بے رخی برتنے لگ جاتے ہیں اور دوسری بیوی کی طرف رہنے سہنے لگ جاتے ہیں۔ کچھ لوگ گھر میں کھانے پینے میں کیڑے نکالتے ہیں اور دیگر گھریلو خرچ کے برتاؤ میں فرق کردیتے ہیں۔ یہ سب جائز نہیں۔

خیال رہے کہ جس طرح ایک بیوی کو گھریلو سامان دیا اسی طرح دوسری کو دینا ہوگا ہاں وہ سامان جو مرد کا ہوتا ہے اس میں برابری نہیں۔ مگر گھریلو سامان اور عورتوں کے سامان حتیٰ کہ بستر، چارپائی، برتن، صابن تیل وغیرہ تمام امور میں دونوں کو بالکل برابر حق ہوگا۔ اسی طرح جس بیوی کو پھل یا مٹھائی یا اور کوئی وقتی کھانے کی چیز لاکر دی تو دوسری بیوی کو بھی اتنا ہی دینا ہوگا۔ ورنہ وہ گنہگار ہوگا۔ اسی وجہ سے حکم الٰہی ہے کہ اگر مساوات نہ کرسکو تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں لے جانے کے لئے قرعہ کے ذریعہ نام نکلواتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تو بیویوں کے درمیان قرعہ سے نام نکلواتے۔ جن کا نام نکلتا انہیں کو سفر میں لے جاتے۔ (بخاری: ۷۸۴، سنن کبریٰ: ۳۰۲، تلخیص: ۲۰۳)

فَائِدَہ: سفر میں بیوی کو لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا اسی کو لے جاتے۔ یہ آپ اس لئے کرتے کہ کسی کے دل میں نہ آئے فلاں کو لے گئے مجھے نہ لے گئے مجھے وہ نہیں چاہتے۔ آپ قرعہ اندازی محض طیب خاطر کرتے تھے حالانکہ آپ کو اختیار تھا جس بیوی کو آپ چاہتے لے جاسکتے تھے۔

بیشتر علماء اور احناف کے یہاں سفر میں لے جانے میں باری کا اعتبار کرنا واجب نہیں بلکہ اختیار ہے۔ جسے چاہے لے جائے۔ (مرقاۃ: ۲۵۸/۶)

شامی میں ہے سفر میں جسے چاہے لے جائے اختیار ہے اور قرعہ اندازی کرلے تو بہتر مستحب ہے۔ (شامی)

حضرت سودہ کی باری حضرت عائشہ کو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سودہ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا تھا۔ (بخاری: ۷۸۵/۱)

حافظ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان سے شادی کی تھی۔ روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ کا تھا اور ایک دن حضرت سودہ کا۔ (بخاری)

چنانچہ حضرت سودہ جب ضعیف اور بوڑھی ہوگئیں تو اپنی رضا سے انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کی متعدد بیویاں ہوں اور کوئی بیوی اپنی رضا سے اپنی باری کا دن کسی بیوی کو بخش دے کہ بجائے میرے یہاں آنے کے ان کے یہاں جائیں تو شرعاً درست ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی لائق خدمت شوہر نہ رہے عمر کی وجہ سے یا اور کسی اعذار کی وجہ سے تو ایسی صورت میں عورت کو چاہئے کہ اپنی باری کا دن کسی پسندیدہ خدمتگار بیوی کو بخش دے۔

متعدد بیویوں کی صورت میں باری کا حکم

خیال رہے کہ محقق قول یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قسم اور باری کا مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ آپ مکارم اخلاق کے طور پر ایسا کرتے تھے۔

امت پر باری اور قسم واجب ہے۔ ہاں مگر احناف کے نزدیک سفر میں واجب نہیں، جس بیوی کو وہ بہتر سمجھے لے جاسکتا ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ قرعہ کرے۔ (عمدۃ القاری: ۱۹۹)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ ایک ایک دن کی باری لگانا بہتر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے یہی صورت بہتر اور مستحب ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۹۹/۲)

خیال رہے کہ باری کے دنوں میں قیام اور مکث (رہنا) یہ حق واجب ہے۔ وطی جماع باری میں حق

واجب نہیں۔ نفقہ اور کپڑے میں برابری و مساوات واجب ہے۔ قلبی لگاؤ، جس کا تعلق عموماً خدمتی مزاج اور عقل فہم سے ہوتا ہے اس میں برابری واجب نہیں کہ یہ بندے کے اختیار میں نہیں۔ ابن منذر نے بیان کیا کہ محبت (قلبی لگاؤ) میں مساوات لازم نہیں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ مجھے دوسری بیوی کے مقابلہ میں زیادہ محبوب ہے۔ ہاں البتہ اتنا جھکاؤ اتنی محبت نہ ہو کہ دوسرے کے حق کے ادا کرنے میں فتور اور ظلم ہو جائے۔

(عمدة القاری: ۱۹۹)

بیویوں کے درمیان مساوات اور برابری کے سلسلے میں چند مسائل

- مردوں کو ار سے چار بیویوں کا رکھنا جائز ہی نہیں سنت ہے۔
- تمام بیویوں کے درمیان انصاف اور مساوات واجب ہے۔
- باری کا مقرر کرنا شرعاً واجب ہے۔
- باری میں اصل رات کا اعتبار ہے۔ (شامی: ۲۰۲/۳)
- اگر مرد رات میں ملازمت کرتا ہو تو پھر اس کے لئے باری کا اعتبار دن میں ہوگا۔ (شامی: ۲۰۸/۳)
- کھانے پینے، لباس، اور گھر مکان میں مساوات ہر بیوی کے درمیان واجب ہے۔ (شامی: ۲۰۲)
- مرض، بیماری، حیض ونفاس کی وجہ سے نہ باری ساقط ہوگا اور نہ مساوات میں فرق ہوگا۔ (شامی: ۲۰۳)
- سفر میں باری واجب نہیں۔
- سفر میں جس بیوی کو چاہے لے جا سکتا ہے۔ البتہ قرعہ اندازی کر لینا مستحب ہے۔ (شامی)
- باری کے علاوہ میں کسی دوسری بیوی سے ملنا درست نہیں۔ (شامی: ۲۰۷) کہ جس کی باری ہوئی اس کی حق تلفی ہوگی۔
- بیمار بیوی کے پاس بغرض عیادت بغیر باری کے جا سکتا ہے۔ (شامی: ۲۰۷/۳)
- شوہر کو اگر کوئی بو ناپسند ہو تو وہ منع کر سکتا ہے، پھر عورت کو استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ (شامی: ۲۰۸)
- شوہر کو مہندی کی بو پسند نہ ہو تو عورت مہندی نہ لگائے۔ (شامی: ۲۰۸)
- باری میں بیوی سے ملنا ضروری نہیں ہے۔ (شامی: ۳۰۳/۳)
- نئی دلہن کا بھی باری وغیرہ میں وہی حق ہوگا جو پرانی کا ہوگا۔ (شامی: ۲۰۶/۳)
- شوہر کی مالی حیثیت جیسی ہوگی اسی کے موافق تمام بیویوں کا مساوات کے ساتھ خرچہ واجب ہوگا۔
- کوئی بیوی غریب گھرانے کی ہے اور کوئی امیر و خوشحال گھرانے کی ہے تب بھی نفقہ میں دونوں کے درمیان برابری ہوگی۔ یہ جائز نہیں کہ خوشحال گھرانے والی کو عمدہ کھانا، کپڑا ملے اور غریب گھرانے والی کو

غریب کی طرح۔ (شامی: ۲۰۲/۳)

قلبی امور میں مساوات ضروری نہیں۔ مثلاً کسی بیوی کے عمدہ حسن برتاؤ، فہم ذکاء کی زیادتی، تعلیم و ہنر میں فوقیت، خدمت و طاعت میں زیادتی کی وجہ سے لگاؤ ہو تو اس میں مواخذہ نہیں تاہم اس کا اثر اعضاء و جوارح سے ظاہر نہ ہو۔

بیوی بچوں کے ساتھ کس طرح رہنا سنت ہے

عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب آپ عورتوں کے ساتھ تنہا رہتے تو کس طرح رہتے تھے؟ تو حضرت عائشہ نے کہا اس طرح جس طرح تم میں کا ایک شریف آدمی رہتا ہے۔ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ کریم سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے اعتبار سے آپ بہت ہنستے مسکراتے تھے۔ (سبل الهدى: ٦٩/٩، ابن سعد: ٣٦٥/١)

فائدہ: نرم مزاجی الفت وانس کا باعث ہے۔ شدت وسخت مزاجی کی وجہ سے ایک دوسرے سے الفت نہیں ہوتی۔ جب شوہر بیوی کے درمیان الفت نہیں ہوگی تو گھر کا نظام فاسد اور خراب رہتا ہے۔ اس لئے اہل خانہ کے ساتھ نرمی اور الفت ضروری ہے۔

مزاحیہ باتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا حنین سے واپس تشریف لائے تو طاقچہ میں ایک پردہ دیکھا ہوا بہنے سے پردہ ہٹ گیا تو حضرت عائشہ کا ایک کھلونا نظر آ گیا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گڑیا۔ اس کے درمیان گھوڑا دیکھا جس کے دو پر یا بازو کاغذ کے بنے تھے۔ تو آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ اس کے درمیان کیا ہے۔ کہا دو پیر گھوڑے کے ہیں۔ آپ نے فرمایا گھوڑے کے دو بازو۔ حضرت عائشہ نے کہا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ کو ہنسی آگئی یہاں تک کہ دانت نظر آ گئے۔ (مشکوٰۃ: ٢٨٢، ابو داؤد: ٦٧٥)

آپ اہل وعیال سے مزاحیہ باتیں بھی فرماتے تاکہ انس ومحبت آپس میں اچھی طرح قائم رہے۔ حسن معاشرت میں ایسی چیزیں بہت معین ہوتی ہیں۔ اور آپس میں خوشگوار تعلقات رہتے ہیں۔

عصر کے بعد ازواج مطہرات کے پاس جاتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کے پاس عصر کے بعد تشریف لے جاتے اور ان کے قریب ہوتے (اٹھتے بیٹھتے باتیں فرماتے)۔ (بخاری: ٧٨٥، مسلم، سبل الهدى: ٦٦/٩)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ باری کے علاوہ ہر دن عصر کے بعد ازواج مطہرات کے پاس ملاطفت کے لئے،

حال خبر کے لئے خیریت و حالت دریافت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے۔ جس میں محبت کے علاوہ ضرورت بھی ملحوظ ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کے ساتھ گھریلو کام میں شریک ہوجاتے

اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے۔ (یعنی جب آپ گھر میں رہتے تو کیا مصروفیات رہتی تھی) حضرت عائشہ نے فرمایا آپ گھریلو کام میں شریک رہتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہوجاتا تو فوراً نماز کے لئے تشریف لے آتے۔ (بخاری: ۲/۹۸۲، ادب مفرد: ۱٦٤)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں دیگر احادیث پیش کی ہیں جس سے گھریلو کام کا کرنا اور اس میں شریک ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مسند احمد اور صحیح ابن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کپڑے سی لیتے۔ جوتے گانٹھ لیتے، عام طور پر جو آدمی اپنے گھر میں کام کرتا آپ کر لیتے۔ مسند احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جوتے گانٹھ لیتے، کپڑے سی لیتے، ڈول بھر لاتے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں تواضع ہوتی ہے اس لئے وہ ان امور کو انجام دے دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی بچوں کے ساتھ مل کر یا گھر کے کام کو شان کے خلاف نہ سمجھے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ کس کی شان بلند ہوسکتی ہے۔

گھریلو اور معاشی امور میں عورت کی خدمت مسنون ہے

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ نہ ان کو کوئی زمین تھی جس سے مال حاصل ہو۔ اور نہ کوئی غلام، سوائے ایک اونٹنی اور ایک گھوڑے کے کچھ نہ تھا۔ میں ہی گھوڑے کے گھاس کا انتظام کرتی، پانی لاتی، ڈول میں پانی رکھتی، آٹا گوندھتی، اور میں روٹی اچھی طرح پکا نہیں سکتی تھی۔ انصاری پڑوسی عورتیں روٹیاں پکا دیا کرتی تھیں۔ وہ بڑی صالح عورتیں تھیں، حضرت زبیر کی اس زمین سے جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بخشا تھا کھجور کی گٹھلیاں (سر پر لاد کر) لاتی تھی جو ہمارے مکان سے ۳/فرسخ پر ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن آ رہی تھی اور گٹھلیاں میرے سر پر تھیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ اور ان کے ساتھ انصار کے چند حضرات تھے۔ آپ نے مجھے بلایا۔ اور اپنی اونٹنی کو اخ اخ کہہ کر بٹھایا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کرلیں۔ مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں اور مجھے زبیر اور ان کی غیرت کا واقعہ یاد آگیا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری حیاء کو سمجھ گئے تو آپ چلے گئے۔ (اور میں

گٹھلیاں سر پر لادے پیدل گھر آنے لگی)۔ (بخاری: ٧٨٦)

فائدہ: اس حدیث پاک میں حضرت اسماء کا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ گھریلو کام کا ذکر ہے کہ ۳ رفرسخ پر جوان کی زمین تھی، وہاں سے اونٹ اور گھوڑے کا چارہ لاتی تھیں، ڈول میں پانی لاتی اور آٹا گوندھتی۔ اونٹ اور گھوڑے کا انتظام کرتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت گھریلو امور کو اور گھر میں جو جانور ہو اس کے کھانے پینے کا بھی انتظام کرے گی۔ کہ اگر یہ کام ظلم اور ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر جو آپ کی پھوپھی زاد بھائی تھے منع فرما دیتے۔

حدیث پاک میں ہے عورت کو گھریلو کام میں ثواب جہاد کا ہے۔

مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دیہات میں عورتیں کھیت میں جو کام کرتی ہیں اور کسب سے جو کچھ لاتی ہیں پردہ کی رعایت کرتے ہوئے کام کرنا اور سامان لانا درست ہے۔

مرد کا گھر میں رہ کر گھریلو کام میں تعاون کرنا شریک ہونا سنت ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے وسیع اخلاق والے تھے۔ آپ جب گھر میں تشریف لاتے (صرف آرام ہی نہ فرماتے) اکثر و بیشتر سینے پرونے میں لگ جاتے۔ اور گھریلو کام اسی طرح کرتے جس طرح عام آدمی کرتا ہے۔ چڑھانا اتارنا کر لیتے گھر کی دیکھ بھال کر لیتے۔ گوشت کاٹ لیتے، خادم کے کام میں تعاون فرما دیتے۔ (کشف الغمہ: ٨٦/٢)

فائدہ: مردوں کا گھر حسب فرصت گھریلو کام کر لینا یہ گھر سے محبت کی علامت ہے۔ اور تواضع کی دلیل ہے۔ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حسن اخلاق اور تواضع کے اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں۔ پس آپ کا حسب فرصت گھریلو کام کرنا، یہ بلند پایہ اخلاق و تواضع کی دلیل ہے۔ متکبرین اور نواب لوگ گھریلو کام خود سے کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسی کے خلاف آپ نے عمل پیش کر کے امت کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ گھریلو کام کرنا نبیوں والا کام ہے۔

بیوی شوہر پر خرچ کرے مالی تعاون کرے تو اس کا بھی ثواب ملے گا

حضرت زینب (ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی) سے مروی ہے کہ میں نے (حضرت بلال سے کہا) ذرا میرے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر لیں کہ اپنے شوہر پر اور یتیم اولاد پر جو میرے ذمہ ہیں صدقہ کروں۔ (اس کا ثواب ملے گا) اور میرے متعلق نہ بتانا۔ چنانچہ وہ کہتی ہیں کہ وہ (حضرت بلال) گئے اور پوچھا تو آپ نے پوچھ لیا کون ہیں؟ کہا زینب، تو آپ نے پوچھا کون زینب؟ کیا عبداللہ کی بیوی، آپ نے فرمایا ہاں ان کو دوگنا ثواب ملے گا۔ ایک رشتہ داری کا دوسرے صدقہ کا۔ (طحاوی: ٢٠٨/١)

ایک روایت میں ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے تقریر کی کہ اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو۔ خواہ اپنے زیوروں سے ہی۔ تمہاری اکثر تعداد جہنم میں جائیں گی۔ تو زینب آئی اور پوچھا کہ میرے شوہر غریب ہیں۔ میں انہیں دے سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم کو دگنا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد: ۳/۱۱۹)

* حضرت زینب یہ بیوی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی کی۔ یہ دست کار تھیں کسی صنعت و حرفت سے واقف تھیں۔ جس کی وجہ سے یہ مالدار تھیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود غریب تھے۔ اور حضرت زینب یا عبداللہ بن مسعود کے پہلے شوہر یا پہلی بیوی سے اولاد تھی۔ جو حضرت زینب کی پرورش میں تھے۔ حضرت زینب نے سوچا کہ یہ تو گھر کے لوگ ہیں۔ ان پر خرچ کرنے کا کیا ثواب ملے گا۔ اس وجہ سے معلوم کیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ ثواب کو پوچھتی ہو عام ثواب نہیں دگنا ثواب ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ بیوی شوہر پر یا گھریلو مسئلہ پر یا سوتیلی اولاد پر جو خرچ کرے گی اس کا ثواب دوسرے کے مقابلہ میں اس کو دگنا ملے گا۔

ہر دن صبح وشام تمام بیویوں کے پاس تشریف لے جا کر خبر گیری فرماتے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر دن صبح وشام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کو خود سلام فرمایا کرتے تھے۔ (اتحاف الخیرہ: ٤/٥١٨)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ باری کے علاوہ ہر دن صبح وشام تمام بیویوں کے پاس جاتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ عصر کے بعد جاتے تھے۔ ممکن ہے صبح جانے کا علم ان کو نہ ہو، گھریلو دیکھ بھال، کس چیز کی ضرورت ہے کون آیا کون گیا؟ نیز دینی معلومات اور مسائل اور احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے عموماً عورتیں ان ازواج مطہرات کے پاس آتی تھیں۔ اس لئے ان امور کے لئے آپ دونوں وقت ان کے پاس تشریف لے جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باری میں صرف شب باشی کی رعایت ضروری ہے۔ دن اور صبح وشام دوسری بیویوں کے پاس جانے اور خبر گیری میں کوئی حرج نہیں۔

جو حضرات مشغول ومصروف ہوں، خواہ کسی دینی یا دنیوی کام میں۔ ان کو چاہئے کہ صبح وشام ان کی یا گھریلو ضروریات کی خبر گیری کرلیں بالکل غافل بے توجہ آزاد نہ ہو جائیں۔ اس سے گھریلو نظام مختل ہو جاتا ہے۔

بیویوں کو حج اپنے ساتھ کرایا

حضرت صفیہ بنت حی کہتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ حج کرایا۔

(مجمع الزوائد: ٤/٣٢٠، مسند احمد: ٦/٣٣٧)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ازواج مطہرات پر حج فرض نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے از راہ تلطف وثواب حج کرایا۔ تاکہ اسلام کا عظیم ترین رکن اور خدائے پاک کے تقرب کا باعث جو عبادت مالی و جانی سے مرکب ہے آپ کی صحبت ومعیت میں ادا ہو جائے اور اس ثواب عظیم کا شوق پورا ہو جائے۔

عورت کا حج شوہر کے ساتھ بہتر طور پر ادا ہوتا ہے۔ نفس اور نگاہ دونوں سے حفاظت رہتی ہے۔ اس لئے وسعت اور اشتیاق ہو تو شوہر کے ساتھ عورتوں کا حج ہو جائے۔ آپ ﷺ نے عورتوں کا جہاد حج فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ: ۲۸)

بیویوں کی نامناسب باتوں کو آپ ﷺ برداشت فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہمارے یہاں ملنے آئیں۔ آپ ﷺ ہمارے اور ان کے درمیان تشریف فرما ہو گئے۔ میں حریرہ لے کر آپ کے پاس آئی، اور کہا کھاؤ (سودہ سے) اس نے انکار کر دیا۔ تو میں نے کہا کھاؤ نہیں تو منہ پر پوت دوں گی۔ پس میں نے پیالے سے لیا اور چہرہ پر مل دیا۔ آپ ﷺ مسکرانے لگے۔ اور آپ ﷺ نے اپنا پیر اس کے گود سے ہٹا لیا۔ اور فرمایا تم بھی اس کے چہرہ پر لگا دو۔ (تاکہ بدلہ ہو جائے) چنانچہ اس نے لیا اور میرے چہرہ پر لگا دیا۔ اور آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر کا گذر ہوا انہوں نے آواز دی اے عبداللہ اے عبداللہ آپ ﷺ نے سمجھا کہیں داخل نہ ہو جائیں ان لوگوں سے آپ نے فرمایا اٹھو تم دونوں اور اپنے چہرے کو دھو کر آؤ۔

(اتحاف الخیرہ: ۵۱۸، سبل الھدیٰ: ۷۰/۹، مسند ابو العلی، مجمع مطالب عالیہ: ۳۷/۳)

فَائِدَہ: دیکھئے حضرت سودہ نے حضرت عائشہ کا پیش کردہ حریرہ نہیں کھایا۔ حضرت عائشہ نے چہرے پر مل دیا۔ آپ نے سودہ سے فرمایا تم بھی مل دو۔ تاکہ بدلہ ہو جائے۔ آپ نے ڈانٹا اور غصہ نہیں فرمایا۔ دونوں کی آپس کی باتوں کو برداشت کیا۔ اور حضرت عمر کے اس اندیشے سے کہ کہیں داخل نہ ہو جائیں اور اس حالت میں دیکھ نہ لیں۔ دونوں کو چہرے دھونے کا حکم دیا۔

بیوی کی تکلیف دہ باتوں کو برداشت فرمالیتے

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات میرے پاس سے باہر نکل آئے تو میں نے دروازہ بند کر دیا۔ آپ تشریف لائے دروازہ کھلوانے لگے۔ میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ تو آپ نے مجھ پر قسم دیا دروازہ کھولنے پر۔ تو میں نے کہا آپ میری باری کی شب میں دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے پیشاب کی شدید ضرورت تھی۔ (اس لئے پیشاب کرنے گیا تھا)۔

(حاکم: ۳۲/۴، ابن سعد، سبل الھدیٰ: ۷۰/۹)

فَائِدَہ: دیکھئے اس روایت میں حضرت میمونہ نے دروازہ بند کردیا اور کھلوانے پر بھی نہیں کھولا۔ محض اس بدگمانی میں کہ آپ کسی دوسری بیوی کے پاس کیوں تشریف لے گئے۔ اگر آپ چلے بھی جاتے تو کوئی گناہ نہیں تھا چونکہ آپ پر باری سرے سے واجب ہی نہیں تھی۔ مگر آپ نے اس پر کوئی زجر توبیخ نہیں فرمائی۔ اور کوئی اثر نہیں لیا۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق اور نرم مزاجی کی بات تھی۔

مسند ابویعلیٰ میں سند حسن کے ساتھ یہ واقعہ ہے کہ جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن سودہ میرے یہاں آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور اس کے درمیان بیٹھ گئے۔ میں حریرہ لے کر آئی اور سودہ سے کہا لو کھالو۔ اس نے کہا نہیں کھاؤں گی۔ میں نے اس سے کہا کھالو ورنہ منہ میں لیپ لتھیڑ دوں گی۔ تب بھی انکار کردیا نہیں کھایا۔ چنانچہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے پیالہ سے کچھ لیا اور اس کے چہرہ پر مل دیا.......... حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ سے فرمایا تم بھی اس کے چہرے پر مل دو۔ چنانچہ اس نے بھی پیالہ سے کچھ لیا اور میرے چہرہ پر مل دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ (مجمع الزوائد: ۳۱٦/۱)

فَائِدَہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کھانا حضرت سودہ نے اس اختلاف کی وجہ سے جو سوکنوں کے درمیان ہوتا ہے نہیں۔ چلو کوئی ایسی بات نہیں۔ اگر ضروری اور واجب ہوتا تو آپ ضرور سودہ کو حکم دیتے امر فرماتے۔ آپ نے کچھ بھی نہیں کیا۔ مگر حضرت عائشہ نے حریرہ کا کچھ حصہ منہ میں لتھیڑ دیا یہ بالکل نامناسب تھا۔ حضرت سودہ کو اچھا نہیں لگا تو آپ نے بدلہ کے طور پر فرمایا تم بھی ایسا کرلو۔ اس واقعہ میں آپ نے کوئی ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ نہیں فرمایا یہ آپ کے نرم مزاجی کی بات تھی۔

جب تک عورت بے دینی کی بات نہ کرے تو اسے برداشت کرتا رہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا آپ کو یہ واقعہ نہیں معلوم کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سارہ علیہا السلام کے اخلاق کے متعلق شکایت کی تو ان کو جواب دیا گیا وہ (عورتیں) ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں پس جس طرح بھی اسے لگائے رکھو تاوقتیکہ دین کے معاملہ میں کوئی گڑبڑی کی رسوائی کی بات دیکھو۔ (مجمع الزوائد: ۳۰۷/٤)

فَائِدَہ: بے دینی کی بات سے مراد خدا کے فرائض و واجبات اور اس کے اوامر و نواہی میں اس میں اگر کوئی کوتاہی کرے تو اس کی اصلاح کرے اور سختی سے تاکید کرے۔

ہاں ان کے علاوہ خدمت اور گھریلو نظام میں سونے جاگنے کی ترتیب میں کوتاہی ہوجائے تو برداشت کرے۔ یہ مطلب ہے حدیث پاک کا۔ یہ خدا کی قدرت ہے اگر عورت میں کچھ کمی نہ ہوتی تو مرد کی تابعیت اور ماتحتی کو وہ تھوڑے گوارہ کرلیتی وہ اسی کمی کی وجہ سے تو مرد کے تابع ہوجاتی ہے۔ اسی لئے عورت جب زیادہ

پڑھی لکھی اور تیز و چالاک ہوتی ہے تو مرد کی خدمت اور ماتحتی میں کامل نہیں ہوتی اور اس پر خدمت اور اطاعت کا بھی جذبہ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور عورت پورے طور پر مرد کے تابع بھی نہیں ہوتی۔ اس لئے عورت کا فہم و عقل میں مرد سے کم ہونا مرد کے لئے اچھا ہے۔

سوکنوں کی نامناسب باتوں کو برداشت فرما لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے صفیہ سے زیادہ بہتر کھانا بنانے والی عورت نہیں دیکھا (آپ کو اسی وجہ سے اس کا کھانا پسند تھا) چنانچہ ایک برتن میں اس نے کھانا بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا (میری باری کا دن تھا مجھے برا لگا) پس میرا نفس قابو میں نہیں رہا میں نے وہ برتن توڑ دیا۔ (برتن ٹوٹا کھانا بکھر گیا، احساس غلطی کا ہوا) میں نے آپ سے پوچھا اس کا کفارہ کیا ہوگا۔ اسی جیسا برتن اور اسی جیسا کھانا۔

(نسائی: ۹۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں میں سے کسی بیوی کے پاس تھے کسی بیوی نے پیالہ میں کھانا بھیجا (پس اس بیوی نے جس کے یہاں کھانا بھیجا) آپ کے ہاتھ میں ایسا مارا کہ پیالہ گر لیا اور ٹوٹ گیا (اور کھانا بکھر گیا) آپ دونوں ٹوٹے ٹکڑے کو لیا ایک کو دوسرے سے ملایا۔ اور کھانا اس میں جمع کرنے لگے۔ اور آپ نے (مارے غصہ کے فرمایا) تمہاری ماں غارت میں پڑے کھاؤ۔ (اس گرے اور بکھرے ہوئے کھانے کو جب جمع کر لیا گیا تا کہ وہ کھانے کے ضائع کرنے کا گناہ نہ ملے) پس انہوں نے کھایا۔ پھر آپ نے پیالہ منگایا۔ اور صحیح پیالہ اسے واپس کیا۔ اور ٹوٹا پیالہ اسی گھر میں چھوڑ دیا جس میں ٹوٹا تھا۔ (تا کہ دیکھ کر افسوس ہو اور عبرت ہو)۔ (نسائی: ۹۷)

فائدہ: آپ سوکنوں کے درمیان ہونے والی بات کو درگذر فرماتے۔ ایکشن نہ لیتے کہ یہ عورتوں کی فطرتی باتیں تھیں۔ اس قسم کی باتوں پر آپ ڈانٹ ڈپٹ مار پیٹ نہ فرماتے۔ سمجھا دیتے یا ہلکی سی عملی تنبیہ فرما دیتے۔ البتہ غلطی پر باقی نہ رہنے دیتے بلکہ اس کی تلافی کرا دیتے اور کسی کا نقصان نہ ہونے دیتے اور نہ کبیدہ خاطر کسی کو فرماتے۔

بیویوں کو شکایت اور ناانصافی ہونے کا موقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو بیویوں کے درمیان قرعہ فرماتے۔

(بخاری: ۷۸٤)

فائدہ: سفر میں اپنی سہولت کے لئے جس بیوی کو چاہتے لے جا سکتے تھے قرعہ واجب نہ تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرعہ فرما کر جس کا نام نکلتا اسے لے جاتے۔ ایسا اس لئے کرتے تا کہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ کوئی ناانصافی پر

محمول نہ کرے۔ قرعہ اندازی کے متعلق یہ خیال رہے کہ یہ وہاں ہے جہاں کسی کا حق متعین طور پر نہ ہو اور سب کو مل نہیں سکتا تو قرعہ اندازی کے ذریعہ مسئلہ کا حل نکالنا چاہئے تاکہ شکایت کا موقعہ نہ ملے۔

ازواج مطہرات کو گھریلو کھیل کی اجازت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گھر میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، میری سہیلیاں تیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو وہ سب چھپ جاتیں تھیں تو آپ ان کو پکڑ کر میرے ساتھ لاتے تھے۔ تو وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مزاج کی رعایت فرماتے اور ان کے کھیل کود میں آپ مزاحم نہ ہوتے۔ ان کی خوشی اور مسرت کے امور کو ملحوظ رکھتے۔ ان سے بے تکلفی برتتے انس والفت کا لحاظ فرماتے۔ اپنے مزاج کو جابرانہ وقاہرانہ ان پر مسلط نہ فرماتے۔

بے تکلفی سے دوڑ ومسابقت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھی۔ میرے اور آپ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ ہوا میں میں آگے بڑھ گئی (جیت گئی) پھر جب میرا بدن بھاری ہو گیا تو آپ سے پھر دوڑ کا مقابلہ ہوا تو آپ مجھ پر بازی لے گئے۔ (جیت گئے) اور فرمایا یہ اس (ہار) کا بدلہ ہے۔ (ابوداؤد: ۳۴۸، مشکوٰۃ: ۲۸۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلطف اور انس کے طور پر ایسا کیا یہ علامت ہے محبت اور بے تکلفی کی۔ اس کے برخلاف جو آدمی گھر آتے ہی شیر بن جاتا ہو ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ شروع کر دیتا ہو حاکمانہ جابرانہ برتاؤ کرتا ہو وہ ایسے بے تکلفی کا برتاؤ کہاں کر سکتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ نوکرانی کا برتاؤ کرنے والوں کو یہ کہاں نصیب۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جس سے ان کو انس اور محبت ہو بے تکلفی ہو۔ وحشت اور شیر کا سا خوف نہ ہو۔ لیکن اس کا ہرگز مطلب بھی نہیں ایسی بے تکلفی کے بالکل نیڈر ہو جائے۔ بداخلاق ہو جائے۔ حکم نہ مانے، بلکہ جہاں نرمی کی وجہ سے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں مناسب طور پر سخت بھی کرنا اخلاق میں داخل ہے۔

بیوی کی سہیلیوں کی رعایت فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں لڑکیوں کے ساتھ آپ کی موجودگی میں کھیلا کرتی تھی، میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تو وہ گھر میں کسی کنارے چھپ جاتیں (شرم وحیا کی وجہ سے) تو آپ ان کو میری طرف بھیجتے کہ وہ میرے ساتھ کھیلیں۔

(بخاری: ۹۰۵/۲، مسلم: ۲۸۵/۲، مشکوٰۃ: ۲۸۰)

فَائِدَہ: یہ محبت اور بلند پایہ اخلاق کی بات ہے کہ دوست بھی دوست ہوتا ہے۔

بیویوں کے ساتھ یہ رعایت حسن اخلاق اور وسعت مزاجی کی علامت ہے۔ اور اس میں عمر کے اعتبار سے مناسب رعایت بھی ہے۔

سخت مزاجی ڈانٹ ڈپٹ گھریلو امور کو خوشگواری سے محروم کر دیتا ہے۔ اس لئے آپ بیویوں کے ساتھ ان کے ذوق اور مزاج کی رعایت فرماتے۔

بیویوں کے ساتھ قصہ گوئی فرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد بیویوں کو قصہ سنایا۔ تو ایک عورت نے کہا یہ قصہ (حیرت اور تعجب میں) بالکل خرافہ کے قصوں کے مانند ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتی ہو "خرافہ" کا اصل واقعہ کیا ہے۔ خرافہ بنو عذرہ (ایک قبیلہ کا نام ہے) کا ایک شخص تھا۔ جنات اسے پکڑ لے گئے۔ ایک عرصہ تک جناتوں نے اسے اپنے پاس رکھا۔ پھر لوگوں میں چھوڑ گیا۔ پس وہ لوگوں میں وہاں کے عجائبات بیان کرتا۔ پس لوگ ایسے قصوں کو قصہ خرافہ کہنے لگے۔ (شمائل: ۱۸، کشف الاستار بزار: ۴۷۵/۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بیویوں کے سامنے قصے اور واقعات سناتے اسی میں یہ بھی ہے کہ ملا علی قاری نے حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ گھر میں بیوی بچوں سے اس قسم کی باتوں کا ذکر کرنا ان سے خوش طبعی کرنا حسن معاشرت میں داخل ہے مذموم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے نہایت سچے عبرت سے بھرے ہوتے تھے۔ جس سے آدمی متاثر ہو کر اعمال صالحہ اور حسن اخلاق کی جانب راغب ہوتا۔

بیوی سے ہنسی مذاق دل لگی بھی فرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑیوں کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس میں کپڑے کے دو بازو لگے تھے۔ آپ نے (از راہ تلطف) پوچھا ان کے درمیان کیا ہے۔ کہا گھوڑا۔ پھر پوچھا اس پر یہ کیا ہے (بازو کے متعلق) کہا اس کے یہ دو بازو پر ہیں تو آپ نے (از راہ تعجب) پوچھا گھوڑے کے دو بازو۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ نے نہیں سنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔ (تبھی تو اڑتے تھے) آپ نے اس پر ہنس دیا یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ (ابو داؤد، مشکوٰۃ: ۲۸۲)

فَائِدَہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جابر اور سخت مزاج والے کی طرح بیوی کے ساتھ نہ رہتے۔ دل لگی اور خوش برتاؤ کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ رہتے۔ یہی سنت ہے۔ ہنستے ہنساتے خوش کن اور مزاحیہ باتیں فرماتے۔ جابر قاہر کی طرح گھر میں رعب کے ساتھ نہ رہتے ہاں مگر منکرات میں مداہنت اور خاموش نہ رہتے بلکہ نکیر فرماتے۔

بیویوں کو قصے اور عبرت آمیز واقعات سنتے اور سناتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات (عشاء کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سنایا۔ اس پر کسی عورت نے کہا۔ اے اللہ کے رسول یہ واقعہ تو ایسا ہے (تعجب خیز ہونے میں) جیسے ''خرافہ کا واقعہ'' تو آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے حدیث خرافہ کیا ہے۔ خرافہ قبیلہ بنی عذرہ کا ایک شخص تھا ایام جاہلیت کے زمانہ میں جن اسے پکڑ کر لے گیا۔ ان کے درمیان وہ ایک طویل زمانہ تک رہا۔ پھر انسانوں میں اسے لوٹا دیا۔ پس اس نے جو وہاں تعجب خیز واقعہ دیکھا تھا لوگوں سے ذکر کیا کرتا تھا۔ اسی کو لوگ حدیث خرافہ کہتے ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۳۱۸، شمائل ترمذی)

فائدہ: یہ محبت ربط اور خوش دلی کی بات ہے۔ اسی کے ساتھ بہت سے فوائد بھی ہیں۔ واقعات سے آدمی نتیجہ اخذ کرتا ہے عبرت حاصل کرتا ہے۔ اور بے تکلفی بھی ہوتی ہے۔ جو محمود اور گھریلو نظام اور حدیث میں اچھی بات ہوتی ہے۔ نیکوں اور صالحین کے قصوں کا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے حسب فرصت اولاد اور گھر کے افراد کو واقعات سناتے تا کہ ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کا داعیہ پیدا ہو اور ذہن بنے۔ خصوصاً صحابہ اور صحابیات اور اس کے بعد کے اسلاف کے واقعات جو کتابوں میں لکھے ہیں۔ عشاء کے بعد تھوڑی دیر سنایا کرے۔ دوسرے واہیات امور اور ٹی وی کی نحوست سے اپنے اہل خانہ کو پاک رکھے۔

عورتوں کو زجر و تنبیہ کرنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل واخلاق وعادات

دست مبارک سے کسی کو نہیں مارا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے نہ کسی بیوی کو مارا اور نہ کسی خادم کو مارا، ہاں مگر غزوہ جہاد فی سبیل اللہ میں۔ (ابن سعد: ۲۰۵)

فائدہ: یہ آپ کا حلم اور بردباری تھی کہ عورتیں بسا اوقات اسی طرح بچے ایسا کام کرتے ہیں کہ ان کو مارنے پر آدمی مجبور ہو جاتا ہے مگر پھر بھی آپ نے کسی خادم اور لڑکے تک کو نہیں مارا۔ چونکہ مارنا اکثر غصہ اور طیش کی وجہ سے ہوتا ہے اور آپ اس سے محفوظ تھے۔ بعضوں نے ذکر کیا ہے قتال اور جہاد میں بھی آپ نے کسی کو قتل نہیں کیا چونکہ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے مارنے پر عار محسوس دلاتے

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ کی خدمت میں آکر سخت مار کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اس پر نکیر فرمائی۔ اور فرمایا تم میں سے کوئی اپنی عورت کو غلام کی طرح مارتا ہے پھر اس سے ملتا ہے اور اسے شرم نہیں آتی۔ (ابن سعد: ۲۰۵)

مطلب یہ ہے کہ انسان کی شرافت اور سنجیدگی کے خلاف ہے کہ مار ڈھار کرے اور پھر اس سے بلا جھجک حظ حاصل کرے گویا کہ غرض اور ہوس کا یہ غلام ہے۔

لہٰذا ایسا کام ہی نہ کرے کہ بعد میں شرم آئے۔ شروع سے ہی اس کا خیال رکھے۔ تنبیہ میں حسن اور نرمی کو ملحوظ رکھے، سمجھائے، تاکہ ضرورت پر حجاب نہ ہو۔ اور کبھی ہو جائے تو حظ حاصل کرنے میں وقفہ کرے۔ تاکہ حجاب نہ محسوس ہو۔

عورتیں اگر گڑبڑ کریں تو تنبیہ کی اجازت

قاسم ابن محمد سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ (بسا اوقات وہ بڑا فساد مچاتی ہیں) تو آپ نے فرمایا پھر ان کو مارو۔ پھر آپ نے (اس کو بہتر نہ سمجھاتے

ہوئے) فرمایا عورتوں کو برے ہی لوگ مارتے ہیں (یعنی اچھے لوگ تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفا کرتے ہیں۔

(ابن سعد: ۲۰۴)

ام کلثوم بنت ابوبکر کہتی ہیں کہ جب عورتوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا تو مردوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (ابن سعد: ۲۰۴)

ابن ابی ذباب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کے مارنے سے منع فرمایا چنانچہ لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا یہ عورتیں اپنے شوہروں پر غالب آگئی ہیں یعنی (مار اور تنبیہ نہ کرنے کی وجہ سے مردوں پر بڑھ چڑھ گئی ہیں) تو آپ نے اجازت دے دی۔

(ابن سعد: ۸/۲۰۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑی کی وجہ سے مناسب تنبیہ تو کی جائے گی۔ بالکل آزاد چھوڑ دینے کی وجہ سے مزاج میں فساد پیدا ہو جائے گا۔ پھر تنبیہ میں پریشانی ہوگی۔ اس لئے نہ تو بالکل آزاد چھوڑ دے کہ جو چاہے جس طرح چاہے اور نہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ ہی کرتا رہے کہ عورت پریشان ہو کر ضدی ہو جائے۔ کبھی نرمی سے سمجھا دیا جائے کبھی درگذر کر دیا کبھی ہلکی سی تنبیہ کر دی کبھی زیادہ گڑبڑ دیکھا تو سختی کر دی پھر دوسرے موقعہ پر نرم ہو گئے اس طرح گھریلو زندگی چلتی ہے اور نظام خوشگوار رہتا ہے۔ اور یہی عقل وشرع کا حکم ہے۔

شوہر بیوی پر کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرے تو لوگ اس کی وجہ نہ پوچھیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اپنی بیوی کو زجر توبیخ کچھ مار رہا ہو تو اس سے نہ پوچھے کہ کس وجہ سے مار رہے ہو۔ (ابو داؤد: ۲۹۲، کنز العمال: ۱۶/۴۸۴)

فائدہ: ہوسکتا ہے کہ کسی ایسی بات پر اسے زجر وتوبیخ کی جارہی ہو جو آپسی تعلقات سے متعلق ہو یا کوئی ایسی راز کی بات ہو جس کا ظاہر کرنا اچھا نہیں، مثلاً اس نے روپیہ میں گڑبڑی کر لی یا شوہر کے بلانے پر وہ نہیں آئی وغیر ذالک، اس لئے کسی کو بھی ڈانٹ ڈپٹ کا علم ہو جائے تو سبب معلوم نہ کرے۔

البتہ شوہر کو بھی چاہئے کہ یہ بات محض مخفی طور پر کرے لوگوں کو معلوم نہ ہو ورنہ لوگوں کی نگاہ میں ان کی وقعت کم ہو جائے گی۔

بیویوں کو زیادہ مارنے پیٹنے سے آپ ﷺ منع فرماتے

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو اس طرح نہ مارو جس طر باندی کو مارا جاتا ہے۔ (ابو داؤد: ۲۹۲، مشکوٰۃ: ۲۸۲)

فائدہ: حسب ضرورت کبھی کوتاہی کی اور بار بار نصیحت کے بعد بھی اثر نہیں ہوا تو معمولی سی تنبیہ کردی بلکہ اولاً تو ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے اس سے کام نہ چلے وہ کام جس کا کرنا عورت پر لازم اور ضروری ہو تب ہلکی سی تنبیہ دے دے تو اس کی گنجائش ہے۔ زیادہ مارنا، چھڑی سے مارنا، ایسا مارنا کہ جسم پر اعضاء و جوارح پر چوٹ کا اثر آجائے جائز نہیں۔ جیسا کہ بعض ظالم مردوں کو دیکھا گیا ہے۔ کیا اس کی بیٹی کو کوئی مارے تو یہ پسند کرے گا۔ یہ بھی تو کسی کی بیٹی ہے۔ سمجھا بجھا کر کام لینا اچھا ہے بمقابلہ مار پیٹ سے اس سے نظام محبت پر اثر پڑتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کو نہیں مارتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کبھی کسی بیوی کو اپنے ہاتھ سے مارا۔ ہاں مگر جہاد میں (وہ بھی کافروں کو)۔ (ابن سعد: ۳۶۷)

فائدہ: عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں۔ تحمل، بردباری، دور اندیشی کم ہوتی ہے۔ کج فہم، اور کج عقل بھی ہوتی ہیں، کبھی نہ کبھی ضرور ایسا کام کر بیٹھتی ہیں اور ایسی بدزبانی کر بیٹھتی ہیں کہ ایک شریف آدمی بھی غصہ میں آکر ایک آدھ تھپڑ مارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آپ کے ساتھ بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے۔ آپ نے برداشت کیا اور ایک تھپڑ بھی نہیں مارا۔ پس حتی الامکان مارنے سے احتراز کرے۔ غلطی پر زبان سے تنبیہ کردے مارنا پھر اس سے حظ حاصل کرنا شرافت و سنجیدگی کے خلاف ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کر کام لے لینا بہتر ہے۔

اہل خانہ کی رعایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نرم دل بڑے نرم خو تھے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی چیز کو پسند فرمالیتیں تو آپ ان کا کہنا نہ ٹالتے۔ (اخلاق النبی: ۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گھریلو اور معاشرتی امور میں آپ ان کی رعایت فرماتے۔ یہ مطلب نہیں کہ آج کل کی طرح ہر مناسب و نامناسب امور میں آپ بیگم کی رعایت فرماتے۔

بیویوں کے پاس جاتے تو خود سلام کرتے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو اپنے ازواج کے پاس تشریف لاتے تو خود ان کو سلام کرتے۔ (مجمع الزوائد: ۳۱۹/۲)

یعنی اپنی بیویوں کے گھر آتے تو خود اولاً ان کو سلام فرماتے۔ ایسا نہیں کہ ان کے سلام کا انتظار فرماتے۔

ناراض ہو کر چھوڑنے سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کسی مؤمن کو (نامناسب بات سے

ناراض ہوکر) چھوڑ نہ دے کہ ایک بات اس کی اگر ناپسندیدہ ہوتو دوسری بات پسندیدہ ہوگی۔

(مسلم، مشکوٰۃ: ۲۸۰)

فائدہ: اہل وعیال سے راضی ہوکر اسے زیادہ دیر تک نہ چھوڑے کہ اس سے وہ آزاد اور نیڈر ہوجائیں گے۔ اور آہستہ آہستہ تعلقات ختم ہوجائیں گے جو گھریلو زندگی کے لئے ضروری ہے۔ پھر ایک دوسرے کی رعایت نہ ہوگی۔ ایک دوسرے کے حقوق مارے جائیں گے ہر ایک دوسرے سے بیزار ہوجائے گا گھر ایک جہنم کی چنگاری بن جائے گی اس لئے ہرگز ایسا نہ کرے بلکہ ناراضگی اور خفگی کے بعد تعلقات استوار رکھے۔

طلاق اور خودکشی کی نوبت اسی وجہ سے آتی ہے کہ آدمی بیزاری کی مصیبت کی وجہ سے اپنے کو ہلاک کردیتا ہے۔

نامناسب باتوں پر لعن طعن سے منع فرماتے

حکیم بن معاویہ قشیری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورت کو چہرے پر مت مارو۔ اسے قبیح الفاظ (لعن طعن) مت کرو۔ اور اسے مت چھوڑو مگر گھر کے ایک کمرہ میں۔

(ابو داؤد: ۲۹۱، ابن ماجہ: ۱۳۳، مشکوٰۃ: ۲۸۱)

فائدہ: انسانی زینت کا مظہر ہے اور عضو انسانی میں اشرف ہے۔

مبادا چوٹ کی وجہ سے کوئی نشان وغیرہ ہوجائے تو اسے چھپا نہیں سکتا۔ اور شرم کی وجہ سے چھپا رہے گا جس سے اس کو پریشانی ہوگی۔ اور چہرہ نازک ہوتا ہے جسمانی تکلیف سے جلد متاثر ہوجاتا ہے اور مہلک ہوتا ہے۔ چہرے کی مار چہرے کا زخم جلدی اچھا نہیں ہوتا۔ آپ نے لعن طعن سے بھی سختی سے منع فرمایا چونکہ یہ تذلیل ہے۔ انسان تذلیل کو برداشت نہیں کرتا۔ اور اس سے آپسی تعلقات میں شدید رخنہ پڑتا ہے۔ جو گھریلو نظام کو ناخوشگوار بنادیتا ہے۔

ماں کی خدمت وحقوق کو مار کر بیوی کی تابعداری قیامت کی علامت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حدیث میں قیامت کی ۱۵؍ علامتوں کے ذیل میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اپنی بیوی کی تابعداری کرنے لگ جائے اور ماں کی نافرمانی کرنے لگ جائے۔

(ترمذی: ٤/٤٤)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں اس کی مانی جائے اس کی موافقت کی جائے خواہ عقل وشرع اور نتائج حسنہ کے خلاف کیوں نہ ہو۔ اور یہ ایسا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ عورتیں اس سے بالکل خوش اور ہر امر میں خصوصاً خواہش کی تکمیل میں تابع رہیں۔ اور چونکہ یہ خواہش کا غلام ہوتا ہے اور عورتوں سے اس کی خواہش پوری ہوتی

ہے اس لئے عورتوں کی بھی غلامی کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اس کا کلی تابعدار ہو جاتا ہے اور مانتا ہے کہ عورتوں کی مرضی کے خلاف کرے گا تو عورتیں خواہش کی تکمیل میں اس کا پورا اتباع نہ کرے گی اس وجہ سے چاہے والدین وغیرہ کے حقوق پامال ہوتے ہوں وہ بیوی کے مقابلہ میں والدین کا لحاظ نہیں کرتا اور اس کی مخالفت کرنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے شادی سے پہلے والدین سے متعلق رہتے ہیں محبت رکھتے ہیں اور نکاح کے بعد بیوی کی وجہ سے والدین کی مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں یہاں تک لڑ جھگڑ لیتے ہیں آگے بڑھ کر والدین سے بیوی کی وجہ سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں یہ بیوی کے ساتھ لگے رہتے ہیں اور والدین کو تکلیف دیتے ہیں اور وہ تکلیف میں رہتے ہیں ایسا محض خواہش نفسانی اور عورتوں کی غلامی کی وجہ سے ہوتا ہے اسی کو آپ ﷺ نے قیامت کی علامت فرمایا ہے جو آج کے اس دور میں پوری ہو رہی ہے۔

اس کے مقابلہ میں نیک صالح عقلمند دونوں کی رعایت کرتے ہیں بیوی کی رعایت کے ساتھ والدین کے حقوق کی بھی رعایت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو حدود خداوندی کی حفاظت کرنے والے ہیں جس کا قرآن کی آیت "والحافظون لحدود اللّٰہ" میں ذکر ہے۔

مرحومہ زوجہ کی کس قدر رعایت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے پاس جب کوئی کچھ (ہدیہ وغیرہ لاتا) تو آپ فرماتے جاؤ اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ۔ وہ خدیجہ کی سہیلی تھیں۔ خدیجہ کو ان سے بہت محبت تھی۔

(حاکم، بیھقی، سبل الھدیٰ: ۳۸۷/۹)

فائدہ: جس طرح آپ ﷺ اپنے اصحاب کی رعایت فرماتے اسی طرح آپ ازواج مطہرات کی سہیلیوں کا بھی خیال فرماتے اور وفات شدہ بیوی حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کی بھی رعایت فرماتے ان کی دلداری فرماتے یہ آپ کے کمال محبت اور وسعت اخلاق کی دلیل ہے۔

بیوی بچوں پر آپ ﷺ بڑے شفیق و مہربان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اپنے اہل وعیال میں بڑے شفیق و مہربان تھے۔

(مطالب عالیہ: ۲٦/٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان میں کامل وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں، اور اہل بیوی بچوں پر شفیق و مہربان ہو۔ (ترمذی: ۲۸٦)

فائدہ: شفیق و مہربان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کا آرام وراحت کا خیال اور دھیان رکھے۔ ڈانٹ ڈپٹ سختی جھڑک مار پیٹ نہ کرتا رہے ہر وقت غصہ وغضب میں گرم نہ رہے۔ جیسا کہ بعض سخت مزاج

اوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ہاں اس کا مطلب یہ نہیں کہ فرائض وواجبات نماز وروزہ میں تساہل برتے۔ پھر تو اس میں کوتاہی کرنے لگیں گے۔ بلکہ اس میں مناسب طور سے سختی برتے۔

حدیث پاک میں اہل خانہ پر نرمی کو کمال ایمان وعمدگی اخلاق میں بیان کیا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر والوں ماتحتوں سے خوش اخلاقی اور نرمی برتے۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ باہر کے لوگوں سے بہت اخلاق اور سنجیدگی سے پیش آتے ہیں اور گھر میں اپنے بیوی اور بچوں پر شیر اور چیتا بن جاتے ہیں سخت اور تیز کلامی سے ہی پیش آتے ہیں۔کبھی مزاحیہ اور خوش مزاجی کی باتیں نہیں کرتے یہ نہایت ہی مذموم اور قبیح عادت ہے۔ ہمیشہ ایسا برتاؤ اور مزاج گھر کے نظام کو بگاڑ دیتا ہے۔آپسی محبت اور خوشگوار تعلق باقی نہیں رہ پاتا جس سے ایک دوسرے کو خدمت میں ضرورت میں شکایت ہوتی ہے۔

عورتیں سفر میں ساتھ ہوتیں تو آہستہ چلنے کی تاکید فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدیٰ خاں تھا جس کا نام انجشہ تھا۔ وہ بڑے دلکش آواز والا تھا۔ (عورتیں سفر میں تھیں وہ حدیٰ پڑھ کر اونٹوں کو مست کر کے تیز لے چل رہا تھا اس پر) آپ نے اس سے فرمایا ذرا آہستہ چلواے انجشہ، یہ شیشہ اندام عورتیں ٹوٹ نہ جائیں (یعنی تکلیف نہ ہوجائے کہ مثل شیشہ کے یہ کمزور ہوتی ہیں)۔ (بخاری، مسلم: ۲۵۵)

حضرت صفیہ بنت حی کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ حج کیا۔ راستہ میں قیام فرمایا پھر (اونٹ ہانکنے والے نے) اونٹ کو تیزی سے ہانک کر لے چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیشوں کی طرح ان کو لے چلو۔یعنی آہستہ آہستہ۔ (مجمع الزوائد: ٤/٣٢٣)

فائدہ: چونکہ عورتیں نازک اور عموماً کمزور ہوتی ہیں تیز رفتاری سے اذیت کا خطرہ ہے۔خدانخواستہ گر کر چوٹ وغیرہ نہ لگ جائے اس لئے آپ نے سفر میں عورتوں کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے سفر میں عورتوں کا لے جانا کوئی بری بات نہیں ہاں صرف پردہ کا خیال رہے اور یہ کہ سفر میں کمزور اور ضعیف لوگوں کی رعایت کی جائے گی۔ جوان اور طاقتوروں کی طرح ان سے برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔

بیویوں کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کھانے کو کچھ ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور پوچھا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے۔حضرت عائشہ نے فرمایا کچھ نہیں تو آپ نے فرمایا تو میرا روزہ ہے۔

(ترمذی: ۱۵۵، ابن ماجہ: ۱۲۲، طحاوی)

فَائِدَہ: آپ گھر میں آج کل کی طرح کھانے کا نظم نہیں رکھواتے تھے۔ بلکہ ازواج مطہرات اپنی وسعت اور گنجائش کے مطابق فرما دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ بسا اوقات بھوکے ہوتے تو گھر میں آکر پوچھتے اگر کچھ مل جاتا تو کھا لیتے ورنہ صبر فرماتے اور نفلی روزہ رکھ لیتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ نفل روزہ اس طرح رکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق کے بعد کچھ نہ کھایا ہو، اور یہ کہ نصف دن جو صبح صادق سے لے کر غروب شمس تک کا ہے۔ اس سے پہلے تک نفلی روزہ کی نیت کی جا سکتی ہے۔

شوہر کی غیر موجودگی میں عورتوں کے پیش کردہ کھانے کو قبول فرما لیتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک انصاری عورت کے پاس آپ تشریف لائے۔ (گھر میں ان کے شوہر نہیں تھے) انہوں نے بکری ذبح کی اور تروتازہ کھجور کا ایک خوشہ لایا۔ آپ نے اس سے کھایا۔ پھر وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر واپس آئے۔ پھر جو باقی گوشت بچا رہ گیا تھا اسے کھایا اور نماز عصر پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (ترمذی: ۱/۲٤)

فَائِدَہ: گو اس قسم کے واقعہ میں شوہر کی اجازت صراحۃً نہیں لی جاتی مگر عرفاً اور ماحولاً اجازت ہوتی ہے۔ علامت یہ ہے کہ شوہر کو بعد میں معلوم ہو جاتا ہے تو نکیر اور اعتراض نہیں کرتے بلکہ مسرت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

عورتوں کو سفر حج کے علاوہ دیگر تفریح وغیرہ کے اسفار سے منع فرماتے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا (تاکید کی تھی کہ) یہ حج ہے۔ اس کے بعد گھر کی چٹائی پر بیٹھنے کو لازم پکڑ لینا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں کے ساتھ حج فرمانے کے بعد فرما دیا تھا کہ یہ حج کا سفر تھا (اب اس کے بعد کوئی سفر مت کرنا) گھر کی چٹائی کو لازم پکڑ لینا۔ (طبرانی کبیر، عشرہ: ۵۱۸)

فَائِدَہ: عورت کا گھر سے نکلنا اس کی عفت اور پاکدامنی کے خلاف ہے۔ اس لئے سفر حج جو ایک شرعی اور ضروری سفر ہے اس کے علاوہ تفریح وغیرہ کے سفر سے آپ نے منع فرمایا۔ مگر افسوس آج کے ماحول میں عورت کی آزادی دیکھ لیجئے مردوں سے زائد گھوما پھرتی ہیں۔ یہ سب اسلامی معاشرہ کے خلاف ہے۔

عورتوں میں نحوست نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے کہتے ہیں ۳ ر چیز میں نحوست ہے (غلط کہتے ہیں) گھر، عورت اور گھوڑے (سواری میں)۔

(مسند طیالیسی: ۱۵۳۷، اتحاف الخیرہ: ٤/٤٦٢)

فائدہ: پہلے زمانہ میں اوراب بھی لوگ سمجھتے ہیں کہ بعض عورتیں منحوس ہوتی ہیں۔ان کے آنے کی وجہ سے گھر کی برکت چلی جاتی ہے اور نظام فاسد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی عورتوں کو وہ چھوڑ دیتے ہیں اور علیحدہ کر دیتے ہیں۔اسی فاسد عقیدہ اور واہی خیال کو آپ نے دور کیا ہے۔ چیزوں میں نحوست نہیں نحوست بدعملی میں، نہ نماز روزہ نہ تلاوت نہ اذکار۔ نہ صدقہ خیرات تو برکت اور خدا کی نصرت کہاں سے آئے۔نحوست بدعملی سے خدا کے ناراضگی والے اعمال سے ہوتی ہے۔

پڑوسی کی بکری وغیرہ سے نقصان ہو جاتا تو مارنے اور شکایت سے بھی منع فرماتے

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک موقعہ پر گھر تشریف لائے اور) ران پر سر اور چہرہ رکھ کر لیٹ گئے۔ میں آپ کی طرف متوجہ رہی یہاں تک کہ آپ کو راحت ملی آپ کو نیند آ گئی۔ پڑوسی کی بکری آئی۔روٹی کی طرف بڑھی اور اسے کھا لیا (میں بھگا نہ سکی کہ آپ میرے پیر پر سو رہے تھے) پھر بعد میں بتایا تو آپ نے فرمایا تم کو افسوس ہوا۔ جو روٹی بچ گئی اسے رہنے دو۔اور بکری کے سلسلے میں اپنے پڑوسی کو تکلیف مت دو۔ (اتحاف الخیرہ: ۵۳۲)

فائدہ: جانوروں کو تو عقل ہے نہیں اس لئے اس کا نقصان پہنچایا ہوا معاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھی ہے جانور جو نقصان پہنچا دے معاف ہے۔ ہاں مگر اس بات کا خیال رہے کہ جانوروں کو باندھ کر اور ایسے طور پر رکھے کہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے اس سے باہم تنازع اور لڑائی ہوتی ہے۔ جو اچھی بات نہیں۔ خیال رہے کہ جانور بکری وغیرہ نقصان پہنچا دے تو اس کا تاوان اور جرمانہ لینا درست نہیں۔

عورتوں پر ضد اور سختی نہ کرتے ہوئے فائدہ اٹھانے کی تاکید

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتیں پسلی کی ٹیڑھی میڑھی ہڈی کے مانند ہیں (جو سیدھی نہیں ہوتیں) اگر تم اس کو درست اور سیدھی کرنے کے پیچھے پڑے تو اسے توڑ دو گے۔ پس اس ٹیڑھ پن کی حالت سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ (مجمع الزوائد: ۳۰۶/۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی ایک خصلت پر عورت قائم نہیں رہ سکتی وہ ٹیڑی پسلی کے مانند ہیں اگر تم اس کو درست کرنے میں لگو گے تو اسے توڑ دو گے (اور توڑنا طلاق دینا ہے) اسے چھوڑ دو اس ٹیڑھی پنے کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ (بخاری: ۷۷۹/۲، مجمع الزوائد: ۳۰۷)

فائدہ: خیال رہے کہ جہاں فوائد ہوتے ہیں وہاں کچھ مشقت کی بات بھی ہوتی ہے۔عورتوں سے کس قدر سہولت ہوتی ہے اگر کوئی اس کی نامناسب بات ہو تو اسے برداشت کرے اور یہ سوچے کہ چلو اس سے دوسرے فوائد اور دوسری سہولتیں بھی تو ہیں۔اس کی طبعی کج روی کی اصلاح کی فکر نہ کرے اور نہ اس کا علاج سوچے کہ

اس کا علاج شیطان صرف طلاق دکھلائے گا۔ جو دراصل علاج نہیں بلکہ بے شمار پریشانیوں اور الجھنوں کا سبب ہے۔ جس سے شیطان اندھا بنادیتا ہے اس لئے مزاج کی کچھ کمی کو برداشت کرکے دیگر فوائد حاصل کرتا رہے۔

بیوی کو بلاوجہ مارنے والا نہ رکتا تو آپ ﷺ بددعا فرمادیتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ولید کی بیوی اپنے شوہر کی یہ شکایت کررہی تھی کہ وہ مجھے مارتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ کہو کہ کیوں ایسا کررہے ہو۔ کیوں ایسا کررہے ہو۔ وہ گئی اور واپس آئی اور کہا وہ آیا پھر مجھے مارنے لگا۔ آپ نے دوبارہ اسی طرح کیا۔ (کیوں مارتے ہو باز آجاؤ) پھر وہ تیسری مرتبہ آئی کپڑے کا ایک کنارہ لے کر اور کہا کہ آیا پھر مارنے لگا آپ نے فرمایا جاؤ اور یہ کہو (کہ وہ کیوں ماررہا ہے باز آجائے اس نے پھر واپس آکر کہا اے اللہ کے رسول وہ پھر مارنے لگا یعنی آپ کے منع کرنے پر باز نہیں آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے (بددعا کے لئے) دونوں ہاتھ اٹھایا اور کہا "اللهم عليك بالوليد" اے اللہ پکڑے ولید کو اس نے میری نافرمانی کی۔ دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ (اتحاف الخیرہ: ۵/۵، مسند ابی یعلی)

فائدہ: ظاہر ہے کہ بلاوجہ کسی غیر کو مارنا ظلم اور ناجائز ہے۔ تو بیوی کو بلاوجہ یا معمولی بات پر مارنا جس سے کتنے فوائد وابستہ ہیں۔ جو کتنی کھانے پینے اور گھر کی خدمت کرتی ہے اس کو مارنا ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ ڈپٹ کرنا یقیناً بڑا ظلم ہے۔ اور ظالم اگر ظلم سے نہ رکے باز نہ آئے تو اس پر بددعا جائز ہے۔ آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

بیوی کی جہالت پر درگذر کرنے کی تاکید

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عورتوں میں کچھ جہالت کی باتیں ہوتی ہیں۔ کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ظاہر اور ذکر کے قابل نہیں ہوتیں۔ پس ان کی جہالت کی باتوں کو خاموش رہ کر درگذر کرو۔ اور ان کی ہر پوشیدہ باتوں کو گھر سے باہر ظاہر مت کرو۔ (کنز العمال: ۳۷۵/۱۶)

فائدہ: بعض عورتوں کا مزاج ذرا گڑ بڑ ہوتا ہے۔ یا تعلیم اور تہذیب کی کمی کی وجہ سے یا کچھ عقل فہم کی کمی کی وجہ سے، یا جاہل گھرانے کی ہونے کی وجہ سے کہ والدین اور ذمہ داروں نے اچھی تربیت نہیں کی۔ صرف کھلا پلا کر بڑا کردیا اور شادی کردی۔

اولاً تو اہل علم اور اہل شرف ایسوں میں شادی نہ کریں اگرچہ برادری اور رشتہ دار ہوں۔ اگر کرلیں تو پھر ان کے مزاج کی کمی کو برداشت کریں۔ لڑائی جھگڑا مار پیٹ اور طعن و تشنیع نہ کریں۔ اس سے گھر کا نظام بگڑتا ہے۔ لہٰذا درگذر کریں اور برداشت کریں اس کا ثواب ملے گا۔

عورت شوہر کی گناہ میں اطاعت نہ کرے

حضرت نواس بن سمعان سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مخلوق کی اطاعت اس میں جہاں خدا کی نافرمانی (گناہ ہوتا ہو) نہیں کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ: ۳۲۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں پر سننا اور اطاعت کرنا پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں حالتوں میں تاوقتیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ اور جب گناہ کا حکم دیا جائے تو اس میں اطاعت نہیں (اس کی بات نہیں مانی جائے گی)۔ (بخاری: ۱۰۵۷)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ جس مسئلہ اور جس بات میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ شرع کی مخالفت ہوتی ہو وہاں کسی کی اطاعت اور بات ماننی جائز نہیں حتیٰ کہ بیوی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز میں شوہر کی اطاعت کرے۔ مثلاً:

1. شوہر کہے ناپاکی کی حالت میں بھی مجھ سے ملو تو عورت کے لئے جائز نہیں۔
2. شوہر کہے بلا پردے اور برقعہ کے میرے ساتھ چلو اور بازار جاؤ اور گھومو تو یہ جائز نہیں۔
3. شوہر کہے اجنبی غیر محرم کے سامنے بیٹھو اس سے خلط ملط رکھو تو یہ جائز نہیں۔
4. شوہر کہے ٹی وی دیکھو، سنیما دیکھو تو یہ جائز نہیں۔
5. شوہر کہے مرے دوست احباب جو غیر محرم ہو وہ آئیں تو ان سے ہنسی مذاق کیا کرو۔ ان کے سامنے بے پردہ آیا کرو تو یہ جائز نہیں۔
6. شوہر کہے اپنی تصویر کھنچوا کر میرے دوستوں کو احباب کو دو تو یہ جائز نہیں۔
7. شوہر کہے نیم عریاں، بلا دوپٹہ کے یا پیٹ پیٹھ کھلا نکلا کرو تو یہ جائز نہیں۔
8. شوہر مزار پر یا عرس پر لے جائے یا اسے بھیجے تو عورتوں کو جائز نہیں۔
9. شوہر کہے فرض نماز مت پڑھو، فرض روزہ مت رکھو تو عورت کو اس کی بات ماننا جائز نہیں۔
10. شوہر کہے کہ دوسری عورت کے بال کو سر میں جوڑ کر بال لمبا کرو تو یہ جائز نہیں۔

غرض کہ ناجائز اور حرام امور میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ شوہر ہو یا ماں باپ ہو

گھر والوں کے متعلق سوال کہ اس کی کیسی تربیت کی

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں (یعنی بیوی اور بچے) سوال کیا جائے گا کہ اس کی دیکھ بھال صحیح نگرانی کی یا اسے ضائع کر دیا۔ حتیٰ کہ اس کی بیوی اور بچوں کے متعلق بھی پوچھ گچھ کیا جائے گا۔ (ابن حبان، عشرہ: ۵۶۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب (مرد) نگہبان ہو سب سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ حاکم بھی نگہبان ہے، آدمی اپنے گھر کا نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور اس کی اولاد پر پس تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے۔ سب سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (بخاری: ۲/ ۷۸۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اپنے بچوں اور بیوی کی دینی تربیت نہیں کرتے، فرائض و واجبات اور شریعت پر عمل کی تاکید نہیں کرتے، اسی طرح دینی تعلیم نہیں دیتے ان کو آزاد چھوڑے رہتے ہیں ان سے سخت مواخذہ ہوگا۔ جس طرح یہ جہنم میں جائیں گے ان کو بھی لے کر جائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو عشاء کے بعد داخل نہ ہوتے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اولاً مسجد تشریف لاتے۔ جس قدر خدا چاہتا وہاں بیٹھتے (لوگوں سے ملاقات کے پیش نظر) پھر گھر تشریف لاتے۔ اور جب سفر سے گھر واپس تشریف لاتے تو صبح یا شام کو آتے آپ عشاء کے بعد بالکل گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ (کشف الغمہ: ۲/ ۸۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی راحت کا خیال فرماتے۔ سونے والے کی رعایت فرماتے۔ ان کی نیند میں خلل نہ ہو۔ تاہم ایسا کرنا بہتر ہے۔ قدیم زمانہ میں چونکہ روشنی وغیرہ کی بھی سہولت نہ تھی۔ چونکہ قافلہ اور جماعت کے ساتھ آنا ہوتا تھا۔ رات کو سب کو اپنے اپنے علاقے اور محلے میں جانا کلفت کی بات تھی۔ پھر عورتیں بھی شوہر کے نہ رہنے پر ذرا نظافت اختیار نہیں کرتی ہیں اس لئے آپ ان امور کی رعایت میں ایسا کرتے۔ تاہم اس دور میں آمد و رفت کی سہولت، روشنی کی سہولت، پھر آمد کی اطلاع مختلف ذرائع سے ہو جاتی ہے اس لئے اب کوئی قباحت کراہیت نہیں کہ رات میں آ جائے۔

شوہر بیوی کے درمیان ربط و محبت نہ ہو تو دعا سنت سے ثابت ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت تھی اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان لڑائی اور خصومت تھی۔ وہ دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے ذکر کیا یہ میرا شوہر ہے۔ قسم اس خدا کی جس نے آپ کو حق لے کر بھیجا ہے۔ پوری زمین پر اس سے زیادہ کسی سے مجھے نفرت نہیں۔ دوسرے نے کہا یہ میری بیوی ہے۔ قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے پوری زمین پر اس سے زیادہ مجھے کسی سے نفرت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے کہا میرے قریب آؤ۔ آپ نے ان دونوں کے حق میں (محبت کی) دعا فرمائی۔ جانے سے پہلے عورت نے اقرار کیا کہ جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کی قسم کوئی چیز جو اللہ نے پیدا کیا ہے اس سے زیادہ محبوب نہیں۔ اسی طرح شوہر نے کہا قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

اللہ کی مخلوق میں جو اس نے پیدا کیا اس سے زیادہ (بیوی سے) کوئی محبوب نہیں۔ یعنی آپ کی دعا قبول ہوگئی اور نفرت محبت سے بدل گئی۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۱/٤)

فائدہ: دیکھئے اس روایت میں شوہر بیوی کے درمیان محبت و ربط کی دعا کا ذکر ہے۔ جس کے نتیجہ میں نفرت محبت میں تبدیل ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر بیوی کے درمیان محبت ربط نہ ہو تو شریعت کے موافق تعویذ کا کرنا جس سے ایک دوسرے کے درمیان ربط محبت پیدا ہو اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں جائز ہے۔

تعویذ دراصل دعا ہی کی ایک شکل ہے۔ البتہ وہ تعویذ جو شریعت و سنت کے خلاف ہو جس میں غیر اللہ سے مدد لی گئی ہو یا تسخیر کا عمل ہو جائز نہیں ہے۔ محقق اہل علم حضرات نے اس بارے میں جو اوراد و وظائف اور دعائیں لکھی ہیں ان کی جانب رجوع کرے۔ اس بارے میں واہی تباہی عملیات بہت رائج ہیں ان کو ہرگز اختیار نہ کرے۔ اصل تو اس باب میں دعائیں ہیں اس کو اختیار کرے۔

بچہ جب بڑا ہو جاتا تو آپ ﷺ عورتوں میں جانے سے منع فرما دیتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس رات میں میں بالغ ہوا اس کی صبح میں آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اب تم عورتوں میں مت جاؤ۔ پس یہ دن مجھ پر سخت گذرا۔ (کہ ازواج مطہرات کے پاس جانا بند ہوگیا)۔ (مجمع الزوائد: ۳۲۹/٤)

فائدہ: بچہ جب قریب البلوغ ہو جائے تو وہ پردہ کے حکم میں مثل بالغ کے ہو جاتا ہے۔ پردہ اور عورت کی عفت و عصمت کے خلاف ہے کہ ایسا بچہ گھر میں چلا جائے اور عورتوں کے درمیان رہے۔ آپ ﷺ نے بالغ ہو جانے پر تو بدرجہ اولیٰ منع کیا ہے۔ افسوس کہ آج کا ماحول بالکل خلاف شرع ہوگیا ہے۔ بالکل پردہ ختم ہوگیا۔ ہر عمر کی عورتیں جب بلا برقعہ اور چادر کے بازاروں اور سڑکوں میں گھوما پھرتی ہیں تو پھر گھر کا کیا پردہ رہے گا۔ جو ان اجنبی مرد خواہ کسی کام ہی سے سہی گھر کے اندر عورتوں کے درمیان چلے جاتے ہیں اور عورتیں بلا جھجک ان سے مزے سے باتیں کرلیتی ہیں تو وہ قریب البلوغ بچوں سے کس طرح پردہ کریں گی۔ حالانکہ شریعت میں یہاں سے پردہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس بے پردگی میں غیر مسلم معاشرہ کے خلط اور ٹی وی کے فتنہ کو بہت دخل ہے۔

عورتوں سے گھریلو اور معاشرتی امور کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل وسنن کا بیان

گھریلو خدمت افضل ترین اعمال

اسماء بنت یزید انصاریہ کا واقعہ ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ حضرات صحابہ تشریف فرما تھے۔ اور کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں عورتوں کی جانب سے پیغام لے کر آئی ہوں۔ میری جان آپ پر فدا۔ مشرق اور مغرب کی کسی عورت کو بھی میری آمد کی اطلاع نہیں۔ اور نہ کسی نے سنا ہاں مگر یہ کہ جو میری طرح ذہن اور رائے رکھتی ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ مردوں اور عورتوں کی طرف بھیجا ہے۔ ہم آپ پر اور جو آپ لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائے۔

ہم عورتوں کی جماعت گھروں میں بند بیٹھی مردوں کی ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں حمل اور اولاد کے بوجھ کو برداشت کرتی ہیں۔ مرد حضرات جمعہ جماعت مریضوں کی عیادت جنازہ کی حضوری حج پر حج کرنے اور اس سے افضل خدا کے راستے میں جہاد کرنے کی وجہ سے ثواب پاتے ہیں۔ یہ مرد حضرات جب حج وعمرہ اور جہاد کو جاتے ہیں تو ہم ان کے مال (اور بچوں کی) حفاظت کرتے ہیں ان کے لئے کپڑے تیار کرتے ہیں ان کے بچوں کی پرورش کرتے ہیں۔ تو اللہ کے رسول ہم کیسے ان کے ساتھ ثواب میں شریک و برابر ہو سکتے ہیں (وہ تو ان اعمال کی وجہ سے ہم سے بڑھ گئے) آپ ﷺ نے اپنا رخ اصحاب کی طرف کیا اور کہا تم نے اس عورت کے سوال کو سنا دین کے بارے میں کتنا اچھا سوال کیا۔ حضرات صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول ہمیں نہیں معلوم کہ اس عورت کی طرح کوئی ان باتوں کی معلومات رکھتی ہوگی۔ پھر آپ نے عورت کی طرف رخ کیا جاؤ تم اپنے علاوہ تمام عورتوں کو بتادو۔ کہ تم عورتوں کا شوہروں کے ساتھ حسن برتاؤ۔ ان کی خوشیوں کا خیال رکھنا، ان کے حکم کا ان کے موافق ادا کرنا۔ ان سب اعمال جو مرد کر رہے ہیں کے برابر ہے۔

چنانچہ وہ عورت مارے خوشی کے لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر کہتی ہوئی چلی گئی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا عورتوں کے لئے گھر کا کام شوہر کی خدمت واطاعت کا ثواب بھی مردوں کے ان اعمال سے کم نہیں جو مرد کے ساتھ خاص ہیں۔ پس عورتوں کو بھی مرد کی طرح ثواب ملے گا جس کی وجہ

سے وہ مردوں سے کم نہ ہوں گی۔ پس معلوم ہوا کہ عورتیں جو عبادت نہیں کرسکتیں ان کا ثواب گھریلو اعمال اور شوہر کی خدمت میں مل جاتا ہے۔ یہ عورت کے لئے بڑی خوبی کی بات ہے۔ دنیا کا فائدہ بھی اور آخرت کا ثواب بھی۔

لڑکی کا پہلے پیدا ہونا باعث برکت ہے

علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع نے کہا عورت کے لئے باعث برکت یہ ہے کہ وہ پہلے لڑکی جنے، یعنی اسے لڑکی پیدا ہو۔ (جامع الاحکام القرآن: ۴۷/۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بچی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک ایک فرشتے بھیجتے ہیں جو ان کے لئے برکت لے کر اترتے ہیں۔

ابن شریط فرماتے ہیں کہ جب آدمی کو لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ پاک ملائکہ بھیجتے ہیں وہ گھر والوں کو سلامتی اور مبارکبادی پیش کرتے ہیں۔

فائدہ: دیکھئے بچی اور لڑکی کی پیدائش کس قدر بابرکت ہے۔ وہ عورت بابرکت ہے جو نکاح کے بعد پہلے بچی جنے، آج کل کے ماحول میں لڑکیوں کی پیدائش پر خوشی و مسرت کا اظہار نہیں ہوتا۔ ایک قسم کی مایوسی ہوتی ہے۔ یہ سب خدا پر اعتماد اور توکل اور اس کے فیصلے اور قدر پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ خالق و مالک اور مدبر خدا ہے اسی نے پیدا کیا ہے وہی روزی دینے والا وہی انتظام کرنے والا ہے۔ بچیوں کی پیدائش اور پرورش کی فضیلت کی احادیث کو پیش نظر رکھے۔ ماحول کے رائج اور مشکلات آسان ہوں گے۔ اور ماحول کی پریشانیوں سے نجات کے لئے خدا سے دعا کرے اور سنت اور شریعت کے مطابق زندگی گزارے خدائی مدد و نصرت ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے ۳ بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی تکالیف کو برداشت کرے تو اللہ پاک اس کو اپنے فضل سے جنت سے نوازے گا کسی نے پوچھا دو ہو تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب بھی پھر کسی نے کہا ایک ہو تب فرمایا اگر ایک ہو تب بھی۔ (مسند احمد: ۲۳۵)

عورت کے لئے مرد شوہر کا کپڑا دھونا صاف کرنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دھویا کرتی تھی پھر آپ (اسے پہن کر) نماز کے لئے نکلتے تھے۔

فائدہ: حضرت عائشہ جو آپ کی محبوب ترین بیوی تھیں آپ کا کپڑا دھوتی تھیں۔ اس سے نجاست وغیرہ پاک کرکے آپ کو دے دیتی تھیں جسے پہن کر آپ نماز پڑھنے جاتے تھے۔

خیال رہے کہ یہ عورت کے ذمہ فرض واجب نہیں۔ اگر مرد خوشحال ہے متمول ہے تو باہر سے حسب سہولت

دھلوائے۔ حسن تعلقات اور سہولت کے لئے عورتوں کو ایسا کرنا ثواب اور فضیلت کا باعث ہے۔

بعض علاقے میں شوہر کے علاوہ دیور وغیرہ کے بھی کپڑوں کے دھونے کا مکلّف عورتوں کو کیا جاتا ہے یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ شرع میں عورت کا دیور اور جیٹھ سے تعلق منع ہے۔

عورت کے لئے شوہر کے وضوء، غسل، استنجاو غیرہ کے پانی کا رکھنا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ۳؍ برتنوں کا انتظام رکھتی تھی۔ ① پانی کا ایک برتن (جس سے آپ استنجاو غیرہ فرماتے)۔ ② مسواک رکھنے کا ③ پینے کے پانی کا ایک برتن۔

(ابن ماجه: ۳۰)

فَائِدَہ: عورتوں کے ذمہ گھریلو کام ہے اسی میں گھر میں پانی کا انتظام بھی رکھنا ہے۔ اسی میں شوہروں کی سہولتوں کا بھی کام ہے۔

رات میں پیشاب، وضو وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ موسم گرما میں پیاس لگتی ہے۔ اس لئے سہولت کے لئے کہ رات میں تلاش کی زحمت نہ ہو شروع رات سے ہی رکھ دیا کرے۔ کہ بسا اوقات وقت پر تلاش کرنا نہ ملنا دیگر پریشانیوں کا باعث ہو جاتا ہے۔

ولادت کے بعد دودھ پلانے کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بچہ جن دے تو اس کے دودھ کا جو قطرہ نکلتا ہے اور جب بچہ دودھ چوستا ہے تو ہر گھونٹ اور ہر قطرہ پر اسے نیکی ملتی ہے اور جب اس کی وجہ سے رات میں جاگتی ہے تو اسے ستر صحیح سالم غلاموں کو خدا کی راہ میں آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳۰۸/٤)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ بچوں کی پرورش اور ان کی اچھی تربیت صدقہ جاریہ اور دین و دنیا میں اچھے نتائج کا باعث ہے۔ بچوں کو دودھ پلانا ان کی پرورش جو ماں کا ایک فطری تقاضا ہے اسلام کا بلند پایہ امور میں سے ہے اور جس کے کرنے پر وہ محبۃً مجبور ہے۔ اس میں بھی اسے ثواب دیا گیا ہے دودھ کے ہر قطرہ پر ایک نیکی جاگنے پر ستر غلاموں کی آزادی کا ثواب کس قدر خدا کا کرم اور اس کی عنایت ہے۔

اولاد پر شفقت مہربانی ہو تو جنت

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت جو حمل اور ولادت کی مشقت کو برداشت کرنے والی۔ اپنے بچوں پر شفقت و مہربانی کرنے والی اگر شوہر کی نافرمانی نہ کریں تو جنت میں داخل ہوں۔

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں جنتی عورت کے چند اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جس میں حالت حمل کی پریشانی

بھی ہے اس پریشانی کو برداشت کرنا، اور اسے سہنا بڑے ثواب کی بات ہے۔ نئی تہذیب کی عورتیں ایک دو مرتبہ سے زائد حمل کی مشقتوں کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں یہ مغربی ذہن کی لعنت کا اثر ہے۔ وہ عورت اللہ کو پسند ہے جو کثرت سے بچہ جننے والی ہو جس سے امت کی کثرت ہو۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ایسی عورت سے شادی کرو جو زیادہ بچہ جننے والی ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری امت کا ایک شخص لایا جائے گا۔ (بظاہر) اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی جس سے جنت کی امید ہو سکے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اسے جنت میں داخل کر دو کہ یہ اپنے اہل وعیال پر بڑا مہربان تھا۔ (کتاب البر: ۱۴۵)

دیکھئے اولاد پر مہربانی کے سبب جنت مل گئی کتنا بڑا ثواب ہے۔

لڑکیوں کی محبتانہ پرورش جہنم سے نجات کا باعث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت میرے پاس آئی ساتھ میں اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ مجھ سے سوال کیا میں نے اپنے پاس سوائے کھجور کے کچھ نہیں پایا۔ میں نے وہ دے دیا۔ اس (ایک کھجور کو اس نے) دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر کے دے دیا۔ (خود نہیں کھایا) کھڑی ہوئی اور باہر چلی گئی۔ آپ تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جن کو ان لڑکیوں کے ذریعہ آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس کے لئے جہنم سے نجات کا باعث ہوگی۔ (ادب مفرد: ۵۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی ۳ بیٹیاں ہوں، وہ ان کی خوشیوں اور پریشانیوں کو (پرورش اور تربیت میں) برداشت کرے تو اللہ پاک اپنے فضل سے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ کسی نے پوچھا دو ہوں تب بھی آپ نے فرمایا دو ہوں تب بھی۔ پھر کسی نے کہا اگر ایک ہو تب بھی تو آپ نے فرمایا ایک ہو تب بھی یعنی پرورش پر جنت۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی ۳ بیٹیاں ہوں وہ ان پر خرچ کرے یعنی پرورش پر یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں یا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے جہنم سے حجاب کا باعث ہوگی۔

فائدہ: احادیث میں جس تاکید اور اہمیت سے لڑکیوں کی پرورش پر ثواب ہے لڑکوں پر نہیں۔ اس لئے کہ لڑکوں کی تربیت عرف اور ماحول میں بوجھ نہیں بنتی۔ ان کو امید رہتی ہے کہ ان کا نفع والدین کو بعد میں ان کے بڑے ہونے اور کمانے سے ملے گا۔ لڑکی بڑی ہوگی قابل خدمت ہوگی تو دوسرے کے گھر چلی جائے گی۔ اس وجہ سے نفس کا لحاظ کرتے ہوئے شرع نے لڑکیوں کی پرورش اور تربیت پر ثواب عظیم بیان کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو خدا نے بیٹی دے کر آزمایا۔ اس نے اس

کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ یہ اس کے لئے جہنم سے روک کا باعث ہوگی۔ (بخاری: ۱۹۰، مسلم: ۲/۳۳۰)

بیٹے کو بیٹی پر محبت اور خرچ میں ترجیح نہ دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے بیٹی ہو۔ اس نے نہ اسے تکلیف دی نہ اس کو نیچا سمجھا۔ اور نہ بیٹے کے مقابلہ میں اسے ترجیح اور فوقیت دی۔ خدائے پاک اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کرے گا۔ (کتاب البر: ۱۴۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تمام اولاد بیٹے بیٹی سب کو برابر نگاہ سے دیکھے اور رکھے لڑکوں کو لڑکیوں سے بہتر سمجھنا عقل اور شرع دونوں کے اعتبار سے بری بات ہے یہ خدا کی تقسیم ہے بندے کا اختیار کردہ نہیں ہے۔

عورت کو حمل سے لے کر بچہ ہونے تک ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس بات سے خوش نہیں کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو اس حال میں کہ وہ اس سے راضی ہو تو اس عورت کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس روزہ دار کو جو راہ خدا (جہاد) میں روزہ رکھ رہا ہو۔ اور جب اسے دردزہ ہوتا ہے تو نہ آسمان والوں کو نہ زمین والوں کو علم ہوتا ہے کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے، کیا چھپا رکھا ہے اور جب وہ بچہ جن دیتی ہے تو اس کے دودھ کا کوئی قطرہ نہیں نکلتا اور اس کا بچہ ایک مرتبہ چوستا نہیں مگر یہ کہ اسے ہر قطرہ اور گھونٹ پر ایک نیکی ملتی ہے اگر کوئی عورت رات کو جاگے تو اسے ستر صحیح و سالم غلاموں کو راہ خدا میں آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے یہ ان خوش نصیب عورتوں کے لئے ہے جو صالح ہیں فرماں بردار ہیں اور اپنے شوہروں کی ناشکری نہیں کرتیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو حمل سے لے کر بچہ جننے تک اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ خدا کے راستہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والوں کو، اور اگر اس درمیان اس کا انتقال ہو جائے تو اس کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

فائدہ: عورت کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر بچوں کی پیدائش اس کی تربیت دیکھ بھال اور پرورش کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان کے پیٹ سے انبیاء کرام، اولیاء عظام، اقطاب، ابدال، اور خدا کے برگزیدہ بندے پیدا ہوتے ہیں۔ کتنی بڑی عظیم نعمت و دولت ہے۔ عورت کے لئے حمل سے لے کر پرورش تک کے مراحل بڑی مشقت ریز اور تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اس مشقت و تکلیف پر شریعت نے ثواب عظیم رکھا ہے۔ حمل سے لے کر پیدائش تک میں جہاد میں سرحد کی حفاظت کا ثواب ملتا ہے۔ کس قدر خدا کا انعام دنیاوی نعمت بھی ثواب بھی۔

آج کے اس دور میں مغربی اثرات کی وجہ سے بعض عورتیں حمل اور بچہ کے ہونے کو مصیبت اور پریشانی کی وجہ سے گوارہ نہیں کرتیں آزاد رہنا چاہتی ہیں۔ سو وہ اس ثواب عظیم کو ذرا دیکھیں کہ اللہ نے دنیا کی نعمت اور

آخرت کا ثواب کس قدر رکھا ہے۔

عورتوں کے ساتھ محبت عورتیں آپ ﷺ کو محبوب تھیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا میں تین شے مجھے محبوب ہے (۱) عورت (۲) خوشبو (۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو دنیا میں یا دنیا کی ۳/ چیزیں بہت محبوب تھیں، کھانا، عورتیں، خوشبو، ہاں کھانا تو آپ (پورے طور پر) نہ پاسکے۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو دنیا میں یا دنیا کی ۳/ چیزیں بہت پسند تھیں۔ عورتیں، خوشبو، کھانا، دوتو آپ نے پالیا۔ ایک نہیں پاسکے۔ عورتیں اور خوشبوتو آپ نے پالیا۔ لیکن کھانا نہیں پایا۔

فائدہ: یعنی تین محبوب امور میں عورتیں تو آپ ﷺ نے پالیں۔ کہ آپ کے پاس بیویوں کی کثرت تھی۔ خوشبو خود آپ کی ذات میں تھی، مگر کھانا اور پیٹ کی چیزیں آپ نہیں پاسکے۔ ابتداء میں خیبر تک تو واقعی غربت تھی۔ مہینوں مہینوں صرف کھجور پانی پر گذر تھا۔ انصاری حضرات جو پیش کردیتے تھے۔ ازواج مطہرات اور اصحاب صفہ کا خیال رکھنے کی وجہ سے آپ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ خیبر کے بعد کچھ سہولت ہوئی تو سخاوت اور جود اور ایثار کی وجہ سے اپنی ذات کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے تھے۔ جو آتا سب غیروں پر تقسیم ہوجاتا۔ آنے والوں پر، مہمانوں پر خرچ ہوجاتا۔ سائلوں کو ضرورت مندوں کو دے دیا جاتا۔ آپ ﷺ بہت ہی کم اس سے مستفید ہو پاتے۔ یہی مطلب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کے آپ کھانا نہیں پاسکے۔

عورتوں سے محبت کی وجہ:............عورتوں سے محبت کی وجہ جہاں انسانی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے وہاں خانگی ضروت، گھریلو سہولتیں، کھانے پینے کی سہولتیں ان سے ملتی ہیں۔ گھر کا پورا نظام ان عورتوں سے قائم رہتا ہے۔ رنج غم میں شریک ہی نہیں دافع ہوتی ہیں۔ محبتانہ گفتگو، اور برتاؤ سے زندگی کی الجھنیں اور پریشانیاں دور ہونے کا باعث ہوتی ہیں۔ مردوں کی تمام ضرورتوں کا لحاظ رکھتی ہیں۔ غرض کہ مردوں کے لئے دنیا میں صالح عورتیں جنت کی طرح راحت کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو عورتیں محبوب تھیں۔

آپ ﷺ برے القاب اپنی بیوی سے برداشت نہ کرتے اور قطع تعلق تک فرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ ایک سفر میں تھے۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ تو حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد سواری تھی۔ تو آپ ﷺ نے ان سے کہا صفیہ کا اونٹ بیمار ہوگیا ہے تم ایک اونٹ ان کو دے دو۔ اس پر انہوں نے کہہ دیا اس یہودیہ کو اونٹ دوں گی۔ اس پر آپ ﷺ بہت غضبناک ہوئے اور ان سے قطع تعلق اختیار کرلیا۔ ذی الحجہ، محرم، صفر اور ربیع الاول کے

بھی کئی دن تک ۔ یہاں تک کہ آپ کا سامنا اور آپ کی چارپائی بھی اٹھالی گئی۔انہوں نے گمان کرلیا کہ اب آپ کو میری ضرورت نہیں ۔ (یعنی بالکل علیحدگی اختیار کرلی خواہ طلاق دے دیں گے یا اسی طرح چھوڑے رکھیں گے) ایک دن یہ دوپہر کے قت بیٹھی تھیں سامنے سے آتا سایہ دیکھا تو آپ آئے۔ چنانچہ پھر آپ کا سامان اور چارپائی آئی۔یعنی کئی ماہ کے بعد جب دیکھا کہ اصلاح اور تنبیہ ہوگئی ہے تو تشریف لائے)

(زرقانی: ۳۵۹/۳)

فَائِدَہ: دیکھئے ایک بیوی نے دوسری آپ کی بیوی کو یعنی سوکن کو یہودیہ کہہ دیا تو آپ کس قدر غصہ اور ناراض ہوئے آپ کو اس قدر تکلیف اور قلبی رنج ہوا کہ کہنے والی بیوی سے آپ نے قریب ساڑھے ۳/ ماہ سے تعلق منقطع رکھا۔اور اس سے ربط بول چال، جانا، آنا، ملنا خبر لینا سب بند کردیا۔آپ نے ایسا کیوں کیا؟ اس وجہ سے کہ کسی مسلمان کو علاقائی، یا خاندانی یا برادری کا طعن دینا درست نہیں ۔ اولاً تو یہ امور اس کے اختیار میں نہیں ۔دوسرا یہ کہ علاقہ یا برادری برے اور خراب تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔خاندانی و برادری میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ۔کسی خاندان یا برادری سے متعلق ہونا بری اور مذمت کی بات تھوڑے ہی ہے۔خاندان اور برادری اور علاقے کا اختلاف تو متعارف کے لئے ہے۔ذلت اور عزت کا معیار تھوڑے ہی ہے۔اس کا مدار تو اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ پر ہے۔

قرآن پاک میں اسے ”لاتنابزوا بالالقاب“ کہہ کر اس سے روکا گیا ہے۔ چونکہ اس سے مخاطب کی مذمت اور ذلت مقصود ہوتی ہے جس سے رنج اور تکلیف ہوتی ہے۔اور مؤمن کو ذلیل سمجھنا اسے تکلیف دینا حرام ہے۔گناہ کبیرہ ہے۔شرافت انسانی کے بھی خلاف ہے۔اسی لئے آپ شدید ناراض ہوئے۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ علاقہ، خاندان برادری کی طرف نسبت کرتے ایسے الفاظ سے کہہ دیتے ہیں جو ماحول میں بہتر نہ سمجھا جاتا ہو مثلاً جولاہا، گاؤندی وغیرہ۔ان الفاظوں سے پکارنا حرام اور ناجائز ہے۔ خوب سمجھ لیجئے۔اس میں تکبر بھی ہے۔

عورتوں سے متعلق پوشیدہ امور کو کسی سے بیان کرنا حرام ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی عورت سے ملے اور عورت اس سے ملے پھر وہ دونوں اس قسم کی بات لوگوں سے ذکر کریں۔یعنی وطی وغیرہ کی بات۔ (مسلم: ٤٦٤، ابوداؤد، عشرہ: ٥٢٨)

فَائِدَہ: بیوی سے متعلق باتوں کا لوگوں سے بیان کرنا حرام اور ناجائز کے علاوہ بڑی بے حیائی اور فحاشی کی بات ہے۔اور بے حیائی ایمان ہی کے خلاف نہیں بلکہ انسانیت اور عقل کے خلاف ہے۔اور بڑی بے غیرتی کی

بات ہے۔

عورتوں کے لئے بھی کوئی دن وعظ ونصیحت کا ہونا مسنون ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مرد لوگ ہم عورتوں پر دین میں آگے بڑھ گئے ہیں۔ ہم لوگوں کے لئے بھی آپ ایک دن وعظ کے لئے طے فرمادیجئے۔ (تاکہ ہم عورتوں کو بھی دینی معلومات حاصل ہو) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کا ان سے وعدہ فرمایا۔

(بخاری: ۱/۲۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دن، پہلے آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا۔ جب فارغ ہوئے تو (منبر سے) نیچے اترے۔ عورتوں میں تشریف لے گئے اور آپ حضرت بلال کے ہاتھ پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلال اپنے کپڑے کو پھیلائے ہوئے تھے۔ عورتیں اس میں صدقہ خیرات (حتیٰ کہ اپنے زیورات تک) ڈال رہی تھیں۔ (بخاری: ۱/۱۳۳)

فائدہ: عموماً مردوں کو تو مختلف ذرائع سے دینی معلومات ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً جلسہ جلوس سے مسجد کے وعظ و تقریر سے، عام جلسوں سے، بخلاف عورتوں کے ان کے یہ ذرائع واسباب نہیں، گھریلو مشاغل اور بچوں کی دیکھ ریکھ سے ان کو فرصت کم ملتی ہے کہ وہ کتابیں دیکھیں۔ اس لئے کم از کم ہفتہ میں ایک دن عورتوں میں وعظ کا معمول ہونا چاہئے۔ مگر افسوس کہ عورتوں میں وعظ بالکل متروک ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عوام الناس کو دینی ضرورت کا احساس نہیں۔ پھر ان کو علماء سے اتنی عقیدت بھی نہیں کہ ان سے وعظ کہلوائیں۔ صحیح عالم اور شرع سے واقف عالم قریب قریب ہر جگہ میں حسب سہولت ان سے وعظ کہلوا دیا کریں۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو عورتوں کو دینی کتابیں خرید کر دیں۔

عورتوں کو بھی جانور ذبح کرنے کی اجازت ہے

کعب بن مالک کی روایت میں ہے کہ ایک باندی مقام سلع میں بکریاں چرایا کرتی تھی اس نے ایک بکری میں موت کے آثار دیکھے۔ اس نے پتھر کو توڑا اور اس سے اسے ذبح کر دیا۔ ان کے گھر والو نے کہا اس وقت تک مت کھاؤ جب تک کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کا حکم دے دیا۔ (چونکہ عورتوں کا ذبیحہ ممنوع نہیں)۔ (بخاری: ۸۲۷، موطا امام مالک)

فائدہ: عورتوں کو بھی ذبح کرنا درست ہے وہ ذبح کر سکتی ہیں ان کے ذبح کردہ جانور میں کوئی قباحت نہیں۔ البتہ بعض عورتیں ذبح اچھی طرح نہیں کر سکتی ہیں۔ ذبح کی حالت اور خون دیکھ کر خوف زدہ ہو جاتی ہیں اور ذبح میں خلل اور فتور واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس حکمت کی وجہ سے کبھی مردوں کے مقابلہ میں ان سے یہ کام لیا

نہیں جاتا ہے۔ ورنہ ان کو بھی ذبح کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کو ذبح کرنے کی شرعاً اجازت نہیں سو یہ صحیح نہیں۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ ''باب ذبیحۃ الامۃ والمرأۃ'' ص ۸۲۷، جس سے وہ اس وہم کو دور کر کے اس کے جواز اور مشروعیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

عورت کی متعدد شادی ہو تو کس شوہر کے پاس جنت میں رہے گی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کو اس کو آخری شوہر ملے گا۔

(طبرانی، کنز العمال: ۴۸۲)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کے بعد وہ شادی کر لے تو آخری شوہر اس کے لئے ہے۔ (طبرانی، کنز العمال، ایضاً)

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کسی کے دو شوہر ہوں تو وہ کس شوہر کے ساتھ جنت میں رہے گی۔ آپ نے فرمایا اسے اختیار دیا جائے گا پس وہ اس شوہر کو اختیار کرے گی جس نے دنیا میں اس کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا ہوگا وہی ہوگا۔ جنت میں اس کا شوہر اے اُمّ حبیبہ اچھے اخلاق والے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے گئے۔ (کنز الاعمال: ۱۱)

فائدہ: خیال رہے کہ جس کے ایک شوہر ہوئے۔ یعنی جس نے ایک ہی شادی کی اور دونوں کو جنت نصیب ہوئی تو یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ جنت میں رہے گی۔ اگر کسی عورت نے دو شادی کی یا اس سے زائد، تو ایسی صورت میں ایک روایت میں تو یہ ہے کہ دونوں جنتی ہوئے تو آخری شوہر کے ساتھ رہے گی اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ عورت اس شوہر کے ساتھ رہے گی جس نے اس کے ساتھ دنیا میں اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا ہوگا۔ اور وہ شوہر جس نے عورت کے ساتھ ظلم کیا ہوگا عورت کو تنگ کیا ہوگا وہ اس عورت سے محروم رہے گا۔ اسی کو آپ نے فرمایا اچھے اخلاق والے دین و دنیا کی خوبی لوٹ گئے۔

عورتوں کے بلانے پر ان کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ میری دادی حضرت ملیکہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی دعوت کی جو انہوں نے آپ کے لئے بنایا تھا۔ چنانچہ (آپ تشریف لے گئے) اور کھانا کھایا پھر آپ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ نماز (نفل دعا کے لئے) تمہارے واسطے پڑھ دوں۔ (طحاوی: ۱۸۱/۱)

فائدہ: یہ سادگی اور تواضع مسکنت کے علاوہ عورتوں کے درمیان مقبولیت اور محبوبیت کی علامت ہے۔ جس طرح آپ خدا کے محبوب تھے اسی طرح آپ لوگوں کے نزدیک بھی محبوب تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرد کی عام اجازت ہو یا عرف اور ماحول میں یہ رائج ہو تو عورتیں دعوت کسی صالح کو

دے سکتی ہیں۔ ہاں اگر عرف نہ ہو اور عام اجازت بھی نہ ہو تو پھر مردوں کی اجازت سے عورتیں دعوت کر سکتی ہیں۔

کھانے پینے کی دعوت کا کرنا رزق کی برکت اور مصائب و آلام و حوادث کے دور کرنے کا باعث ہے یہ نیک عمل آج ماحول میں چھوٹ گیا ہے۔ اسے رائج کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر شوہر نیک ہو اور کچھ پریشانی اس کے مزاج سے ہو تو برداشت کرے

حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ حضرت اسماء بنت بکر (ان کی شادی حضرت زبیر سے ہوئی تھی) اپنے والد کے پاس آئی اور شوہر کے متعلق کچھ شکایتی بات کہنے لگیں۔ تو حضرت ابوبکر نے فرمایا (اس سے کوئی ایکشن نہیں لیا) بیٹی واپس جاؤ۔ اگر تم صبر کروگی برداشت کروگی (جو شوہر کی جانب سے یا کام کی پریشانی سے تکلیف محسوس ہو رہی ہو اور اچھی طرح ساتھ رہوگی پھر اس کا انتقال ہو جائے اور اس کے بعد تم دوسری شادی نہ کروگی تو تم دونوں جنت میں رہوگی اور اس کی بیوی ہوگی۔ (مطالب عالیہ: ۴۸/۲)

فائدہ: اس حدیث پاک میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوبکر کی صاحبزادی ہیں شوہر کے متعلق شکایت کا ذکر ہے۔ یا تو شکایت والد سے شوہر کے سخت مزاجی، یا غربت و تنگی کی ہوگی یا گھریلو مشقت آمیز کام کے متعلق ہوگی۔ جیسا کہ مسلم شریف کی ایک حدیث سے کام کی مشقت کا پتہ چلتا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر والد محترم نے صبر کی نصیحت کی کوئی ایکشن نہیں لیا نہ شوہر کے خلاف کوئی جملہ ازراہ اظہار محبت ظاہر کیا۔ بلکہ اسی مشقت کے ساتھ اس پر صبر کرتے ہوئے پوری زندگی ان کے ساتھ گذارنے کی نصیحت کی اور مزید یہ کہا کہ اگر تم دوسری شادی کروگی تو جنت میں اس کے ساتھ نہ رہ سکوگی۔ چونکہ ایک روایت کی بنیاد پر جنت میں آخری شوہر عورت کو ملے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سسرال کی ایسی شکایت جو عموماً ہوتی ہے کچھ شوہر کی تیز مزاجی کچھ ان کے بھائی بہنوں کی تکلیفیں کچھ ساس کی جانب سے باتیں کچھ گھریلو کام کی پریشانیاں تو ان چیزوں سے متاثر ہو کر ایکشن نہ لے کہ اس سے معاملہ بسا اوقات خراب ہوتا جاتا ہے۔ بلکہ برداشت اور صبر کی نصیحت کرے۔ صبر سے راستہ کشادہ ہوتا ہے اللہ پاک کی مدد نصرت ہوتی ہے۔ شکایت اور اس پر ایکشن سے معاملہ بگڑتا ہے۔ ہاں اگر ایسی بات ہو جو کی اصلاح اور بیان کرنا ضروری ہو یا کوئی ایسی بات ہو جس سے گرانی اور اختلاف پیدا ہونے کی امید نہ ہو تو حسب موقعہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے ذکر کردے۔

عورت کو منع فرماتے کہ شوہر کے مال کو میکے یا دوسرے رشتہ داروں کو بلا پوچھے دے

حضرت سلمٰی بنت قیس کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بات پر عہد پیمان بیعت لیا کہ ہم اپنے

شوہروں کو دھوکے میں ڈالیں۔ ہم لوگوں نے پوچھا کہ دھوکے ڈالنا سے کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا مال دوسرے کو ہدیہ کے طور پر یا بخشش کے طور پر دو۔ (طبقات ابن سعد: ۹/۸)

فائدہ: خیال رہے کہ شوہر کا مال اس کے پاس امانت ہے۔ خواہ اس کا حساب اس کے پاس ہو یا نہ ہو۔ بسا اوقات شوہر کے رکھے ہوئے مال اور چیزوں میں سے وہ اپنے میکے بھیج دیتی ہے۔ بھائی بہن والدہ یا اور رشتہ داروں کو قرابت کے بنیاد پر دے دیتی ہے۔ اور شوہر سے وہ اجازت نہیں لیتی ہے اسی کو حدیث پاک میں آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ یہ امانت کے خلاف چوری ہے۔ اس قسم کا کام کرنے کے لئے صراحۃً اجازت ضروری ہے۔ ہاں اپنا مال جس کی وہ مالک ہے تو وہ دے سکتی ہے۔ اس صورت میں بھی اس کو بھی اطلاع کر دے تاکہ بدگمانی اور فتنہ نہ ہو۔

اگر شوہر کو کسی کا گھر میں آنا پسند نہ ہو تو اسے نہ آنے دینا چاہئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کسی عورت کے لئے درست نہیں کہ وہ شوہر کی موجودگی میں اس کی بلا اجازت کے روزہ رکھے۔ اور اس کے گھر میں کسی کو بلا اجازت کے آنے دے اور جو کھانا وغیرہ اس کے بلا حکم کے (عام اجازت کے بعد) کسی کو دے اس پر آدھا ثواب پائے گی۔

(بخاری: ۷۸۲/۲)

فائدہ: چونکہ گھر اور عورت کا ذمہ دار ہے لہٰذا اس کے منشا اور مرضی کے خلاف کرنا درست نہیں اگر عورت کا رشتہ دار بھی ہو اور شوہر منع کرے تو عورت معذرت کر دے اور اس بارے میں شوہر کی اطاعت کرے۔

مردوں پر بیوی کا کپڑا عرف اور ماحول کے مطابق

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عرفہ میں خطبہ دیا تھا اس میں منجملہ یہ فرمایا تھا عورتوں کے مسئلہ میں اللہ سے ڈرو۔ ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام معروف اور مناسب طور پر تم پر لازم ہے۔

(فتح الباری: ۵۱۳)

فائدہ: نکاح کے بعد شوہر پر خواہ عورت کتنی ہی امیر کیوں نہ ہو شوہر پر کھانا اور کپڑا جو اس کے خاندانی ماحول اور عرف رواج اور علاقے میں چلتا ہو لازم ہے۔ مگر ایسا کپڑا جس سے گناہ ہو گو ماحول میں رائج ہو دینا جائز نہیں۔ مثلاً ساڑی پر بلاؤز، باریک کپڑے، اسی طرح ایسے لباس جس میں بازو کھلے ہوں کہ شریعت کے خلاف امور میں تعاون درست نہیں اسلامی اصول اور پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے دے۔ خواہ ارزاں ہو یا بیش قیمت۔

بیوی بچوں کو خدا سے ڈراتے رہنے کا حکم فرماتے

حضرت اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اپنے بعض اہل سے فرما رہے تھے اپنی وسعت

کے مطابق اپنے اہل وعیال (بیوی بچوں پر) خرچ کرو۔ اور ان سے چھڑی مت اٹھاؤ۔ (تنبیہ اور بری اور نامناسب باتوں پر گرفت وزجر وتوبیخ) مت چھوڑو۔ ان کو اللہ سے ڈراتے رہو۔ (مطالب عالیہ: ۲/ ۸۳)

فائدہ: خدا کی نافرمانی سے، فرائض وواجبات کے ترک سے ڈراتا رہے تاکہ نفس آزاد نہ ہوجائے نماز میں کوتاہی کرے، تلاوت بالکل چھوڑ دے یا اور کسی خلاف شرع میں لگنے کی عادت ہوجائے تو خدا کے عذاب، اس کی گرفت اور مواخذہ سے ڈرائے۔ سمجھائے کہ اصل آخرت ہے۔ دنیا نہیں ہے۔ قیامت کے، جہنم کے ہولناک منظر کو سنائے بتائے اس قسم کی دینی کتابوں کو گھر میں پڑھ کر سنائے تاکہ دینداری اور تقویٰ پیدا ہو۔

عورتوں کی کج روی کے پیچھے پڑنا منع ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین (حضرت عمر سے خطاب کرتے ہوئے) آپ کو نہیں معلوم حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن نے اللہ تعالیٰ سے حضرت سارہ کی کج روی کی شکایت کی تو اللہ جل شانہ نے فرمایا یہ عورت پسلی ہے (ٹیڑھی ہڈی) کے مانند ہے چھوڑ دو گے تو ٹیڑھی رہے گی۔ درست سیدھی کرو گی تو ٹوٹ جائے گی۔ (اور اس کا ٹوٹنا طلاق ہے) پس جو نفع کی بات ہے اس سے فائدہ اٹھاتے رہو۔

(مطالب عالیہ: ۲/ ۲۲، ابن ابی شیبہ)

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیشہ عورتوں کے بارے میں نصیحت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ طلاق حرام اور ممنوع کردیں گے۔

(مطالب عالیہ: ۲/ ۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھے وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے، اور عورتوں کے ساتھ بہترائی کا معاملہ کرے۔ کہ وہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور سب سے زیادہ ٹیڑھ پن اوپری حصہ میں ہوئی ہے پس اگر تم اس کے درست کرنے کے پیچھے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اگر چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ (لہٰذا کچھ نگرانی رکھو) پس اس کے ساتھ اچھائی خوش اسلوبی کا معاملہ کرو۔ (بخاری: ۷۷۹)

فائدہ: عورت خلقۃً کچھ کم عقل پیدا ہوئی ہے اس میں کچھ کج روی ہے۔ اس کی اصلاح کے پیچھے پڑکر اپنے کو پریشان نہ کرے۔ اس کی بعض کج روی سے بچنا مشکل ہے سوائے اسے کہ اپنے سے علیحدہ کردے اور طلاق دے دے۔ اور طلاق دینا بے شمار فساد اور پریشانیوں کا باعث ہے لہٰذا اس کی معمولی سی کج روی کو اس کے فوائد اور منافع کی وجہ سے برداشت کرے یہی مطلب ہے حدیث پاک کا۔

اولاد پر شفقت ومہربانی کے ساتھ شوہر کی نافرمانی نہ ہو تو جنت میں

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورتیں جو حمل وولادت کی مشقت کو برداشت کرنے والی ہیں اپنی اولاد پر شفقت ومہربانی کرنے والی ہیں اگر شوہروں کی نافرمانی نہ کریں گی تو جنت میں داخل ہو جائیں گی۔　(بیہقی فی الشعب: ۶/۴۰۹، اتحاف السادہ: ۵/۴۰۱)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں جنتی عورتوں کے چند اوصاف کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں پہلی صفت حمل اور حالت حمل کی پریشانی کو برداشت کرنا ہے۔ دوسری صفت بچوں پر رحمت ومشقت کے ساتھ ان کی پرورش و تربیت ہے۔ تیسری صفت جو اہم ہے وہ شوہر کی خدمت اور فرماں برداری ہے۔ یہی آخری بات اہم ہے۔

خیال رہے کہ بعض عورتیں بچوں پر تو بہت اچھی ہوتی ہیں ان کے ساتھ خوب رحمت وشفقت ومحبت کا برتاؤ کرتی ہیں مگر شوہر کی پرواہ نہیں کرتیں ان کے ساتھ محبتانہ برتاؤ اس درجہ نہیں ہوتا۔ پس وہ بچوں میں لپٹی رہتی ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ بچے تو شوہر کی وجہ سے ہیں۔

بعض عورتوں کو اس مزاج کا بھی دیکھا گیا ہے کہ شوہر جب ضعیف وکمزور ہو جاتے ہیں ان سے مالی امور وابستہ نہیں ہوتا اور اولاد کمانے لگ جاتے ہیں تو ان کی توجہ شوہر سے ہٹ کر اولاد کی طرف ہو جاتی ہے اور شوہر کی خدمت اور راحت کا خیال عورتوں سے جاتا رہتا ہے۔ یہ بھی غلط بات ہے شوہر کی حق تلفی ہے۔ اس کا مطلب یہ عورت غرض پرست ہے۔ جب تک غرض نفس اور مال شوہر سے وابستہ رہا شوہر سے متعلق رہی اب جب غرض ختم تو تعلق ومحبت ختم، ایسی عورت جنت کی مستحق نہیں۔

بچہ پر شفقت کرنے والی شوہر کی خدمت گار نمازی عورت جنت میں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا ایک عورت آئی اس کے ساتھ کئی بچیاں تھیں اور لڑکے بھی تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ حاملہ بھی تھی۔ (وہ سوال کرنے آئی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تو آپ اسے دیتے (چنانچہ اسے بھی کچھ دیا) چنانچہ جب وہ جانے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورتیں جو حاملہ ہوں، بچے والی ہو، بچوں پر شفیق ومہربان ہو۔ اگر شوہر کو تکلیف نہ پہنچائیں تو نمازی ہونے کی صورت میں جنتی ہیں۔　(اتحاف الخیرہ: ۴/۵۲۷، مسند طیالسی)

فَائِدَہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں عورت کے جنتی ہونے کے لئے فرائض کا اہتمام اور شوہر کی خدمت ورضا کو معیار بنایا گیا ہے۔ عورتوں کے لئے جنت میں جانا کس قدر آسان ہے۔

عورتوں کو ضرورت پر سادگی کیساتھ باہر نکلنے اجازت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں مگر شدید

ضرورت کی بنیاد پر۔ (کنز العمال: ۱۶/ ۱۶۳)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں کو باہر نکلنے کی عام اجازت نہیں۔ آج کل عورتوں کا باہر نکلنا بہت عام ہوگیا ہے۔ بلاضرورت یا ذرا سی معمولی ضرورت پر بازاروں میں نکلتی اور پھرتی رہتی ہیں ضرورت کا کام مرد کر سکتے ہیں مگر پھر بھی مردوں کے بجائے خود یہ انجام دیتی ہیں۔ مردوں کے بازار اور کام پر ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ اسی طرح بلاضرورت بازار کا حیلہ بنا کر نقاب کھولے پھرتی رہتی ہیں۔

بہرحال اگر واقعی ضرورت ہو گھر میں مرد نہ ہو، بچے بڑے نہ ہو، احباب و متعلقین میں سے کوئی باہر کا کام کرنے والا نہ ہو فوری طور پر ضرورت ہو تو پردے کے ساتھ جا سکتی ہے۔ اسی طرح اپنے لئے یا بچہ کے لئے ڈاکٹر کے یہاں جانے کی ضرورت پڑ گئی کوئی مرد نہیں بڑا لڑکا نہیں تو پردے کے ساتھ جا سکتی ہے۔ باہر نکلنے میں شریعت کے حکم پر پردہ کو نہ چھوڑے۔ غیروں کا دیکھا دیکھی نہ کرے۔ ان کا کوئی مذہب اور قانون نہیں ہے جیسا من نے چاہا کر لیا۔ اسلام میں ایسا نہیں یہاں قانون ہے مذہب ہے طریقہ ہے۔ مرنے کے بعد مواخذہ ہے حساب ہے، سزا پر جہنم، نیکی پر جنت ہے۔ پردہ عورتوں پر خدا کا حکم ہے۔ اس کو چھوڑ کر اپنی عفت کو پامال نہ کرے۔ شریعت نے قید بند اور مشقت و پریشانی میں نہیں رکھا ہے۔ ضرورت پر اجازت دی ہے۔ ضرورتوں کا خیال کیا ہے۔ مگر بالکل آزاد من چاہا نہیں چھوڑا ہے کہ یہ عورت کی خلقت طبیعت اور عفت کے خلاف ہے۔

بن سنور کر نکلنے والی عورت زانیہ اور زنا کی طرف دعوت دینی والی ہے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت عطر لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرے تاکہ لوگ اس کی خوشبو سے محظوظ ہوں تو وہ عورت زانیہ ہے۔ (کنز العمال: ۱۶/ ۱۵۹)

فائدہ: عرب کے ماحول میں عورتوں کا عطر لگانا م زیب و زینت میں شمار ہوتا تھا۔ عورتوں کا عطر لگا کر سڑکوں اور راستوں پر سے گذرنا ظاہر ہے کہ اس کا مقصد مردوں کو محظوظ اور لطف اندوز کرنا ہے۔ ایسی زینت کا اختیار کرنا جس سے اجنبی اور آزاد لوگ متوجہ ہوں انکو زنا کی دعوت دینی اور گناہ کی جانب ابھارنا ہے۔ اسی طرح پاؤڈر کریم لگا کر میک اپ کر کے باہر نکلنا بازاروں میں پارکوں میں تفریح گاہوں میں نکلنا، جو آج کل شہروں کی لڑکیوں میں، امراء اور انگریزی تعلیم یافتہ لڑکیوں میں رائج ہوگیا یہ حرام ہے۔ زنا اور زنا کی جانب لوگوں کو ابھارنا ہے۔ خیال رہے کہ نامحرم کا دیکھنا تاکنا اور اس کے لباس اور چہرے سے لذت اندوز ہونا آنکھ کا زنا ہے۔

کنواری اور غیر شادی شدہ لڑکیوں کا آج معاشرہ میں بن سنور کر نکلنا عام ہوگیا ہے۔ شہروں سے اور تعلیم یافتہ گھرانو سے تو پردہ اٹھتا ہی جارہا ہے۔ اسلامی احکام اسلامی تہذیب، اسلامی معاشرت آج تمدن اور ترقی

کے خلاف نظر آتے ہیں۔ یورپ کی ملعون تہذیب ان کو پسند آتی ہے۔ یہ مذہب اور خدا رسول کے قانون سے بیزاری کی بات ہے۔ اللہ کی پناہ۔

گھر سے باہر بن سنور کر فیشن کے ساتھ نکلنا لعنت کا باعث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے۔ قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت زیب و زینت کے لباس میں مسجد میں آئی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو (باہر نکلتے وقت مسجد میں آتے وقت) زینت اختیار کرنے سے اور ناز انداز کے ساتھ چلنے سے منع کرو۔ بنی اسرائیل پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک کہ ان کی عورتوں نے زینت (فیشن) کو اور ناز انداز کے ساتھ مسجد میں چلنا اختیار نہیں کیا۔

فیشن کر کے گھر سے نکلنے والی قیامت کے دن سخت اندھیرے میں

میمونہ بنت سعد جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں کہتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ زینت و فیشن کر کے ناز انداز سے چلی۔ قیامت کے دن سخت ظلمت و تاریکی میں رہے گی۔ (کوئی نور اور روشنی اس کے لئے نہ ہوگی)۔ (جامع صغیر: ۴۹۷)

فائدہ: ناجائز زیب و زینت کی یہ سزا ہے۔ قیامت کے دن تاریکی ان کو نصیب ہوگی وہاں زیب و زینت کر کے گھر میں رہیں اور شوہر کے لئے کریں تو محمود ہے۔

زینت و فیشن کیساتھ گھر سے باہر نکلنے والی خدا کے غضب میں

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بھی دکھانے کے لئے خوشبو (زینت و فیشن کی چیز) لگا کر نکلے کہ لوگ اسے دیکھیں تو وہ خدا کے غضب میں داخل ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اپنے گھر نہ آ جائے۔ (کنز العمال: ۱۶/۱۶۱)

فائدہ: چونکہ ایسی عورت گویا کہ غیروں کو بدنظری اور زنا کی دعوت دیتی ہے۔ فحاش لوگ ایسی عورت کو تاکتے ہیں۔ خود عورت ایسا چاہتی ہے۔ پس بدنظری اور زنا کا سبب بننا غضب الٰہی کا باعث ہے۔ غیر مسلموں کا یہ طرز مسلمان عورتوں میں بھی آ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلم معاشرہ تباہ ہو گیا ہے۔ اور اسلامی شناخت ختم ہو گیا ہے۔

شوہر کی بلا اجازت وخوشی کے گھر سے باہر نکلنا اور جانا لعنت کا باعث

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر کی رضا کے خلاف جو عورت گھر سے نکلے اس پر تمام آسمان کے فرشتے، اور ہر وہ فرشتے اس پر سے یعنی قریب سے گذرتے ہیں انسان و جنات کے علاوہ

سب اس پر لعنت کرتے ہیں تاوقتیکہ وہ لوٹ نہ آئے۔ (ترغیب: ۳۹/۳، طبرانی)

فائدہ: چونکہ حکم خداوندی کی وجہ سے شوہران کے نگراں ہیں اس لئے شوہر کی اجازت گھر سے باہر نکلنے میں ضروری ہے۔

اس سلسلے میں شوہر کی عام اجازت لازمی ہے۔اسی طرح اگر وہ کسی کے یہاں جانے سے منع کردیں تو ان کا حکم ماننا لازم ہے۔

عورتوں کو تنہا سفر کی اجازت نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت ۳/دن سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ (بخاری: ۱۴۷/۱)

عورت کے لئے اصل حکم یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے، پردہ میں زندگی گزارے، اجانب غیر محرم کے خلط و مخالطت سے بلاضروت شدیدہ کے گفتگو سے بچے، ہر گھر میں عبادت وتلاوت میں، گھریلو نظام میں شوہر و بچوں کی اطاعت و دیکھ بھال میں لگی رہیں۔ اگر کسی وجہ سے سفر کی ضرورت شدیدہ پیش آجائے تو پردے کا لحاظ کرتے ہوئے محرم کے ساتھ سفر کرے۔ ہاں اگر کہیں قریب دوسرے محلے وعلاقے میں جانا ہو تو کسی چھوٹے بچے کے ساتھ جاسکتی ہے۔

خیال رہے کہ بعض عورتیں حج مبارک تک کا سفر بغیر شرعی محرم کے کرلیتی ہیں۔ محلے اور رشتہ دارو کے مرد کے ساتھ حج کرنے چلی جاتی ہیں۔ یہ گناہ کبیرہ ہے۔عورت پر اس وقت تک حج کا کرنا واجب نہیں ہوتا جب تک کہ محرم کا صرفہ بھی عورت کے پاس نہ ہو۔ ہاں اگر کوئی محرم پر مستقل حج فرض ہے ادھر اس عورت پر بھی حج کی استطاعت ہے تو پھر اس کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

اگر کسی محرم پر حج کی استطاعت نہیں اور عورت کو استطاعت ہے تو ایسی صورت میں جب کسی محرم کو لے جانے کا صرفہ عورت کے مال میں ہو تب عورت پر حج فرض ہوگا۔

عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان ساتھ ہو جاتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پردہ ہے جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔(اور اس کے پیچھے ہو لیتا ہے) اور عورت کے لئے ثواب نیکی کی بات یہ ہے کہ وہ گھر کے گوشہ میں رہے (تاکہ بازاری شیطان اسے گناہ میں مبتلا نہ کرسکے۔ (مجمع الزوائد: ۳۷۱/٤)

فائدہ: اس حدیث پاک میں عورت کے ساتھ شیطان کا ساتھ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ عورت سے گناہ کرانے کے لئے اور عام فاسق فاجر لوگوں کو اس عورت سے متعلق گناہ کرانے کے لئے ہوجاتے ہیں۔عورت

سے تو عموماً یہ گناہ کراتا ہے کہ اسے بے پردگی کراتا ہے۔ عورت اچھے کپڑے اور فیشن کر کے آتی ہے تو چاہتی ہے کہ میرے کپڑے اور میرے حسن کو لوگ دیکھیں اور پسند کریں حیرت میں پڑیں، چونکہ عورت اور نفس کی فطرت ہے کہ جب اچھا چہرہ بنائے گی اچھا خوشنما لباس پہن کر نکلے گی تو چاہے گی کہ لوگ اس کو دیکھیں اور تاکیں۔ ادھر فاسق فاجر آزاد جوانوں کو شیطان اکساتا ہے کہ اس کو دیکھو گھورو کیسی زیب وزینت کر کے آئی ہے۔ اس طرح وہ عورتوں کو زنا کی دعوت دیتا ہے ادھر آزاد مردوں کو کم از کم آنکھ کے زنا کی دعوت دیتا ہے۔ عورتیں ان مردوں کو آنکھ کے زنا کی دعوت دیتی ہے۔ کنز اور شرح احیاء میں ہے کہ عورت جب عمدہ اور لباس فاخرہ پہنتی ہے تو شیطان ابلیس ان کو اکساتا ہے کہ دوسرے ان کو دیکھیں اور نظارہ کریں۔

عرس اور مزاروں پر جانے والی عورتوں پر خدا کی لعنت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابو داؤد: ٤٦١، ابن ماجہ: ١١٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاروں مقبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابن ماجہ: ١١٤، نسائی)

فائدہ: عورتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبروں اور مزاروں پر جانے والی عورتوں پر بڑی شدید وعید لعنت فرمائی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عورتیں شیطان اور نفس کے جال میں بہت جلد گرفتار ہو جاتی ہیں۔ بدعت اور شرکیہ افعال کو جلد قبول کر لیتی ہیں۔ وہ شرعی حدود کو باقی نہیں رکھ سکتی ہیں۔ بجائے عبرت کے کھیل تماشہ بنا لیتی ہیں اسی وجہ سے تو شریعت نے جماعت کی شرکت عورتوں کے لئے مشروع نہیں کیا ہے۔ اس ممانعت اور شدت سے منع کرنے کے باوجود مزارات پر اور عرس کے موقعہ پر عورتیں کثرت سے جاتی ہیں۔ بزرگوں کے مشہور مزارات لاہور، کلیر، اجمیر، گلبرگہ، دہلی نظام الدین، کچھوچھہ، ناگور، وغیرہ جا کر دیکھئے کس قدر مزاروں پر بے حیائی فحاشی بے پردگی بلکہ عریانیت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ کس طرح بن سنور کر فیشن وزینت کے ساتھ مزارات پر عفت کا جنازہ نکالتی ہیں۔ سر کھولے بال لٹکائے حسن کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ جس طرح آزادانہ شادی بیاہ میں ناچ گانے کی بے حیائی کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی طرح ان بزرگ مقدس ہستیوں کے مزار پر بے حیائی و بے شرمی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ گویا زنا نظر کی دعوت دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ یہ مزارات جو عبرت اور یاد آخرت اور برزخ کے مقامات تھے لہو ولعب بے حیائی و بے پردگی اور آوارہ اوباش لوگوں کے اڈے بن گئے ہیں۔

اجمیر وغیرہ کے عرس کے موقعہ پر بسوں اور گاڑیوں میں دیکھئے کس قدر عورتوں کی کثرت ہوتی ہے کس

قدر بے حیائی بے پردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جاتی ہیں عموماً نئی عمر کی جوان عورتیں ہوتی ہیں۔ خدا رسول نے اس صنف نازک عورتوں کے مزاج وطبیعت کو جانا اور سمجھا ہے کہ بجائے عبرت کے آنسو کے۔ عیش وفحاشی، گناہ کبیرہ کا اڈہ بنا دے گی اور شریعت کے حدود کو پامال کردیں گی اسی وجہ سے سختی سے روکا اور لعنت فرمائی تاکہ امت اس سے حدردرجہ بچے اور پرہیز کرے۔

مزار اور قبروں پر جانے والی عورت کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہیں

حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم قبرستان، مقبرہ گئی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ، آپ سے (اس پر وعید اور سزا) سننے کے بعد یہ کام کروں گی۔ جو میں نے آپ سے سنا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مزار مقبرہ پر جاتی تو جنت کی خوشبو سے بھی محروم ہو جاتی۔ (نصاب الاحتساب: ۱۴۰)

حضرت فاطمہ کو سخت ڈانٹ کہ مقبرہ پر جاتی تو جنت سے محروم ہو جاتی

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ سے) فرمایا اگر تم ان لوگوں کے ساتھ مقبرہ چلی جاتی تو جنت دیکھ بھی نہ پاتی۔ (مختصراً، نسائی: ۵۷۸/۱، ترغیب: ۱۵۵/۶)

فائدہ: خدا کی پناہ عورتوں کو قبرستان، مزاروں اور مقبروں پر جانے میں کس قدر سخت وعید ہے کہ آپ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ سے فرمایا اگر جاتی تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی۔ اور ایک موقعہ پر فرمایا جاتی تو جنت سے محروم ہو جاتی۔

آج کل عام طور پر عورتیں مزاروں پر چلی جاتی ہیں۔ علاقائی اور مقامی بزرگوں کے مزار پر چلی جاتی ہیں۔ اجمیر عرس میں بکثرت جاتی ہیں۔ ہرگز یہ عورتوں کے حق میں نیک کام نہیں حرام ہے۔ گناہ کبیرہ ہے۔ جنت سے محرومی کی بات ہے۔ لعنت کی بات ہے۔ بھلا بتاؤ ایسی بات جائز ہو سکتی ہے۔ اللہ کی بندیو! جنت سے محرومی اور لعنت والی بات سے بچ جاؤ۔ دوسری آزاد عورت کا دیکھا دیکھی مت کرو۔ شریعت کو دیکھو۔

عورت کی بھلائی اور خوبی کس میں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا عورتوں کی خوبی کس بات میں ہے تو لوگ خاموش رہے۔ میں واپس آیا تو فاطمہ سے پوچھا۔ کون سی چیز عورتوں میں خوبی کا باعث ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس طرح رہے کہ کوئی مرد اسے دیکھ نہ سکے۔ یعنی پردے کا اہتمام رکھے۔

(اتحاف السادۃ: ۳۶۲/۵)

فائدہ: اس حدیث پاک میں عورت کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ گھر یا باہر اس طرح رہے کہ اسے اجنبی

مرد، غیر مرد نہ دیکھ سکیں۔ اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ شرعی پردہ کا اہتمام کریں گھر میں جو بھی آدمی آیا اس کے سامنے ہونے والی بلا نقاب کے باہر جانے وای کو یہاں نصیب۔ افسوس کہ جس میں عورت کی بھلائی اور اچھائی تھی۔ ماحول میں خصوصاً شہری ماحول میں متروک ہے۔

عورتوں کے ذمہ شوہر کے وضو وغیرہ کے پانی کا انتظام رکھنا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ۳؍ برتنوں کا انتظام رکھتی تھیں ① پانی کا ایک برتن جس سے آپ استنجا وضو وغیرہ فرمائیں۔ ② مسواک کا ایک برتن (جس سے اسے ڈھانک دیا جاتا) ③ پینے کے پانی کے لئے ایک برتن۔ (ابن ماجه: ۳۰)

فائدہ: عورتوں کے ذمہ گھریلو کام ہے۔ اسی گھریلو کام میں شوہر کی سہولتوں کا بھی انتظام ہے۔ ان کے لئے راحتوں کا خیال ایک اخلاقی فریضہ ہے۔ عورتوں کی یہ خدمت سنت اور ثواب عظیم کا باعث ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے عادی تھے۔ اس کے لئے وضو استنجا کے لئے پانی رکھ دیتی تھیں۔ حجاز کی زمین گرم ہوتی ہے شدت گرما کی وجہ سے رات میں پیاس لگتی ہے اس لئے رات میں شاید پیاس لگ جائے پانی رکھ دیتی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے پہلے پانی کا انتظام رکھ لیا جائے تاکہ ضرورت کے وقت ادھر ادھر پریشان اور کھوج و تلاش کی ضرورت نہ پڑے۔ اس لئے حسن انتظام میں سے ہے کہ استنجا وغیرہ کے پانی کا سونے سے قبل ہی انتظام کرے۔ عورتوں کو ان امور کا انتظام رکھنا مسنون اور باعث ثواب ہے۔

خیال رہے کہ ان برتنوں کو ڈھانک کر رکھے۔ کھلا رکھنا منع ہے۔

عورتوں کو مرد کا کپڑا صاف کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے نجاست وغیرہ دھوتی تھیں۔ پھر آپ اسے پہن کر نماز پڑھنے تشریف لے جاتے تھے۔

فائدہ: خیال رہے کہ عورتوں پر مرد کی خدمت اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنا ہے اسی ضرورت میں کپڑے کی صفائی بھی ہے۔ جب ضرورت و موقعہ ملے مرد کے کپڑے دھل دے۔ دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑے صاف کر دیتی تھیں۔ پس عورت کے لئے سنت اور باعث ثواب ہوا۔ ہاں اگر صحت بہتر نہیں ہے یا خدائے پاک نے ایسی خوشحالی دی ہے کی دھوبی یا دھوبن وغیرہ اس کے لئے ہے تو پھر دوسری بات ہے۔ پھر بھی حسب ضرورت صاف و پاک کر دینے میں گریز نہیں کرنا چاہئے۔

شوہر کی غیر موجودگی میں عورت زیب وزینت سے نہ رہے

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اپنی بہن حضرت عائشہ سے ملاقات کو گئیں ان کے شوہر حضرت زبیر کہیں باہر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطر کی خوشبو محسوس کی۔ (جو اسماء رضی اللہ عنہا لگا کر آئی تھیں) تو آپ نے فرمایا عورت پر لازم ہے کہ جب اس کا شوہر غائب ہو تو وہ خوشبو (اور زینت وفیشن کی چیز) نہ لگائے۔

(مجمع الزوائد: ٤/ ٣١٧)

فائدہ: معلوم ہونا چاہئے کہ عورت کے لئے زینت اختیار کرنا شوہر کے لئے ہے تاکہ مرد کا میلان اور لگاؤ مزید زینت کی وجہ سے زائد ہو۔ اور حسن معاشرت قائم ہو۔ اور ایک دوسرے کی خواہش کی تکمیل عفت کے ساتھ ہو اور نظر ودل کی حفاظت ہو۔ پس شوہر کے علاوہ یا اس کے غائبانہ زیب وزینت کرنا منع اور درست نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی اجنبی شخص کا میلان ہوجائے جو فتنہ کا باعث ہو۔ خیال رہے کہ زیب وزینت منع ہے صفائی اور پاکی منع نہیں۔

شوہر کے غائبانہ زینت یہ غیر مسلمون کے یہاں ہے۔ تاکہ دوسرے مرد اس کے حسن سے متاثر ہوں اور اس کی طرف توجہ کریں سو یہ ہماری شریعت میں حرام ہے زنا کی گویا دعوت ہے۔ اس لئے گھر میں شوہروں کے لئے زینت کریں۔ زینت کر کے باہر بھی نہ جائیں یہ بھی درست نہی ہاں صاف اور نظافت کے ساتھ باہر جانا ممنوع نہیں ہے۔

شوہر کو ناراض چھوڑے رکھنا اور پرواہ نہ کرنا لعنت کا باعث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ۳ رلوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ ① وہ امام کہ جس قوم کی وہ امامت کرے وہ اس سے ناراض ہو ② وہ عورت جو رات گذار رہی ہو اس حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو ③ وہ آدمی جس نے حی علی الفلاح (اذان سنی) اس پر بھی نہی آیا۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں اس عورت پر لعنت کا ذکر ہے جو شوہر کو ناراض چھوڑے رات گذار رہی ہو۔ جو عورت خوش اخلاق، شوہر پرست نہیں ہوتی شوہر کی حقیقی محبت نہیں ہوتی وہ اپنے شوہر کی پرواہ نہیں کرتی۔ کوئی بات ناراضگی والی ہوجاتی ہے تو وہ ناراض ہو کر منہ پھلا لیتی ہے۔ اپنے بستر پر مزے سے سوئی رہتی ہے۔ شوہر کا کیا حال ہے اسے کس چیز کی ضرورت ہے اس کی پرواہ نہیں کرتی بس اسے اپنے آرام سے مطلب۔ شوہر خواہ تکلیف میں ہو یا راحت میں ایسی عورت ملعون ہے۔ اللہ کی پناہ عورت کا حق ہے کہ شوہر کو چھوڑ کر اسے ناراض رکھ کر ضروری باتوں کا خیال کر کے رات نہ گذارے۔ اسے راضی وخوشی کرنے کی کوشش کرے کہ اسی کے ساتھ تاموت زندگی گزارنی ہے۔

ہاں اگر اس وقت نہ راضی ہو زیادہ غصہ کا اثر ہو تو تحمل کرے بعد میں اسے خوش کرنے کی کوشش کرے۔ ایسا معاملہ کرے کہ وہ خوش ہو جائے خواہ شوہر ہی کا قصور ہو اس سے غلطی کی معافی مانگ لے۔ معافی مانگنے سے عزت بڑھتی ہے۔ گھٹتی نہیں۔

عموماً عورتوں میں معافی کا مزاج نہیں ہوتا۔ معافی کا مانگنا اپنی ہی غلطی کا اعتراف کرنا اچھی بات ہے۔ اللہ پاک نے تم پر اس کو بڑا بنایا ہے۔ اس کی بڑائی کا خیال رکھو۔ اس سے عام آدمی کا سا برتاؤ نہ کرو۔ عورت اور مرد دونوں کا حق برابر نہیں مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ عورت اور مرد دونوں کا حق برابر ہے یہ غلط ہے۔ یہ مغرب کی جاہلانہ باتیں ہیں۔ مرد کے ذمہ عورت کا نان نفقہ مکان وغیرہ ہے کیا عورت کے ذمہ بھی یہ ہے۔ بڑے کو بڑا ماننا اس کے ساتھ بڑائی کا برتاؤ کرنا انصاف ہے۔ اے ماؤں اور بہنو! تم اسلام دیکھو۔ خدا رسول کا حکم دیکھو، غیر مسلم کی باتوں میں نہ آؤ۔

جس نے شوہر کی اطاعت نہ کی اس نے خدا کا حق ادا نہ کیا

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ عورت خدا کا حق اس وقت تک ادا کرنے والی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔ (ترغیب: ۲/۲۶)

معلوم ہونا چاہئے کہ بندوں کے ذمہ دو حقوق ہیں

① حقوق اللہ: .... مثلاً اللہ پاک کا یہ حق ہے کہ اسی کو خالق مالک سمجھ کر اس کی عبادت کی جائے اس کے فرائض و واجبات کو ادا کیا جائے۔

② حقوق العباد: .... بندوں کے حقوق کا مطلب یہ ہے کہ جو اس کا حق ہے اسے ادا کرے جو اس کی ذمہ داری ہے اسے پورا کرے۔ اس کی اطاعت، خدمت، فرمانبرداری کرے جس کے ماتحت ہو اس کی اطاعت کرے۔ عورت شادی سے پہلے، والدین کے ماتحت ہوتی ہے۔ نکاح کے بعد شوہر کے ماتحت ہو جاتی ہے۔ پس اس کی اطاعت و فرماں برداری اس کے ذمہ ہو جاتی ہے۔

بعض عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ عبادت، تلاوت ذکر و وظیفہ میں تو اس کا مزاج چلتا ہے مگر شوہر کی اطاعت میں ان کو مزہ نہیں ملتا۔

جنت کے آٹھوں دروازے کس عورت کے لئے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خدا سے ڈرے (گناہ کے بارے میں ڈرے گناہ نہ کرے) اپنی عزت کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت و خدمت کرے اس کے لئے جنت

کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مجمع الزوائد: ٤/٣٠٦)

فائدہ: جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے۔ عموماً لوگ ایک دروازے سے داخل ہوں گے۔ بعض مرد اور بعض عورتیں ایسی ہوں گی جن کو اکراماً و اعزازاً آٹھوں دروازے سے داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔ خواہ جس دروازے سے داخل ہو جائے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جن میں یہ ۳/اوصاف ہوں گے وہ اس شرف سے نوازی جائیں گی۔ ① پرہیز گار یعنی تمام ناجائز اور شریعت کی منع کردہ چیزوں سے بچتی ہوں گی۔ گناہوں سے نفرت کرنے والی، پانچوں نماز کی پابند، عبادت گزار، خصوصاً صبح کی نماز کی پابند، زیوروں کا حساب سے زکوٰۃ نکالنے والی ہوں۔ لڑنے جھگڑنے تکلیف پہنچانے کا مزاج نہ ہو۔ ② شوہر کے علاوہ کسی پر نظر اور نگاہ نہ رکھنے والی ہو۔ بے پردہ پھرنے والی اجانب سے خلط و ملط کرنے والی نہ ہو۔ ③ شوہر کی ہر اس امر میں جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو اطاعت و فرماں برداری کرنے والی ہو، اس کی خدمت و اطاعت سے گریز اور بہانہ کرنے والی نہ ہو۔

شوہر کی بات ہر حالت میں ماننی خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ جبل احمر سے جبل اسود کی طرف جائے اور پھر جبل اسود سے جبل احمر کی طرف آئے (یعنی اس طرح بلاوجہ یہاں سے وہاں چکر لگاتی پھرے) تو اس کو ایسا کرنے کا حق ہے۔ (ابن ماجہ: ١٣٤، مشكوٰة: ٢٨٣، ترغيب: ٣/٥٦)

فائدہ: مطلب اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ اگر شوہر کسی کام کا حکم دے اور وہ عورت کی سمجھ میں نہ آئے بظاہر بیکار ولغو معلوم ہو یا مشکل کام ہو اور فائدہ کوئی خاص نہ معلوم ہو تب بھی اس وجہ سے کہ شوہر نے کہا ہے۔ اس کی بات مانے اور وہ کام کرے۔ ہوسکتا ہے کہ شوہر کو ضرورت ہو۔ شوہر اس کے مصالح اور مفاد کو جانتا ہو اور بیوی نہ جانتی ہو۔

ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے کہ اگر شوہر کسی مشکل کام یا مشقت ریز کام کا حکم دے یا عبث و بیکار کام کا حکم دے تب بھی اس سے انکار نہ کرے۔ (مرقات: ٤٧١)

شوہر کی خدمت واطاعت صدقہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عورتوں کا اپنے شوہروں کی خدمت صدقہ ہے۔ (كنز العمال: ١٦/١٦٩)

دیکھئے کتنی فضیلت ہے جس طرح مالداروں کو خدا کے راستہ میں مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اسی

طرح شوہر کی خدمت اور اطاعت میں صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

خدمت سے مراد ہر قسم کی خدمت ہے کھانے پینے کے نظم سے متعلق اور جسمانی راحت سے بھی متعلق۔ ہر قسم کی خدمت صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔

پس جو عورتیں شوہر کی خدمت پر خلوص سے توجہ نہیں کرتیں وہ بہت بڑی دولت سے اپنے کو محروم کر رہی ہیں۔

شوہر کے حق کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی خدمت جہاد کے برابر ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا اے اللہ کے رسول میں عورتوں کی جانب سے قاصد ہو کر آئی ہوں جہاد جسے اللہ پاک نے مردوں پر فرض کیا ہے۔ اس میں شریک ہوتے ہیں ثواب پاتے ہیں۔ شہید ہوتے ہیں تو رب کے نزدیک زندگی پاتے ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے (اکرام واعزاز سے نوازے جاتے ہیں) اور ہم ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں سو ہم لوگوں کو کیا ثواب ملے گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.......... جن عورتوں سے تمہاری ملاقات ہو تم ان تک میری بات پہنچا دو۔ شوہر کی خدمت ان کے حق کا اعتراف کرتے ہوئے جہاد کے برابر ہے۔ مگر تم میں سے ایسی عوتیں بہت کم ہیں۔

(مجمع الزوائد: ۳۰۸/٤)

شوہر کو خوش رکھنے کا اہتمام کرنے والی جنت میں

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا انتقال اس حالت میں ہو جائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی وخوش ہو تو وہ عورت جنت جائے گی۔

(بیهقی فی الشعب: ٤٢١/٦، ترغیب: ۳۳/۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ شوہر کی رضا اور خوشنودی عورت کے لئے جنت کا باعث ہے۔

لہٰذا شوہر کو ناراض رکھنا، بات بات پر اختلاف کرنا، اور جھگڑنا ان سے شکایت رکھنی یہ سب عورتوں کے حق میں جنت سے محرومی کا باعث ہے۔

بہت سی عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ شوہر بوڑھے ضعیف بیمار ہو جاتے ہیں تو عورت ان کی خدمت کی پرواہ نہیں کرتیں۔ ان کی راحت اور خدمت کا خیال نہیں کرتیں یہ بہت بری بات ہے شوہر کا مقام ہے گو وہ بیمار صاحب فراش معذور ومجبور ہو۔ اس وقت تو اور خدمت میں ثواب اور جنت کے اعمال میں ہے کہ ان کی خدمت جنت کا باعث اور اس سے بچنا اور اسے عار سمجھنا جہنم کا باعث ہے۔

وہ کون عورت جو شہید کے قریب درجہ پائے گی

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی اطاعت کرے اس کے حق کو ادا کرے اس کی اچھی باتوں کا ذکر کرے اپنے نفس اور اس کے مال میں خیانت سے پرہیز کرے۔ تو ایسی عورتوں کا جنت میں شہیدوں سے ایک درجہ صرف کم ہوگا۔ اگر شوہر بھی اس کا مؤمن اور بہتر اخلاق والا ہے تو یہ عورت اسے ملے گی ورنہ ایسی عورتوں کی شادی اللہ تعالیٰ شہیدوں سے کردے گا۔ (کنز العمال: ١٦/١٤٤)

اس حدیث پاک میں ۴ رصفت کے حامل عورتوں کا بڑا اونچا مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شہداء سے صرف ایک درجہ کم پائے گی۔ پہلی صفت یہ ہو کہ وہ شوہر کی اطاعت اور اس کا حق ادا کرے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ اس کی اچھائی اور احسان وغیرہ کا تذکرہ کرے۔ یعنی اس کی برائی اور شکایت نہ کرے کہ ہمارا خیال نہیں کرتا۔ ہم کو نہیں دیتا۔ ہم کو نوکرانی بنا رکھا ہے۔ ہم کو اچھا کپڑا، اچھا زیور نہیں دیتا۔ وغیرہ۔ شکایتی امور نہ بیان کرتی ہو۔ تیسری صفت نفس میں خیانت نہ کرتی ہو، یعنی اجنبی مردوں سے بے پردہ بلا جھجک خلط ملط نہ رکھتی ہو شوہر کے علاوہ سے نفسانی حظ حاصل نہ کرتی ہو، عفت اور پاکدامن ہو۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہو، بلا اجازت تصرف نہ کرتی ہو، چراتی نہ ہو، بلا بتائے خرچ نہ کرتی ہو، اس کے مال میں خرد برد نہ کرتی ہو۔ ان اوصاف کی حاملین عورت کا مقام اور مرتبہ شہداء کے بالکل قریب ہوگا۔ صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔

شوہر کی ناشکری پر خدا کی نگاہ کرم سے محرومی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک اس عورت کی طرف نگاہ نہیں فرماتے جو عورت اپنے شوہر کا شکر گذار نہیں حالانکہ وہ اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ (مجمع الزوائد: ٤/٣١٢)

فائدہ: شکر گذاری بہترین وصف ہے۔ اس سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ شوہر کی جانب سے جو بھی مل جائے اس پر شکر گذار رہے۔ اور سمجھے کہ یہی تقدیر میں ہے اور اپنی تقدیر پر راضی رہنے کا حکم ہے۔ جو عورت ناشکر گذار ہوتی ہے جس کی زبان پر یہ رہتا ہے کہ کیا دیا کب دیا۔ میرا کیا حق ادا کیا۔

تو ایسی صورت میں شوہر کے ساتھ اس کا نباہ نہیں ہوسکتا۔ دونوں کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم نہیں رہ سکتے۔ اور گھر جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اس لئے ایسی عادت سے روکا گیا ہے۔ اور اس کی وعید بیان کی گئی ہے کہ ناشکری کرنے کی صورت میں خدا کی نگاہ یعنی کرم کی نگاہ اس عورت کی طرف نہیں ہوتی پس عورتوں کو چاہئے کہ مرضی کے موافق نہ ملنے پر صبر کریں کہ صبر کی جزا جنت میں ملے گی۔

بہر صورت عورتوں کو شوہروں کی ناشکری سے منع فرماتے

اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ مسجد سے گذرے اور عورتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے سلام فرمایا اور فرمایا خبر دار تم لوگ محسنین کی ناشکری سے بچو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ کی پناہ۔ اے اللہ کے نبی! اللہ کی نعمتوں کی ناشکری سے پناہ۔ آپ نے فرمایا ہاں! ایک عرصہ تک تم شادی سے قبل پرورش پائی ہو۔ اور زندگی کا ایک زمانہ (والدین کے یہاں) گزارتی ہو۔ پھر اللہ پاک تمہاری شادی کرا دیتے ہیں اولاد ہوتی ہے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ پھر کسی بات پر غصہ اور ناراض ہوتی ہو تو خدا کی قسم کھا کر کہہ دیتی ہو۔ میں نے تم سے ایک منٹ بھی کوئی بھلائی نہیں پائی۔ یہ ہے خدا کی نعمت کی ناشکری۔ یہ ہے (شوہر اور والدین) احسان کرنے والے کی ناشکری۔ (اتحاف الخیرہ: ۵۳۱/۴)

فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ عورتوں کے پاس سے گذرے تو فرمایا السلام علیکم اے احسان کرنے والوں کی ناشکریاں کرنے والیوں تو عورتوں نے کہا اللہ کی پناہ! کہ ہم نعمت خداوند کی ناشکری کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی جب اپنے شوہروں سے غصہ ہوتی ہو تو کہہ دیتی ہو میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ (اتحاف الخیرہ: ۵۳۶/۴)

نہ نماز قبول ہوگی نہ کوئی نیکی اوپر خدا کے پاس جائے گی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ۳ رلوگوں کی نہ کوئی نماز قبول ہوتی ہے اور نہ کوئی نیکی اوپر چڑھتی ہے۔ ① بھاگے ہوئے غلام کی جب تک کہ اپنے مولیٰ کے پاس نہ آ جائے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دے دے ② عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو ③ مست شرابی تاوقتیکہ شراب کا اثر ختم نہ ہو جائے۔ (بیہقی فی الشعب: ۴۱۷/۷)

عورت کے لئے خدا کے بعد شوہر ہی ہے۔ حدیث پاک میں شوہر کا مقام بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اگر کسی کو سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو عورت کو شوہر کے سجدہ کا حکم ہوتا۔ ایک عورت سے فرمایا شوہر تمہارے لئے جنت ہے یا جہنم۔ کہ اس کے حق کو ادا کر کے جنت پا سکتی ہے۔ جس کا اتنا بڑا حق ہو بھلا اسے ناراض کیسے چھوڑا جا سکتا ہے۔ پھر خدا نے جسے رفیق حیات بنایا ہو۔ زندگی بھر کا ساتھی اور معاون بنایا ہو۔ دنیاوی اعتبار سے جس کے بغیر گذارہ نہیں اسے ناراض کیسے رکھا جا سکتا ہو۔ اس لئے اس کو راضی رکھنے کا حکم ہے۔ اور ناراض چھوڑے رہنے پر یہ وعید ہے کہ اس کی نیکیاں حتیٰ کہ نماز تک قبول نہ ہوگی۔

عورتوں کے لئے گھریلو کام کرنا جہاد کے ثواب کے برابر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتوں نے آپ ﷺ سے کہا اے اللہ کے رسول مرد تو جہاد کی فضیلت

لوٹ لے گئے۔ ہم عورتوں کے لئے بھی کوئی عمل ہے جس سے ہم جہاد کی فضیلت پاسکیں آپ نے فرمایا ہاں تمہارا گھریلو کام میں لگنا (اس میں مشقت کا برداشت کرنا) جہاد کے برابر ہے (مطالب عالیہ: ۳۹/۲، بیہقی: ۴۲۰)

فائدہ: خیال رہے کہ اندرون خانہ جتنے بھی امور میں خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا گھر کی صفائی سے ہو یا بچوں کی تربیت اور پرورش سے متعلق ہو۔ یا سامان کے نظم رکھنے اور حفاظت سے متعلق ہو۔ ان سب کی نگرانی اور دیکھ بھال بہتر طور پر کرنا اور رکھنا عورتوں کی ذمہ داری ہے۔ اس میں عورتوں کو جہاد کے برابر ثواب ہے۔ دیکھئے عورتوں کو کس قدر آسانی ہے کہ گھریلو کام کا ثواب جہاد کے برابر ملتا ہے۔ پس خوشحال گھرانے کی عورتوں کو چاہئے کہ وہ گھریلو کام سے دریغ نہ کریں۔

عورت کا گھریلو کام کرنا اس کا حق ہے

ابن ابی یعلی سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی چکی پینے کی وجہ سے جو ہاتھ میں تکلیف تھی اس کی شکایت آپ سے کررہی تھی، ان کو خبر ملی تھی کہ غلام آئے ہیں (سو کہنا چاہا کہ ہمیں ایک غلام دے دیجئے) مگر کہنے کا موقعہ نہیں ملا۔ حضرت عائشہ سے اس کا تذکرہ کیا آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے ذکر کیا...... آپ نے فرمایا جو تم نے سوال کیا ہے اس سے بہتر ایک عمل تم کو نہ بتادوں۔ جب تم دونوں سونے جاؤ تو ۳۳ ر مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ ر مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ ر مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہارے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری: ۹۲۵/۲)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں چکی سے آٹا پینے کا ذکر کیا اور اس سے جو ہاتھ میں تکلیف ہوئی یعنی نشانات پڑ گئے تھے اس کا ذکر کیا اس پر آپ نے حضرت علی کو بلا کر کچھ نہیں فرمایا کہ ایسا نا مشقت کام کیوں لیتے ہو اور نہ حضرت فاطمہ سے فرمایا کیوں پیستی ہو کہ دو ہاتھ میں گٹے پڑ گئے مجھ سے نہیں پیسا جاتا۔ آپ نے یہ سب کچھ نہیں کہا بلکہ ذکر الٰہی کی تعلیم فرمادی تا کہ خدائی نصرت ہو۔ پس اس سے شوہر بیوی کے درمیان گھریلو معاشرت کی چند مفید اور نفع بخش چیزیں معلوم ہوئیں۔

1. بیٹی اگر گھریلو کام کھانا پکانا، برتن دھونا، غرض کہ گھریلو کام سے متعلق شکایت کرے اور اپنی پریشانی ظاہر کرے تو والدین کو اس پر کوئی اعتراض اور ایکشن نہیں لینا چاہئے عورت کے ذمہ تو گھریلو خدمت اور کام ہے ہی آخر وہ گھر میں رہ کر کیا کام کرے گی۔ کام سے صحت بھی رہتی ہے اور خوشحالی اور برکت بھی۔
2. عورتوں کی ذمہ داری معلوم ہوئی گھریلو ماحول کے مطابق گھر کی خدمت کرے عورتوں کے لئے گھریلو خدمت کا ثواب جہاد کے مثل ہے۔
3. دنیاوی پریشانی میں ذکر اور دعا سے مدد حاصل کرنی چاہئے۔ ذکر سے دنیاوی پریشانی الجھن تھکن اور اس

کے پریشان کن نتائج سے حفاظت ہوتی ہے۔

④ عمومی تقسیم کے مال سے اپنے گھر اور قریبی رشتہ داروں میں فراوانی نہ کرے۔

⑤ اپنی اولاد کو تعیش اور راحت کے بجائے محنتی بنائے۔

⑥ جسمانی محنت کا کام عورتوں سے ضرور متعلق رہے تاکہ جسمانی نظام بہتر اور صحت رہے۔ کام کی مشغولیت نہ رہے گی فرصت رہے گی، تو ادھر ادھر کی لغو باتوں میں لگے گی۔

صالح اور نیک عورتوں کا عمل صالح ستر صدیقین کے برابر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن (صالح) عورت کا نیک عمل ستر صدیقین کے برابر ہے اور فاجرہ عورت کی بدعملی ہزار فاجروں کی بدعملی کی طرح ہے۔ (کشف الاستار: ۱۵۷/۲)

دیکھئے اس حدیث پاک میں نیک اور صالح عورتوں کا کتنا بڑا درجہ اور مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ صالح اور نیک عورت وہ ہے جو نماز روزہ پاکی ناپاکی پردہ کی پابند ہر قسم کی گناہوں سے بچنے والی ہو اور عبادت گذار ہو۔ تلاوت اور ذکر استغفار کرنے والی ہو۔ ٹی وی سنیما اور غیر مردوں سے پرہیز کرنے والی ہو، ایسی عورت کا ثواب ستر صدیقین اولیاء کے برابر ہے۔ سو نیک بن جاؤ۔ زیادہ سے زیادہ ثواب لوٹ لو۔

کون عورت کبھی جنت نہ جائے گی

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ر شخص جنت میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔ ① دیوث ② مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورت ③ دائمی شرابی ...... لوگوں نے کہا دائمی شرابی کو تو ہم جانتے ہیں (یعنی جو شراب کا عادی ہو) مگر دیوث کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ جسے کوئی پرواہ نہیں کہ اس کے پاس کون آرہا ہے۔ (یعنی ہر قسم کے اجنبی مرد اس کے پاس آتے ہو اور ان سے اس کا خلط ملط ہو)۔ (مجمع الزوائد: ۳۳۱/٤)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بڑی سخت وعید ان عورتوں کے حق میں بیان کیا گیا ہے جو عورتیں اجنبی مردوں کے پردے کا اہتمام نہیں کرتیں اجنبی مردوں کے ساتھ آزادانہ خلط ملط رکھتی ہیں ہر اوباش آزاد قسم کے مردوں کے ساتھ بلاجھجک بات چیت اور گفتگو ہنسی مذاق کرنے لگ جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ ایک دسترخوان پر ناشتہ اور کھانا وغیرہ کھانے لگ جاتی ہیں۔ ان کے ساتھ سیر و تفریح کو چلی جاتی ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ وہ عورتیں جو پردے کا اہتمام نہیں کرتی ہیں اجنبی مردوں کے ساتھ بے جھجک خلط ملط رکھتی ہیں ایسے مردوں کو گھروں میں آنے دیتی ہیں ان سے مربوط ہونے کے لئے چائے ناشتہ پیش کرتی ہیں ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتی پیتی ہیں ایسی عورت جنت نہ جائے گی اللہ اللہ کس قدر وعید ہے ایسی عورتوں کے لئے

شہروں کی عورتوں میں اسکول و کالج کی پڑھی لکھی عورتوں میں یہ بات آج کے دور میں پائی جاتی ہیں۔
مسلمان عورتوں کو پردے کا اہتمام کرنا چاہئے اور اجنبی مردوں سے سخت احتیاط کرنی چاہئے تاکہ کل جہنم انجام نہ ہو۔

بہترین خزانہ نیک وصالح عورتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو میں بہترین خزانہ نہ بتادوں وہ کیا ہے۔ وہ نیک صالح بیوی ہے۔ شوہر اسے دیکھے تو اسے خوش کردے۔ کچھ کہے تو اس کی اطاعت کرے۔ گھر میں نہ رہے تو اس کے گھر کی حفاظت کرے۔ (ابو داؤد: ۳۳۵، عشرۃ النساء: ۳۷۸)

فائدہ: واقعی عورت مثل خزانہ کے ہے جس طرح خزانے کے فوائد ہیں اسی طرح عورت کے بھی فوائد ہیں۔ جس طرح خزانہ کا صحیح مصرف نفع بخش ہوتا ہے اور غلط مصرف نقصان دہ ہوتا ہے اسی طرح عورت اگر اعتدال سے ہٹ جائے تو گھریلو زندگی میں نقص و پریشانی واقع ہوجاتی ہے۔

عورتوں سے قیامت میں دوسوال اولاً نماز ثانیاً شوہر کی خدمت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عورت سے سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہوگا۔ اس کے بعد شوہر کے متعلق کہ اس کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ (ابو الشیخ، کنز العمال: ۱۶/۳۹۹)

فائدہ: عورتوں کے لئے بھی دو بنیادی باتیں ہیں۔ حقوق خداوندی یعنی فرائض اور حقوق العباد یعنی شوہر کی رعایت، اور خدمت جس عورتوں نے ان دونوں کو بحسن خوبی ادا کیا جنت کی مستحق ہوں گی۔

شوہر کی خدمت واطاعت جہنم سے نجات کا باعث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار جہنم جہالت کرنے والوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ عورتیں (عموماً جہالت کرنے والی ہوتی ہیں) ہاں مگر یہ کہ جس نے اپنے شوہر کی اطاعت کی۔

(کنز العمال: ۱۶/۳۹۹)

کثیر بن مرہ کی حدیث میں ہے کہ عورتیں بہت جاہل ہیں۔ (شرعی امور سے ناواقف اور اس پر بہت کم عمل کرنے والی) ہاں مگر وہ جس نے برتن اور روشنی وغیرہ کا (یعنی گھر کی صحیح خدمت اور شوہر کی اطاعت کی) انتظام رکھا۔ (کنز العمال: ۳۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حق اللہ نماز وغیرہ کی رعایت کے ساتھ شوہر کی خدمت گھریلو انتظام کو بہتر رکھا اولاد کی صحیح تربیت کی تو ایسی عورت سعادت مند ہوگی، جہنم سے بچے گی۔ شریعت کی رعایت حرام اور ممنوعات سے بچتے ہوئے شوہر کی اطاعت کم عورتوں کو نصیب۔ شوہر کی رعایت ہے تو شریعت کی پابندی نہیں۔ بے پردگی،

بے حیائی بدعمل عام ہے۔ شریعت کے احکام سے ناواقف اسی وجہ سے بدعت رسم شرکت تک میں آسانی سے مبتلا ہوجاتی ہیں۔ دینی معلومات وسائل کا ذوق ان میں کم ہوتا ہے۔ نماز و روزہ کے مفسدات تک سے واقف نہیں ہوتیں اس لئے ان کی عبادتیں بھی ناقص رہتی ہیں۔ اسی کو اس حدیث پاک میں واضح کیا گیا ہے۔

قرب قیامت میں عورتیں نافرماں بردار ہوجائیں گی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے جوان فاسق ہوجائیں گے تمہاری عورتیں سرکش اور نافرماں بردار ہوجائیں گی۔ حضرات صحابہ نے کہا ایسا ہوگا اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً ایسا ہوگا۔ (رزین، عشرہ: ٤٤٦، مجمع: ٧/٢٨١)

فائدہ: یعنی عورتوں میں دینی امور اور صلاح کی باتوں کے قبول کرنے کا جذبہ ختم ہوجائے گا۔ چنانچہ آپ کی یہ پیشینگوئی پوری ہورہی ہے۔ عورتوں سے پردے اور گناہ کی باتوں سے بچنے کے لئے کہئے تو منہ پھیر لیتی ہیں۔ بازاروں میں پھرنے سے منع کیجئے تو قبول ہی نہیں کرتیں۔ اسلام کے باتوں کی رعایت کرتے ہوئے زندگی گزارنے کہئے تو برا معلوم ہوتا ہے صلاح تقویٰ کے خلاف فحاشی کے امور کی شائق ہوتی ہیں۔ اللہ کی پناہ! چند یوم کی عیش پھر سزا و مصیبت گرفت و مواخذہ کی زندگی کہاں عقل کی بات ہے۔

صالح اور نیک ومتقی مردوں سے پہلے جنت میں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت! تم میں سے نیک ہوں گی جنت میں نیک مردوں سے پہلے جنت جائیں گی۔ پس ان کو نہلا دھلا کر خوشبو لگا کر لال اور زرد گھوڑوں پر سوار کر کے (جنت کی جانب) شوہروں کے لئے بھیج دیا جائے گا۔ ان کے ساتھ ان کے چھوٹے بچے بھی ہوں گے۔ جو بکھرے موتیوں کی طرح ہوں گے۔ (کنز العمال: ٤١٣، ابو الشیخ)

وہ عورت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پہلے جنت جائے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھولوں گا۔ ہاں مگر یہ کہ ایک عورت کو میں دیکھوں گا کہ وہ مجھ سے بھی آگے جارہی ہوگی۔ (مجھ سے پہلے جنت جارہی ہوگی) میں اس سے پوچھوں گا کیا بات ہے تم کون ہو؟ (کہ مجھ سے جنت جانے میں آگے ہورہی ہو) وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں کہ شوہر کی وفات کے بعد یتیم بچہ کی پرورش کی وجہ سے شادی سے رکی رہی۔

(مجمع الزوائد: ٨/١٦٢، اتحاف السادة: ٥/٤٠٧، مسند ابو یعلی)

فائدہ: چونکہ اس نے یتیم بچے کی دیکھ بھال ونگرانی ومحبت کی وجہ سے جوانی کے حظ کو قربان کردیا اس کا یہ بدلہ ملے گا بشرطیکہ بے نمازی نہ ہو۔

شوہر کی ناشکری جہنم جانے کا باعث اور ذریعہ

شوہر کی ناشکری کی وجہ سے عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو بہت کثرت سے دیکھا۔ لوگوں نے کہا وہ کس وجہ سے اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا ناشکری کی وجہ سے۔ کہا گیا کیا خدا کی ناشکری کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا شوہر کی ناشکری کی وجہ سے۔ اور ان کے احسان فراموشی کی وجہ سے کہ تم پر سارا زمانہ احسان وہ کرتا رہے پھر تم ان سے کوئی نامناسب بات دیکھ لو (یعنی کچھ رنجش ہوجائے) تو کہہ دیتی ہو کہ میں نے تو اس سے پہلے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری: ۱/۱۴۴)

فائدہ: جس طرح حقیقی محسن خداوند قدوس کی ناشکری اور کفر دوزخ کا باعث ہے اسی طرح مجازی محسن شوہر کی ناشکری کی بھی یہ سزا۔ بعض عورتیں شوہر کا احسان نہیں مانتیں باوجود ان کی جانب سے مالی اور معاشی سہولتوں کے کہہ دیتی ہیں کہ کیا ملا اور کیا کیا یہ سب باتیں شریعت میں گرفت اور مواخذہ کی باتیں ہیں۔ عررتوں کے مزاج میں ناشکری کا مادہ رہتا ہے اسی کا اظہار جملوں سے ہوجاتا ہے۔

وہ کون عورت جو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغل میں رہیں گی

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور وہ پچکے ہوئے گالوں والی عورت جو بیوہ ہوگئی اور اپنے بچوں کو لے کر صبر کے ساتھ زندگی گذار لی۔ جنت میں اس طرح ساتھ رہیں گے جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں۔ (ادب مفرد: ۳۱، اتحاف السادۃ: ۵/۴۵۷)

فائدہ: چونکہ اس عورت نے زندگی کی عیش و راحت کو ایک بچی کی حسن تربیت کی وجہ سے قربان کردی اس لئے اسے یہ درجہ ملا۔ خیال رہے کہ یہ درجہ مؤمن صالح عورت کا ہے۔ فرض کے تارک کا بے پردہ فحاشی اور عریانیت اختیار کرنے والی عورت ابتدا اس شرف سے محروم رہے گی۔

شوہر کی عام اجازت سے عورتیں کسی کو ہدیہ اور بخشش کرسکتی ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت جب اپنے گھر سے کچھ (کھانا آٹا چاول وغیرہ) خیرات کرے جس میں کوئی فساد نہ ہو تو اس کو اس خیرات کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی کہ اس کا کمایا ہوا ہے۔ اور اس خادم و خادمہ کو بھی جس نے یہ کھانا بنایا (یا اس میں اس کی شرکت رہی) اور ایک دوسرے کے ثواب کو کم نہیں کیا جائے گا۔)۔ (مسلم: ۱/۳۲۹)

فائدہ: اس حدیث پاک میں عورتوں کے صدقہ خیرات کا جو وہ شوہر کے مال سے کرے ثواب کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً کسی کو سالن دے دیا کسی کو ناشتہ کرایا۔ اڑوس پڑوس کو کچھ بھجوادیا کسی بچے کے ہاتھ میں کچھ دے دیا۔ امام یا موذن کو بھیج دیا۔ سائل کو دے دیا۔ اگرچہ یہ مال شوہر کا ہے لیکن عورت کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔ اور

حدیث پاک میں جو ہے اس میں کوئی فساد نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔

❶ بہت زیادہ نہ دیا۔ اسراف نہ کیا، اس کے دینے سے گھر کے اخراجات میں شوہر کے کھانے میں کمی نہیں ہوئی شوہر کے لئے باعث اعتراض نہ ہوا۔

❷ شوہر کی مرضی اور اس کے خلاف نہ ہو۔ ماحول اور عرف جو چیزیں دینی اور جن چیزوں کا صدقہ خیرات کرنا رائج ہو اور جس میں یہ معلوم ہو کہ شوہر ناراض نہیں ہوگا۔ تب دینے میں ثواب ہے۔ مثلاً شوہر سخی مزاج ہے شوہر نے دیکھا اور کچھ نہ کہا، یا شوہر ان امور سے خوش ہوتا ہے اور اگر شوہر نے منع کر دیا ہو یا شوہر مزاجاً بخیل ہو تو پھر بغیر صریحی اوصاف اجازت کے درست نہیں چنانچہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ عورت کو ان امور میں شوہر کی رضامندی معلوم ہو تب جائز ہے۔ (شرح مسلم: ۳۳۰/۱)

خیال رہے کہ کسی سائل کو کچھ دے دینا اڑوس پڑوس میں پکا ہوا کچھ بھیج دینا۔ اس کی عام اجازت ہوتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

❸ ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دینا محض اللہ کے واسطے اور حسن تعلقات کی وجہ سے کسی غلط خلاف شرع تعلق کی بنیاد پر نہ ہو۔ اور نہ کسی فاسد کام وارادہ کی بنیاد پر نہ ہو۔ مثلاً کسی کام کے رشوت کے طور پر نہ ہو تب ثواب ہے۔ ورنہ گناہ ہوگا۔

عورتوں کو صدقہ خیرات کی خصوصی تاکید

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن مردوں میں وعظ ونصیحت فرمائی) پھر عورتوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور ان کو وعظ ونصیحت فرمائی۔ اور آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ صدقہ وخیرات کیا کرو۔ اس وجہ سے تم میں اکثر جہنم میں جلیں گی۔ پس عورتوں کے بیچ مجمع سے ایک عورت اٹھی جس کے پچکے ہوئے گال تھے۔ کہا ایسا کیوں اے اللہ کے رسول! آپ نے جواب دیا۔ اس لئے تم عورتیں شکایت بہت کرتی ہو۔ شوہر کی ناشکری بہت کرتی ہو، چنانچہ اس پر اپنے زیورات تک کا صدقہ کرنے لگیں۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں کان کے بندے، بالیاں اور اپنی انگوٹھیاں تک ڈالنے لگیں۔

(مسلم: ۲۹۰/۱)

فائدہ: عموماً مردوں کے مقابلہ میں عورتیں صدقہ وخیرات بہت کم کرتی ہیں۔ عبادت ذکر تسبیح تو کر لیتی ہیں مگر مال کا خیرات اس میں وہ کچھ حد تک بخیل ہوتی ہیں۔ پس اپنی آل اولاد سے یا ماں بہن سے آگے نہیں بڑھتیں۔ ادھر صدقہ کی کمی یا اس میں بخل ادھر نامناسب باتو کا وقوع جس کی وجہ سے نار دوزخ کا استحقاق۔

صدقہ وخیرات کو دوزخ سے بچنے میں بہت دخل اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وخیرات کی ترغیب دی

جس پر عورتوں نے عمل کر دکھایا اور اپنی زیورات تک صدقہ میں دے ڈالا۔ کیا آج کل کی عورتیں اس طرح زیورات کا صدقہ کرسکیں گی۔ جسے زیورات کی کثرت ہے وہ ناک کی ایک کیل بھی نہ دینے کا مزاج رکھتی ہیں۔ راہ خدا میں روپیہ دس روپیہ تک نہیں دیتی ہیں۔ اولاً ہند کی عورتوں کے پاس روپیہ نہیں رہتا ہے اور جن کو مالی سہولتیں کسی وجہ سے رہتی ہیں ان کے مزاج میں بھی بخل رہتا ہے۔ بہر حال عورتوں کی دیگر دینی کوتاہی کی تلافی صدقہ سے ہوسکتی ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ صدقہ خیرات میں کمی نہ کریں۔

عورتوں کو صدقہ خیرات اور کسی کو کھانا وغیرہ کھلانے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ جہنم سے بچاؤ حاصل کرو۔ خواہ کھجور کی گٹھلی ہی سے۔ (ترغیب: ۶/۲)

حضرت زینب سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرماتے ہوئے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ وخیرات کیا کرو خواہ (مال نہ ہونے پر) اپنے زیورات سے ہی۔ قیامت کے دن اکثر جہنم میں تم لوگ جانے والی ہوگی۔ (بخاری: ۱۹۸، ترمذی: ۱۳۸)

حضرت اُمّ بجید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول مسکین میرے دروازے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور میں ان کو دینے کے لئے کچھ نہیں پاتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جلے کھر کے علاوہ کچھ نہ پاؤ تو وہی اس کے ہاتھ میں دے دو۔ (ترغیب: ۲۳/۲)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا خرچ کرتی رہو، دیتی رہو، نوازتی رہو، اور گن کر مت ورنہ اللہ بھی گن کر دیں گے۔ اور روک کر مت رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے روک کر رکھیں گے۔ (مسلم: ۳۳۱/۱، ترغیب: ۵۱)

فَائِدَہ: اپنی رقم سے کھلائیں یا شوہر ہی کی کمائی سے کھلائیں تب بھی محنت کی وجہ سے ان کو ثواب ملے گا۔

آپ نے صدقہ کی ترغیب دی خواہ معمولی ہی سہی کہ نار دوزخ سے بچنے میں اس کو بہت دخل ہے۔ مزید آپ نے فرمایا کہ راہ خدا میں دو تو وسعت اور فراخی دل کے ساتھ دو گن گن کر سوچ کر مت دو۔ کوئی ضائع تھوڑے ہی ہو رہا ہے۔ بلکہ اس کا بدل ملے گا۔ اور کئی گنا بڑھا کر ملے گا۔

جانوروں کی خدمت سے فاحشہ عورت کی مغفرت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فاحشہ عورت نے شدید گرمی کے دنوں میں ایک کتے کو دیکھا جو کنوئیں کے چاروں طرف چکر لگا رہا تھا۔ اور شدت پیاس سے اس نے اپنی زبان نکال رکھی تھی۔ پس اس نے اپنا موزہ نکالا (اور اسے کنوئیں میں ڈالا اور اس سے پانی نکال کر اس نے کتے کو پلایا)

پس اس سے اس کی مغفرت ہوگئی۔ (مسلم: ۲۳۷، بخاری: ۱/ ۴٦٧)

فائدہ: جانور وہ بھی کتے کو پانی پلانے سے ایک فاحشہ عورت کی مغفرت ہوگئی تو ایک مؤمن اور مسلمان عورت کی بدرجہ اولیٰ مغفرت ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہر ذی روح کی رعایت اور اس کی خدمت میں ثواب ہے۔ لہٰذا گھر میں مرغی، بکری، گائے، بھینس وغیرہ پالے تو ان جانوروں کی خدمت کرے ان کے کھانے پینے کا بہتر انتظام رکھے۔ بیمار ہو تو نگرانی رکھے۔ سردی گرمی سے بچائے۔ ان امور میں دنیاوی فائدے کے علاوہ ثواب بھی ہے۔ جانور پال کر اسے بھوکا نہ مارے کہ اس کا سخت برا انجام ہے۔

جانوروں کو بھوکے مارنے سے عورت جہنم میں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو اس میں بیشتر فقراء کو دیکھا۔ اور جہنم کو جھانکا تو اس میں زیادہ عورتوں کو دیکھا۔ اور اس میں ۳؍ کو عذاب کی حالت میں دیکھا۔ قبیلہ حمیر کی ایک لمبی عورت کو دیکھا جس نے بلّی کو باندھ کر رکھا اور اسے کھانا پانی نہ دیا۔ اور نہ اسے چھوڑا کہ زمین کی گری پڑی چیز ہی کھالیتی۔ وہ اس کے آگے اور پیچھے کے راستہ کو نوچ رہی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب وہ عورت آگے بڑھی تب وہ بلّی اسے نوچتی اور جب پیچھے ہٹتی تب وہ بلّی اسے نوچتی۔

(ابن حبان، عشرہ: ۵۷۲)

حضرت اسماء بنت ابی بکر کی طویل روایت کسوف کے ذیل میں ہے کہ (میں نے جہنم میں) ایک عورت کو دیکھا جسے بلّی نوچ رہی تھی (اور وہ بچا نہیں پائی تھی) میں نے پوچھا کیوں یہ بات ہے۔ کہا اس نے ایک بلّی کو باندھ رکھا تھا وہ بھوک سے مرگئی۔ نہ تو اسے کھلاتی ہی تھی اور نہ چھوڑتی تھی کہ وہ خود کھائے۔

(بخاری: ۱/ ۱۰۳، مسلم: ۲/ ۳۲۸)

فائدہ: دیکھئے جانور پالا اور اس کے کھانے پینے کا انتظام نہ کیا جس کے سبب جہنم کا مزہ بھگتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی جانور پالے تو اس کی خدمت کرے، کھانے پینے کا نظم رکھے خواہ چرا کر، یا گھر میں کھلا کر، بعض لوگ جانور تو پالتے ہیں مگر اس کے حق ادا نہیں کرتے۔ بھوکے مار کر اسے دبلا کر دیتے ہیں بیمار ہو جائے تو علاج وخدمت نہیں کرتے سو اس کا سخت گناہ ہے۔ جیسا کہ آپ نے اس حدیث میں دیکھا۔

کسی عورت پر لعنت؟ کس عمل سے وہ ملعون؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت جو صرف ہاں ہاں کرے شوہر اسے اپنے پاس بلا رہا ہو۔ اور وہ ہاں آرہی ہوں آرہی ہوں کہتی رہے یہاں تک کہ اسے نیند آجائے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کو شوہر اپنی خواہش سے بلائے اور

انکار (و بہانہ) کرکے رات گذار دے اور شوہر اس سے غصہ ہو جائے تو حضرات ملائکہ اس پر لعنت صبح تک کرتے رہتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۹/٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی لعنت ہو مسغلہ عورت پر کہ شوہر اس سے ارادہ کرے تو وہ کہہ دے کہ میں حائضہ ہوں۔ (کنز العمال: ۳۸۵/۱٦)

فائدہ: چونکہ مرد کا ایک حق نکاح کی وجہ سے متعلق ہوگیا ہے اسی وجہ سے اس کی کوتاہی پر یہ ملامت ہے۔

نیک صالح خدمت گار بیوی کا مل جانا مرد کی سعادت کی بات

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۴/امور کا ملنا انسان کی سعادت اور نیک بختی میں سے ہے۔ بیوی موافق مزاج ہو، اولاد صالح اور نیک ہوں، بھائی نیک اچھے ہوں، اور رزق و معاش کا حساب اس کے شہر و علاقے میں ہو۔ (اتحاف الخیرہ: ٤٥٧)

اسماعیل بن محمد کی روایت ان کے دادا سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳/امور انسان کی خوش نصیبی اور سعادت مندی میں سے ہے۔ صالح و نیک بیوی، اچھی سواری، کشادہ گھر۔ (اتحاف الخیرہ: ٤٥٥/۳)

فائدہ: یقیناً صالح اور نیک بیوی دنیا کی جنت ہے۔ پھر اگر صلاح و تقویٰ ہو تو آخرت کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

کون سی عورت برکت اور سعادت والی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی سعادت مندی میں سے یہ بات ہے کہ اس (کی شادی) کا معاملہ آسان ہو۔ اور مہر کم ہو۔ (اتحاف الخیرہ: ٤٦١/٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بابرکت عورت وہ ہے جس سے نکاح آسان ہو جھمیلا اور جھنجھٹ نہ ہو) مہر کم ہو۔ اور سہولت سے اولاد ہو جائے۔ (اتحاف الخیرہ: ٤٦١/٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ برکت والی وہ عورت ہے جس کی شادی میں سب سے کم خرچہ آئے۔ (اتحاف الخیرہ: ٤٦٠/٤)

فائدہ: دیکھئے آپ نے کیسی بات فرمائی کی برکت والی وہ عورت ہے جس کی شادی میں کم خرچہ آئے۔ آج کے اس دور میں دیکھ لیجئے کس قدر شادی میں خرچہ ہوتا ہے۔ وہ بھی بے جا اسراف، جس میں ثواب کے بجائے الٹے گناہ ملتا ہے۔ آدمی نام و نمود و شہرت کی وجہ سے ناک اونچی کرنے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ خرچ کرتا ہے اور برکت کو کھو بیٹھتا ہے۔

افسوس نبی نے جس کی تعلیم دی تھی جس پر تنبیہ کی تھی امت نے اسی کو یکسر بھلا دیا اور چھوڑ دیا۔ اور غیروں

کے طرز کو طریقہ انبیاء کے خلاف تھا اختیار کرلیا۔

صالح اور نیک عورت وہ ہے جو شوہر کی دین اور دنیا میں مدد کرے

آپ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا اے معاذ لوگوں کی کمائی میں سب سے خیر اور بہتر یہ ہے کہ اسے شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور ایسی نیک بیوی ملی ہو جو اس کے دین میں اور دنیا میں دونوں میں مدد کرنے والی ہو۔ (مجمع الزوائد: ۲۷۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے دین اور عبادت کے امور میں اس کو سہولت پہنچانے والی ہو ایسی سہولت دی ہو کہ مرد اچھی طرح عبادت و تلاوت کا موقعہ پائے۔ مثلاً ٹھنڈک کے زمانہ میں غسل و وضو کا پانی وقت پر گرم کردیتی ہو۔ اسی طرح صدقہ و خیرات کرتا ہو تو اس پر اسے روکتی نہ ہو بلکہ آخرت کے ثواب کے پیش نظر ترغیب دینے والی ہو۔

مریض ہو جائے تو اس کی خدمت کرنے والی ہو طہارت وغیرہ کا خیال کرنے والی ہو جس سے وہ سہولت کے ساتھ عبادت کرے۔ ایسی عورت سعادت مند ہے۔

اس عورت پر دعاء رحمت جو شوہر کو نماز کے لئے جگائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا رحمت ہو اس عورت پر جو رات کو (شوہر سے پہلے) اٹھ جائے نماز تہجد پڑھے اپنے شوہر کو جگائے وہ بھی نماز پڑھے اگر نہ اٹھے تو اسے پانی کا چھینٹا چہرے پر مارے۔ (کنز العمال: ۱٦/۴۰۷، بیہقی، ابن حبان)

شوہر بیوی مل کر تہجد کی نماز پڑھیں تو دونوں کی مغفرت

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو (رات کو) اٹھے، پھر اپنی عورت کو اٹھائے، اگر نیند نہ لوٹے تو اس کے چہرے پر پانی مارے، پھر اپنے کمرے میں اٹھ کھڑے ہو کر رات کو تھوڑی دیر خدا کو یاد کریں (نماز اور ذکر میں لگ جائیں) تو ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

(طبرانی کبیر، عشرہ: ۵۱۱)

فائدہ: کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ دونوں مل کر عبادت کریں۔ دونوں متقی عبادت گزار ہوں پس جس طرح دنیا میں ایک ساتھ ہیں جنت میں بھی ایک ساتھ رہیں گے۔

عورتوں کو صدقہ خیرات کی سخت تاکید و ترغیب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب نے کہا آپ ﷺ نے ہم عورتوں کو وعظ فرمایا اور (صدقہ خیرات کی تاکید کرتے ہوئے) فرمایا صدقہ خیرات کیا کرو۔ خواہ اپنے زیور سے ہی سہی، اس لئے کہ

قیامت کے دن زیادہ تر جہنم میں جانے والی عورتیں ہوں گی۔ (بخاری: ۱۹۸، مشکوٰۃ: ۱۵۹)

فائدہ: کثرت سے احادیث میں عورتوں کو صدقہ کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اور نار دوزخ سے بچنے کے لئے اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ عموماً عورتوں کا مزاج صدقہ خیرات کا نہیں ہوتا۔ خصوصاً ہمارے دیار میں تو اور بھی کم ہے اس کا ایک سبب صدقہ خیرات کے ثواب سے واقف نہ ہونا ہے دوسرا سبب عموماً مزاج میں بخل ہوتا ہے۔ تیسرا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ عموماً ہندوستان کی عورتوں کے پاس اپنا روپیہ کم ہوتا ہے شوہر کے اختیار میں سب کچھ ہوتا ہے وہ اس کی تمام ضرورتیں پوری تو کرتا ہے مگر اسے مال جسے وہ اپنے اختیار سے مالکانہ طور پر خرچ کرے، کم یا نہیں دیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب اس کے پاس روپیہ پیسہ رہے گا ہی نہیں تو خرچ کہاں سے کرے گی۔ جو مال ہوتا ہے وہ شوہر کی امانت ہوتی ہے۔

پس مردوں کو چاہئے کہ ہر ماہ یا موقعہ بہ موقعہ عورتوں کو کچھ روپیہ پیسہ دے دیا کریں اور یہ کہہ دیا کریں کہ یہ تمہارا ہے اپنے اختیار سے جس طرح اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔ اسی مال سے چاہئے کہ عورتیں کچھ صدقہ خیرات حسب موقعہ کر دیا کریں۔ اگر عورتیں نہ کرتی ہوں تو مردان کو ترغیب دیں تاکہ کچھ نہ کچھ خرچ کرنے کی عادت ہو۔ اور صدقہ وخیرات کی بیش بہا فضیلت کو بھی وہ حاصل کر سکیں۔

ننانویں عورتوں میں سے ایک عورت جنت جائے گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ۹۹؍عورتوں میں ایک عورت جنت جائے گی باقی جہنم۔

فائدہ: اللہ اللہ! خدا کی پناہ! کس قدر عورتیں جہنم میں جائیں گی بڑی عبرت کی بات ہے۔ اس کی معقول وجہ یہ ہے کہ سیدھی سادھی، کمزور عقل، شریعت کے امور میں مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے اور یہ کہ دینی جہالت زائد رہتی ہے۔ شیطان کے دام وجال اور اس کے مکر وفریب میں جلدی اور زیادہ پھنس جاتی ہیں، نفس کے مزے اور حظ میں گرفتار ہو کر گناہ میں مبتلا رہتی ہے۔ گناہ کا احساس نہیں ہوتا۔ اس لئے توبہ اور استغفار بھی سچے دل سے نہیں کر پاتیں۔ عموماً نیکیوں کے مقابلہ میں گناہ کی بات زیادہ صادر ہوتی ہیں۔ رسم و رواج، بدعت واہیات میں زیادہ مبتلا رہتی ہیں۔ تقویٰ اور خوف خدا کم ہوتا ہے۔ زبان کی گناہ، پردگی کی گناہ میں اکثر و بیشتر مبتلا رہتی ہیں۔ ذکر وتلاوت دعا واستغفار کا مزاج بہت کم ہوتا ہے۔ لڑائی جھگڑا کینہ کپٹ بغض حسد ان میں زائد ہوتا ہے۔ کسی صحیح عالم سے رجوع کرنے یا معتبر دینی کتابوں کو دیکھ کر عمل کرنے کے بجائے جاہل عورتوں کی باتوں پر عمل کرنے لگ جاتی ہیں۔ مزاروں پر جانا اور شرکیہ افعال کا صدور بھی ان سے بکثرت ہوتا ہے۔ بسا اوقات پاکی ناپاکی کا اہتمام بھی نہیں کر پاتیں۔

زیور قابل زکوٰۃ ہونے کے باوجود زکوٰۃ میں اور اسی طرح صاحب نصاب ہونے کے باوجود قربانی میں

کوتاہی کرتی ہیں۔ غرض اس کے علاوہ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو مردوں کے مقابلہ ان میں زائد ہیں۔ جس کی وجہ سے جہنم میں وہ کثرت سے ہوں گی۔ مزید تفصیل اور عورتوں کی اصلاحی باتوں کے لئے ہماری کتاب ’’جنتی عورت‘‘ دیکھئے۔ جو عورتوں کی اصلاحی امور سے متعلق بہت ہی اہم اور جامع کتاب ہے۔

عورتیں جہنم میں جانے سے کیسے بچیں گی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (عید کے دن عید کی نماز کے بعد) عورتوں کے مجمع میں تشریف لائے اور ان کو وعظ نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا صدقہ خیرات کیا کرو اس لئے کہ تم جہنم میں زائد جلنے والی ہو۔ عورتوں کے بیچ میں ایک کمزور ضعیف عورت اس کے گال پچکے ہوئے تھے اس نے کہا، اے اللہ کے رسول یہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم عورتیں شکایت بہت کرتی ہو اور شوہروں کی ناشکری بہت کرتی ہو۔ پس عورتیں اپنے زیوروں کو اتار کر صدقہ کرنے لگیں اور حضرت بلال کے کپڑے میں کان کے بندے اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔ (مسلم: ۱/۲۹۰)

فائدہ: دیکھئے اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے گناہ کی تلافی زیادہ امور جس سے جہنم اور دوزخ کا استحقاق ہوجاتا ہے۔ صدقہ خیرات سے ہوسکتی ہیں۔

ہر ایک عمل کی خاصیت ہوتی ہے۔ صدقہ خیرات کی خاصیت جہنم سے نجات اور خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خصوصیت کے ساتھ تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ خیرات کیا کرو خواہ ایک کھجور کی گٹھلی سہی کہ دوزخ کی آگ سے بچ سکو۔ ایک حدیث میں صدقہ جہنم سے حجاب ہے۔ ایک حدیث میں ہے صدقہ جہنم سے چھٹکارا ہے۔

ہمارے ماحول و دیار میں عورتوں کا مزاج بالکل صدقہ خیرات کا نہیں ہے۔ شیطان کہاں چاہتا ہے کہ عورتیں جہنم سے چھٹکارا پائے۔

عورتوں کو چاہئے کہ جس مقدار بھی ان کے پاس مال ہو اس میں سے کچھ صدقہ خیرات کرتی رہا کریں۔ روپیہ دو روپیہ جو آسانی سے ہوسکے نکالتی رہیں۔ تاکہ کل نار دوزخ سے چھٹکارا پاسکیں۔

عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کی ایک خاص وجہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عورتوں کو جہنم میں زاید دیکھا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس وجہ سے۔ آپ نے فرمایا ناشکری کی وجہ سے۔ پوچھا گیا۔ خدا کی ناشکری کی وجہ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شوہر کی ناشکری کی وجہ سے۔ ان کے احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ کہ تم پوری زندگی احسان کرتی رہو۔ پھر تم سے کوئی ناراضگی والی بات ہوجائے تو کہہ دیں گی میں نے اسے کبھی بھلائی نہیں

دیکھی۔ (بخاری: ۲/۷۸۳)

متعدد احادیث و روایت میں وارد ہے کہ آپ نے جہنم کو دیکھا تو عورتوں کو بہت زائد پایا۔ بعض روایات میں ہے کہ میں نے جہنم دیکھا تو اس میں اکثر امراء اور زیادہ تر عورتوں کو پایا۔ آپ نے اس کا سبب خود بیان کیا۔ شوہر کی اکثر عورتیں ناشکری کرتی ہیں۔ شوہر کے احسان کو ذرا سی بات پر بھول جاتی ہے۔ ناشکری اور احسان فراموشی کا مادہ ان میں زائد ہوتا ہے۔

عورتوں کو چاہئے کہ ان احادیث کو غور سے پڑھیں اور جس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ اس سے اثر لیں۔

مردوں کے مقابلے میں عورتیں جہنم میں زائد ہوں گی

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں رہنے والی عورتیں بہت کم ہوں گی۔ یعنی عورتیں جہنم میں زائد ہوں گی۔ (مسلم: ۳۵۲، بخاری: ۷۸۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اکثر فقراء غریب لوگوں کو پایا۔ اور جہنم میں دیکھا تو اکثر زیادہ عورتوں کو دیکھا۔ (مسلم: ۲/۲۵۲)

فائدہ: کثرت سے احادیث پاک میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہنم کو دیکھا یا دکھایا گیا تو آپ نے جہنم میں عورتوں کو زائد پایا۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں جہنم میں زائد نظر آئیں۔ ایسا کیوں؟ حدیث پاک میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اس کی وجہ منقول ہے۔ عموماً ان کی زبان کی بے احتیاطی ہے۔ لعن طعن کرنا، کوسنا، زہر آلود، تیر مار گفتگو کرنا، لڑنے جھگڑنے کا مزاج زائد ہونا۔

خدا کی، شوہر کی ناشکری کرنا، بے پردگی اور عریانیت اختیار کرنا، بے پردہ گھر سے باہر نکل جانا۔ شوہر تک سے بدزبانی کر بیٹھنا، ماضی میں شوہر کی جانب سے کھانے، کپڑے، دیگر خواہش امور میں کتنی ہی رعایت کیوں نہ کی گئی ہو۔ کبھی کوئی کمی ہو جائے۔ معمولی اختلاف ہو جائے۔ تو صاف کہہ دیتی ہیں کیا دیا۔ کبھی چین وسکھ کی زندگی کو نہیں پایا۔ جب سے اس گھر میں آئی آرام وراحت نہیں پائی۔ وغیرہ وغیرہ۔ شوہر جس سے کھانے پینے رہنے اور لباس کی سہولت ملی اس کو تک نہیں چھوڑتی۔ شوہر ذرا سیدھا سادھا ہو یا ذرا کمزور پڑتا ہو تب بعض عورتیں ان کی بے ادبی کرتی ہیں۔ خدمت کا حق ادا نہیں کرتی ہیں۔ یہ سب وجہیں ہیں بکثرت جہنم میں جانے کی۔ اللہ اپنے کرم سے حفاظت فرمائے۔

عورتیں جہنم میں مردوں سے زائد کیوں ہوں گی؟

حضرت اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی جانب نکلے۔ جو ایک جانب مسجد میں تھیں۔ میں بھی ان میں تھی۔ آپ نے عورتوں کی آواز کو سنا۔ تو آپ نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت۔ تم جہنم میں بہت

جاؤ گی۔ میں آپ سے بات کرنے میں بہت بے باک تھی میں نے آپ کو پکارا۔ اے اللہ کے رسول ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا جب تم پاتی ہو تو شکر نہیں کرتیں۔ مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہوتی ہو تو صبر نہیں کرتیں۔ اور جب رک جاتا ہے (نہیں ملتا یا کم ملتا ہے) تو شکایت کرتی ہو۔ اور جس کا احسان ہوتا ہے اس کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے کہا احسان کرنے والے کی ناشکری کیسے؟ فرمایا شوہر کے پاس رہتی ہو۔ یہاں تک کہ اس سے دو تین اولاد ہو جاتی ہے۔ پھر بھی کہتی ہو میں نے اس میں کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ اگر بھلائی نہیں دیکھی تو اتنے دنوں رہی کیسے؟ اولاد کیسے ہوئی۔ (مجمع الزوائد: ۳۱٤)

فائدہ: چونکہ ان کا نفس کمزور اور ضعیف ہوتا ہے اس لئے وہ شیطانی باتوں کو جلدی قبول کر لیتی ہیں اور احسان کو بھول کر ناشکری کی باتیں کرنے لگ جاتی ہیں۔ سو ایسا نہیں کرنا چاہئے کسی بھی درجہ کا شوہر ہو اگر وہ اس کا نان نفقہ ادا کرتا ہو تو وہ اس کا محسن ہے عورت کی عفت اسی سے وابستہ ہے۔

عورتوں کے لئے امارت دنیاوی عہدہ جائز نہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ملی کہ فارسیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو تخت شاہی پر بٹھایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنا حاکم عورت کو بنایا۔

(ترمذی: ٥٢، بخاری: ٦٣٧)

اس حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو کسی قومی، ملی کی سربراہی یا بڑی ذمہ داری مثلاً حاکم، قاضی، صدر، ٹیچر، پرنسپل، اور تمام عہدے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے گھریلو نظام اور بچوں کی پرورش و تربیت اور شوہر کی خدمت اور اس کے گھریلو نظام میں تعاون کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ ادھر دوسری جانب، عورت پردہ، اس کی آواز پردہ، اجانب سے خلط ملط اور اس کے درمیان بیٹھنا ممنوع۔ تنہائی میں غیر مرد سے مجالست اور بات چیت ممنوع، اور ان امور میں مردوں سے پردہ اور احتیاط کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ ہر قسم کے مردوں سے ملنا، اٹھنا بیٹھنا پڑے گا۔ جو عورت کی عفت اور پاکدامنی کے خلاف ہے۔ اس لئے شریعت میں ایسے عہدوں سے اور ایسی ملازمت سے منع کیا گیا ہے۔

غیر مسلم عورتوں کا دیکھا دیکھی مسلمان عورتیں بھی ملازمت اور بے پردگی کے ساتھ اور اجانب کے خلط ملط ہنسی گفتگو کے ساتھ دفتری کام کرتی ہیں۔ مردوں کی دعوت اور اس کی پارٹیوں میں شریک ہوتی ہیں۔ یہ سب قانون مذہب اسلام کے خلاف ہے۔ آخرت میں سخت گرفت اور پکڑ کی بات ہے۔

غیر اور اجنبی مرد کو دیکھنا اور تاکنا جھانکنا بھی منع ہے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میمونہ بنت الحارث بھی تھیں۔ ابن

اُمّ مکتوم صحابی بھی آ گئے۔ اور یہ واقعہ پردے کے حکم کے بعد کا ہے۔ آپ تشریف لائے اور ہم دونوں سے فرمایا ان سے پردہ کرو۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول کیا وہ نابینا نہیں۔ وہ ہمیں نہیں دیکھتے تو آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو۔ کیا تم ان کو نہیں دیکھ سکتی ہو۔ (ابو داؤد: ۲/ ۵٦۸)

فَائِدَہ: دیکھئے آپ ﷺ نے عورتوں کی نظر اجنبی مرد پر پڑنے اور دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ گو مرد نہ دیکھ سکتا ہو۔ خیال رہے کہ جس طرح مردوں کو اجنبی عورتوں کے دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح عورتوں پر بھی پردہ ہے کہ غیر اور اجنبی عورتوں کو نہ دیکھیں اور نہ تانکیں۔ عورتوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ مردوں پر پردہ ہے۔ عورتوں کو مردوں کے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ غلط بات ہے۔ اس حدیث پاک سے اس کی تردید ہو رہی ہے۔ اور اس کی ممانعت ہو رہی ہے۔ عورتیں اس میں بالکل احتیاط نہیں کرتیں۔ سمجھتی ہیں کہ ہمارے لئے مردوں کو تاکنے اور جھانکنے کی اجازت ہے۔ سو یہ جہالت ہے۔

دیور سے بے پردگی اور ہنسی مذاق حرام ہے

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو۔ تو ایک انصاری شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول! اور دیور (یعنی کیا یہ بھی اپنی بھابھی کے پاس نہ جائے) اس کے بارے میں کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا وہ تو موت ہے۔ (یعنی عفت یا ایمان کے اعتبار سے)۔ (بخاری: ۲/ ۷۸۷)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں دیور کو موت کہا گیا ہے۔ یعنی بھابھی کے لئے موت جس طرح موت ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اسی طرح بھابھی کے لئے دیور، یا دیور کے لئے بھابھی ہلاکت۔ دوزخ و جہنم کا باعث ہے۔ شرح بخاری میں ہے کہ جس طرح موت اور ہلاکت سے آدمی بچتا ہے اسی طرح دیور کو بھابھی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اصل میں بھائی کی بیوی ہونے کی وجہ سے نفس اور شیطان یہاں بہت دخیل ہو جاتا ہے۔ ہنسی مذاق بے حیائی بے شرمی کی باتیں۔ اکیلے اور تنہائی میں اس کے پاس بیٹھ جانا وغیرہ ہو جاتی ہیں جو شرعاً ناجائز ہے۔

عرف اور ماحول میں ان دونوں کے درمیان پردہ نہیں۔ یہ جہالت ہے۔ دیور بھابھی کے درمیان ہنسی مذاق بے تکلفی بلکہ بے حیائی تک کی باتوں کے کرنے کا ماحول ہے۔ یہ سب حرام اور ناجائز ہے۔ یہ غیر مسلموں کے ماحول سے پیدا ہوا ہے۔ ہماری شریعت میں یہ نہیں ہے عورتوں کو چاہئے کہ وہ دیور سے پردہ کریں۔ ہنسی مذاق تو دور کی بات بلا ضرورت بات بھی نہ کریں۔ مردوں کو بھی چاہئے کہ بھابھی سے پردہ کریں۔ ان سے ہرگز ہنسی مذاق نہ کریں۔ نہ اکیلے کمرے میں بھائی کی غیر موجودگی میں باتیں کریں۔

بیوی بچوں کو تربیت میں آزاد نہ چھوڑے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو گھر میں کوڑے لٹکائے رکھے جس سے وہ گھر والے کو ادب دے۔ (کنز العمال: ۳۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے طور پر کوڑے (چھڑی) کو لٹکا کر رکھو جسے گھر والے دیکھیں۔ (کنز العمال: ۱۱)

فائدہ: بچوں کی دینی اور اخلاقی تربیت والدین پر فرض ہے۔

عموماً بچے آزاد اور ناکارا والدین کی ڈھیلی اور بے پرواہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ غلطی پر اس کی تنبیہ نہیں کرتے۔

والدین پر خصوصاً والد پر لازم ہے کہ اسے دینی تعلیم دے۔ خدا رسول کی معرفت اسے حاصل کرائے۔ نماز روزہ کی تعلیم دے اس پر پابندی کرائے۔ اس کے اخلاق پر نگرانی کرے۔ بری عادتوں بری حرکتوں سے بچائے۔ آزاد دین سے لاپرواہ فساق فجار والدین کے نافرمانوں کی صحبت اور اس کے ساتھ رہنے سے بچائے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا اس کی دینی تربیت اور اخلاق کی نگرانی نہ کرے گا تو پھر اس کا خمیازہ والدین ہی کو بھگتنا پڑے گا پھر اس وقت افسوس کرنے سے فائدہ نہ پہنچے گا۔

عورتیں گھریلو امور میں اور بچوں کی نگرانی و تربیت میں حاکمہ ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے تم میں سے ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اچھا رعایا کا اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا اور آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے۔ عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے۔ خادم و نوکر اپنے آقا کے مال میں نگہبان ہے۔ (ادب مفرد: ۱۴۴، بخاری: ۲/۷۸۳)

اس حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کی ذمہ داری بیان کی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کا نگراں ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں کی نگرانی کے حقوق ادا نہ کرے گا تو مواخذہ ہوگا۔ اس وجہ سے کہ ہر ذمہ دار اپنے ماتحتوں پر کچھ نہ کچھ تو اختیار رکھتا ہی ہے بس اسے چاہئے کہ گڑبڑی پر کنٹرول رکھے اور ماتحتوں کی غلطیوں پر اسے تنبیہ کرے۔ اور بس حتی الوسعت اصلاح کرتا رہے۔

بس امیر سے رعایا کے بارے میں، والدین سے اس کی اولاد کے بارے میں شوہر سے اس کی بیوی کے بارے میں جو دینی یا دنیاوی اور اخلاقی غلطیاں ہوں گی اور وہ باقی رہیں گی تو ان سے سوال اور مواخذہ کیا جائے گا اور سزا میں ان کو بھی سبب بننے کی وجہ سے اور تنبیہ میں کوتاہی کی وجہ سے شریک کیا جائے گا۔

از راہ محبت و عشق شوہر کا دھیان رکھنا اور نہ ہونے پر تلاش کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کسی ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر سے گم پایا میں نے تلاش کیا (چونکہ اندھیرا تھا) تو میرا ہاتھ آپ کے قدم مبارک پر پڑ گیا آپ سجدہ کی حالت میں تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے:

اللهم انی اعوذبك برضاك من سخطك و اعوذبك من عقوبتك و اعوذبك منك لا احصی ثناءً علیك انت كما اثنیت علی نفسك. (ابو داؤد: ۱/۱۲۸، ترمذی، حسن: ۳۲۱)

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا یہ حق محبت ہے کہ اگر شوہر کو معمول کے خلاف نہ پائے تو فکر مند ہو جائے کہ کہاں گئے۔ ایسا نہ سوچ کہ آئے چاہے نہ آئے۔ ہمیں کیا مطلب ارے کہیں جائے کیا مطلب۔ یہ محبت اور حق زوجیت کے خلاف ہے۔ اور شوہر بیوی کے درمیان جو ایک قدرتی ربط ہے اس کے خلاف ہے۔ یہ بات اس عورت میں ہوتی ہے جو آزاد اور فاحشہ ہوتی ہے جس کی ضرورت ہر مرد سے پوری ہو جاتی ہے اس لئے وہ حقیقی شوہر سے مستغنی رہتی ہے۔

جو شوہر کی ناراضگی پر سوئے نہیں تاوقتیکہ خوش نہ کرے جنتی ہے

حضرت کعب بن عُجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو جنتی مردوں کی خبر نہ دے دوں۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا نبی اہل جنت شہید اہل جنت، صدیق اہل جنت، نومولود اہل جنت جو اپنے بھائی کی ملاقات میں شہر کنارے جائے جنت میں۔ اور تم کو جنتی عورت کی خبر نہ دیدیوں لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا وہ جو شوہر سے محبت کرنے والی، بچہ زیادہ جننے والی اگر ان سے کوتاہی ہو جائے تو (غلطی کا اقرار کرتے ہوئے) کہے یہ میری پیشانی آپ کے ہاتھ ہے میں لیٹوں گی بھی نہیں تاوقتیکہ آپ خوش نہ ہو جائیں۔ (مجمع: ۳۱۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر ناراض ہو جائے تو اسے لاپرواہی سے یونہی نہ چھوڑے بلکہ معذرت کر کے اسے کسی نہ کسی طرح خوش کرے۔ اگر ایسا نہ کرے گی تو اس کی زندگی بھی دوبھر ہو جائے گی اور گھریلو خوشگواری ختم ہو کر جہنم کا کنواں بن جائے گا۔ مرد بے پروا ہو جائے گا۔ عورت اور بچے پریشان ہو جائیں گے شوہر مرد کا تناؤ اولاد کے حق میں پریشان کن ہو جائے گا اس لئے عورت کو چاہئے کہ اگرچہ مرد ہی کا قصور ہو معذرت کر کے خوش کر دے۔

ناجائز اور خلاف شرع باتوں میں شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں ہوگی

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی اور بندے کی اطاعت اور

فرماں برداری اس صورت میں نہیں جب کہ اس میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ (مشکوٰۃ: ۳۲۱)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر سننا اور اطاعت کرنا (نیک باتوں میں) ہے خواہ اسے وہ امور پسند ہو یا ناپسند۔ (مثلاً جاڑے کی ٹھنڈی رات میں نماز کے لئے وضو کرنا غسل جنابت سے فارغ ہونا، اسی طرح بندے کی بات ماننا مثلاً بازار کر دینا سامان لا دینا بوجھ اٹھا دینا) اس وقت تک جب کہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ دیں۔ اور جب گناہ کا حکم دیں تو پھر نہ سننا ہے نہ اطاعت کرنا ہے۔

(بخاری: ۲/۱۰۵۷)

فائدہ: ان روایتوں میں فرمایا گیا ہے کہ کسی بھی انسان کی اطاعت اور فرماں برداری ان کی باتوں کا ماننا، ان کی خدمت کا کرنا، جس میں بیوی اولاد سب سے پہلے داخل ہے۔ ثواب اور بہترین کام ہے۔ اس کا دنیا میں اور آخرت میں عظیم صلہ ہے۔ مگر اس وقت تک ہے جب کہ اس کام میں گناہ نہ ہو۔ خدا کی نافرمانی نہ ہو، کہ اس صورت میں کسی کی اطاعت درست نہیں۔

شوہر اگر ناجائز کام کرنے کو کہے تو اس میں اس کی اطاعت درست نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کرادی۔ اس کے سر کے بال جھڑ گئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ اور کہا اس کے شوہر نے کہا کہ اس کے بال میں دوسری عورت کا بال جوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ بال جوڑنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (بخاری: ۲/۷۸٤)

فائدہ: کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ دوسری عورت کے بال اپنے سر میں جوڑے خواہ اس کا سر گنجا کیوں نہ ہو جائے۔ بال جھڑ کیوں نہ گئے ہوں۔ اس ناجائز کام کا حکم شوہر نے دیا تھا آپ نے منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر یا والدین یا حاکم کوئی خلاف شرع کا حکم دیں مثلاً نماز چھوڑنا، سنیما ٹی وی دیکھنا، غیر محرم سے خلط ملط کرنا، مردوں کے ساتھ ملازمت کرنا، بے پردگی اختیار کرنا، ایسا لباس پہننا جس سے بے ستری ہوتی ہو۔ جیسے بلاؤز وغیرہ حیض ونفاس میں ملنا، وغیر ذلک۔

شوہر یہ امور کرائیں تو عورت کو اس شوہر کی فرمانبرداری جائز نہیں حکمت اور سنجیدگی سے سمجھا دے۔

شوہر کا ناراض چھوڑے رہنا عورت کا حق نہیں لعنت کا باعث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳؍لوگوں پر لعنت فرمائی ایک وہ کہ قوم کی امامت کرے اور قوم اس سے ناراض ہو۔ دوسرا وہ کہ کوئی عورت رات گذارے اور اس کا شوہر اس سے ناراض ہو تیسرا وہ کہ حی علی الفلاح کی آواز سنے اور اس پر لبیک نہ کہے۔ (ترمذی: ۱/٤۷)

فَائِدَہ: آپسی تعلقات یا گھریلو معاملات کی وجہ سے اگر شوہر ناراض ہو جائے تو اسے ناراض ہی چھوڑ دے اور یہ نہ سوچے کہ کون جائے راضی کرنے بلکہ اسے کسی طرح زبان سے یا مال سے یا برتاؤ سے راضی اور خوش کرے کہ یہ بیوی کا حق ہے۔ ورنہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگی۔ اگر شوہر کا قصور اور اس کی غلطی ہو تب بھی اسے راضی کرے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے اپنی کمی مان لے پھر بعد میں اسے سمجھا دے۔ یہ سوچ کر کہ قصور تو اس کا ہے وہ غلطی کا اقرار کرے۔ یہ بے ادبی کی بات ہے۔ شوہر کو خدا نے بڑا بنایا ہے۔ اس کی غلطی کو پکڑ بیٹھ جانا مناسب نہیں ہے۔ اس سے آپسی تعلقات خراب گھر کا نظام بگڑتا ہے۔ خوشگواری تعلقات بہت بڑی دولت ہے۔ یہ دنیاوی جنت ہے ایسے حالات نہ آنے دے کہ اس پر رخنہ پڑے۔

عورتوں سے سب سے پہلے قیامت میں شوہروں کے متعلق سوال

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں سے سب سے پہلے قیامت میں سوال نماز کے متعلق ہوگا پھر ان کے شوہروں کے متعلق ہوگا کہ اس کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا تھا۔ (کنز العمال: ۱۶/۱۶۶)

فَائِدَہ: دیکھئے۔ اس روایت میں ہے کہ اولاً تمام عورتوں سے دو سوال کیا جائے گا اولاً نماز کے متعلق دوم شوہروں کے حقوق کے بارے میں سوال ہوگا۔ کہ ان کا حق ادا کیا تھا کہ نہیں۔ جو ان دونوں میں کامیاب ہو جائیں گی جنت کے لائق ہوں گی۔

خیال رہے کہ عورتوں کے ذمہ مردوں سے کم مطالبات ہیں۔ مردوں کے ذمہ تو بہت سارے حقوق ہیں۔ عورتوں کے ذمہ بنیادی یہی دو حقوق ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کو اہتمام سے ادا کرے تا کہ کل قیامت میں بلا مواخذہ کے خراماں خراماں جنت سدھارے۔

شوہر کا حق ادا نہیں ہو سکتا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ میری بیٹی ہے۔ شادی کرنے سے انکار کرتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنے والد کا کہا مانو۔ اس نے کہا قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو حق لے کر بھیجا ہے میں اس وقت تک شادی نہ کروں گی جب تک کہ آپ مجھے نہ بتا دیں کہ بیوی کے ذمہ شوہر کے کیا حقوق ہیں۔ آپ نے فرمایا بیوی پر شوہر کا یہ حق ہے کہ اگر شوہر کو زخم ہے اور عورت اسے منہ سے چاٹ لے یا اس کی ناک سے پیپ یا خون بہے پھر وہ پی جائے تو بھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ اس پر اس عورت نے کہا قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں تو نکاح کبھی نہ کروں گی۔ (تا کہ کوتاہی حق کا گناہ نہ ہو) آپ نے فرمایا عورتوں کا نکاح بلا ان کی اجازت مت کرو۔ (ترغیب: ۳/۳۵)

فائدہ: اس حدیث پاک میں جو آپ نے زخم چاٹنے، پیپ لہو پینے کو فرمایا ہے یہ حقیقۃً نہیں مبالغۃً ہے یعنی آپ نے تاکیداً اور مبالغۃً سمجھایا ہے کہ اتنے پر ہی حق ادا نہیں ہوتا۔ یعنی جس قدر بھی خدمت کی جائے کم ہے۔ اور یہ نہ سمجھا جائے کہ حق ادا ہو گیا۔

شوہر کی اطاعت کی وجہ سے مغفرت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص گھر سے نکلا تو اپنی بیوی کو کہہ گیا کہ وہ اپنے گھر سے نہ نکلے۔ اور عورت کے والد گھر کے نیچے رہا کرتے تھے اور وہ اوپری حصہ میں رہا کرتی تھی۔ عورت کے والد بیمار ہوئے اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کو بھیجا اور یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اپنے شوہر کی اطاعت کرو۔ اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پوچھنے بھیجا آپ نے فرمایا اپنے شوہر کی اطاعت کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف یہ پیغام کہلا بھیجا کہ اللہ پاک نے تمہارے والد کی مغفرت فرمادی تمہارے شوہر کی اطاعت کرنے کی وجہ سے۔ (مجمع الزوائد: ٣١٦/٤)

فائدہ: اس حدیث پاک میں آپ نے شوہر کے کہنے پر کہ گھر سے باہر نہ نکلو اس کی رعایت کا حکم دیا۔ والد کی بیماری پر اس کی تیمارداری کی بھی اجازت نہیں دی۔ اس اطاعت شوہر کی برکت سے اللہ پاک نے والد کی مغفرت فرمادی جس کی بشارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ جب والد کی مغفرت ہو گی تو کیا خود عورت مغفرت کے لائق نہ ہوگی۔ یقیناً ہوگی۔

شوہر کی خدمت کرنے والی اور محبت کرنے والی خدا کو محبوب

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے فرمایا اللہ پاک اس عورت کو محبوب رکھتے ہیں جو اپنے شوہر کے ساتھ محبت رکھنے والی خوش مزاج اور دوسرے مرد سے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے والی ہو۔ (کنز العمال: ٤١/١٦)

شوہر کی خدمت صدقہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری خدمت شوہر کے لئے صدقہ ہے۔
(کنز العمال: ١٦٩/١٦)

فائدہ: دیکھئے شوہر کی خدمت صدقہ ہے۔ اگر کسی عورت کے پاس صدقہ خیرات کا حساب نہ ہو اور وہ شوہر کی خدمت میں اس نیت کو ملحوظ رکھے تو اسے خیرات کا ثواب ملے گا۔ کیا خوب۔

شوہر کی اطاعت فرمانبرداری ہر حال میں خواہ بیکار معلوم ہو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ جبل احمر سے

جبل اصغر کی طرف اور جبل اسود سے جبل احمر کی طرف چکر لگاتی رہے تو اس کا حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔

(مشکوٰۃ: ۲۸۳، ترغیب: ۵٦/۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شوہر اگر کسی مشکل کام کو کرے یا اس کا کوئی کام بیکار معلوم ہو تب بھی بلا اعتراض کرے۔

ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ اگر کسی مشکل کام مشقت ریز کام یا عبث و بیکار کام کا حکم دے تب بھی اس سے انکار نہ کرے۔　(مرقات: ٤٧١)

شوہر کا حق سب سے زیادہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے۔ فرمایا اس کے شوہر کا۔ پھر میں نے پوچھا مردوں پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے آپ نے فرمایا اس کی والدہ کا۔　(ترغیب: ۳٤/۳)

فائدہ: شادی سے قبل تو والدین کا حق ہوتا ہے اور شادی کے بعد سب سے زیادہ حق شوہر کا ہو جاتا ہے چونکہ اب اسی کے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔

شوہر کو خوش رکھنا عورت کا اولین فریضہ اور دخول جنت کا باعث

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت جس کا انتقال اس حالت میں ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی وخوش ہو جنت جائے گی۔　(ترغیب: ۳۳/۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی رضا اور خوشنودی جنت جانے کا باعث ہے۔ لہٰذا شوہر کو ناراض رکھنا بات بات پر اختلاف اور جھگڑا کرنا، ان سے شاکی رہنا، مال یا دیگر سلسلے میں اسے پریشان کرنا، ان کی خوشی پانا خوشی کی پرواہ نہ کرنا اچھی بات نہیں۔ جنتی عورت کا یہ مزاج اور شیوہ نہیں۔

خوف خدا کے بعد شوہر کی خوشی کا درجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت خدا سے تقویٰ اختیار کرو۔ اور اپنے شوہر کی خوشی کو تلاش کرو۔ (یعنی پیش نظر رکھو) اگر عورت جان لے کہ شوہر کا یہ حق ہے تو صبح وشام کا کھانا لے کر کھڑی رہے (ادباً اکراماً ان سے کہے تک نہ کہ کھایئے بلکہ لے کر کھڑی رہے)۔

(کشف الاستار، بزار: ۲۰۵)

فائدہ: خوشی تلاش کرنے اور خوشی کو ملحوظ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جن باتوں سے شوہر خوش ہوتا ہو۔ یا جو اس

کی مرضی اور مزاج کے موافق ہو۔ جس میں اس کو راحت ہو جس کو وہ پسند کرے (بشرطیکہ گناہ نہ ہو) اسی کو اختیار کرے۔ مثلاً گرم کھانا پسند ہو، فلاں جائز لباس پسند ہو، فلاں کھانا پسند ہو تو اسی کو ملحوظ رکھے۔ اسی کو اختیار کرے اس میں اپنی مرضی اور سہولت کو دخل نہ دے ہاں ناجائز کام اسے پسند ہو مثلاً بے پردگی، اجانب سے خلط، سنیما، ٹی وی وغیرہ تو پھر ان امور میں ان کی اطاعت نہ کرے۔ بہت سنجیدگی اور حکمت سے بچ جائے کہ جن امور میں گناہ ہے وہاں کسی بندے خواہ ماں باپ ہوں یا شوہر ہو اطاعت نہیں کی جائے گی۔

شوہروں کے حقوق جو عورتوں پر ہیں

شوہروں سے بے پرواہ نہ رہے اور ہر حالت میں شکر گذار رہے

حضرت ابن مسیب نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو عورت اپنے شوہر سے مستغنی نہ رہ سکے اور اس کا شکر ادا بھی نہ کرے۔ خدا کی نگاہ اس پر قیامت کے دن نہ ہوگی۔ (کنز العمال: ۵۵۸)

شوہر کی شکر گذار نہیں تو خدا کی نگاہ کرم بھی نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے جو اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہے حالانکہ اس سے وہ الگ نہیں رہ سکتی۔

(مجمع الزوائد: ٣١٢/٤، بزار، نسائی)

فائدہ: بسا اوقات عورتیں اپنے مزاج کی وجہ سے یا دوسری عورتوں کے حالات دیکھ کر شوہر کی ناشکری کرنے لگ جاتی ہے اس سے محبت ختم یا کم ہو جاتی ہے۔

خیال رہے کہ شکر گذاری بہترین وصف ہے۔ اپنے محسن اور منعم کا شکر گذار ہونا نعمتوں اور نوازشوں کے اضافہ کا سبب ہوتا ہے۔ جس عورت کی زبان اور دل پر ناشکری رہتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ ظلم اور حق تلفی ہو رہی ہے شوہر سے اس کا نبھاؤ نہیں ہوتا۔ اچھا خاصا گھر نعمتوں اور راحتوں کے اسباب کے باوجود جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔

لہٰذا ناشکری سے بچے اور ناشکری کے کلمات زبان سے نکالنے میں احتیاط کرے کہ یہ خدا کی نگاہوں میں گر جانے کا باعث ہے۔ اگر کوئی پریشانی ہو تو برداشت کرے آج کا برداشت کل جنتوں کی نعمتوں کا باعث ہوگا۔

شوہر کی اطاعت عورت کا اولین فریضہ

حضرت ابن اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عورت خدا کا حق اس وقت تک ادا کرنے والی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے۔

(ترغیب: ٣٦/٣)

فائدہ: بعض عورتوں کا مزاج ہوتا ہے کہ وہ عبادت ذکر تلاوت تو کر لیتی ہیں مگر شوہر کی خدمت سے لاپرواہ ہوتی ہیں سو یہ بری بات ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ شوہر کا حق ادا نہیں کرے گی تو خدا کا بھی حق ادا کرنا معتبر

نہیں ہوگا۔ چونکہ دونوں خدا کے احکام ہیں۔ خدا ہی نے شوہر کی خدمت اور حق ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

شوہر کی اطاعت نہیں تو ایمان کی حلاوت نہیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پاسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حق کو ادا نہ کرے۔ (ترغیب: ۷۲/۳)

فائدہ: ایمان کی حلاوت سے مراد کمال ایمان ہے۔ وہ مؤمن کامل نہیں ہوسکتی جو شوہر کی رعایت اور خدمت نہ کرے ایمان کی حلاوت کا مطلب یہ کہ وہ ایمان جو اثر پیدا کرے جس کے اچھے نتائج دین و دنیا سے وابستہ ہو یعنی شوہر کی خدمت اور رعایت سے دنیا اور دین کی اچھائی اور خوشگواری حاصل ہوتی ہے۔

شوہر عورت کے لئے جنت یا جہنم کا باعث

ابن محض کی روایت ان کی پھوپھی سے ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور آپ سے کچھ پوچھا تو آپ نے ان سے معلوم کیا کیا تم شادی شدہ ہو، انہوں نے کہا ہاں آپ نے ان سے پوچھا تمہارا ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہے۔ کہا مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ نے فرمایا ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ وہ تمہارے لئے جنت جہنم ہے۔ (بیهقی فی الشعب: ٤١٨/٦)

بعض شہری عورتوں کا یا وہ عورت جن کے شوہر ذرا سیدھے سادھے ہوتے ہیں یا وہ مرد جو سسرال میں بس جائے بسا اوقات عورتیں ان کی ضروری خدمت سے بے پرواہ ہوجاتی ہیں سو یہ ان کی حق تلفی ہے جو نار دوزخ کا سبب ہے اور ان کے حقوق کی رعایت دخول جنت کا سبب ہے۔ یہی مطلب ہے حدیث پاک کا۔

شوہر سے بھلائی کا انکار نہ کرے ورنہ ثواب اکارت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت شوہر کے بارے میں یہ کہے کہ میں نے تم سے کوئی بھلائی نہیں پائی تو اس کے اعمال (نیکیوں کا ثواب) اکارت۔ یعنی حبط و برباد ہوجاتے ہیں۔ (جامع صغیر: ٥٤)

فائدہ: خدا کی پناہ کیسی سخت وعید ذرا سی ناشکری کے جملے پر ثواب ہی برباد۔

اکثر و بیشتر عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں شوہر سے کوئی شکایت ہوئی کوئی لڑائی جھگڑے کی نوبت آئی کوئی امید پوری نہیں ہوئی۔ کوئی تکلیف ہوگئی بس اس کے جواب میں کہہ دیتی ہیں اس نے میرا کبھی خیال نہیں کیا اس سے مجھے کوئی آرام یا بھلائی نہیں ملی۔ اس قسم کے جملے بہت برے ہیں۔ اس سے آپسی تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اعمال کا ثواب بھی برباد۔ اس لئے ایسے جملوں کے استعمال سے بچے۔

عورتوں کے جہنم میں جانے کا ایک سبب شوہر کی ناشکری ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے جہنم میں عورتوں کو میں نے مردوں سے زائد دیکھا۔ پوچھا تو معلوم ہوا شوہر کی ناشکری کی وجہ سے۔ پس شوہر کی جانب سے مقدر اور قسمت سے جو بھلائی آرام پہنچ جائے اس پر خدا کا شکر ادا کرے۔ اگر کمی یا کوتاہی ہو تب بھی شکایت و ناشکری کے کلمات سے اپنے کو بچائے۔ کلفت تکلیف ہو تو برداشت کرے کل جنت کے مزے لوٹے۔

شوہر کی شکایت کرنے والی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبغوض

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو مبغوض سمجھتا ہوں جو اپنے گھر سے چادر کھینچتی ہوئی شوہر کی شکایت کرتی ہوئی نکل آئے۔ (مجمع الزوائد: ۳۱۶/٤)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اپنا بغض و عناد ظاہر کیا ہے۔ جو باہر کسی کے گھر جائے اور شکایت کرتی پھرے کہ میرا شوہر ایسا میرا شوہر ایسا۔ جب نبی کے نزدیک مبغوض ہوگی تو خدا کے نزدیک بھی مبغوض ہوگی۔ پس عورت کو چاہئے کہ دوسروں کو گھر یا شوہر کی شکایت نہ کرے۔ اور شوہر کی شکایت کرتی ہوئی گھر سے باہر قدم نہ رکھے بلکہ برداشت کرے اور معاملہ سنوارنے کی کوشش کرے۔

عورت بلا اجازت نکلے تو خدا کے غضب میں گرفتار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے گھر سے بلا شوہر کی اجازت کے نکلے تو وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو جاتی ہے یہاں تک کہ واپس نہ آجائے یا اپنے شوہر کو راضی نہ کرلے۔

(کنز العمال: ۱٦٠/۱٦)

فائدہ: اللہ کی پناہ شوہر کو ناراض کر کے یا لڑائی جھگڑا کر کے نکلنے کی کیسی سخت سزا۔

بعض عورتیں اختلاف یا کسی تکلیف سے متاثر ہو کر بلا اجازت ناراضگی نکل کر میکے یا کسی رشتہ دار کے یہاں چلی آتی ہیں یہ اچھی بات نہیں۔ غضب الٰہی کا باعث، اولاً تو ایسی نوبت نہ آنے دے۔ اگر کوئی بہت اہم تکلیف دہ بات ہو تو والدین کو اطلاع کرے والدین آکر لے جائیں تب جائے خود سے نہ باہر قدم نکالے۔

اس طرح شوہر اڑوس پڑوس میں کسی کے یہاں جانے سے منع کردے تو بھی چھپ کر بلا اجازت نہ جائے اپنے ہی گھر میں خدا کی عبادت اور شوہر کی خدمت میں لگی رہے۔ اور مرنے پر جنت سدھارے۔

شوہر کو کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچنے دے ورنہ حور کی بدعا

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو پریشان نہیں کرتی مگر اس کی حور عین بیوی (جو جنت میں ملے گی) کہتی ہے اسے مت پریشان کرو۔ خدا تمہارا بھلا نہ کرے۔

تمہارے پاس تھوڑے ہی دن رہنے والا ہے۔عنقریب تم سے جدا ہوکر ہمارے پاس چلا آئے گا۔

(مشکوٰۃ: ۲۸۱، ترمذی/۲۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی خدمت نہ کرنا اس کی رعایت نہ کرنا بری بات ہے۔

اکثر و بیشتر دیکھا گیا کہ شوہر عورت کے مقابلہ میں کسی اعتبار سے کمزور ہوتا ہے مثلاً عورت مالدار گھرانے کی اور شوہر غریب یا آخری عمر میں شوہر جب ضعیف و کمزور اور کمانے سے عاجز آجاتا ہے اور گھر کا گذر بسر لڑکوں پر ہونے لگتا ہے تو عورت اس بڑھاپے میں اپنا ہاتھ پھیر لیتی ہے جب کہ اسے خدمت و اعانت کی ضرورت ہوتی ہے۔شوہر کی کمزوری سے متاثر ہوکر اس سے محبت و خدمت میں حد درجہ کوتاہی کرنے لگتی ہے۔ حالانکہ یہی وقت خدمت اور مدد کا ہوتا ہے۔ایسے وقت میں شوہر کی خدمت کر کے جنت حاصل کرنے کا وقت ہوتا ہے۔سو یہ بڑی بری حرکت ہے۔ایسی حرکت پر حورعین کی بددعا پاتی ہے۔

جنت کے آٹھوں دروازے مطیع فرمابردار عورت کے لئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت (گناہ میں) خدا سے ڈرے۔اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرے اپنے شوہر کی اطاعت کرے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ۔ (مجمع الزوائد: ۳۰٦٤)

فائدہ: اس حدیث پاک میں ان عورتوں کے لئے جن میں یہ تین باتیں پائی جائیں گی ① گناہوں کے سلسلے میں خوف خدا یعنی تمام گناہوں سے بچتی ہو جس میں نماز روزہ، بے پردگی، وغیرہ سے بچنا داخل ہے۔ ② عفت پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزارنا، جس میں اجنبی اور غیر محرم سے حد درجہ احتیاط کرنا داخل ہے۔ ③ شوہر کی خدمت و اطاعت (پس اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کی خدمت جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے) ایسی عورت بڑی خوش نصیب ہوگی جنت کے آٹھوں دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔جس دروازہ سے چاہے جنت میں داخل ہو جائیں گی۔ایسی خوش نصیب عورت بہت ہی کم ملتی ہیں۔

عورتوں کے ذمہ گھریلو خدمت ہے ملازمت نہیں

ضمرہ بن حبیب نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے لئے گھریلو کام متعین کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ گھر کا باہری کام۔ (مطالب عالیہ: ۳۹/٤)

فائدہ: ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان (اختلاف پر) فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہ تو گھر کے اندر کا کام انجام دے گی اور حضرت علی گھر کے باہر کا کام کیا کریں گے۔

ابن حبیب نے کہا کہ گھر کی خدمت سے مراد آٹا گوندھنا، پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا، پانی نکالنا، اور گھریلو سارے کام ہیں۔

اسی طرح گھریلو کام میں بچوں کی نگرانی تربیت دیکھ بھال پرورش کے تمام امور ہیں۔ اسی طرح کھانا پکانے کے تمام انتظامات غلہ وغیرہ کی صفائی۔ گھر کے اندرونی انتظامات اور صفائی وغیرہ۔ تمام خوردنی اور برتنے والے سامانوں کی نگرانی حفاظت ودیکھ بھال عورتوں کے ذمہ ہے۔

اور وہ کام جو باہر سے متعلق ہے مثلاً بازار سے سامان لانا، غلہ لانا، آٹا پسانا، پانی، بجلی کا انتظام کرنا، خراب اشیاء کو درست کرنا، سب مرد کے ذمہ ہے، جس سے ان کے حقوق میں کوتاہی ہوگا گناہ ہوگا۔ اور گھر کا اسلامی نظام ومعاشرہ فاسد ہوگا مثلاً عورت بازار سے سامان لائے گی بجائے مرد کے تو یہ اسلامی طریق اور اسلامی معاشرہ کے خلاف ہوگا۔

گھریلو کام پر عورت کو جہاد کے برابر ثواب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عورتوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد تو جہاد کی فضیلت حاصل کر گئے ہم لوگوں کے لئے کون سا عمل ہوگا جس سے ہم لوگ جہاد کا ثواب پاسکیں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم لوگوں کا گھریلو کام کرنا یا لگنا جہاد کی فضیلت کے برابر ہے۔ (مطالب عالیه: ۳۹، بیهقی: ۴۳/۶)

فائدہ: عورتوں پر مردوں کی طرح جہاد نہیں۔ ان عورتوں کے لئے اللہ نے جہاد کا ثواب گھریلو خدمت میں رکھا ہے۔ اندرون خانہ جتنے بھی امور ہیں خواہ اس کا تعلق کھانے سے ہو یا صفائی سے ہو یا بچوں کی تربیت و پرورش سے متعلق ہو۔ ان سب امور کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر ادا کرنا کہ شریعت نے ہمارے ذمہ رکھا ہے جہاد کا ثواب ہے۔ خدا کی حکمت کہ عورتوں کو حقیقی جہاد کی اجازت نہیں دی تو اس کے ثواب سے محروم نہیں رکھا۔

شوہروں کی ناشکری جہنم میں جانے کا سبب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جہنم میں عورتوں کو زیادہ دیکھا لوگوں نے کہا یہ کس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ ناشکری کی وجہ سے۔ پوچھا گیا خدا کی ناشکری کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا شوہر کی ناشکری کی وجہ سے۔ ان کے احسان کی ناشکری کرتی ہیں۔ تم (مرد) پوری زندگی احسان کرتے رہو پھر تم سے کوئی ناراضگی والی بات ہو جائے تو کہہ دیں میں نے ان سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

(بخاری: ۷۸۳/۲)

فائدہ: متعدد احادیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ نے جہنم کو دیکھا تو اس میں اکثر امرا اور زیادہ عورتوں کو پایا۔ اس کا سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا۔ اکثر عورتیں شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور شوہر

کے احسان کو ذرا سی بات پر بھول جاتی ہیں۔ ناشکری اور احسان فراموشی کا مادہ ان میں زائد ہوتا ہے۔

لہٰذا اے پیاری بہنو! شوہر کی ناشکری سے بچو کہ یہ جہنم کا باعث ہے۔ جو شوہر کی جانب سے مل جائے اسے خدا کی تقدیر سمجھ کر راضی رہو۔ کمی بیشی، مزاج اور من کے خلاف ہو تو برداشت کرلو۔ ثواب پاؤ گی۔ جہنم کی آگ سے بچ کر جنت کے مزے لوٹو گی۔

شوہروں کی ناشکری سے بچنے کا حکم

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمارے (عورتوں کے) پاس سے گذرے میں عورتوں میں تھیں۔ آپ نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔ اور فرمایا خبردار احسان کرنے والوں کی ناشکری سے بچو۔ ہم لوگوں نے کہا احسان کرنے والوں کی ناشکری کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم ایک مدت تک والدین کی ماتحتی میں زندگی گذارتی ہو پھر خدائے پاک شوہر سے نوازتا ہے اس سے تمہیں اولاد کا اور مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پھر جب تم اس سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتی ہو تو کہہ دیتی ہو (طعنہ دیتے ہوئے) کبھی ہم نے ان سے بھلائی اور اچھائی نہیں پائی۔

(الفتح الربانی: ۱۶/۲۳۰، کنز العمال: ۱۶/۱۶۵)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں بھی شوہر کی ناشکری سے بچنے کا حکم ہے۔ انسان کی ساری تمنا اور خواہش تو پوری ہوتی نہیں کچھ نہ کچھ ضرور کمی اور پریشانی رہ جاتی ہے۔ اس پر ناشکری کے کلمات نہ کہے برداشت کرے۔ مالک خالق نے جب شوہر جیسی زندگی دی ہے اسے برداشت کرے۔ تقدیر پر راضی برضا رہے اس سے تعلقات بھی خوشگوار رہیں گے اور عافیت بھی بہتر۔

عورت کے ذمہ گھر کی نگہبانی ہے باہر کا کام نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے تم میں سے ہر ایک سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔ آدمی اپنے بیوی بچوں کا نگہبان ہے عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان ہے۔ اس سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(بخاری، مسلم: ۷۸۳، مختصراً ترغیب: ۳/۴۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کے ماتحت میں جو ہے اس کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے اسے جائز و ناجائز حرام حلال بتایا کہ نہیں۔ خلاف شرع کام سے روکا کہ نہیں۔ اور ہر عورت اپنے گھریلو نظام میں حاکم ہے۔ خدائے پاک نے مرد کو باہری امور جس میں اہم ترین معاشی امور ہے اس کا حاکم اور نگہبان اور ذمہ دار بنایا ہے۔ ادھر عورت کو اللہ پاک نے گھر کی حاکمہ اور اس کے تمام امور میں محافظ و ذمہ دار بنایا ہے۔

کھانا پکانا، گھر کی صفائی ستھرائی خانگی سامان کا نظم اس کے ذمہ ہے۔ کیا منگانا ہے۔ کیا پکے گا کتنا پکے گا اس کے ذمہ ہے۔ مرد کا کام باہری امور سے متعلق ہے۔ عورت گھر سے باہر سامان لانے نہیں نکلے گی عورت کا بازاری امور اور باہری امور کا انجام دینا شریعت کے خلاف ہے۔ اس سے بے پردگی ہوگی۔ اجانب سے اختلاط ہوگا۔ عورت کی عفت و پاکدامنی پر بٹہ لگے گا جس کی شریعت نے حفاظت کی تاکید کی ہے۔

عورتوں سے بیعت کے سلسلے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاکیزہ شمائل وطرز مبارک کا بیان

عورتوں سے بیعت ہاتھ پکڑ کر نہ فرماتے

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورت سے بیعت ہاتھ پکڑ کر نہ فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت میں کسی بھی عورت کا ہاتھ نہ چھوتے۔ (ابن سعد ۸/۵، مسلم: ۱۳۱)

حضرت اسماء بنت یزید فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عورتوں سے بیعت میں ان کے ہاتھ کو بالکل نہیں چھوتا۔ (ابن سعد: ۸/۶)

حضرت اسماء کی ایک روایت میں ہے کہ میں بیعت ہونے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تاکہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ میں بھی بیعت ہوجاؤں۔ پس آپ کی چچازاد بہن نے اپنا ہاتھ آپ کے سامنے لا دیا تاکہ آپ ہاتھ پکڑ کر بیعت فرمالیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ جوڑے رکھا اور فرمایا میں عورتوں کا ہاتھ پکڑ کر بیعت نہیں کرتا۔ (ابن سعد: ۸/۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت تو فرماتے مگر مردوں کی طرح مصافحہ کی شکل میں ہاتھ کو مس کرتے ہوئے یا پکڑتے ہوئے ہرگز بیعت نہ فرماتے خواہ محرم ہو یا غیرمحرم رشتہ دار ہو۔ یا غیر رشتہ دار ہو۔ سب عورتوں کے ساتھ بیعت میں یہی طریقہ آپ کا تھا۔ پس جو عورتوں سے ہاتھ چھوکر یا مصافحہ سے بیعت کرتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے۔

عورتوں سے بیعت پردے کے پیچھے یا کپڑے سے فرماتے

حضرت ابراہیم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے پس پردہ بیعت فرماتے۔

قیس بن ابی عازم کہتے ہیں کہ جب عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت ہونے کے لئے آئیں تو آپ کے دست مبارک پر چادر رکھ دی گئیں اور عورتوں نے چادر کے پیچھے (پس پردہ) بیعت کیا۔ (ابن سعد: ۸/۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ معصوم گناہ سے پاک تھے، اس کے باوجود سختی سے اس پر عمل تھا کہ آپ کسی اجنبی عورت کے ہاتھ بیعت یا اس کے علاوہ کسی بھی امر میں نہ چھوتے۔ دراصل امت کو یہ تعلیم اور تاکید ہے۔ عورت

کے ہاتھ کو چھو کر مصافحہ کی شکل بنا کر بیعت نہیں کی جائے گی۔ آپ محض زبانی بیعت فرماتے۔ یا درمیان میں کوئی چادر یا کپڑا رکھ لیتے جس کا ایک حصہ آپ کے ہاتھ میں دوسرا عورتوں کے ہاتھ میں یا عورتوں کے ہاتھ پر ہوتا۔ اور پس پردہ بیعت فرماتے۔ اجنبی عورتیں آمنے سامنے نہیں ہوتیں۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ فاسق اور جاہل شیخ جو عورتوں کو ہاتھ چھو کر مرید کرتے ہیں حرام ہے۔ ایسے شیخ سے بیعت ہونا جائز نہیں۔ وہ شیطان بشکل شیخ ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دور میں جو دنیاوی عہدہ دار اجنبی مردوں سے ہاتھ ملاتی ہیں یہ حرام ہے۔ عورت کا کسی بھی اجنبی مرد سے ہاتھ ملانا اس کے سامنے بے پردہ آزادانہ گفتگو کرنا حرام ہے۔ اور ایسے سبب کو اختیار کرنا بھی حرام ہے مثلاً سیاسی عہدہ کو اختیار کرنا۔ ووٹ کے لئے اٹھنا۔ دفتر اور آفس میں مردوں کے ساتھ کام کرنا۔ مسلمان عورتوں کو اس کی عفت کے پیش نظر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ غیر مسلم عورتوں کا دیکھا دیکھی جن کا کوئی مذہب اور معیار زندگی نہیں مسلمان عورتیں ایسا ہی کرتی ہیں جائز نہیں۔ مذہب اسلام میں ایک ضابطہ اور اصول اور معیار ہے اس ضابطہ اور اصول سے ہٹ کر زندگی کا گذارنا درست نہیں۔ عورتوں کا غیر مسلم عورتوں کی طرح بے پردہ اور عفت کے خلاف اجنبی مردوں سے ملنا جلنا یہ آخرت میں سزا کا باعث ہے۔

عورتوں سے کن امور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت فرماتے

اسید بن ابی اسید نے ایک عورت سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عورتوں سے ان امور پر بیعت لیتے کہ کسی نیک کام میں نافرمانی نہ کریں گے اپنے چہروں کو (کسی میت کے غم میں) نہ نوچیں گے نہ دامن پھاڑیں گے اور نہ ان پر شعر (مرثیہ) کہیں گے اور نہ ہائے واویلہ نہ کریں گے۔ (ابن سعد)

حضرت اُمّ عطیہ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں سے اس بات پر بیعت لیتے کہ نوحہ نہ کریں گے (موت کی رنج میں چیخ و پکار کر رونا نہ کریں گی)۔ (ابن سعد: ۸/۸)

حضرت اُمّ سلیمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں آئی تا کہ انصار کی عورتوں کے ساتھ بیعت ہو جاؤں آپ ہم عورتوں سے بیعت لیتے کہ ہم اپنے شوہروں کو دھوکہ نہ دیں۔ واپس آنے کے بعد سوچا کہ دوبارہ جب آپ کے پاس آئیں تو پوچھیں کہ دھوکہ دینے کا کیا مطلب ہے۔ دوبارہ آئی تو پوچھا آپ نے فرمایا یا تو شوہر کے علاوہ سے محبت کرو، یا شوہر کے مال کو غیروں کو دو۔ (ابن سعد: ۹/۸)

اجانب کے ساتھ خلط ملط اور گفتگو نہ کرنے پر بیعت

حضرت حسن سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورتوں سے بیعت لیا تو اس امر پر بیعت لیا کہ وہ

سوائے محرم کے غیر محرم سے بات چیت نہ کریں گی۔ (ابن سعد)

فائدہ: عورتوں کا کسی غیر رشتہ دار، اور غیر محرم اور اجنبی سے ربط اور بلاضرورت از راہ تعلق گفتگو حرام ہے۔ گفتگو اور بات تعلق کی دلیل ہے۔ اس سے زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس لئے آپ منع فرماتے اور اس پر بیعت لیتے۔

آپ ﷺ عورتوں سے ان امور پر بیعت لیتے جو غلط اور گناہ کی باتیں ان میں رائج ہوتیں اور ان کو وہ گناہ نہیں سمجھتیں۔ مثلاً میت کے غم میں رونے دھونے میں وہ چیخ پکار کرنے لگ جاتی ہیں اجنبی مردوں سے خلط اور مذاق اور گفتگو کرنے لگ جاتی ہیں اور ان کو گناہ نہیں سمجھتیں۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ اکابر و مشائخ کو چاہئے کہ عورتوں کو جب بیعت کریں تو عورتوں کے ماحول میں رائج گناہ مثلاً بے پردگی۔ مزاروں پر جانا عرس میں شریک ہونا اور زبان کی رائج گناہ سے بچنے پر وغیرہ وغیرہ نہ کرنے کا ذکر کریں۔

عورتوں کو بھی کسی صالح بزرگ سے بیعت سنت ہے

حضرت امیہ بنت رقیقہ کہتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں عورتوں کے ساتھ حاضر ہوئی تا کہ آپ سے بیعت کروں۔

حضرت اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آئی تا کہ عورتوں کے ساتھ میں بھی بیعت ہو جاؤں۔

ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم نوحہ نہ کریں۔ (میت پر چیخ و پکار کے ساتھ رونا نہ کریں)۔ (ابن سعد: ج۸/۷-۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بھی بیعت ہونا مسنون ہے۔ اس مقام میں جو کوئی نیک و صالح بزرگ ہو ان سے بیعت ہو جائیں بدعت کے حامل اور رسم و رسوم پر عمل کرنے والوں سے ہرگز بیعت نہ ہوں۔ شرع کے پابند سنت پر عامل ہوں ماحول کے گناہ سے محفوظ رہتے ہوں۔ ایسوں کو انتخاب کرے، بیعت ہو جانے عمل میں ذرا سہولت ہوتی ہے۔ اعمال صالحہ پر دوام نصیب ہوتا ہے۔ نفس اور شیطان کی اقتداء سے ذرا حفاظت رہتی ہے۔ چونکہ عموماً جس کا کوئی رہبر اور قائد نہیں ہوتا وہ شیطان اور نفس کے تابع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے کسی کو رہبر اور قائد بنالینا بہتر ہے۔ تا کہ بڑے اور بزرگوں کے ماتحت زندگی گذرے، آزاد نہ گذرے۔

خیال رہے کہ ایسے شخص سے بیعت ہونا لازم اور ضروری نہیں جو کسی بزرگ کا خلیفہ ہو۔ بلکہ کسی بھی ایسے صالح متقی پرہیزگار خدا رسیدہ۔ حلال حرام کی پرواہ کرنے والا نیکی اور آخرت کے امور میں سبقت کرنے والا ہو

دنیا اور مال کے پیچھے پڑنے والا نہ ہو۔ عقیدت محبت اور ربط ہو تو اس سے یہ عہد و پیمان کیا جاسکتا ہے کہ میں نیکی اور دین کی بات میں آپ کی اتباع کروں گی اور جن باتوں سے آپ روکیں گے میں اس سے رکوں گی۔ یہ بیعت سنت اور صحیح ہے۔ اس بیعت کے لئے کسی کا خلیفہ ہونا ضروری نہیں۔ اس بیعت کی اجازت حدیث و سنت سے ثابت ہے آپ نے نیکی پر عورتوں سے بیعت لی ہے۔ اس بیعت میں کسی سلسلے کا نام نہیں لیا جائے گا۔ ہاں بیعت سلوک میں کسی کا خلیفہ ہونا ضروری ہے اور اس میں سلسلے کا نام لیا جائے گا۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور اس کی تفصیل کے سلسلہ میں

معلوم ہونا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اعتبار سے ازواج کی ۴؍قسمیں ہیں۔

❶ جن سے نکاح اور رخصتی ہوکر آپ کو تمتع کا موقعہ ملا۔

❷ وہ ازواج جن سے عقد نکاح کا موقعہ تو ملا مگر رخصتی اور تمتع حاصل کرنے کی نوبت نہ آسکی۔

❸ وہ عورتیں جن سے خطبہ نکاح اور پیغام نکاح کا واقعہ پیش آیا۔ عقد نکاح کی نوبت نہ آسکی۔

❹ وہ عورتیں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملک یمین، باندی کی حیثیت سے تمتع حاصل کیا۔

❶ وہ عورتیں جن سے نکاح اور آپ کے ساتھ رہنے کا موقعہ بھی ملا تیرہ ہیں۔ ایک قول میں پندرہ ہیں۔ ایسی عورتیں بیک وقت آپ کے نکاح میں رہیں ۹؍ ہیں۔ جن کو چھوڑ کر آپ نے وفات پائیں۔ مستقل طور پر جو آپ کے نکاح میں رہی گیارہ ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

① حضرت خدیجہ ② حضرت سودہ ③ حضرت عائشہ ④ حضرت اُمّ سلمہ ⑤ حضرت حفصہ ⑥ زینب بنت جحش ⑦ حضرت جویریہ ⑧ حضرت اُمّ حبیبہ ⑨ حضرت میمونہ ⑩ حضرت زینب بنت خزیمہ ⑪ حضرت صفیہ۔

ان ازواج مطہرات کی ترتیب میں تھوڑا اختلاف ہے۔ محمد بن عقیل کے نزدیک یہ ترتیب ہے۔

حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت اُمّ حبیبہ، حضرت حفصہ، حضرت میمونہ، حضرت جویریہ، حضرت زینب بنت خزیمہ۔

حضرت قتادہ کے نزدیک یہ ترتیب ہے۔ حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت اُمّ حبیبہ، حضرت اُمّ سلمہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ، حضرت صفیہ، حضرت زینب بنت خزیمہ۔ (سبل الھدیٰ: ۱۴۵)

علامہ ابن قیم نے زادالمعاد میں اس ترتیب سے ذکر کیا ہے۔ اولاً حضرت خدیجہ سے، ② حضرت سودہ سے ③ حضرت عائشہ سے ④ حضرت حفصہ سے ⑤ زینب بنت خزیمہ سے ⑥ اُمّ سلمہ سے ⑦ زینب بنت جحش سے ⑧ حضرت جویریہ سے ⑨ حضرت اُمّ حبیبہ سے ⑩ حضرت صفیہ سے ⑪ حضرت میمونہ سے۔ (زادالمعاد: ۱/ ۷۳)

ان ازواج میں ۶؍امہات تو قریش خاندان سے ہیں۔ وہ یہ ہیں خدیجہ، عائشہ، حفصہ، اُمّ حبیبہ، اُمّ سلمہ،

سودہ بنت زمعہ۔ ۳؍عرب ہیں گو قریش خاندان سے نہیں ہیں، میمونہ، زینب بنت جحش، جویریہ بنت حارث اور ایک غیر عرب صفیہ بنت حی جو قبیلہ بنی مصطلق سے تھیں۔

ریحانہ کے متعلق اختلاف ہے کہ زوجیت میں رہیں کہ باندی کی حیثیت سے رہیں۔ (سبل الهدیٰ: ١٤٥)

❷ وہ ازواج جن سے عقد نکاح تو ہوا مگر تمتع اور ساتھ رہنے کا موقعہ یعنی رخصتی کی نوبت نہ آسکی ایسی بیویوں کی تعداد کے سلسلے میں اختلاف ہے۔ حافظ دمیاطی نے قریب ۳۰؍عورتوں کو شمار کرایا ہے۔

ابن قیم نے زادالمعاد میں ۴ یا پانچ ہی لکھا ہے۔ (زادالمعاد: ١/٧٢)

علامہ ابوصالح دمشقی نے اس ذیل میں ۲۶ عورتوں کا ذکر کیا ہے جن کے اسماء یہ ہیں۔

❶ خولہ بنت هزيل: .... نکاح کے بعد آپ کے پاس آتے ہوئے راستہ میں وفات ہوگئی۔

❷ عمره بنت يزيد: .... آپ نے نکاح رخصتی سے قبل آپ سے پناہ مانگ لی تو آپ نے طلاق دے دی۔

❸ اسماء بنت الصلت۔

❹ اسماء بنت كعب۔

❺ اسماء بنت النعمان: .... نکاح ہونے کے بعد آپ کے پاس آنے سے اس نے انکار کردیا۔

❻ آمنہ: .... جسے فاطمہ بنت الضحاک بھی کہا گیا ہے۔ آپ نے برص کی بیماری کی وجہ سے علیحدگی اختیار فرمالیا۔

❼ امیمه بنت شراحبيل: .... نکاح کے بعد آپ تشریف لے گئے تو ہاتھ کے ذریعہ ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ جس کی وجہ سے آپ نے علیحدہ کردیا۔

❽ ام حرام۔

❾ سلمه بنت نجده: .... نکاح کے بعد آپ کی وفات ہوگئی رخصتی کی نوبت نہ آئی۔

❿ سبا بنت سفيان بن عوف۔

⓫ سنا بنت اسما بنت الصلت: .... ایک روایت میں ہے کہ آپ سے نکاح کی اطلاع پر اتنی خوشی اور فرحت ہوئی کہ اسی خوشی میں انتقال ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ رخصتی کی نوبت نہ آئی کہ انتقال ہوگیا۔

⓬ الشاة: .... شادی کے بعد راستہ میں انتقال ہوگیا۔

⓭ شراق: .... شادی کے بعد راستہ میں انتقال ہوگیا۔

⓮ الشنبا:.........اس نے آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے انتقال پر یہ کہہ دیا تھا کہ اگر نبی ہوتے تو ان کے محبوب اور معزز کی موت نہ ہوتی۔ پس آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی اور رخصتی نہیں لی۔

⓯ العالیہ:.........آپ نے برص کی بیماری کی وجہ سے رخصتی کے موقع پر طلاق دے دی۔

⓰ عمرہ بنت معاویہ کندیہ۔

⓱ عمرہ بنت یزید کندیہ:.........برص کی بیماری تھی اس لئے طلاق کی نوبت آگئی۔

⓲ عمرہ بنت یزید غفاریہ:.........کسی بیماری کی وجہ سے آپ نے طلاق دے دی۔

⓳ غزیہ۔

⓴ فاطمہ بنت الضحاک:.........آیت تخییر جب نازل ہوئی تو اس نے آپ سے علیحدگی اختیار کرلی اور دنیا کو اختیار کرلیا۔ بعد میں یہ مینگنی چنتی تھی کہتی تھی میری شقاوت کہ میں نے آپ کے بجائے دنیا کو اختیار کیا۔ (اور دنیا نہ ملی)

㉑ قتیلہ:.........رخصتی کی نوبت نہیں آئی کہ آپ مرض وفات سے مشرف ہوگئے۔ حضرت عمر نے ان کو دوسری شادی سے شدت سے روک دیا۔

㉒ لیلیٰ بنت الحطیم:.........نکاح کے بعد قبیلہ والوں کی خواہش پر رہنے سے معذرت مانگ لی تھی۔

㉓ لیلیٰ بنت حکیم۔

㉔ ملیکہ بنت داؤد۔

㉕ ملیکہ بنت کعب:.........ان کے والد کو حضرت خالد بن ولید نے قتل کردیا تھا۔ کسی وجہ سے معذرت ظاہر کرلی تو آپ نے طلاق دے دی۔

㉖ ہند بنت زید:.........یہ ۲۶/وہ عورتیں ہیں جن کے متعلق ہے کہ نکاح اور عقد تو ہوا مگر ساتھ رہنے کی نوبت نہیں آئی۔

③ وہ عورتیں جن سے آپ نے خطبہ کیا پیغام نکاح بھیجا، مگر عقد نکاح کی نوبت نہیں آئی۔

① جمرہ:.........آپ ﷺ نے پیغام نکاح دیا تو باپ نے جھوٹ کہہ دیا، بیماری، شباہ، نشان ہے۔ باپ نے واپس آکر دیکھا تو برص میں مبتلا پایا۔ (یہ جھوٹ کی سزا ملی)۔

② حفصہ بنت سہل:.........آپ نے ارادہ کیا تھا پھر بعد میں چھوڑ دیا۔

③ خولہ بنت حکیم:.........انہوں نے اپنی ذات کو آپ پر ہبہ کیا تھا آپ نے قبول نہیں کیا۔ تو حضرت عثمان بن مظعون سے ان کا نکاح ہوا۔ سودہ اور حضرت عائشہ سے انہوں نے ہی شادی کرائی

تھی۔

❹ قريشه: ....آپ کے ارادہ نکاح پر اس نے کہا آپ سب سے محبوب ہیں مگر میں بچوں والی ہوں۔ وہ صبح وشام آپ کے پاس رونا دھونا شور کریں گے۔ (گویا معذرت کرلی)

❺ صفيه: ....قید ہوکر آئیں تھیں۔ آپ نے اختیار دیا کہ میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو رہو۔ اس نے اپنے کو اختیار کیا آپ کو پسند نہیں کیا۔

❻ ضباعه: ....آپ نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا۔ خطبہ بھیجا۔ اس نے منظور کرلیا۔ پھر آپ کو کسی نے بتایا کہ وہ تو بہت بوڑھی ہے۔ اس کے تمام دانت تک گر چکے ہیں۔ تو آپ خاموش ہو گئے۔

❼ نعامه: .... یہ قید میں ہوکر (کسی جنگ میں) آئی تھی۔ آپ نے خطبہ پیغام نکاح دیا۔ پھر اس کا شوہر آ گیا تو آپ نے چھوڑ دیا۔

❽ ام شريك بنت جابر غفاريه۔

❾ ام شريك انصاريه بنت انس بن رافع: ....اس نے کہہ دیا تھا کہ میں انصاری سے نکاح پسند کرتی ہوں۔

❿ ام شريك دوسيه: .... یہ ان عورتوں میں تھیں جنھوں نے اپنے نفس کو آپ کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کوئی عورت جس نے اپنی جان کو آپ کے لئے ہبہ کیا آپ کے پاس نہ رہ پائی۔

⓫ ام شريك قرشيه: ....انہوں نے بھی آپ کو ہبہ کیا تھا۔ مگر آپ نے قبول نہیں فرمایا۔

⓬ ام هانی: .... چچازاد بہن ابوطالب کی بیٹی۔ آپ نے پیغام نکاح بھیجا تھا مگر ابوطالب نے منظور نہیں کیا اور ہُبیرہ مخزومی سے نکاح کرا دیا۔ (آپ دوبارہ بعد میں پھر) پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں والی ہوں۔ یعنی بچوں کی محبت پرورش کی وجہ سے معذرت کر دی۔ جس پر آپ نے تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔ قریش کی عورتیں چھوٹے بچوں پر بڑی رحم دل ہوتی ہیں۔ مزید یہ بھی کہ وہ غیر مہاجرات میں تھیں۔

⓭ ایک عورت اور جسے آپ نے پیغام بھیجا تو اس نے کہا کہ والد سے اجازت لاکر جواب دیتی ہوں۔ پھر آپ نے چھوڑ دیا۔

⓮ امامه۔

⓯ غزه: .... یہ وہ دو عورتیں ہیں جس نے آپ سے خطبہ کیا۔ یا کسی طرح پیغام نکاح آیا۔ امامہ یہ

حضرت حمزہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ غزہ اُمّ المؤمنین کی بہن ہیں حضرت اُمّ حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُمّ حبیبہ نے خواہش کی تھی کہ آپ ان سے نکاح فرمالیں۔ آپ نے کہا تمہاری بہن سے جائز نہیں (کہ ایک نکاح میں دو بہنوں کا جمع کرنا جائز نہیں ہے) مواہب اللدنیہ میں جن سے عقد نکاح کی صرف نوبت آئی وہ تعداد ۱۸/اور ان عورتوں کی تعدا جن سے صرف خطبہ کی نوبت آئی ۱۰ ہے۔

زرقانی شرح مواہب میں ان پر کچھ اضافہ کیا ہے تاہم ابوصالح دمشقی کی بیان کردہ ترتیب میں آچکی ہیں۔

آپ ﷺ کی تمام بیویاں جن سے شادی اور رخصتی ہوئی جنتی ہیں

ہند ابن ابی ہالہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اہل جنت سے میری شادی مقدر فرمایا ہے۔ (سبل الھدیٰ: ۱۴۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن سے آپ نے نکاح کیا جو آپ کے عقد نکاح میں وارد ہوئیں سب اہل جنت ہیں۔ خواہ آپ نے علیحدہ سے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی ہو یا نہ دی ہو۔

آپ ﷺ نے اپنی شادی اور بیٹیوں کی شادی جبرئیل کے حکم سے کی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے کسی عورت سے اپنی شادی نہیں کی اور نہ اپنی بیٹیوں کی شادی کسی سے کی مگر یہ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام خدائے پاک کی وحی لے کر تشریف لائے۔ (زرقانی: ۳/۲۱۹)

فائدہ: دیکھئے کس قدر اہم بات ہے آپ نے بھی شادی اور صاحبزادیوں کی بھی شادی اللہ کی وحی سے فرمائی آپ کے من اور انتخاب کو صرف دخل نہیں بلکہ خدائی انتخاب ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی تھیں۔ جو نبوت سے قبل قرب ۲۵/سال کی عمر مبارک میں آپ کے عقد میں آئی تھی۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ اور والد خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ تھے۔

ان کے پہلے شوہر ابوہالہ تھے۔ ان کے انتقال کے بعد عتیق بن عائذ مخزومی سے شادی ہوئی۔ اس کے بعد تیسری شادی آپ ﷺ سے ہوئی۔ حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر ابوہالہ سے ہند اور ہالہ دولڑکے پیدا ہوئے۔ اور عتیق سے ایک صاحبزادی ہند پیدا ہوئی۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح مبارک کا واقعہ پہلے شوہر

عتیق تھے اور دوسرے ابو ہالہ تھے۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/۱۵۵)

مکہ کے سرداران اور بڑے بڑے رئیس حضرت خدیجہ کی دولت وثروت اور شریفانہ بلند پایہ اخلاق کی وجہ شادی کے خواہشمند تھے۔ آپ ﷺ مال تجارت لے کر شام سے واپس آئے۔ تو حضرت خدیجہ نے آپ سے نکاح کا ارادہ کیا۔ چونکہ وہ آپ ﷺ کی بیش بہا خوبیوں سے واقف ہو چکی تھیں۔ تجارتی معاملات سے بہت اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا۔ اپنی سہیلی نفیسہ بنت منیہ کو آپ کے پاس پیغام نکاح لے کر بھیجا۔ آپ نے منظور فرما لیا۔ حضرت خدیجہ کے والد کی وفات ہو چکی تھی حضرت خدیجہ نے اپنے چچا عمرو بن اسد سے کہا وہ شادی کے امور انجام دے دیں۔ ادھر آپ ﷺ کی طرف سے عبدالمطلب کے خاندان والے مقرر ہوئے۔ چنانچہ رشتہ طے ہو جانے کے بعد ابو طالب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل خاندان حضرت خدیجہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ورقہ بن نوفل بھی شریک مجلس تھے۔ حضرت ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا جو بڑا بلیغ فصیح اور حمد خدا اور قوی شرافت وغیرہ کا ذکر کیا۔

① حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر:

ایک روایت کے مطابق آپ کا مہر پانچ سو درہم تھا۔ (زرقانی: ۳/۲۲۰)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ۲۰/ جوان اونٹ دیئے گئے تھے۔ جن کو ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا۔

(نساء میراث)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دو اوقیہ سونا یا چاندی بھیجا کہ آپ اس سے میرے لئے جوڑے اور چادریں خرید لیجئے۔ (سبل الهدیٰ: ۱۵٦)

حضرت عمار کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کی طرف سے ایک گائے ذبح کی گئی۔

(سبل الهدیٰ: ۱۱/۱۵٦)

بعض فضائل وخصوصیات

② سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی ہیں

حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ سب سے اول اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت خدیجہ اور حضرت علی ہیں۔

ابن عبدالبر نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجہ ہیں۔

ابن کثیر نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (سبل الهدیٰ، تجريد اسماء الصحابه: ۲/۲٦۲)

امام ثعلبی نے بیان کیا کہ اولیت اسلام پر تمام کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کے بعد اولاً اسلام کس نے قبول کیا

اختلاف ہے۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱)

③ خداوند قدوس کا سلام حضرت جبرئیل کی زبانی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے اللہ کے رسول حضرت خدیجہ آ رہی ہیں اور آپ کے لئے برتن میں سالن، یا کھانا یا پینے کی کوئی چیز لا رہی ہیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے رب کی جانب سے ان کو سلام پہنچا دیجئے۔ (بخاری: ۵۳۹، مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ پاک حضرت خدیجہ کو سلام پیش کرتے ہیں اس پر حضرت خدیجہ نے کہا اللہ پاک وہ تو سلام ہی ہیں۔ اور حضرت جبرئیل پر بھی سلام اور آپ بھی سلام اور خدا کی رحمت۔ (حاکم: ۱۸۶/۳)

ابن قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا کہ یہ شرف آپ کے علاوہ کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہیں فرمایا:

حضرت ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حیات میں کسی سے نکاح نہیں کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ وہ ۲۴ سال چند ماہ آپ کے پاس رہیں۔ (طبرانی، سبل الھدیٰ: ۵۹)

⑤ حضرت خدیجہ کی تعریف کیوں فرماتے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر فرماتے تو ان کی تعریف اور استغفار سے تھکتے نہیں۔ آپ نے ایک دن ان کا ذکر کیا۔ مجھے غیرت نے ابھارا تو میں نے کہا اللہ پاک نے اس بوڑھی عورت سے بہتر آپ کو دیا۔ (اپنی طرف حضرت عائشہ نے اشارہ کیا) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ غصہ ہوئے .... حضرت عائشہ نے کہا اے اللہ اگر آپ کے رسول کا غصہ ختم ہو جائے تو آئندہ کبھی ان کا ذکر کرنا مناسب طور پر نہ کروں گا۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میں نے کہا آپ نے سن لیا۔ تو فرمایا کیسے تم نے ان کے بارے کہا۔ قسم خدا کی اس نے اس وقت ایمان لایا جب لوگ میرا انکار کر رہے تھے۔ اس نے اس وقت تصدیق کی جب مجھے جھٹلا رہے تھے اور اس وقت مالی تعاون کیا جب لوگوں نے مفلس سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اللہ پاک نے مجھے ان سے اولاد عطا کی جب کہ دوسری بیوی سے یہ سلسلہ نہیں چلا۔ (سبل الھدیٰ)

⑥ سب سے پہلے نماز پڑھنے کا شرف:

امام ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے آپ مکہ سے آگے کسی اونچی جگہ پر تھے تو جبرئیل انہیں پیچھے وادی میں لے گئے وہاں ایک چشمہ جاری

ہو گیا تو حضرت جبرئیل نے وضو کیا پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ پڑھیں پھر آپ لوٹ آئے۔آپ کی آنکھیں سرور سے دل خوشی سے لبریز تھا (آپ گھر آکر حضرت خدیجہ کو ساتھ لیا) ہاتھ تھام کر اس چشمہ تک لائے اور حضرت جبرئیل کی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ دونوں نے پڑھیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ چھپ کر نماز پڑھنے لگے۔ (نساء مبشرات بالجنة: ۲۸)

⑦ شعب ابی طالب میں حضرت خدیجہ بھی ساتھ:

جب قریش اپنی سرکشی میں بہت بڑھ گئے اور بنو ہاشم کا ۳/سال تک کے لئے مقاطعہ بائیکاٹ کیا اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رسول پاک ﷺ کے ساتھ شعب (ابی طالب) کے حصار میں داخل ہوئیں۔

(نساء مبشرات: ۳۰)

⑧ اہل جنت میں افضل ترین:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل جنت کی افضل ترین عورتوں میں حضرت خدیجہ، فاطمہ، مریم بنت عمران ہیں۔ (مسند احمد: ۱/ ۲۹۳)

⑨ دنیا کی عورتوں میں بہتر اور ان کی سردار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر مریم، خدیجہ، فاطمہ اور آسیہ فرعون کی بیوی ہیں۔

⑩ وفات کے بعد حضرت خدیجہ کی سہیلیوں سے محبت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس کچھ آتا تو آپ فرماتے اسے فلاں گھر لے جاؤ۔ وہ خدیجہ کی سہیلیوں میں ہے۔ (سبل الهدیٰ)

⑪ جنت کے انگور دنیا میں دیئے گئے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ رسول پاک ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کا انگور کھلایا۔

(سبل الهدیٰ)

⑫ جنتی اور جنت میں موتی کے گھر ہونے کی بشارت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے جنت میں یاقوت موتی کے گھر کی بشارت دی جس میں کوئی شور و شغب نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان کا انتقال تو فرائض و احکام شرائع کے نزول سے پہلے ہو گیا۔ (یعنی وہ نماز تلاوت وغیرہ ادا نہ کر سکیں)

تو آپ نے فرمایا میں نے جنت کے نہروں میں دیکھا ایسے محل جو یاقوت کی موتیوں سے بنا تھا جس میں نہ کوئی شوراور نہ شغب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ گول موتی کا قبہ نما محل ہوگا۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/۱۵۸)

⑬ وفات کے بعد بکثرت ذکراور تعریفی کلمات ان کے حق میں فرماتے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کا ذکر فرماتے تو خوب تعریف فرماتے۔

(مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت خدیجہ کا ذکر وتذکرہ فرماتے تو ان کی تعریف اور خوبیوں کے ذکراوران کے استغفار سے آپ تھکتے نہیں۔یعنی بار بار کثرت سے ذکر فرماتے۔

(سبل الهدیٰ، طبرانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی کسی عورت پر غیرت نہیں کھائی جیسی کہ حضرت خدیجہ سے کھائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کثرت سے فرماتے۔ (بخاری: ۲۸۴، ترمذی: ۲۲۷)

⑭ آپ کی چند مجموعی خصوصیات:

ابن کثیر نے الفصول میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چند اولیات جن میں ان کو اولیت کا شرف حاصل ہے ذکر کئے ہیں۔

① آپ کی پہلی شادی ان سے ہوئی ② سب سے پہلے آپ کے نبوت کی تصدیق کی ③ سب سے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ کی اولاد انہیں سے ہوئی ④ ازواج مطہرات میں جنت کی بشارت انہیں کو ملی ⑤ انہیں اللہ پاک نے سلام کہلوایا ⑥ مؤمنات میں پہلی صدیقہ خاتون ⑦ سب سے پہلے ان کی قبر میں آپ اترے۔ (نساء مبشرات بالجنة: ۳۷)

⑮ وفات مبارکہ:

آپ کی وفات ہجرت سے قبل بلکہ معراج سے قبل ہوئی۔بعضوں نے کہا ہجرت سے ۴ر یا پانچ سال قبل یا معراج سے ۳ سال قبل ہوئی۔اس وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے، اس وقت جنازہ کی نماز مشروع نہیں ہوئی تھی۔اسی سال ابوطالب کی بھی وفات ہوئی۔ان دونوں کی وفات سے آپ پر رنج کا بڑا اثر اپڑا۔اسی وجہ سے اس سال کا نام عام الحزن ہوا۔ مدفن مقام حجون میں آپ کو دفن کیا گیا۔

⑯ حضرت خدیجہ سے اولاد:

ان سے دولڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں ① قاسم، اسی سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ بچپن ہی میں انتقال کر گئے ② عبداللہ۔ ان کا لقب طیب اور طاہر تھا۔ صغرسنی میں ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ③ حضرت زینب ④ رقیہ، ⑤ اُمّ کلثوم ⑥ حضرت فاطمہ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نسب: .... والد کا نام حضرت ابوبکر صدیق، والدہ کا نام زینب تھا کنیت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا۔ ولادت۔ بعثت کے چار یا پانچ سال بعد۔

① ازواج میں داخل ہونے کی اطلاع اور بشارت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح سے قبل دو مرتبہ خواب میں تم دکھائی گئی۔ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لاکر کہا یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے کپڑا جو ہٹایا تم نظر آئی۔ تو میں نے کہا اگر اللہ کی طرف سے تو ہو کر رہے گا۔ (بخاری: ۵۵۱، مسلم: ۲۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سبز ریشم کے ٹکڑے میں ان کی تصویر لے کر آئے۔ فرمایا آپ کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہے۔ (ترمذی: ۶۰۲)

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیغام نکاح کا واقعہ:

تمام ازواج مطہرات میں یہ شرف حضرت عائشہ کو حاصل ہے کہ وہ آپ کی کنواری بیوی تھی۔ آپ سے پہلے جبیر بن مطعم کے صاحبزادے سے منسوب ہو چکی تھیں۔ مگر خود جبیر نے حضرت عائشہ سے اپنے بیٹے کی شادی اسلام کی وجہ سے پسند نہیں کیا۔ پھر آپ سے منسوب ہوئیں۔

نسبت اور خطبہ حضرت خولہ بنت حکیم (جو حضرت عثمان بن مظعون کی بیوی تھیں) نے لگائیں جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ غمگین ورنجیدہ رہا کرتے تھے۔ حضرت خولہ نے ضرورت اور رنج و غم کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ ایسی بیوی جو مونس اور گھر کو سنوارنے والی ہو شدید ضروری ہے۔ چنانچہ آپ سے کہا "یا رسول اللّٰہ الا تتزوج." "اے اللہ کے رسول! آپ شادی کیا نہیں کریں گے۔ فرمایا کس سے کروں کہا خواہ کنواری سے کیجئے یا شادی شدہ سے کیجئے۔ آپ نے پوچھا کنواری کون ہے شادی شدہ کون ہے؟ کہا کنواری تو آپ کے دوست کی صاحبزادی ہے عائشہ، اور شادی شدہ سودہ ہے۔ جو آپ پر ایمان لا چکی ہے۔ اور آپ کی اتباع کر رہی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا جاؤ دونوں سے اس نسبت و پیغام کا ذکر کرو۔ چنانچہ حضرت خولہ کہتی

ہیں کہ اُمّ رومان کے پاس آئی اور کہا اللہ پاک تم پر خیر و برکت داخل کرے تو تم کہا کہتی ہو۔ کہا وہ کیسے کہا رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ سے نسبت کا تذکرہ کرر ہے تھے۔ اُمّ رومان نے کہا مجھے پسند ہے۔ ذرا ابوبکر کا انتظار کرو۔ آ ہی رہے ہوں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر آ گئے، خولہ نے تذکرہ کیا کیا یہ ٹھیک ہوگا؟ وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے۔ (عرب میں منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح ممنوع تھا) وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور ذکر کیا کہ ایسی بات ہے آپ نے جواب دیا وہ اسلام کے اعتبار سے بھائی ہیں۔ (نسب کے اعتبار سے نہیں کہ نہ ہو) یہ نکاح درست ہے۔ چنانچہ خولہ نے آکر بتا دیا کہ یہ نکاح صحیح ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا خولہ ذرا تم رکو۔ اُمّ رومان نے ذکر کیا کہ مطعم کے بیٹے سے نسبت آ چکی ہے۔ واللہ حضرت ابوبکر وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر مطعم کے پاس آئے اس کی بیوی اُمّ المغنی وہیں موجود تھیں۔ پوچھا میری لڑکی نسبت کے بارے میں کیا ارادہ ہے۔ مطعم بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔ (یہ دونوں کافر تھے اسلام سے واقف نہیں ہوئے تھے) بیوی نے حضرت ابوبکر سے کہا اگر میں نکاح کردوں گی تو میرا لڑکا دین (کفر) سے نکل جائے گا۔ (یعنی تمہارے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے اب ارادہ نہیں) حضرت ابوبکر واپس تشریف لائے اور خولہ سے کہا جاؤ رسول پاک ﷺ سے کہہ دو۔ وہ (نکاح کے لئے) تشریف لے آئیں۔ خولہ نے جا کر کہہ دیا اور آنے کو کہا۔

فَائِدَہ: چنانچہ اس واقعہ کے بعد نسبت طے ہوگئی۔ اور آپ ﷺ سے عقد نکاح کے لئے تاریخ طے ہوگئی۔

(سبل الهدیٰ: ۸۳)

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ۷ر سال کی عمر میں میری شادی ہوگئی۔ اور ۹ر سال میں میری رخصتی ہوگئی۔ اور میرے ساتھ میرے کھیلنے کا سامان تھا۔ (مسلم: ٤٥٦)

یعنی کم عمری کی وجہ سے میرے کھیلنے کا سامان جو سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی تھیں ساتھ لے گئیں۔ کوئی جہیز کا سامان نہیں گیا۔ نہ حضرت صدیق اکبر نے اس کا انتظام کیا اور نہ بھجوایا۔ تاریخ اور روایت و حدیث میں کوئی ذکر جہیز کا نہیں ہے۔

③ آپ کی رخصتی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (مکہ میں نکاح ہونے کے بعد ہجرت کے موقعہ پر) ہم لوگ مدینہ آئے۔ بنی حارث میں ہمارا قیام ہوا۔ میں بخار میں مبتلا ہوگئی۔ جس سے بال جھڑ گئے پھر علاج سے بال جم گئے۔ (ایک دن اچانک) میری والدہ آئیں میں جھولے میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھول رہی تھی مجھے آواز دی گئی مجھے بالکل نہیں معلوم کہ میری والدہ کا کیا ارادہ ہے (نہ رخصتی کا علم اور نہ اس کی کوئی تیاری پہلے سے ہوئی تھی) میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے دروازے پر لے آئیں۔ میری سانس پھول رہی تھی یہاں تک کہ مجھے سکون ہوا۔

پانی لے کر میرا چہرہ اور سر دھویا پھر کمرہ میں داخل کیا۔ دیکھا انصاری عورتیں موجود ہیں۔ اور کہہ رہی ہیں کہ خیر و برکت۔ نکاح اور شادی مبارک ہو۔ اور مجھے ان عورتوں کے حوالہ کر دیا۔ انہوں نے مجھے سنوارا میں نے چاشت کے وقت آپ ﷺ کو اچانک دیکھا اس وقت ان عورتوں نے مجھے آپ کے حوالہ کر دیا۔ (بخاری: ۵۵۱)

فائدہ: یہ ہے سرکار دو عالم ﷺ کی محبوب بیوی کی رخصتی کا واقعہ۔

نہ نکاح میں کوئی اہتمام اور نہ رخصتی میں۔ اب رخصتی ہونے والی ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی خبر نہیں۔

رخصتی کا پہلے سے کوئی اہتمام ہی نہیں۔ نہ دعوت ہوئی۔ نہ جوڑے کا اہتمام ہوا۔ نہ کسی قسم کی تیاری ہوئی۔ بس منہ دھلا کر بال وغیرہ سنوار دیا گیا اور آپ کے حوالہ کر دیا گیا۔

اب امت کا حال دیکھئے کئی دن قبل سے کس قدر کھانے اور مزین لباس وغیرہ کا انتظام اور اہتمام ہوتا ہے۔

④ نہ رخصتی میں کوئی اہتمام نہ ولیمہ کا انتظام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں تو آپ ﷺ نے کوئی ولیمہ تک کا اہتمام اور انتظام نہیں کیا۔ حالانکہ آپ بکری کے گوشت کا تو انتظام فرما ہی سکتے تھے۔

چنانچہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے موقعہ پر نہ تو کوئی اونٹ ہی ذبح کیا گیا اور نہ کوئی بکری ہی ذبح کی گئی۔ بس (یومیہ روزانہ) جو کھانا حضرت سعد بن عبادہ کے یہاں سے جو آتا تھا بس وہی تھا۔ (ازواج النبی: ۸٤)

دیکھئے یہ ہے کہ آپ کی رخصتی کیسی سادگی سے ہوئی نہ لباس و جوڑے کا انتظام نہ دعوت کا اہتمام نہ کسی کو خبر کی گئی نہ کسی کو بلایا گیا۔ یہ ہے شادی اور رخصتی میں اصل سنت۔

آج امت کس قدر واہیات خرچوں میں اور واہیات انتظام میں مبتلا ہو گئی ہے۔ ہفتوں پہلے سے انتظام ہوتا ہے۔ اقارب واحباب کی بھیڑ جمع کی جاتی ہے۔ لباس اور زینت کے اہتمام میں کس قدر روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ سب غیر مسلموں کی نقل ہے۔ کاش کہ کفار، غیر مسلم یا آزاد فاسق و فاجر لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کے بجائے اپنے ہی نبی کی جس کی اتباع کا کلمہ پڑھ کر وعدہ کیا ہے۔ اس کے نقش قدم پر چلتے تو آج شادی پریشانی اور ذہنی الجھن کا باعث نہ بنتی۔ غریب مالدار ہر ایک کے لئے راحت کا باعث ہوتی اس میں تجارت اور سودے بازی نہ ہوتی۔

آپ کا نکاح شوال کے مہینہ میں ہوا تھا اور شوال میں رخصتی ہوئی تھی۔ عرب ماہ شوال میں نکاح اور رخصتی کو

بدفالی منحوس اور بے برکتی کا باعث سمجھتے تھے۔ چنانچہ جاہلیت کے وہم فاسد کو توڑا گیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرا نکاح شوال میں ہوا تھا۔

⑤ مدت زوجیت:

۹ رسال آپ کی زوجیت میں رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ۱۸ رسال عمر تھی۔ ۴۸ رسال آپ کے بعد زندہ رہیں۔ ۶۶ رسال کی عمر پائی۔

⑥ وفات:

سنہ ۵۷ ہجری میں بمقام مدینہ منورہ وفات ہوئی دیگر ازواج مطہرات کے پہلو میں رات کے وقت جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اسی کی وصیت کر گئی تھیں کہ مجھے دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھائی کہ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔

چند خصوصیات

① نکاح وحی کے حکم واشارے سے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے کسی عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبرئیل امین اللہ عزوجل کی طرف سے وحی لے کر نہ آ گئے ہوں۔ (زرقانی: ۲۳٤/۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا اللہ نے آپ کا نکاح ابوبکر کی صاحبزادی سے کر دیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت جبرئیل سبز ریشم کے ٹکڑے میں میری تصویر لے آئے اور فرمایا یہ آپ کی بیوی دنیا اور آخرت میں ہوگی۔ (ترمذی: ۲۲٦/۲)

② دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں آپ کی زوج:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ جنت میں بھی میری بیوی ہوگی۔ (ابن ابی شیبہ: ۱۲۸/۱۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے فرمایا عائشہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہوگی۔ حضرت عمار یاسر نے کہا دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہے۔ (ترمذی: ۲۲۷/۲)

③ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہ تھیں۔

④ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب:

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہ۔ (ترمذی: ۲/ ۲۲۷، بخاری)

⑤ آپ کی باری کا دو دن بقیہ ازواج کا ایک دن:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ جب ضعیف ہوگئیں تو اپنی باری کے دن کے بارے میں کہا کہ حضرت عائشہ کے لئے ہے پس آپ حضرت عائشہ کے یہاں دو دن گذاریئے۔ (بخاری: ۱/ ۷۸٤)

⑥ باری کا خاتمہ حضرت عائشہ پر ہوتا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا فرماتے پھر ہر ایک بیویں کے پاس تشریف لے جاتے۔ اور میری باری پر باری کا خاتمہ فرماتے۔ (ازواج النبی: ٩٤)

⑦ حضرت عائشہ سے محبت کی تاکید وترغیب فرماتے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (ایک مرتبہ) آپ تشریف لائے میں رو رہی تھی۔ آپ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو۔ کہا حضرت فاطمہ نے کبھی برا بھلا کہا ہے۔ آپ نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور پوچھا تم نے عائشہ کو برا بھلا کہا ہے۔ جواب دیا ہاں اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا جس سے میں محبت رکھتا ہوں تم اس سے محبت نہیں رکھوگی۔ اور جس سے میں نفرت کروں تم اس سے نفرت نہیں کروگی۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا مجھے عائشہ سے محبت ہے تم ان سے محبت رکھو۔ (اور برا بھلا مت کہو)۔ (ابو یعلی، بزار، سبل الهدیٰ)

⑧ لوگ ہدیہ بھیجنے میں حضرت عائشہ کے دن کا انتظار فرماتے:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عائشہ کا علم تھا۔ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنے کا ارادہ رکھتا تو حضرت عائشہ کی باری کا دن آنے کا انتظار کرتا، جب آپ حضرت عائشہ کے پاس (باری کے اعتبار سے) تشریف لاتے تو ہدیہ بھیجتے۔ (ازواج النبی: ٩٦)

(ایک مرتبہ) عورتوں نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرو ازواج مطہرات یہ کہتی ہیں کہ لوگ حضرت عائشہ کی باری کے دن ہدایا لاتے ہیں۔ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ آپ جہاں بھی رہیں لوگ ہدایا وہیں بھیجیں۔ ہمیں بھی پسند ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ کو پسند ہے۔ چنانچہ آپ تشریف لائے تو حضرت اُمّ سلمہ نے یہ کہا تو آپ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آپ کے جانے کے بعد بیویوں نے حضرت اُمّ سلمہ سے پوچھا کہ آپ نے کیا جواب دیا۔ تو اُمّ سلمہ نے کہا میں نے تو کہا تھا مگر آپ نے اس پر

مجھ سے رخ پھیر لیا۔ جب آپ دوبارہ آئے تو میں نے پھر یہی ذکر کیا۔ آپ نے مجھ سے رخ پھیر لیا۔ پھر تیسری مرتبہ میں نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا اے اُمّ سلمہ عائشہ کے بارے میں مجھے تکلیف نہ دو قسم خدا کی۔ حضرت عائشہ کے لحاف میں سوئے ہوئے تھے کہ وحی نازل ہوئی، کسی بیوی کے لحاف میں ایسا نہ ہوا۔

(بخاری: ۵۳۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ لوگ خود اپنے طور پر حضرت عائشہ کی باری کے دن ہدایا بھیجتے تھے۔ جس میں آپ کے حکم کو کوئی دخل نہیں تھا۔ حضرت عائشہ کے ساتھ خیر خواہی جو لوگوں کے مزاج میں تھا آپ نے اسے باقی رکھا ازواج مطہرات کی رائے رشک کی بنیاد پر تھی جسے آپ نے پسند نہیں کیا۔

⑨ آپ نے اگلے پچھلے گناہ کے مغفرت کی دعاء فرمائی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن نہایت خوش دیکھا تو کہا اے اللہ کے رسول اللہ پاک سے میرے لئے دعا فرما دیجئے تو آپ نے دعا فرمائی۔ ''اللهم اغفر لعائشة ما تقدم من ذنبها و ما تاخر و ما اسرت و ما اعلنت.'' (تَرجَمَہ: اے اللہ حضرت عائشہ کے گناہوں کو معاف فرما جو اگلے ہوں یا پچھلے ہوں مخفی ہوں یا ظاہر ہوں۔ (مسند بزار مرتب: ۳۳۸/۳)

فَائِدَہ: حضرت صدیقہ کا دینی ذوق دیکھئے خوشی کے موقعہ پر مغفرت کی دعا کی درخواست کی۔ آج کل کی عورت اسی کے مقابلہ میں دنیاوی فرمائش کرتی۔

⑩ حضرت عائشہ کے ساتھ دوڑ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھی تو آپ نے فرمایا آؤ چلو دوڑیں۔ تو آپ کے ساتھ میں نے دوڑ لگائی تو میں آپ سے بڑھ گئی۔ پھر جب میرا بدن بھاری ہو گیا تو میں نے (بعد میں) دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ تو آپ نے فرمایا یہ اس کا بدلہ ہے۔ (ابن ماجہ، ابو داؤد: ۳۴۸)

⑪ عمرہ کی وجہ سے آپ رکے رہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حجۃ الوداع کے موقعہ پر) آپ میرے پاس تشریف لائے میں رو رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کیوں رو رہی ہے تو میں نے کہا آپ نے جو اپنے احباب سے کہا مجھے معلوم ہو گیا (جن کے پاس قربانی نہ ہو وہ عمرہ سے فارغ ہو کر کوچ کا ارادہ کریں) اور میں تو اب عمرہ نہیں کر سکتی ہوں آپ نے پوچھا کس وجہ سے کہا (ناپاک ہونے کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھ رہی ہوں، آپ نے (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا آدم کی بیٹوں پر جو مقرر کیا گیا ہے وہ تم پر بھی (اس میں تم کو کوئی اختیار نہیں) اللہ پاک اس سے تم کو نوازے گا۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں ہم لوگ منیٰ سے نکل چکے تھے۔ (حج سے فارغ ہونے کے بعد) اور مقام محصب میں رکے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن (جو میرے بھائی ہیں) بلایا اور فرمایا اپنی بہن کو حرم سے لے جاؤ۔ (تعیم، مسجد عائشہ) اور عمرہ کا احرام بندھواؤ۔ پھر تم دونوں طواف سے فارغ ہو جاؤ ہم تمہارا یہاں انتظار کر رہے ہیں۔ (رک کر) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بیچ رات میں فارغ ہو کر آگئی۔ آپ نے پوچھا تم دونوں طواف سے فارغ ہو گئے۔ ہم نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے احباب میں اعلان کروا دیا کہ کوچ کرو۔

فائدہ: دیکھئے جب تک حضرت صدیقہ عمرہ کر کے نہیں آگئیں آپ نے مکہ مکرمہ سے کوچ نہیں فرمایا۔ آپ نے ان کی رعایت فرمائی۔

⑫ اپنی دعوت میں حضرت عائشہ کو اصرار کر کے شریک رکھتے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پڑوسی فارسی تھا اس نے کوئی کھانا بنایا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ حضرت عائشہ بغل میں بیٹھی تھیں۔ آپ اسے (دعوت) دینے والے کو بلایا۔ اور کہا یہ (عائشہ) میرے ساتھ جائے گی۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر اس نے آپ کو کہا (دعوت ہے) آپ نے کہا یہ بھی میرے ساتھ جائے گی اس نے کہا نہیں۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ کہا آپ نے حضرت عائشہ کے بارے میں کہا (یہ بھی جائے گی) تب اس نے کہا ٹھیک ہے۔ یعنی حضرت عائشہ بھی ساتھ ہو لے۔ (مسلم: ۱۷۶/۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اس وقت تک قبول نہیں فرمائی جب تک کہ حضرت عائشہ کو بھی کھانے میں شریک نہیں فرمالیا۔ اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے جس میں داعی نے تیسری مرتبہ آپ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قبول کیا۔ (مسلم: ۱۷۶/۱)

⑬ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا گھوڑے کی پیشانی پر ہاتھ رکھے ایک آدمی سے بات کر رہے ہیں تو میں نے آپ سے کہا، میں نے آپ کو دحیہ کلبی کے گھوڑے پر ہاتھ رکھے ہوئے بات کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تم نے دیکھا کیا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔

(مسند احمد: ۴۷/۶)

⑭ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام مبارک:

محدث ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں تو حضرت عائشہ نے کہا "و علیہ السلام و رحمة الله و برکاته."

(ابن ابی شیبہ: ۱۳۳/۱۲، ترمذی: ۹۹/۲)

⑮ حضرت عائشہ ہی کی برکت سے تیمّم کی مشروعیت ہوئی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ مقام بیداء میں یا ذات الجیش میں پہنچے تو ہمارا ہار گم ہوگیا۔ آپ بھی اس کی تلاش میں اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تلاش میں نکلے۔ اور یہاں پانی نہیں تھا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہا دیکھتے نہیں حضرت عائشہ نے کیا کیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کو ایسی جگہ رکوا دیا۔ جہاں پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔ حضرت ابوبکر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے اور مجھ سے (ڈانٹتے ہوئے) کہا تم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کو ایسی جگہ پھنسا دیا جہاں پانی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس پانی ہے۔ اور مجھے ملامت کرنے لگے اور نیزے سے میرے کوکھ میں مارنے لگے۔ اور میں ہل نہیں رہی تھی چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر تھے (مبادا! آپ اٹھ نہ جائیں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح ہوئی تو بیدار ہوئے۔ اور پانی نہیں تھا۔ پس اللہ پاک نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔ لوگوں نے تیمّم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر نے کہا خاندان ابوبکر کی کوئی پہلی برکت تھوڑے ہی ہے۔ (ان کی وجہ سے اس سے پہلے بھی برکتوں کا ظہور ہوا ہے) چنانچہ وہ اونٹنی اٹھی تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت اسید نے کہا "جزاك الله خيراً فوالله ما نزل بك اثر قط الا جعل اله لك منه مخرجاً و جعل للمسلمين فيه بركة."

(بخاری: ۱/۵۳۲)

اے عائشہ اللہ پاک تجھے بہترین بدلہ سے نوازے۔ قسم خدا کی تم پر جب بھی کوئی بات کسی شکل میں پیش آئی تو اللہ پاک نے اس میں سہولت نکالی اور امت مسلمہ کے لئے اس میں برکت رکھی۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم ہو جانے پر تلاش کے لئے رکے رہے نماز کا وقت آگیا پانی نہیں ملا وضو کیسے کریں تو اللہ نے تیمّم کی آیت نازل فرما کر تیمّم کو مشروع فرما دیا۔ ادھر ہار بھی مل گیا۔ جس اونٹنی پر حضرت اُمّ المؤمنین سوار تھیں۔ اسی کے نیچے ہار ملا۔ پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی وجہ سے تیمّم کی مشروعیت ہوئی۔

⑯ آپ کی براءت بہتان پر آیت نازل ہوئی:

چنانچہ جب مدینہ منورہ میں غزوہ بنو مصطلق کے موقعہ پر منافقوں نے آپ کی پاکیزہ ذات کو متہم کیا تو آپ کے سلسلے میں سورہ نور نازل ہوئی۔ اس میں آپ کی عفت اور پاکدامنی کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا گیا "سبحانك هذا بهتان عظيم."

جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فخر تھا کہ ہماری پاکیزگی اور برأت کو لوگ قیامت تک پڑھیں گے۔

⑰ **علم، فقہ و مسائل میں عورتوں میں کیا مردوں پر فائق تھیں:**

ابن سہاب زہری فرماتے ہیں کہ اس امت کی تمام عورتوں اور ازواج مطہرات کے علوم کو جمع کر دیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تنہا علم جو ہے بڑھ جائے گا۔ (طبرانی: ۱۸۲/۲۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی بھی علمی اشکال پیش آتا تو اس کا علمی حل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مل جاتا۔ (ترمذی)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں میں نے علوم قرآنی میں سب سے زیادہ واقف نہ فرائض میں نہ حلال و حرام میں نہ فقہ میں نہ طب و علاج میں نہ اشعار میں نہ تاریخ عرب میں نہ نسب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی کو زائد دیکھا۔ (مجمع الزوائد: ۲۴۲/۹، حاکم: ۱۱/٤، طبرانی: ۲۳، ۱۸۲)

حضرت مسروق قسم کھا کر کہا کرتے تھے میں اکابرین صحابہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے مسائل میں پوچھتے دیکھا۔ (حاکم: ۱۱/٤، مجمع: ۲٤۲/۹)

عطاء بن رباح نے کہا حضرت عائشہ ''افقه الناس اعلم الناس احسن الناس رأيا'' تھیں۔

(حاکم: ١٤/٤)

قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی اور اس کے بعد عہدوں میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ (ازواج النبی: ۱۲۵)

ابن جوزی نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے اگر تمام لوگوں کے علم کو اور تمام ازواج مطہرات کے علم کو جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم وسیع ہوگا۔ (صفة الصفوة: ۲۳/۲، مجمع الزوائد: ۲٤۳/۹)

⑱ **فصاحت و بلاغت میں ممتاز:**

حضرت موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔

(طبرانی: ۱۸۲/۲۳، حاکم: ۱۱/٤)

حضرت معاویہ سے منقول ہے کہ قسم خدا کی میں نے کسی خطیب کو حضرت عائشہ سے زیادہ بلیغ اور فصیح اور ذہین نہیں دیکھا۔ (طبرانی: ۱۸۳/۲۳)

⑲ **اشعار عرب میں ممتاز اور فائق:**

عروہ بن زبیر نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ شاعر کسی کو نہیں پایا۔ (حاکم: ۱۱/٤)

عروہ ہی کی روایت ہے کوئی واقعہ پیش آتا تو اس کے متعلق اشعار پیش کر دیتیں۔ (اصابہ: ۱۸/۸)

⑳ لوگوں میں سب سے زیادہ ذہین وسمجھدار:

حضرت معاویہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ سے زیادہ ذہین وسمجھدار نہیں دیکھا۔

(مجمع: ۹/ ۲۴۳، طبرانی: ۳/ ۱۸۳)

㉑ روایت حدیث میں امتیازی مقام:

امام ذہبی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو ہزار دوسودس روایتیں مروی ہیں۔ بخاری اور مسلم میں متفق علیہ روایتیں ۱۷۴/ ہیں، صرف بخاری میں ۵۴/ روایتیں ہیں۔ اور مسلم میں ۶۸/ روایتیں ہیں۔ (۲/ ۱۳۹)

بعض لوگوں نے کہا کہ ایک چوتھائی روایتیں جو احکام شرعیہ کے متعلق ہیں ان سے منقول ہیں۔

(سیرا لصحابہ)

㉒ جود وسخاوت میں لوگوں میں سب سے زیادہ فائق وممتاز:

حضرت معاویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک ہار ہدیۃً بھیجا جس کی قیمت ایک لاکھ تھی۔ انہوں نے اسے ازواج مطہرات کے درمیان تقسیم کر دیا۔ لوگوں میں بہت سخی تھیں۔ (اپنے پاس نہیں رکھا)

ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں حضرت عائشہ کی سخاوت کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن زبیر نے دو بڑے برتن میں ہدیۃً مال بھیجا جو ایک لاکھ اسّی ہزار دراہم تھے۔ ان دنوں روزہ تھیں۔ چنانچہ برتن منگایا اور لوگوں کو تقسیم کرتی رہیں یہاں تک کہ شام ہوگئیں۔ اوران کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا۔ شام ہوئی تو خادمہ سے کہا لاؤ افطاری وہ روٹی اور زیتون لے کر آئیں۔ تو اُمّ زرہ نے حضرت عائشہ سے کہا تقسیم جو کیا تو یہ نہ ہوسکا کہ ایک درہم کا گوشت بھی منگالیتی کہ ہم افطار اس سے کرتے اس پر کہا مجھے کچھ مت کہو اگر یاد دلا دیتی تو کر لیتی ایسا۔

مطلب یہ ہے کہ تقسیم کے وقت اپنی ضرورت تک کا احساس نہ رہا اپنی حاجت کے مقابلہ میں دوسروں پر سارا ایثار کر دیا۔ (۲/ ۲۹)

بخاری میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر حضرت عائشہ سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے بعد سب سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ اوروں کے مقابلہ میں ان پر بھلائی کرتے تھے۔ مگر حضرت عائشہ کسی چیز کو جمع کر کے نہیں رکھتی تھیں۔ جو بھی اللہ کا رزق آتا اسے وہ خیرات کر دیتی تھیں۔ (ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۲۷)

حضرت عروہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ستر ستر ہزار درہم تقسیم کر دیتیں اور کرتے میں پیوند لگاتیں۔

(صفۃ الصفوۃ: ۲/ ۱۴)

بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے (ان کی سخاوت اور فیاضی کو دیکھ کر کہا کہ) ان کا ہاتھ سخاوت سے روکنا چاہا۔ (ان کو معلوم ہوا) تو کہا وہ میرے ہاتھ کو (صدقہ خیرات سے روکیں گے اور (مارے غصہ کے) قسم کھالی کہ ان سے بات نہ کروں گی۔ قریش کے چند اہم لوگوں نے جب سفارش کی تب جا کر بات کا سلسلہ چلا۔ (بخاری: ۲/۴۹۷)

(۲۳) زہد وقناعت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو دنیا میں اتنا سامان کافی ہونا چاہئے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے۔ (یعنی انتہائی ضروری سامان) خبردار مالدار کی مجلس سے پرہیز کرنا اور کسی کپڑے کو پرانا اور ناقابل استعمال اس وقت تک نہ بنانا جب تک کہ اس میں پیوند جوڑ نہ لگالینا۔ (مشکوٰۃ: ۳۷۵)

اس نصیحت نبوی کے بعد حضرت عائشہ بغیر پیوند لگائے کسی کپڑے کو ناقابل استعمال نہ بناتی تھیں۔ کثیر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اُمّ المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ میں اپنا پیوند سی لوں۔ (حیاۃ الصحابہ: ۲/۸۴۱)

ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں لکھا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ کو دیکھا کہ ستر ستر ہزار دراہم لوگوں کو تقسیم کر دیتی تھیں۔ خود ان کے کپڑے میں پیوند لگا ہوتا۔ (۲/۱۴)

ایمن مکی نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک قطری کرتہ تھا جس کی قیمت ۵ر درہم ہوگی (یعنی بہت ہی کم قیمت کا جو انتہائی سادہ تھا) (بخاری: ۳۵۸)

باوجود وسعت مالی کے اس درجہ کا کپڑا استعمال کرنا تواضع اور زہد کی علامت ہے۔

(۲۴) طب وطبابت میں:

حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے (طبی مہارت دیکھ کر) حضرت عائشہ سے کہا مجھے آپ کے علم طب سے حیرت ہوتی ہے یہ آپ کو کیسے آیا؟ عروہ کہتے ہیں کہ انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمانے لگیں اے عروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عمر میں کافی بیمار رہے۔ مختلف جگہوں سے ان کے پاس وفود آتے تھے۔ تو آپ کو تھکاوٹ (کمزوری اور ضعف) ہو جاتی تھی میں ان کا علاج کیا کرتی تھی تو یہ ان کی برکت سے مجھے بھی یاد آگیا۔ (مجمع الزوائد: ۹/۲۴۲)

(۲۵) رقی اور جھاڑ کی اجازت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں نظر بد کی جھاڑ کروں۔ (مسلم: ۱/۲۲۳)

فَائِدَہ: پس اس سے نظر بد کی جھاڑ کا صحیح ہونا بھی معلوم ہوا اور یہ کہ مردوں کی طرح عورت بھی کر سکتی ہے۔

⑳ اشراق قلبی اور الہام الٰہی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عائشہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ پاک نے مجھے وہ اسم اعظم بتا دیا ہے جس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے تو میں نے آپ سے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسول وہ مجھے سکھا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا تمہارے لئے مناسب نہیں اے عائشہ۔ چنانچہ حضرت عائشہ (اس کی طلب ہوئی اور انہوں نے دوبارہ) درخواست کی تب بھی آپ نے یہی فرمایا تمہارے لئے مناسب نہیں کہ تم اس کے ذریعہ سے دنیا کا کوئی سوال کرو۔ (یعنی اس اہم اسم اعظم سے حقیر دنیا کا سوال کر بیٹھو۔ پس آپ نے نہیں بتایا۔ (اس نہ بتانے پر حضرت عائشہ کے قلب پر اثر ہوا اور وہ صلوٰۃ حاجت کے ذریعہ سے اللہ کی طرف رجوع کیا) چنانچہ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں کھڑی ہوئی وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی پھر میں نے یہ دعا پڑھی (جو میرے دل میں خدا نے ڈالا)

اللهم انی ادعوك الله و ادعوك الرحمن و ادعوك البر الرحيم، و ادعوك باسمائك الحسنىٰ كلها ما علمت منها و ما لم اعلم ان تغفرلی و ترحمنی

(آپ نے یہ میری زبان سے سن لیا) آپ نے مسکرایا اور فرمایا یہی وہ اسم اعظم نے جس سے تم نے دعا کی۔ (ترغیب: ۲/۴۸، ابن ماجه)

فَائِدَہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز کے ذریعہ سے حاصل کیا۔ اللہ پاک نے ان کے قلب پر اس دعا کا اثر دکھایا۔

㉗ جنت کی بشارت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کی جنت میں کون بیویاں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا تم ان میں سے ایک ہو۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/۱۴۵)

ابن ابی شیبہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ جنت میں میری بیوی ہوں گی۔ (۱۲/۱۲۸)

سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی دنیا میں اور آخرت میں دونوں میں آپ کی بیوی ہیں۔ (ترمذی: ۲/۲۲۶)

㉘ حجرہ عائشہ کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں دیکھا کہ ۳/ چاند ٹوٹ کر ان کے حجرہ میں گرے ہیں۔ اس پر حضرت

ابوبکر نے فرمایا اگر تیرا خواب سچا ہوا تو تیرے گھر زمین کے سب سے افضل ترین لوگ دفن ہوں گے۔ جب نبی پاک ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابوبکر نے دفن کے بعد فرمایا۔ یہ ان چاندوں میں سے ایک ہے۔ اور سب سے افضل ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر و عمر دفن ہوئے اس طرح ۳/ چاند پورے ہوگئے۔

(نساء مبشرات، اردو: ۲۱۴)

فَائِدَہ: ایک قبر کی جگہ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔

(۲۹) بوقت وفات حضرت عائشہ کا لعاب آپ کے منہ مبارک میں:

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ پاک کے انعامات میں سے جو مجھ پر ہوئی ہیں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات میرے حجرے میں میری باری کے دن۔ میرے گود میں ہوئی۔ اور میرے لعاب دہن کو آپ کے لعاب دہن کے ساتھ ملا دیا۔ (کہ آپ کے مسواک چبا کر آپ کو دیا تھا)۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ)

(۳۰) بالاجماع حضرت عائشہ کی عفت میں شک و تردد کرنے والا مرتد و کافر:

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متہم سمجھے گا ان کی پاکدامنی پر شبہ کرے گا وہ کافر ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو متہم کرنے والے کی سزا قتل ہے۔ اور اس پر اجماع ہے۔

(حاشیہ ازواج النبی: ۱۱۸)

بخلاف دیگر ازواج کہ ان پر اس جرم کی سزا قتل وارتداد نہیں گو اکبر الکبائر ہے۔

خلاصہ اور چند مجموعی خصوصیات

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دس ایسی خصوصیتیں اور منقبت حاصل ہیں جو دوسری ازواج مطہرات کو حاصل نہیں۔ جسے وہ خود ہی اپنی زبان سے کہتی ہیں۔

1. میرے علاوہ کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا۔
2. ایسی کوئی بیوی نہیں جس کے والدین دونوں نے ہجرت کی ہو۔
3. میری براءت اور عفت آسمان سے (وحی کی شکل میں) نازل ہوئی۔
4. آسمان سے میری شکل حضرت جبرئیل ریشمی رومال میں لے کر آئے۔
5. میں اور آپ ایک ہی برتن میں ایک ساتھ غسل کرتی۔
6. آپ نماز پڑھتے اور میں سامنے لیٹی رہتی۔
7. میں آپ کے پاس (لحاف میں) لیٹی رہتی اور وحی نازل ہو جاتی۔
8. میرے سینے اور گود میں تھے کہ خدا نے آپ کی روح قبض فرمائی۔

❾ میری باری کے دنوں میں آپ کی وفات ہوئی۔

❿ میرے حجرے میں آپ دفن ہوئے۔(ابن سعد: ۸/۶۳)

بعض روایات میں کم وبیش یہی خصوصیتیں منقول ہیں۔

چنانچہ مسند ابو یعلی کی راویت میں یہ ہے

❶ میرے گھر کو فرشتوں نے گھیر لیا۔

❷ میں خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں

❸ میں پاکیزہ پیدا کی گئی اور پاکیزہ کے پاس رہی۔

❹ میرے لئے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا۔(ابو یعلی: ۴/۳۲۶)

طبرانی اور ابن ابی شیبہ میں ہے۔

❶ میں لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب

❷ اور سب سے زیادہ محبوب کی بیٹی۔

❸ میری تعریف میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔

❹ میرے بارے میں ایک جماعت ہلاک ہوئی (افک کے واقعہ میں)۔

(طبرانی کبیر: ۲۳/۳۱، ابن ابی شیبہ: ۱۲/۱۲۹)

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

نام: .... حفصہ، خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کی صاحبزادی، والدہ کا نام زینب بنت مظعون تھا۔

ولادیت، آپ کی نبوت سے ۵ سال قبل قریش کی تعمیر کعبہ کے وقت پیدا ہوئیں۔ (ابن سعد: ۸/۸۱)

شوہر اول، خنیس بن حذافہ، جو خاندان بنوسہم سے تھے۔

ہجرت: .... شوہر اور بیوی دونوں نے ایک ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ان کے شوہر معرکہ بدر میں شریک ہوئے۔ زخمی ہوئے اسی زخم سے شہید ہوگئے۔ ایک قول ہے کہ جنگ احد میں شہادت نصیب ہوئی۔ مگر اول زیادہ مشہور ہے۔ (ازواج النبی: ۱۳۸)

① آپ سے عقد نکاح:

عدت کے بعد حضرت عمر کو حضرت حفصہ کی فکر ہوئی اسی زما ،میں حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس بنا پر حضرت عمر سب سے پہلے حضرت عثمان سے ملے۔ اوران سے حضرت حفصہ کے نکاح کی خواہش کی۔ انہوں نے کہا میں اس پر غور کروں گا۔ چند دنوں کے بعد کہا میرے نکاح کا ارادہ نہیں۔ پھر حضرت ابوبکر سے ملاقات

کی۔ اور کہا کہ آپ چاہیں تو آپ کا نکاح حفصہ سے کرادوں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان سے بھی زیادہ ان سے رنج ہوا۔ چند دنوں رکا رہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیغام نکاح بھیجا۔ میں نے حفصہ کا نکاح آپ سے کردیا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ جب میری ملاقات حضرت ابوبکر سے ہوئی تو فرمایا تم کو تکلیف ہوئی ہوگی جب ہم نے حفصہ کی نسبت پیش کیا تھا اور تم کو میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا ہاں میں نے تم کو جواب اسی وجہ سے نہیں دیا تھا کہ مجھے علم ہوگیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کا ذکر کیا تھا۔ پس میں اس راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں اگر آپ چھوڑ دیتے تو میں اس نسبت کو قبول کرلیتا۔ (مسند احمد: ۱۲/۱، بخاری: ۷۶۷/۲)

② زمانہ نکاح:

معمر بن مثنیٰ نے بیان کیا کہ ہجرت مدینہ کے دوسرے سال شادی ہوئی۔ (ابن سعد: ۸۳/۸)

ابن شہاب زہری، بلاذری، زہبی نے کہا کہ ہجرت کے تیسرے سال نکاح ہوا۔ (ازواج النبی: ۱۳۹)

③ طلاق کے بعد آپ کو رجوع کا حکم:

عقبہ بن عامر کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کو طلاق دے دیا۔ حضرت عمر کو خبر ہوئی تو سر پر مٹی (مارے رنج افسوس کے) ڈالتے ہوئے کہا، عمر اور اس کی بیٹی کا اس کے بعد کون پرسان حال ہوگا۔ دوسرے دن حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا اللہ نے حکم دیا کہ آپ حفصہ سے رجوع فرمالیں۔ حضرت عمر پر رحم فرماتے ہوئے۔ (طبرانی: ۱۸۸/۲۳، مجمع الزوائد: ۲٤٤/۹)

قیس بن زید کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دے دیا...... آپ گھر تشریف لائے تو حفصہ پردہ میں ہوگئیں۔ تو آپ نے فرمایا مجھ سے حضرت جبرئیل نے کہا کہ حفصہ سے رجوع کرلیجئے۔ یہ بہت کثرت سے روزہ رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہے اور یہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہے۔

(ابن سعد: ۸٤/۸، حاکم: ۱۵/٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو ایک طلاق دے دی۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اے محمد آپ نے حفصہ کو طلاق دے دیا وہ بڑی کثرت سے روزہ اور نماز پڑھنے والی ہیں۔ وہ جنت میں بھی آپ کی بیوی ہے۔ (حاکم: ۱۵/٤)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نیک صالح پابند شرع عبادت گذار تلاوت و ذکر کرنے والی ہو اسے طلاق نہ دے خواہ اس سے کوئی نامناسب بات صادر ہوجائے۔ برداشت کرکے رکھے رہے۔ شاید اس کی صلاح نیکی شوہر کے حق میں نفع اور نجات کا باعث بن جائے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رجوع کرنے کا سبب کثرت

سے روزہ اور نماز فرمایا۔

④ فضل وکمال:

ان کے خاندان کے چھ افراد غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ ان کے والد حضرت عمر، ان کے چچا زید، شوہر خنیس، ان کے ماموعثمان، عبداللہ، قدامہ، مظعون کے خاندان والے۔ سائب بن عثمان کے ماموں کے بیٹے۔

(ازواج النبی: ١٤٤)

⑤ راویت حدیث:

حضرت حفصہ سے کتب احادیث میں قریب ۶۰ روایتیں مروی ہیں۔ انہوں نے یہ روایتیں رسول پاک ﷺ سے اور اپنے والد حضرت عمر سے کی ہیں۔ (زرقانی: ٢٧١/٣، ازواج النبی: ١٤٥، النوری فی التهذیب: ١٤٥/٢)

⑥ جھاڑ کی تعلیم:

حضرت شفا کو پھنسی کے جھاڑ کا منتر آتا تھا۔ ایک دن وہ گھر میں آئیں تو آنحضرت ﷺ نے کہا تم حفصہ کو منتر سکھادو۔ (مسند احمد: ٢٨١/٤)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کاٹے ہوئے کا جھاڑ کرنا، سیکھنا اور سکھانا درست ہے۔ اور اس کا سیکھنا فائدہ پہنچانے کی نیت سے بہتر ہے۔ اور یہ سنت سے ''آپ سے'' ثابت ہے۔

⑦ بکثرت روزہ اور نماز والی:

آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی کہ حضرت حفصہ کثرت سے روزہ رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی ہیں۔ وہ اس کثرت سے روزہ رکھتی تھیں کہ وفات کے دن بھی روزہ سے تھیں۔ (اصابه: ٥٢/٨)

⑧ وفات:

مدینہ منورہ شعبان ۴۵ ہجری میں وصال ہوا۔ حضرت معاویہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مروان جو مدینہ کا گورنر تھا نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کے بھائی ابن عمر اور ان کے لڑکوں سالم، عبداللہ، عاصم، حمزہ نے قبر میں اتارا، ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ (ابن سعد: ١٤٤/٨)

⑨ وقف:

مقام غابہ میں ان کی جائیداد تھیں ان کو انہوں نے وقف کر کے صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل کیا۔

(اسدالغابه: ازواج النبی: ١٤٥)

⑩ اولاد:

حفصہ سے کوئی اولاد نہیں۔

⑪ جنت کی بشارت دنیا میں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ آپ کی جنت میں بیوی ہوں گی۔(ابن سعد: ۸/۸٤)

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

نام:......... اصل نام برہ تھا، آپ نے میمونہ رکھا۔ حضرت ابن عباس کی خالہ۔

والدہ:......... ہند بنت عوف۔ ان کی بہن حضرت عباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اُمّ الفضل لبابہ کبریٰ۔

پہلے شوہر کا نام:......... ابن ابی خیثمہ نے بیان کیا کہ ابورہم ابن عبدالعزیٰ القرشی کے ماتحت تھی۔

(سبل الھدیٰ: ۲۰۷، زرقانی: ۲۵۲)

ابن سعد میں ہے کہ پہلے ان کی شادی مسعود بن عمر ثقفی سے ہوئی، اس سے جدائیگی کے بعد ابوہم سے ہوئی۔ اس کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔ (زرقانی: ۲۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ فروی بن عبدالعزیٰ کے نکاح میں اولاً تھیں۔ ایک راویت میں ہے کہ حویطب ابن عبدالعزیٰ کے نکاح میں تھی۔ (زرقانی: ۲۵۲)

① آپ کی زوجیت میں:

قتادہ نے کہا کہ حضرت میمونہ نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہبہ کیا تھا۔ قرآن کی آیت ''وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها'' انہیں کے متعلق نازل ہوئی۔(سبل الھدیٰ: ۲۰۷/۱۱، زرقانی: ۲۵۳/۳)

عکرمہ نے بھی کہا کہ انہوں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کیا تھا۔ (ابن سعد: ۱۳۷/۸)

طبرانی نے بھی زہری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ہبہ کیا تھا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۰۸)

ممکن ہے کہ ہبہ کے بعد آپ نے ان سے نکاح کیا ہو جیسا کہ بکثرت روایتوں میں ہے۔

② عقد نکاح کا واقعہ:

معمر بن مثنی نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ عمرہ کے لئے تشریف لائے اور ادھر جعفر بھی حبشہ سے آئے تو آپ نے میمونہ کو پیغام نکاح بھیجا۔

ابن ابی خیثمہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے لحیہ بن جز کو اور دو آدمیوں کو خطبہ پیغام لے کر بھیجا۔

انہوں نے یہ معاملہ اپنی بہن اُمّ الفضل کے حوالہ کیا۔ انہوں نے اپنے شوہر حضرت عباس کے حوالہ کیا حضرت عباس نے ان کا نکاح فرما دیا۔

مسند احمد و نسائی میں ہے کہ آپ نے میمونہ کو پیغام بھیجا تو انہوں نے حضرت عباس کے حوالہ یعنی وکیل

بنایا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۰۸)

ابن شہاب زہری نے کہا کہ آپ ﷺ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں عمرہ کے ارادے سے نکلے، مشرکین نے مسجد حرام جانے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ آپ مقام یاج پہنچ گئے تو جعفر رضی اللہ عنہ کو وکیل بنا کر بھیجا انہوں نے پیغام پہنچا رہا۔ انہوں نے حضرت عباس کو اختیار دیا۔ (وکیل بنایا)۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۰۸)

بخاری کی روایت میں ہے کہ میمونہ کی شادی عمرۃ القضا کے موقعہ پر ہوئی۔

③ وکیل نکاح:

حضرت میمونہ کی جانب سے حضرت ابورافع تھے۔ اور آپ ﷺ کی جانب سے حضرت عباس تھے۔

سلمان بن یسار نے کہا آپ ﷺ نے ابورافع کو اور ایک انصاری کو بھیجا ان دونوں نے آپ کا نکاح میمونہ سے کرادیا۔ (ابن سعد: ۱۳٤)

زرقانی میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب مکہ سے عمرہ کے ارادے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اوس بن خولہ کو اور ابورافع کو حضرت عباس کے پاس بھیجا تا کہ وہ حضرت میمونہ سے آپ کا نکاح کرادیں۔ (۳/۲۵۳)

④ مہر:

ابن اسحٰق کی روایت میں ہے کہ مہر چارسو درہم تھا۔ عمرہ کی روایت میں ہے کہ ۵۰۰ درہم تھا۔

(زرقانی: ۲۵۳)

⑤ مقام نکاح:

سرف ہے۔ جاتے وقت آپ نے نکاح کیا تھا جب حالت احرام میں تھے۔ عمرہ سے واپسی کے وقت رخصتی ہوئی تھی جب حلال تھے۔ (زرقانی: ۳/۲۷۱)

سرف مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

⑥ نکاح بحالت احرام:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں یہ علمی اختلاف بہت مشہور ہے کہ نکاح احرام کی حالت میں ہوا یا حلال کی حالت میں۔ احناف قائل ہیں کہ احرام کی حالت میں یہ نکاح ہوا تھا۔ شوافع وغیرہ قائل ہیں کہ حالت احلال میں یہ نکاح ہوا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی شادی حضرت میمونہ سے ہوا اور آپ محرم تھے۔

(ابن سعد: ۱۳۵)

اسی طرح عامر شعبی، مجاہد، عطاء قرہ بن خالد کی راویت میں بحالت احرام نکاح کا ذکر ہے (ابن سعد: ۱۳٦)

حضرت ابونافع کی روایت میں ہے کہ حضرت میمونہ کا نکاح ہوا اور آپ ا رام سے فارغ ہو چکے تھے۔

(ابن سعد: ۸/۱۳٤، طحاوی)

⑦ آپ کی آخری بیوی اور آخری نکاح:

آپ ﷺ کا یہ آخری نکاح تھا۔ اور یہ آپ کی آخری بیوی تھیں۔ اور ازواج مطہرات میں آخر میں وفات پانے والی بیوی تھیں۔ (زرقانی: ۳/۲۵۳)

⑧ فضل وکمال احوال واوصاف:

خدا سے خوف کی حامل اور صلہ رحمی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک میں امتیازی شان رکھتی تھیں ان کی سوکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم میں سے زیادہ خوف خدا کرنے والی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی تھیں۔ (ابن سعد: ۱۳۸)

خدائے پاک جل شانہ پر توکل اور اعتماد میں ممتاز تھیں۔ یہ کبھی کبھی قرض لے لیا کرتی تھیں۔ ایک بار زیادہ قرض کی رقم لی تو کسی نے کہا یہ قرض کس طرح ادا کروگی۔ تو جواب دیا۔ رسول پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔ جو شخص ادا کی نیت رکھتا ہے۔ خدائے پاک خود (غیبی نظام سے) اس کا قرض ادا کر دیتا ہے۔

(مسند احمد: ۱/ ۳۳۳)

غلام آزاد کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک مرتبہ ایک لونڈی کو آزاد کیا۔ آپ ﷺ (بہت خوش ہو ئے) فرمایا اللہ پاک تم کو اس کا اجر دے۔ (مسند احمد)

ایک مرتبہ باندی کی آزادی پر فرمایا اگر اسے اپنے رشتہ داروں میں صدقہ کرتیں تو زیادہ ثواب ملتا۔

(ابن سعد: ۱۳۸)

لوگوں کو علمی ہدایت، سنت کا طریقہ، آپ ﷺ کا عمل اور طریق مبارک لوگوں کو بتایا کرتی رہتی تھیں۔ ان کی کنیز حضرت ابن عباس کے گھر گئیں تو معلوم ہوا کہ ایام کے موقعہ پر بستر بیوی سے الگ کر لیا جاتا ہے تو حضرت میموہ نے باندی سے کہلوایا کہ طریقہ مسنون سے اعراض کیوں ہے آپ ﷺ (اس حالت حیض میں) برابر ہم لوگوں کے بستر پر آرام فرماتے تھے۔ (مسند احمد)

لوگوں کو علمی مسائل کی رہنمائی فرماتی تھیں۔ شرعی معلومات بھی خوب رکھتی تھیں۔ ایک عورت نے منت مانی کہ شفا ہوگئی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔ یہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور ان کو سفر کی تیاری کا ذکر کیا۔ تو حضرت میمونہ نے روک لیا۔ اور کہا تم یہیں مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو مسجد نبوی کا ثواب دوسری مسجد سے ہزار گنا زائد ہے۔ (سوائے مسجد حرام کے)۔ (مسند احمد)

مسواک کی سنت کا ان کو بڑا اہتمام رہتا تھا۔ ان کو کثرت سے کرتی تھیں۔ یزید بن الاصم کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ کا مسواک پانی میں ڈالا رہتا تھا۔ جب نماز سے یا اور کسی کام سے فرصت پاتیں تو مسواک کرنے لگتی تھیں۔ (ابن سعد: ۱۳۹/۸)

مرد عورت کا ایک ہی برتن سے ایک مرتبہ اور یکے بعد دیگرے غسل کے جواز کے سلسلے میں بھی آپ سے علمی روایت منقول ہے۔ جسے بکثرت حدیث نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح عورت کے غسل کے بعد اس کی باقی ماندہ پانی سے غسل کے جائز ہونے کی روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ ایک ہی برتن سے غسل فرماتے۔ (ابن سعد: ۱۳۷)

حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ میں اور آپ جنابت کی حالت میں ہوئی۔ چنانچہ میں نے ایک بڑے برتن کے پانی سے غسل کیا۔ پانی بچ گیا۔ آپ تشریف لائے اور غسل کرنے لگے تو میں نے عرض کیا میں اس پانی سے غسل کر چکی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا پانی میں جنابت کا اثر نہیں آتا۔ (پانی پاک ہے)۔ (ابن سعد: ۱۳۷)

اللہ کی نعمت کی بڑی قدرداں تھی۔ کسی نعمت الٰہی کو ضائع اور بیکار نہ ہونے دیتیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ زمین پر ایک انار دیکھا۔ تو اسے اٹھالیا اور فرمایا اللہ پاک کو کسی کا برباد ہونا پسند نہیں۔ (ابن سعد: ۱۳۹)

یعنی اگر نہ اٹھائی تو چلنے والوں کے پیر سے روند کر وہ ضائع اور برباد ہو جاتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ راستہ میں کوئی پھل فروٹ یا معمولی درجہ کی کوئی کھانے یا استعمال ہو سکنے والی چیز پڑی ہو تو اسے اٹھا کر استعمال کرنا درست ہے۔ ہاں اگر کچھ قیمت والی چیز ہو دھوکے سے گری معلوم ہوتی ہو تو پھر اعلان کرنا اور مالک تک پہنچانا لازم ہوگا۔

منکر پر نکیر میں بڑی سخت تھیں۔ اس میں مداہنت کو برداشت نہیں کرتی تھیں۔ اپنے ایک قریبی رشتہ دار کے منہ میں شراب کی بو محسوس کی۔ تمہاری سزا لوگ کوڑے سے نہ دیں یا جب تک پاک نہ ہوگے تو میرے گھر میں داخل ہوگے۔ (ابن سعد: ۱۳۹/۸)

⑨ وفات اور مدفن:

مقام سرف جہاں آپ کا عقد نکاح ہوا تھا۔ جہاں آپ کی رخصتی ہوئی تھی۔ وہاں ایک قبہ بنا تھا وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

صفیہ بنت شیبہ کہتی ہیں کہ سرف میں جہاں آپ کا نکاح ہوا تھا اور وہیں آپ کی رخصتی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنا دیا گیا تھا وہیں وفات ہوئی اسی قبہ میں دفن کی گئیں۔ (ابن سعد: ۱۳۹، زرقانی: ۲۵۳/۳)

یزید بن اصم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قبر میں آپ کو اتارنے والے تھے۔ (ابن سعد، زرقانی: ۲۵۳/۲)

جنازہ کی نماز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔ (زرقانی: ۱۱)

⑩ زمانہ وفات:

محمد ابن عمر کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی سب سے آخر وفات پانے والی بیوی ہیں۔ ۶۱ ہجری سن وفات ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۸۰/ یا اکیاسی سال کی ہوگی۔ (ابن سعد: ۱۳۹)

زرقانی میں ہے صحیح یہ ہے کہ وفات ۵۱ ہجری میں ہوئی۔ (زرقانی: ۳/ ۲۵۳)

حافظ نے اصابہ میں اسی کو اثبت کہا ہے۔ البتہ واقدی سنہ ۶۱ کے قائل ہیں۔ (زرقانی: ۳/ ۲۵۳)

⑪ روایات حدیث:

حضرت میمونہ سے قریب ۴۶/ احادیث مروی ہیں۔ (سیر الصحابیات)

اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: ....سودہ بنت زمعہ بن قیس......ابن لؤی بن غالب

ماں کا نام: ....شموس بنت قیس، خاندان قریش سے تھیں۔

پہلے شوہر: ....پہلی شادی ان کی سکران سے ہوئی تھی جوان کے چچا کے لڑکے تھے۔

اسلام: ....ابتداء نبوت میں اسلام سے مشرف ہوگئیں۔ ان کے شوہر بھی شروع میں ان کے ساتھ اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔ دونوں شوہر بیوی السابقون الاولون من المہاجرین کی فضیلت پانے والوں میں تھے۔ حبشہ کی پہلی ہجرت تک دونوں مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ اور اسلام لانے پر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتے رہے۔ جب مشرکین کے ظلم وستم کی انتہا نہ رہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ ہجرت کی اجازت دی۔ تو اس پہلی ہجرت میں حضرت سودہ اور ان کے شوہر بھی شامل ہوگئے۔ کئی سال حبشہ میں رہ کر مکہ مکرمہ واپس آئیں۔ ایک قول کے اعتبار سے شوہر بیوی دونوں آئے۔ اور یہاں سکران کی وفات ہوگئی۔ صاحب السیر اسحٰق اور واقدی کی یہی رائے ہے۔ دوسرے قول میں ہے کہ ان کے شوہر کی وفات حبشہ ہی میں ہوگئی۔ اسد الغابہ میں موسیٰ بن عقبہ کی یہی رائے منقول ہے۔ (ازواج النبی: ۱۷۴)

① نسبت نکاح اور شادی کا واقعہ:

حضرت خدیجہ کے انتقال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین و پریشان تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم نے عرض کیا کہ آپ کو ایک مونس اور رفیق کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں گھر بار، بچوں کا انتظام سب خدیجہ سے متعلق تھا۔ خولہ نے حضرت سودہ سے نکاح کا مشورہ دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جاؤ میری نسبت کا

ذکر کرنا۔

چنانچہ خولہ سودہ اوران کے والد کے پاس گئیں۔اور کہا۔خدائے پاک نے کس قدر تم پر برکت اور خیر کا دروازہ کھولا ہے۔تو سودہ نے کہا وہ کیسے۔خولہ نے کہا آپ ﷺ نے تم سے نکاح کے لئے پیغام بھیجا ہے۔جواب دیا مجھے پسند ہے۔جاؤ میرے والد کے پاس اوراس کا تذکرہ کرو۔ان کے والد بڑے بوڑھے تھے۔ان کے پاس خولہ گئیں۔اورایام جاہلیت کی طرح سلام کیا۔انہوں نے مرحبا کہا۔خولہ نے کہا،آپ کی صاحبزادی سے رسول پاک ﷺ پیغام نکاح کا ذکر کررہے تھے۔والد نے کہا وہ بہترین کفوء ہے۔ذرا صاحبزادی سے پوچھلوان کی کیا رائے ہے۔

خولہ نے کہا ان کو پسند ہے۔اس پر والد نے کہا پھران کو (عقد نکاح) کے لئے بھیج دیجئے۔چنانچہ آپ ﷺ سودہ کے گھر آئے،نکاح ہوگیا۔ (طبرانی: ٢٤/٣٠، مجمع الزوائد: ٩/٢٤٦)

فائدہ: دیکھئے کتنی سادگی سے ایک ہی مرتبہ میں سب طے ہوگیا۔نہ منگنی کا جھمیلہ،نہ دیکھنے کی رسم کا طرفین سے جھمیلہ،نہ واہیات رسمیں،نہ آپ کی طرف بارات نہ خاندان واقارب کے دیکھنے کی رسم آج کل نسبت نکاح سے لے کر رخصتی تک کتنے جھمیلے اور گناہ کی باتیں ہوتی ہیں۔آپ کے طریق نکاح کو دیکھیں اوراسی طرح شادی کریں۔دین ودنیا کی بھلائی لوٹیں۔خیال رہے کہ شادی کے طریق میں اہل علم بھی پھسل گئے ہیں۔ان کے طوروطریق کو نہ دیکھیں۔بلکہ حدیث پاک اورآپ وصحابہ کے طریق کو دیکھیں۔

② شادی سے قبل خواب میں بشارت:

حضرت سودہ جب سکران کی زوجیت میں تھی تو ایک خواب دیکھا کہ رسول پاک ﷺ تشریف لائے اور ان کی گردن کو روند ڈالا۔شوہر سے ذکر کیا تو اس نے کہا اگر تیرا خواب سچا ہے تو میں مرجاؤں گا اور تیرا نکاح آپ ﷺ سے ہوگا۔پھر دوسرا خواب دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی ہیں اورایک چاند آپ کی گود میں آکر گرا (ابن سعد: ٨/٨٧)

③ مہر:

حضرت سودہ کا مہر ۴۰۰ ردرہم تھا۔(زرقانی: ٣/٢٢٧)

④ اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو:

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔چنانچہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں دودن تشریف فرما ہوتے ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا دوسرا دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا۔

(بخاری: ٢/٧٨٥)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو

دیتی ہوں، آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔ (ابو داؤد: ۲۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ جب بوڑھی ہوگئیں تو آپ ﷺ سے عرض کیا میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دیتی ہوں پس آپ ﷺ حضرت عائشہ کے یہاں دو دن رہا کرتے تھے۔ ایک حضرت عائشہ کا دوسرا حضرت سودہ کا۔ (مسلم: ۴۷۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی بیوی اپنی باری کا دن اپنے سوکن کو دے دے تو یہ جائز ہے اور اس کی باری کا دن ساقط ہو جائے گا۔ مگر نفقہ علی حالہ واجب رہے گا۔

⑤ حکم نبوی کی بڑی پابند:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیوی سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر (حج کے بعد) فرمایا۔ یہ حج کرادیا ہے۔ اب چٹائی کو لازم پکڑ لینا۔ (یعنی کسی سفر وغیرہ اور گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں)

چنانچہ ازواج مطہرات اور جگہیں تو نہیں جاتی تھیں مگر حج کرنے سب جاتی تھیں۔ مگر سودہ رضی اللہ عنہا حج کا سفر بھی نہیں کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ آپ ﷺ کی اس نصیحت کے بعد کسی سواری کو ہلاؤں گی بھی نہیں۔ (چنانچہ سودہ اس پر تاحین حیات عمل کرتی رہیں۔ (مسند احمد: ۶/۳۲۴، مجمع: ۳/۲۱۴)

⑥ حضرت سودہ کی شان میں آیت کریمہ کا نزول:

(حضرت سودہ انتہائی ضعیف و کمزور ہوگئیں تو آپ ﷺ نے علیحدگی کا ارادہ کیا) تو حضرت سودہ نے کہا مجھے علیحدہ نہ کیجئے اپنی زوجیت میں داخل رکھئے۔ اور میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ رک گئے۔ اس پر آیت کریمہ "فلاح جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا الخ." نازل ہوئی۔ (ترمذی)

⑦ ہجرت مدینہ:

نبوت کے تیرہویں سال آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ تو بعد میں حضرت زید بن حارثہ کو مکہ مکرمہ بھیجا تا کہ ان کو مدینہ لے آئیں۔ حضرت فاطمہ بھی رکی ہوئی تھیں۔ حضرت سودہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی مدینہ آئیں۔

⑧ مزدلفہ سے رات ہی میں جانے کی اجازت:

حج الوداع میں تمام ازواج مطہرات کے ساتھ حضرت سودہ بھی تھیں۔ یہ ذرا فربہ اندام تھیں۔ بھیڑ میں چلنے میں ان کو شدید پریشانی ہوئی چنانچہ صبح میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے آپ نے ان کو رات میں ہی کوچ کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ہم لوگوں کا قیام مزدلفہ میں تھا۔ تو

حضرت سودہ نے آپ سے اجازت چاہی کہ لوگوں کی بھیڑ سے (جو صبح میں ہوگی) میں پہلے رات ہی چلی جاؤں وہ ذرا بھاری بدن آہستہ چلنے والی عورت تھی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (بخاری: ۲۲۸، مسلم)

⑨ اخلاق واوصاف:

بڑی سخی تھیں۔ ان کا ہاتھ کھلا تھا، یہ کچھ کام کرتی تھیں اور ان سے حاصل شدہ مال کو صدقہ خیرات کر دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک مرتبہ بڑی تھیلی میں دراہم بھیجے، لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے۔ کہا دراہم، (تو تھیلی مثل بوری کے دیکھ کر کہا) کھجور کی تھیلی میں دراہم، پھر ان دراہم کو جاریہ سے تقسیم کروایا۔
(طبقات: ۵۶/۸، اصابہ: ۷۲۱/۷)

ایک دفعہ تمام ازواج مطہرات حاضر تھیں، دریافت کیا کہ ہم سے سب سے پہلے کون انتقال کرے گا۔ آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا ان سبھوں نے اپنا ہاتھ ناپا تو حضرت سودہ کا نکلا۔ (سمجھا کہ حضرت سودہ کا پہلے وصال ہوگا) لیکن پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا۔ تب ان ازواج مطہرات نے سمجھا کہ ہاتھ کی بڑائی سے مراد فیاضی وسخاوت ہے۔ (طبقات ابن سعد)

بڑی خوش کلام تھیں۔ آپ ﷺ کو ہنسا دیتی تھیں، ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھیں (آپ نے ذرا طویل رکوع یا سجدہ کیا ہوگا) اس پر سودہ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ سے کہا میں نے آپ کے ساتھ رکوع کیا تو میں نے اپنی ناک کس کر پکڑ لی کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے۔ اس پر آپ ہنس پڑے۔ روایت میں ہے کہ آپ کو بسا اوقات ہنساتی رہتی تھیں۔ (ابن سعد: ۵۴/۸، اصابہ: ۷۲۱/۷)

حضرت سودہ دجال سے بہت خوف محسوس کرتی تھیں، ایک مرتبہ حضرت عائشہ و حفصہ کے پاس آ رہی تھیں تو ان دونوں نے مذاق کے لہجہ میں کہا۔ سنا دجال نے خروج کیا۔ یہ سن کر حضرت سودہ خوف زدہ ہوگئیں۔ ایک خیمہ میں جس میں لوگ آگ سلگا رہے تھے اندر داخل ہوگئیں۔ یہ دونوں ہنستی ہوئیں آپ کے پاس آئیں اور اس مذاق کی خبر کی۔ آپ ﷺ خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور فرمایا ابھی دجال نہیں نکلا ہے۔ یہ سن کر حضرت سودہ باہر آئیں۔ تو بدن پر لکڑی کا جالا لگا ہوا تھا۔ جسے باہر آ کر صاف کیا۔ (اصابہ: ۶۵/۸)

⑩ وفات:

بماہ ذی الحجہ خلافت فاروقی کی آخری سال میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ (استیعاب، اصابہ: ۷۲۱/۷)
ابن سعد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ خلافت معاویہ سنہ ۵۴ ہجری میں وفات ہوئی۔ (ابن سعد: ۵۷/۸)
راجح قول اول ہی ہے۔ اسی کو تاریخ خمیس نے ذکر کیا ہے۔ یہی رائے امام بخاری، ذہبی، جزری، ابن

عبدالبرخزرجی نے اختیار کیا ہے۔ (سیر الصحابہ: ۳۳)

اسی کو بخاری نے اپنی تاریخ میں بسند صحیح نقل کیا ہے۔ (سیرۃ مصطفی: ۲/۲۹۴)

⑪ اولاد:

آپ ﷺ سے ان کی کوئی اولاد نہیں، البتہ پہلے شوہر سے ان سے ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ جنہوں نے جنگ جلولا فارس میں شہادت حاصل کی۔

روایات:.......... کتب حدیث میں ان سے پانچ روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت بخاری میں ہے۔

(سیر الصحابہ: ۶/۳۳، زرقانی: ۲/۲۶۰)

⑫ آپ کی شادی پہلے یا حضرت عائشہ کی:

حضرت سودہ اور حضرت عائشہ میں کن کی شادی پہلے ہوئی ارباب سیر کے درمیان اختلاف ہے۔

ابن کثیر کی رائے ہے کہ مکہ میں حضرت سودہ سے شادی اور رخصتی ہوچکی تھی۔ جمہور کی بھی یہی رائے۔

عبداللہ بن عقیل کی رائے ہے کہ حضرت عائشہ کے بعد شادی ہوئی۔ (ازواج النبی: ۳۱)

اُمّ المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

نام:.......... زینب بنت خزیمہ بن حارث

کنیت:.......... کثرت سے مسکینوں اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی وجہ سے اُمّ المساکین سے مشہور ہوئیں۔

پہلی شادی:.......... عبدالرحمٰن بن جحش سے ہوئی تھی۔ جو جنگ احد میں شہید ہوگئے۔

قتادہ نے کہا کہ آپ ﷺ سے قبل طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ آپ سے قبل حصین یا طفیل بن حارث کے عقد نکاح میں تھیں۔ ماہ رمضان میں حفصہ کی شادی کے بعد آپ نے ان سے نکاح کیا۔ (ازواج النبی: ۱۹۴)

پہلے شوہر کی شہادت کے بعد آپ نے پیغام نکاح بھیجا، اور ان کو اختیار دیا۔ انہوں نے پیغام کو قبول کیا۔ آپ نے ۱۲/اوقیہ اور ایک نش، یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ مہر مقرر کیا (جو قریب پانچ سو درہم تھے) (ابن سعد: ۸/۱۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ ۱۲/اوقیہ اور چار سو دیا تھا۔ (سبل الھدی: ۱۱/۲۰۵)

قبیصہ بن عمر ہلالی نے وکیل کی حیثیت سے شادی کرائی۔ (ازواج النبی: ۲۹)

ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے زینب سے نکاح کیا جو کثرت سے مساکین کو کھانا کھلانے کی وجہ سے اُمّ المساکین سے مشہور تھیں۔ آپ کی زندگی ہی میں وفات پاگئیں۔ چند ہی دن آپ کے ساتھ رہیں۔ (طبرانی: ۲۴/۵۷)

بعضوں نے کہا کہ آپ کے پاس ۸/ ماہ رہیں، کسی نے کہا صرف ۳/ ماہ ہی رہ پائیں، ابن حزم نے بیان کیا کہ ۲/ ماہ کے بعد ہی انتقال کر گئیں۔

حضرتِ اُمّ سلمہ سے نکاح کے قبل ہی ان کی وفات ہوگئیں آپ نے زینب کے گھر ہی میں اُمّ سلمہ کو رکھا۔

(ازواج النبی: ۱۹٤)

① وصال:

چند ماہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہ کر قریب ۳۰ سال کی عمر میں وصال کر گئیں۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ (ابن سعد: ۸/۱۱٦)

آپ ﷺ کی حیات اور موجودگی میں ۲/ بیوی حضرت خدیجہ اور حضرت زینب ہلالیہ کا وصال ہوا۔

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

نام:.......... ہند بنت ابی امیہ قریشی خاندان سے تھیں، بعضوں نے نام رملہ ذکر کیا ہے۔

والدہ کا نام:.......... عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ

کنیت:.......... اُمّ سلمہ، سلمہ لڑکے کی وجہ سے یہ کنیت ہوئی اور اسی سے شہرت ہوئی۔

پہلی شادی:.......... ابو سلمہ بن عبد الاسد سے ہوئی جو اُمّ سلمہ کے چچازاد اور آپ ﷺ کے رضائی بھائی تھے۔

اسلام:.......... اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اپنے شوہر کے ساتھ اسلام سے مشرف ہوئیں۔

ہجرت:.......... ان دونوں نے دو ہجرت کی۔ ایک حبشہ کی جانب، ایک مدینہ کی جانب۔

(طبقات ابن سعد: ۸/۸۷)

امام نووی نے لکھا ہے کہ حبشہ کی جانب اولین ہجرت کرنے والوں میں تھے۔ (ازواج النبی: ۱٤۸)

اسی طرح مدینہ کی جانب بھی اولین ہجرت والوں میں یہ تھیں۔ (ازواج النبی، سیر اعلام: ۲/۲۰٦)

① شوہر اول کی وفات:

حضرت ابو سلمہ بڑے مجاہد اور شہسوار تھے، معرکہ بدر اور احد میں شریک ہوئے۔

جنگ احد میں ان کے بازو میں زخم تیر لگا جس سے زخمی ہوگئے۔ مہینوں علاج کراتے رہے، تو کچھ ٹھیک ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ مقام قطن بھیج دیا۔ مدینہ واپس آئے تو پھر یہ زخم پھوٹ پڑا۔ اسی زخم نے موت کا پیغام لایا۔ سنہ ۴/ ہجری جمادی الثانیہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

② ابو سلمہ کے ساتھ آپ کا تعلق اور خاص برتاؤ:

حضرتِ اُمّ سلمہ آپ کی خدمت میں پہنچیں اور شوہر کے وفات کی خبر دی۔ آپ ﷺ اُمّ سلمہ کے مکان پر

تشریف لائے۔گھر میں موت کا کہرام مچا تھا۔اُمّ سلمہ (رنج وغم سے نڈھال ہوکر) کہہ رہی تھیں۔ہائے غربت میں کیسی موت۔آپ ﷺ نے صبر کی تلقین فرمائی۔فرمایا ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگو۔اور یہ دعا کرو۔ "اللھم ابدله خیراً منه." اے اللہ اس سے بہتر اس کا بدل عطا فرما۔اس کے بعد ابوسلمہ کے جنازہ پر تشریف لائے آنکھ کھلی رہ گئیں تھیں۔آپ نے دست مبارک سے آنکھیں بند فرمائیں۔جنازہ کی نماز میں آپ نے ۹ رتکبیریں ادا کیں۔لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ قرار تکبیر کے مستحق تھے۔ (سیر الصحابة: ٦/٥٨)

③ آپ نے خود اُمّ سلمہ کے لئے بہتر شوہر کی دعا دی:

زمرہ بن حبیب کہتے ہیں کہ ابوسلمہ کی وفات کے بعد آپ اُمّ سلمہ کے یہاں تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔اور یہ دعا فرمائی۔اے اللہ ان کے غم کو سہل آسان فرما۔مصیبت پر ثواب عطا فرما، بہتر بدل عطا فرما، چنانچہ آپ نے غم آسان فرمادیا۔مصیبت پر ثواب دیا۔بہتر بدل دیا کہ آپ ﷺ سے نکاح ہوا۔

(ابن سعد: ٨/٨٩)

مسلم میں رروایت ہے کہ اُمّ سلمہ فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ کی وفات ہوئی میں آپ کے پاس آئی اور خبر دی کہ ابوسلمہ کی وفات ہوگئی۔تو آپ نے فرمایا دعا کرو۔"اللھم اغفرلی وله و اعقبنی منه عقبیٰ حسنة." اے اللہ میری اوران کی مغفرت فرما۔اوران سے بہتر بدل ونائب عطا فرما۔چنانچہ میں نے یہ دعا کی تو اللہ پاک نے ان سے بہتر نبی پاک ﷺ سے نوازا۔ (مسلم: ٣٠٠)

ایک روایت میں ہے کہ میں نے سوچا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے۔

پھر رسول پاک ﷺ سے نکاح ہوگیا (تو سمجھ گئی آپ ہیں جوان سے (بہتر ہیں)۔ (مسلم: ١/٣٠)

ابن سفینہ نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا جسے کوئی حادثہ مصیبت (موت) پیش آئے اور وہ یہ دعا پڑھے:

انا للّٰہ و انا الیه راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلف لی خیرا منها

تو اللہ پاک اسے اس مصیبت کا ثواب بھی دے گا اوراس سے بہتر کوئی بدل سے نوازے گا۔

چنانچہ اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ کی وفات ہوگئی تو آپ کے فرمانے کے مطابق میں نے یہ دعا پڑھی۔ تو اللہ پاک نے اس سے بہتر رسول اللہ ﷺ (جیسا شوہر) اللہ پاک نے عطا فرمائے۔ (مسلم: ٣٠٠)

④ پیغام نکاح اور حضرت اُمّ سلمہ کا جواب:

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری عدت وفات پوری ہوگئی تو حضرت ابوبکر نے پیغام نکاح بھیجا۔تو اُمّ سلمہ نے انکار کردیا۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا اس کا بھی انکار کردیا۔پھر حضور پاک

ﷺ نے ان کی طرف پیغام نکاح بھیجا تو اُمّ سلمہ مرحباً کہتے ہوئے عرض کیا مجھے ۳/عذر پیش ہیں۔ ① میں بڑی غیرت مند عورت ہوں ② میں بچے والی ہوں ③ میری عمر زائد ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا میں تمہاری غیرت کے لئے دعا کروں گا اللہ پاک دور کردے۔ اور بچے والی بات تو اللہ پاک کافی ہے تمہارے بچے کے لئے اللہ کافی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آل اولاد سب اللہ پاک کے حوالے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ نے یہ بھی کہا کہ میرا کوئی ایسا ولی بھی نہیں جو یہاں موجود ہو۔ اور میرا نکاح کرادے۔ تو پھر اُمّ سلمہ نے اپنے لڑکے کو وکیل بنایا اور کہا اٹھو حضور پاک ﷺ کا نکاح مجھ سے کردو۔ (ازواج النبی: ۱۵۲، طحاوی: ۷)

⑤ پہلے شوہر کی دعا:

ام سلمہ نے کہا کہ ابوسلمہ نے وفات کے وقت یہ دعا دی کہ اے اللہ میرے بعد اُمّ سلمہ کو بہتر سے بہتر بدل عطا فرما۔ نہ غم دے نہ تکلیف۔ اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ کی وفات ہوگئی تو میں نے کہا ابوسلمہ سے بہتر میرے حق میں کون ہوسکتا ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد آپ ﷺ کا پیغام نکاح آیا تب آپ سے شادی ہوئی تھی۔ (ازواج النبی: ۱۵٤)

⑥ نکاح کا وکیل:

ان کے بیٹے نے وکالت کے فرائض انجام دیئے۔ (طحاوی: ۲/۷، ابن سعد: ۹۲)

⑦ مہر:

آپ ﷺ نے مہر میں گھریلو سامان دیا تھا جس کی قیمت دس درہم کے قریب تھی۔

⑧ سن نکاح:

معمر بن مثنیٰ کی رائے ہے کہ ۲ ہجری میں معرکہ بدر کے بعد نکاح ہوا۔

محقق قول ہے کہ جمادی الثانیہ ۳ ہجری میں عقد نکاح ہوا۔ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ شوال میں نکاح ہوا اسی میں رخصتی ہوئی۔ (ابن سعد: ۸/۹۵، ازواج النبی: ۱٤۹)

⑨ شوہر کی جانب سے بیوی کا جہیز:

آپ ﷺ نے حضرت اُمّ سلمہ کو جو سامان دیا وہ ثابت کی زبانی اُمّ سلمہ سے منقول ہے کہ دو مشکیزے دو چکی ایک تکیہ جس کا بھراؤ کھجور کے چھال سے دیا۔ (ازواج النبی: ۱۵۱، صفة الصفوة: ۲/٤۱)

فائدہ: دیکھئے اس میں ہے کہ آپ ﷺ جو شوہر تھے اپنی بیوی اُمّ سلمہ کو گھریلو سامان دیا۔ چونکہ عقد نکاح کے

بعد اس کی کفالت اور نان نفقہ اور سکونت ان کے ذمہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے شوہر کے ذمہ سامان کا انتظام ہوتا ہے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ جہیز کی رسم جو لڑکی والوں کی جانب سے ادا کی جاتی ہے۔ جس میں حد درجہ غلو اور اسراف، دکھاوا اور شہرت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ یہ خلاف سنت ہے۔ مسلمانوں میں یہ رسم کافروں سے آئی ہے۔ آپ نے کسی بیٹی کو جہیز نہیں دیا۔ اور جو نادانوں اور جاہلوں میں رائج ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کو جہیز دیا یہ غلط ہے۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کی پرورش اور زیر ماتحت تھے اور آپ ان کے ولی اور ذمہ دار تھے۔ آپ ہی کے پاس رہتے تھے اس وجہ سے آپ نے حضرت علی کی جانب سے یہ چند گھریلو سامان کا انتظام کیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ نے دوسری بیٹی زینب، اُمّ کلثوم، اور صفیہ کو نہیں دیا۔

(۱۰) اُمّ سلمہ کے مخصوص احوال و عادات:

آنحضرت ﷺ کو ان سے بے حد محبت تی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقعہ پر جب تمام ازواج مطہرات کو (سوائے حضرت عائشہ کے) حضور پاک ﷺ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا تھا۔ انہوں نے حضرت اُمّ سلہ ہی کو اپنا سفیر بنا کر حضور پاک ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ کو زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اس لئے لوگ انہیں کی باری میں ہدیہ بھیجتے تھے۔ حضرت اُمّ سلمہ سے (بعض ازواج مطہرات نے کہا) حضرت عائشہ کی طرح ہم لوگ اس بھلائی (ہدیہ) کے خواہاں ہیں۔ لہٰذا رسول پاک ﷺ باری کے دن جن بیویوں کے رہیں لوگوں کو وہاں ہدیہ بھیجنا چاہئے۔ اُمّ سلمہ نے آپ ﷺ سے شکایت کی۔ آپ نے ۲ رمرتبہ اعراض فرمایا۔ اور تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا اے اُمّ سلمہ عائشہ کے معاملہ میں مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ کہ ان کے سوا تمہارے میں سے کوئی ایسی بیوی نہیں جس کے لحاف میں میرے پاس وحی آئی ہو۔ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا، میں خدا سے پناہ مانگتی ہوں کہ آپ کو اذیت و تکلیف پہنچاؤں۔ (بخاری: ۳۵۱/۱)

حضرت اُمّ سلمہ آپ کے آرام و خدمت کا بہت خیال رکھتی تھیں، حضرت سفینہ جو آپ ﷺ کے مشہور غلام و خادم تھے۔ وہ دراصل اُمّ سلمہ ہی کے غلام تھے۔ ان کو آزاد کیا تو شرط لگائی کہ جب تک آپ ﷺ زندہ رہے تم پر ان کی خدمت لازم ہوگی۔ (مسند احمد: ۳۲۲/۶)

سنہ ۱۱ ہجری میں آپ ﷺ علیل ہوئے۔ مرض نے طول کھینچا تو آپ ﷺ حضرت عائشہ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ حضرت اُمّ سلمہ آپ کو اکثر دیکھنے جایا کرتی تھیں۔ ایک دن طبیعت زیادہ علیل تھی تو چیخ اٹھیں۔ آنحضرت ﷺ نے منع کیا۔ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ (طبقات ابن سعد)

ام سلمہ اور حفصہ نے جو حبشہ ہو آئی تھیں۔ وہاں کے نصاریٰ کے عبادت خانوں کا اور ان کے مجسمے اور

تصویروں کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک و صالح آدمی مرتا تھا۔ تو اس کے مقبروں کو عبادت گاہ بنالیتے تھے اور اس کا بت بنا کر نصب کر دیتے ہیں۔ قیامت کے دن خدائے عز و جل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔ (بخاری: ۱۷۹، مسلم: ۱/ ۲۰۱)

حضرت اُمّ سلمہ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ شامل تھا۔ آپ ﷺ نے اعراض کیا تو اس ہار کو توڑ ڈالا۔

آپ ﷺ سے بڑی غایت درجہ عقیدت رکھتی تھیں، آپ ﷺ کے موئے مبارک کو تبرکاً اپنے پاس رکھ رکھا تھا۔ لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔

⑪ آیت تطہیر کا نزول:

آیت تطہیر کا نزول حضرت اُمّ سلمہ کے گھر ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی، فاطمہ، حسن حسین کو ایک کالی چادر میں ڈھانک کر فرمایا۔ اے اللہ یہ آپ کے حوالہ جہنم کی طرف ان کا رخ نہ ہو، میں ہوں اور یہ اہل بیت ہیں۔ اس پر اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور میں اے اللہ کے رسول تو آپ نے فرمایا اور تم بھی ہو۔

(طبرانی: ۳۳۰/۲۲، مجمع الزوائد: ۱۶۶/۹)

ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فاطمہ کو بلا کر چادر اوڑھائی اور کہا اے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے (گناہوں کی) ناپاکی دور فرما اور پاک فرما۔ حضرت اُمّ سلمہ نے سنا تو بولیں۔

⑫ عبادت وسخاوت:

عابدانہ مزاج رکھتی تھیں، ہر ماہ میں دوشنبہ، جمعرات کا روزہ رکھتی تھیں۔ (مسند احمد)

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا۔ میں جو اپنی سلمہ کی اولاد پر خرچ کرتی ہوں کیا اس کا ثواب ملے گا وہ تو ہماری اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا ان پر خرچ کرو۔ تم کو ان پر خرچ کا ثواب ملے گا۔

فائدہ: حضرت اُمّ سلمہ نے سوچا وہ تو اپنی اولاد ہے اس پر خرچ کرنا تو ایک طبعی اور ذمہ داری کی بات ہے۔

(بخاری: ۱۹۸)

صدقہ خیرات تو غیروں پر ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا اولاد پر بھی خرچ کا ثواب ملتا ہے۔ یہ بھی صدقہ خیرات میں شامل ہے۔ ہاں مگر خلاف شرع خرچہ نہ ہو۔

ایک مرتبہ فقراء جن میں عورتیں بھی شامل تھیں ان کے گھر آئے۔ اور نہایت الحاح سے سوال کیا، اُمّ الحسن بیٹھی تھیں، انہوں نے ڈانٹا، تو حضرت اُمّ سلمہ نے کہا ہم کو اس کا حکم نہیں۔ باندی سے کہا ان کو کچھ دے کر رخصت کرو۔ کچھ نہ ہو تو ان کے ہاتھ میں ایک چھوہارا رکھ دو۔ (استیعاب: ۸۰۳/۲)

⑬ علم وفضل:

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ اور اُمّ سلمہ دیگر لوگوں پر فائق اور قابل تعریف تھیں۔ فقہی مسائل میں اور احادیث کی روایت میں دوسروں میں ممتاز تھیں۔

محمود بن لبید کا قول ہے۔ عائشہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی حفظ احادیث میں مثال نہیں۔

(طبقات ابن سعد: ۱۲۶/۲)

ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ ان کا کوئی مقابل نہیں تھا۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ درست رائے والی تھیں۔ (اصابہ: ۶۷/۸)

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔

(سیر الصحابیات: ۶۷)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان سے علمی اور فقہی مسائل میں اسے رہنمائی حاصل کرنے اور ان کی روایت وتعلیم سے اپنے جانے ہوئے مسائل سے رجوع کرتے۔

چنانچہ حضر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جنابت کی حالت میں صبح صادق ہوگئی تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ مروان کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت عائشہ اور اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج کر معلوم کرایا ان دونوں نے جواب دیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے صحیح نہیں کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح صادق تک سوئے تھے۔ (اس کے بعد غسل فرمایا تھا) چنانچہ حضرت ابو ہریرہ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ (مختصراً طحاوی: ۳۵۱/۱، مسند احمد)

⑭ ذہانت وفطانت:

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کیا بات ہے قرآن پاک میں مردوں کا ذکر آتا ہے۔ عورتوں کا نہیں۔ اس پر ''ان المسلمین و المسلمات'' کی آیت نازل ہوئی۔ (ابن سعد: ۱۹۹)

مسروق کہتے ہیں جب ازواجہ امہاتہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا میں تمہاری مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی نہیں۔ اور حضرت اُمّ سلمہ نے کہا میں تمہارے مردوں اور عورتوں دونوں کی ماں ہوں۔ (ابن سعد: ۲۰۰)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ آپ کی مرضی اور منشاء کے مطابق عورتوں سے سوائے محرم کے نکاح اللہ نے مباح نہیں کردیا۔ (چنانچہ آپ نے حسب منشا) نکاح کیا۔

(ابن سعد: ۱۹۴)

⑮ اُمّ سلمہ کے مشورہ پر حدیبیہ میں عمل:

صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھیں، صلح کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا لوگ حدیبیہ میں قربانی کرلیں (اور حلال ہوجائیں) لیکن لوگ اس قدر شکستہ دل تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے ۳ ر مرتبہ لوگوں سے کہا اٹھ جاؤ۔ قربانی کرلو، حلق کرلو۔ کوئی جب نہ اٹھا تو آپ اُمّ سلمہ کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور لوگوں کے اس واقعہ کو ذکر کیا۔ حضرت اُمّ سلمہ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ کو پسند ہو تو آپ جائیے کسی سے کچھ نہ کہئے آپ قربانی کیجئے۔ نائی کو بلا کر حلق کرا لیجئے۔ تو وہ لوگ بھی (آپ کو دیکھ کر حلق کرالیں گے آپ نکلے کسی سے کچھ نہیں کیا۔ اپنے جانور کی قربانی کی سر مونڈنے والے کو بلا کر سر کا حلق کرایا۔ پس جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے قربانی کرنے لگے ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے۔ (بخاری: ۳۸۰)

دیکھئے حضرت اُمّ سلمہ کس درجہ ذہین فطین و سمجھدار اور صاحب الرائے تھیں۔ مزاج شناس تھیں فطرت شناسی سے واقف تھیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ غم رنج کا اتنا ملال ہے کہ محض کہنا کافی نہ ہوگا۔ البتہ جب آپ کو دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کوئی چارہ نہیں۔ لہٰذا آپ کو دیکھ کر ان پر اثر ہوگا۔ اور آمادہ ہوجائیں گے۔

⑯ وفات:

جس سال حرہ کا واقعہ پیش آیا۔ سنہ ۶۳ ہجری میں اسی سال حضرت اُمّ سلمہ نے انتقال کیا۔

نافع نے بیان کیا کہ سنہ ۵۹ ہجری میں انتقال ہوا۔ (ابن سعد: ۹۶)

ابن خیثمہ نے بیان کیا کہ سنہ ۶۱ ہجری میں یزید بن معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت ابوہریرہ نے پڑھائی۔ (سبل الهدیٰ: ۱۹۱/۱۱)

ولید بن عتبہ ابوسفیان کا پوتا مدینہ کا حاکم و گورنر تھا۔ حضرت اُمّ سلمہ نے وصیت کی تھی کہ ولید میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائے۔ (سیر الصحابیات: ۶/۶۵)

قبر میں اتارنے والے ابوسلمہ، عمر عبداللہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن وہب تھے۔ (ابن سعد: ۹۶)

طبرانی نے بیان کیا ازواج نبی میں سب سے پہلے وفات پانے والی زینب بنت جحش ہیں اور سب سے آخر میں حضرت اُمّ سلمہ وفات پانے والی ہیں۔ (سبل الهدیٰ: ۱۹۱)

بوقت وفات ان کی عمر ۸۴ سال کی تھیں۔ (سبل الهدیٰ: ۱۹۱)

⑰ روایات واحادیث:

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے بکثرت روایتیں منقول ہیں۔

ازواج مطہرات میں علم وروایت کے اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر باقی تمام ازواج مطہرات ہی نہیں دیگر تمام عورتوں پر فائق اور ممتاز تھیں۔ ان سے قریب ۳۷۸ روایتیں مروی ہیں اس بنا پر وہ محدثین و راویان صحابہ کے تیسرے مرتبہ پر آتی ہیں۔

⑱اولاد:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اولاد نہیں البتہ پہلے شوہر ابوسلمہ سے متعدد اولادیں تھیں۔ سلمہ، عمر، زینب۔ سلمہ یہ سب سے بڑے لڑکے تھے۔ ان کا نکاح آپ نے امامہ بنت حضرت حمزہ سے کیا تھا۔ عبدالملک بن مروان کے عہد تک رہے۔ عمر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ۹؍سال کی عمر کے تھے حبشہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی نے فارس اور بحرین کا گورنر بنایا تھا، سنہ۳ ہجری میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں وفات پائی۔ زینب: پہلا نام برہ تھا۔ آپ نے زینب رکھا۔ ان کی پیدائش بھی حبشہ میں ہوئی تھی ایک مرتبہ یہ زینب کے پاس آئیں آپ غسل فرمارہے تھے آپ نے چہرے پر پانی کا چھینٹا ماردیا۔ اس کی برکت یہ ہوئی کہ عمر دراز اور بوڑھی ہوگئیں مگر چہرہ مثل جوان کے رہا ان کی شادی عبداللہ بن زمعہ سے ہوئی۔ ان سے اولاد کا سلسلہ چلا۔

حضرت اُمّ سلمہ کی ان اولاد کی پرورش آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ آپ نے اپنی اولاد کے مثل تربیت اور نکاح کیا۔ (سبل الهدیٰ: ۱۱/۱۹۱)

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام:.......... زینب بنت جحش ابن رباب

والدہ کا نام:.......... امیمہ بنت عبدالمطلب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی، اس اعتبار سے زینب آپ کی پھوپھی زاد بہن ہوئیں۔ اولاً ان کا نام برہ تھا۔ آپ نے زینب نام رکھ دیا۔

پہلی شادی:.......... زید بن حارثہ جو گویا آپ کی اولاد کی طرح تھے ان سے آپ نے نکاح فرمادیا تھا۔ حضرت زید غلام خادموں میں سے تھے حضرت زینب قریش خاندان کی بلند پایہ ذہین فطین فہم وعقل عورت تھی۔ یہ نکاح برادری میں نہیں کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر برادری میں بھی نکاح جائز درست اور سنت ہے۔ برادری تو شریعت نے ملحوظ رکھی ہے۔ مگر لازم اور ضروری نہیں۔

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب کے زبان درازی کی شکایت کی۔ اور طلاق کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے روکا، روکنے سے رک گئے مگر دونوں میں موافقت نہ ہوئی آخر طلاق کی نوبت آگئی۔ زینب کی طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح آسمان سے حضرت زینب سے کرادیا۔ اس لئے آپ نے اس پر نکاح نہیں کیا اور تشریف لے گئے۔

ہجرت مدینہ.........حضرت زینب ان عورتوں میں تھیں جنہوں نے مدینہ کی ہجرت کیا۔
سن نکاح:.........اس کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں ① ۳ ہجری، ۴ رہجری، ۵ رہجری۔
عمر:.........جس وقت آپ سے نکاح ہوا ۳۵ سال کی عمر تھی۔ (سبل الھدیٰ)

① خدائی نکاح:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زینب ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ''فلما قضیٰ زید منھا وطرا زوجنکھا.'' حضرت زید کی ضرورت جب پوری ہوگئی تو میں آپ کا نکاح زینب سے کردیا۔ اس وجہ سے وہ دیگر ازواج مطہرات پر فوقیت اور فخر ظاہر کرتی ہوئی کہتی تھیں۔ تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی۔ ہماری شادی خدا پاک سات آسمان اوپر سے کیا۔ (ابن سعد: ۸/۱۰۳)

ابی عون کہتے ہیں کہ حضرت زینب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فخراً کہا کہ میں دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہوں۔ تمام ازواج کی شادیاں ان کے والد یا بھائیوں نے یا ان کے خاندان والوں نے کی۔ اور میری شادی تو اللہ پاک نے آسمان پر کیا۔ (ابن سعد: ۱۰۳)

روایت میں ہے کہ حضرت زینب کی جب عدت گذر گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو زینب کے پاس پیغام نکاح لے کر بھیجا کہ میرا پیغام ان کو پہنچادو۔ تم سے زیادہ میں کسی کو معتبر نہیں پایا۔ چنانچہ وہ گئے۔ پشت دروازے کی طرف کرلیا (لحاظاً) انہوں نے جب کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح لے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تو حضرت زینب نے جواب دیا کہ میں کچھ جواب نہیں دے سکتی تاوقتیکہ میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں۔ (یعنی استخارہ نہ کرلوں) چنانچہ وہ اپنی عبادت گاہ کی جانب گئیں (ادھر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ''فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کے پاس بغیر اطلاع کے چلے گئے۔ (زرقانی: ۲٤٦، مسلم: ۱/٤٦۰، نسائی: ۲/۷٥)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے مکان میں تھے کہ آیت نازل ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کوئی ہے جو زینب کو اس کی اطلاع دے۔ اس پر حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت زینب میں جمال تو تھا ہی اب وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ پاک نے آسمان پر سے کیا۔ (اصابہ، زرقانی: ۲٤٦)

② اطلاع نکاح پر سجدہ خوشی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہونے کی اطلاع ملی تو سجدہ میں چلی گئی۔ (خوشی اور مسرت کی وجہ سے) (ابن سعد، زرقانی: ۲٤٦)

③ ولیمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ولیمہ میں گوشت روٹی پیٹ بھر کھلایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ولیمہ کسی بیوی میں نہیں کیا کہ بکری ذبح کی ہو۔ چنانچہ لوگ آتے جاتے تھے۔ اور کھا کر فارغ ہوتے جاتے تھے۔ جب سب لوگ فارغ ہوگئے تو کہا گیا اے خدا کے نبی اب کوئی نہیں باقی رہا کہ اس کو بلایا جائے تب آپ نے فرمایا اٹھاؤ کھانا۔ (زرقانی: ٢٤٦)

④ شادی کے موقعہ پر آپ کے پاس کھانے کو کچھ نہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جب حضرت زینب سے ہوگیا تو اُمّ سلیم نے کہا اے انس آج حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی ہے۔ اور میں ان کے پاس کھانے کا کوئی سامان نہیں پاتی (جس سے وہ خود کھائیں یا ولیمہ کے طور پر لوگوں کو کھلائیں) تو انس سے کہا لاؤ وہ برتن میں نے بڑھا دیا۔ انہوں نے ہانڈی میں کھجور رکھ کر حیس کے بقدر کچھ بنا دیا۔ جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کی بیوی کو کافی ہوجائے اور مجھ سے کہا جاؤ رسول پاک یہ اسے لے جاؤ چنانچہ میں لے کر آپ کے پاس چلا آیا۔ یہ پردے کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہے۔

آپ نے فرمایا اسے رکھ دو میں آپ کے سامنے دیوار کے بغل میں رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ ابوبکر عمر عثمان علی کو بلا لاؤ۔ اور کچھ اور دیگر اپنے اصحاب کا نام لیا۔ پس مجھے بڑا عجیب سا لگا۔ بلائے گئے لوگوں کی کثرت تعداد دیکھ کر جس کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا اور ادھر کھانا بہت کم، کھانا تو بہت تھوڑا سا تھا۔ اور نہ بلانے کو میں نے پسند نہیں کیا (پس حکم کی تعمیل میں) ان سب کو بلایا۔ آپ نے فرمایا جو مسجد میں ہیں ان سب کو بلاؤ میں مسجد گیا تو کچھ نماز پڑھ رہے تھے کچھ سو رہے تھے میں نے کہا چلئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آج شادی ہوئی ہے۔ (لوگ آ گئے) کہاں تک کہ گھر بھر گیا پھر آپ نے پوچھا مسجد میں کوئی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے کہا دیکھو جو راستے پر مل جائے ان کو بلا لو، تو میں نے سب کو بلا لیا۔ کہ حجرہ بھر گیا۔ تو آپ نے کہا دیکھو کوئی باقی تو نہیں رہ گیا میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا لاؤ برتن (جس کو میں لایا تھا) میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے برتن میں اپنی ۳ رانگلیوں کو ڈالا، اور اسے ذرا دبایا۔ پھر لوگوں سے کہا کھاؤ بسم اللہ کر کے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ (برتن میں) کھجور یا گھی ابلا رہا تھا، چشمہ کی طرح ابل رہے تھے۔ (یعنی بڑھتا جا رہا تھا) سب گھر والوں نے کھایا اور جو حجرے میں لوگ تھے سب نے کھایا اور برتن میں جتنا لے کر میں آیا تھا اتنا باقی نظر آ رہا تھا۔ پھر میں نے ان کی بیوی (ازواج مطہرات یا صرف حضرت زینب) کے پاس رکھ دیا۔ پھر میں والدہ کے پاس آیا اور ان کے پاس تعجب کرنے لگا۔ والدہ نے کہا کوئی تعجب نہیں۔ اللہ چاہتا تو پورے مدینہ کے

باشندے کھالیتے۔ ثابت کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کتنے لوگ پہنچے ہوں گے۔ کہا ۷۲ آدمی ہوں گے۔　(ابن سعد: ۸/۱۰۵، سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۰۲)

فائدہ: دیکھئے حضرت زینب سے آپ شادی فرمارہے ہیں اور آپ کے پاس کھانے کا انتظام نہیں۔ کم ازکم اس موقعہ پر بیوی کے لئے اور آنے والے مہمان کے لئے بہتر سے بہتر کھانا پینا ہونا چاہئے۔ مگر آپ کے پاس اس دن بھی کھانے کا انتظام نہیں تھا۔ حضرت اُمّ سلیم جو انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں معاملہ کو بھانپ لیا۔ اور سمجھ گئی کہ سرکار کے گھر میں کھانے کا کوئی انتظام نہیں تو انہوں نے آپ کا اور نئی بیوی زینب کا کھانا بنا کر بھیج دیا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلا ایسی خوشی کے موقعہ پر احباب کو کہاں چھوڑنے والے تھے۔ آپ نے تمام احباب کو بلا کر یہ کھانا کھلایا ۲/آدمی کا کھانا ۷۲/آدمی کو کافی ہوگیا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا اور آپ کے دست مبارک کی برکت تھی۔

⑤ احوال واوصاف:

حضرت زینب قریش خاندان کی آپ کی پھوپھی زاد بہن نیک صالح عبادت گذار سخی متقی پرہیزگار عورت تھیں عموماً سوکن ایک دوسرے کی تعریف نہیں کرتیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بڑی تعریف کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زینب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرے مقابلہ درجہ میں فخر کرتی تھیں۔ اور میں نے کسی عورت کو دینداری، خوف خدا، بات کی سچائی، صلہ رحمی، حسن سلوک اور عظمت صدقہ میں حضرت زینب سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔　(مسلم، سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۰۳)

خود سرکار دوعالم نے حضرت زینب کی عبادت کی تعریف کی اور ان کو اوّاہ، بہت زیادہ خدا کی طرف متوجہ ہونے والی بیان کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ حضرت زینب کے پاس تشریف لے گئے وہ نماز میں دعا میں مشغول تھیں، تو آپ نے فرمایا یہ اوّاہ ہے۔　(سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۰۳)

حضرت اُمّ سلمہ جو سوکن تھیں ان کے بارے میں کہتی ہیں "صالحة صوامة، قوامة"، بڑی صالح، روزہ رکھنے والی، عبادت گذار تھیں۔　(زرقانی: ۳/۲٤۸)

حضرت زینب بڑی سخی تھیں، صدقات وخیرات بہت کیا کرتی تھیں، ان کے ہاتھ میں صنعت وحرفت تھی، دست کار تھیں، اس سے جو آمدنی ہوتی تھی راہ خدا میں خوب دل کھول کر خرچ کرتی تھیں، اسی لئے آپ نے ان کو لمبے ہاتھ والی سے ملقب کیا۔　(سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء ومساکین میں سخت کھلبلی مچ گئی، اور وہ گھبرا گئے۔

جو بخشش اور عطایا خلفاء وغیرہ کی جانب سے آتی تھیں ان کو تقسیم کردیتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر کی جانب سے بخشش آئی، کہا اللہ حضرت عمر کی مغفرت فرمائے۔ میری دوسری نہیں (ازواج یا رشتہ دار) اس کی زیادہ ضرورت مند ہیں ان کو دیدیئے۔ اس پر کپڑا ڈلوادیا۔ اور کہا ایک ایک مٹھی لیتی جاؤ اور فلاں فلاں کو دے آؤ۔ صرف تھوڑا سا کپڑے کے نیچے باقی رہ گیا۔ برزہ باندی نے کہا اللہ معاف کردے اے اُمّ المؤمنین میرا تو بھی حصہ ہے۔ کہا کپڑے کے نیچے جو ہے وہ تمہارا ہے۔ چنانچہ ۸۵ درہم بچے تھے، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ امسال کے بعد پھر حضرت عمر کی جانب سے مال نہ آئے۔ چنانچہ اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ (سبل الهدیٰ، زرقاني: ۲٤۸)

آپ نے سخاوت مزاجی کی وجہ سے ان کو لمبے ہاتھوں والی کا لقب دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد سب سے پہلے بیویوں میں وہ بیوی مجھ سے ملاقات کرے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ چنانچہ ازواج مطہرات آپس میں اپنا ہاتھ ناپ کر دیکھتی کہ کن کا ہاتھ لمبا ہے۔ حضرت زینب ذرا پستہ قد تھی ان کا ہاتھ لمبا نہ نکلا۔ (اس نے گمان نہ کیا) لیکن حضرت زینب کا وصال پہلے ہوا تو سمجھ گئیں کہ طول ید سے مراد صدقہ ہے۔ چنانچہ صدقہ خیرات کی برکت سے آپ ﷺ سے عالم آخرت برزخ میں سب سے پہلے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ (مسلم: ۲/۲۹۱، زرقاني: ۲٤۸، بخاري: ۱/۱۹۱، سبل الهدیٰ: ۱۱/۲۰۳)

⑥ وفات:

ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وفات پانے والی ہیں۔ سنہ ۳۰ ہجری میں عہد فاروقی میں وفات ہوئی۔ حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ازواج مطہرات سے پوچھا ان کی قبر میں کون داخل ہوگا۔ فرمایا جو ان کی حیات میں ان کے پاس آتا تھا۔ چنانچہ اسامہ، محمد بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی احمد وغیرہ نے قبر میں ان کو اتارا۔

حضرت عائشہ نے ان کی شان میں وفات پر کہا قابل تعریف، نیک بخت بیواؤں اور یتیموں کے جائے پناہ چلی گئی۔ (زرقاني: ۳/۲٤۸)

مدفن: ....بقیع میں سپرد خاک ہویں۔

عمر: ....۵۳ رسال کی عمر پائی۔ (زرقاني: ۲٤۸)

⑦ متروکہ:

حضرت زینب نے مال متروکہ میں ایک مکان یادگار چھوڑا تھا۔ جسے ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم پر خرید اپھر اسے مسجد نبوی میں شامل کردیا۔ (سیر الصحابیات: ٦/٧٦)

⑧ روایت حدیث:

کتب حدیث میں ان سے گیارہ روایتیں مروی ہیں۔ راویوں میں اُمّ حبیبہ، زینب بنت ابی سلمہ، محمد بن عبداللہ بن جحش، کلثوم بنت طلق مذکو، داخل ہیں۔ (سیر الصحابیات، زرقانی: ۲۴۹/۳)

ان سے کتب ستہ میں روایت ہے۔ (زرقانی: ۲۴۹/۳)

اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا

نام:.........صفیہ: بعضوں نے کہا اصل نام زینب تھا، مال غنیمت کے حصہ صفی سے ملنے کی وجہ سے صفیہ نام ہوا۔

نسب:.........صفیہ بنت حی بن اخطب، ہارون علیہ السلام کے خاندان سے تھیں۔ ان کے والد یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار تھے۔

والدہ کا نام:.........ضرہ بنت سموال، زرقانی میں ضاد کے ساتھ ہے ابن سعد میں باء کے ساتھ برہ ہے۔ ان کے بھائی رفاعہ صحابی تھے۔ (زرقانی: ۲۵۶/۳، ابن سعد: ۱۳)

پہلے شوہر:.........اولاً نکاح سلام بن شکم سے ہوا۔ اس نے طلاق دے دی تو اس کے بعد کنانہ ابن ربیع سے ہوئی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں، یا جنگ قریظہ میں اپنے والد کے ساتھ قتل اور مارا گیا۔ اسی وجہ سے صفیہ نکاح میں آنے سے قبل کہا تھا جس نے میرے شوہر کو اور میرے باپ کو قتل کیا اس سے نفرت ہے۔ (سبل الھدیٰ: ۲۰۵)

① زوجیت میں آنے سے قبل خواب میں بشارت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کے چہرے پر آنکھ کے قریب ایک نشان دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے۔ صفیہ نے کہا میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ یثرب کی جانب سے ایک چاند آکر میرے گود میں گر گیا۔ میں نے اپنے شوہر کنانہ سے ذکر کیا۔ اس نے ایک تھپڑ چہرے پر رسید کیا اور کہا شاہ مدینہ کی زوجیت میں جانا چاہتی ہے۔

(ابن سعد: ۱۲۰/۸)

② شوہر اور باپ کا قتل:

غزوہ قریظہ کے موقعہ پر کنانہ اس کے شوہر اور والد حی بن اخطب کو قتل کر دیا گیا تھا۔

③ آپ کی زوجیت میں:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں کس طرح آئیں۔ روایتوں میں اختلاف ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ (قید ہوکر جب آئیں اور جب مجاہدین کے درمیان باندیوں کو تقسیم کیا گیا تو) دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا کہ ایک

اچھی باندھی دحیہ کلبی کے حصہ میں آئی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا۔ دس اونٹ کے عوض، اور اسے اُمّ سلیم کے پاس رہنے دیا کہ وہ عدت گذارے۔ (ابن سعد: ۱۲۲، سبل الھدیٰ: ۲۱۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر کے قیدیوں کو جمع کیا تو دحیہ رضی اللہ عنہ اس جاریہ کو مانگ لیا تو آپ نے اسے دے دیا۔ (پھر بعد میں اسے آپ نے خرید لیا)۔(سبل الھدیٰ: ۱۱/۱۴)

ایک دوسری روایت میں ہے جو حسن بن حرب سے مروی ہے کہ جب آپ کو (مال غنیمت میں سے) فئی کے طور پر جو اللہ نے دیا۔ صفیہ آئی تو لوگوں سے کہا اس باندی کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تو آپ کو لوگوں نے ''اصحاب کرام'' نے جواب دیا کہ اس کے لئے آپ ہی بہتر اور زیادہ لائق ہیں۔ چنانچہ آپ نے اسے آزاد فرما کر اس سے نکاح فرمالیا اور اس کی آزادی کو مہر بنادیا۔ (سبل الھدیٰ: ۲۱۲، طبرانی، زرقانی: ۲۵۷)

قتادہ سے بھی یہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فئی کے طور پر آپ کو حضرت صفیہ سے نوازا تھا، خیبر کے موقعہ پر آپ نے صفیہ سے نکاح کرلیا۔ اور اس کی آزادی کو مہر بنایا۔ (سبل الھدیٰ)

خود حضرت صفیہ سے بھی ایک روایت میں منقول ہے کہ مجھے آپ نے آزاد فرما کر اس آزادی کو مہر بنادیا تھا۔ (زرقانی: ۲۵۶، سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۱۳)

فائدہ: فئی اس مال غنیمت کو کہتے ہیں جو بغیر قتال اور معرکہ آرائی کے کافروں سے مال حاصل ہو جائے۔ اس مال فئی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے اولاً یہ حق اختیار دیا تھا کہ جس مال کو وہ پسند کریں لے سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت صفیہ کو فئی کے طور پر پسند کیا۔ اسی کو صفی بھی کہتے ہیں۔ یعنی مال غنیمت یا مال فئی میں سے اپنے لئے منتخب کرلینا۔ اسی بنا پر ان کا نام صفیہ پڑا۔

ابن شہاب زہری کا بیان ہے کہ بنونضیر (قبیلہ یہود سے) آپ نے صفیہ کو قید کیا جسے فئی کے طور پر اللہ پاک نے آپ کو نوازا تھا۔ جو ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں۔ (سبل الھدیٰ: ۲۱۳)

ابن سعد نے ابراہیم بن جعفر کی سند سے حضرت صفیہ کے متعلق ایک تفصیل سے واقعہ نقل کیا ہے کہ جب حضرت صفیہ آپ کے پاس (قیدی بنا کر) پیش کی گئی تو آپ نے صفیہ سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ تمہارے والد یہودیوں میں اسلام سے سخت ترین عداوت رکھنے والے تھے۔ اس کا انجام آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ نے اسے قتل کرادیا۔ اس پر صفیہ نے کہا اللہ پاک نے تو اپنی کتاب میں کہا ''لا تزوا وازرۃ وزرا اخری'' ایک کے گناہ کا دوسرے پر بوجھ نہیں۔ (یعنی والد کے گناہ اور شرارت کا اثر ان پر ہوگا ان کے نتائج بد کا میں مستحق نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو اختیار ہے خواہ اسلام قبول کرلو تو میں تم کو اپنے لئے منتخب کرلوں گا (نکاح کرلوں گا) خواہ یہودیت پر باقی رہو تو میں تم کو قید سے آزاد کردوں گا تم اپنی قوم کے پاس چلی جانا۔ صفیہ نے

کہا میں اسلام کی طرف مائل ہو چکی ہوں۔ دعوت سے پہلے میں آپ کی تصدیق کر چکی ہوں کہ میں آپ کے پاس آئی ہوں (مسلمان ہو کر) اب مجھے یہودیت سے کوئی تعلق و مطلب نہیں۔ نہ اپنے باپ سے اور نہ اپنے بھائی سے۔ آپ نے مجھے اسلام اور کفر کا اختیار دیا۔ تو مجھے آزادی سے بہتر خدا اور رسول ہے۔ اور اس سے بھی بہتر ہے کہ میں اپنی قوم (یہود میں) جاؤں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب فرمالیا۔ (ابن سعد: ۱۲۳)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کو قید میں آنے کے بعد اسلام کفر کا اور اپنی قوم میں آزاد ہو کر جانے کا اختیار دیا تھا۔ لیکن اس نے اپنی سعادت مندی سے اور فہم اور کمال عقل سے اور اسلام کی حقانیت اور اس کے فتوحات سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس دین کو قبول کرنا یہودیت کو چھوڑ کر اسلام کو اور مسلمانوں کے ماحول میں رہنا دین و دنیا کی کامیابی اور خیر کا باعث ہے۔

آپ نے اس کے مقام و مرتبہ کی رعایت کرتے ہوئے کہ شاہ زادی ہے۔ رئیس کی صاحبزادی ہے شوہر باپ بھائی جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ اپنی زوجیت میں لے کر اس کے شرف و اعزاز کو باقی رکھا۔ جس کی مصلحت زمانہ اور انسانی فطرت کے اعتبار سے ضروری تھی۔ یہ حکمت ہے حضرت صفیہ کو زوجیت میں لے کر اُمّ المؤمنین بنانے کی۔

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ جب خیبر کی (فتح کے بعد) تمام قیدیوں کو جمع کیا گیا تو دحیہ کلبی نے آپ ﷺ سے ایک باندی کی درخواست کی آپ نے استیعاب کرنے کی اجازت دی انہوں نے حضرت صفیہ کو منتخب کیا۔ تو ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی رئیسہ اور (شہزادی) دحیہ کو دے دیا۔ وہ تو صرف آپ کے لائق ہے آپ ہی اس کے مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ نے صفیہ کو منگایا۔ وہ آپ کی خدمت میں لائی گئی۔ آپ نے جب دیکھا تو (اپنے لئے پسند فرمالیا) ان سے کہا تم دوسری باندی پسند فرمالو۔ پھر حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ نے آزاد فرمالی اور زوجیت میں قبول فرمالیا۔

(زرقانی: ۳/۲۵۶)

فائدہ: حضرت صفیہ چونکہ حسن و جمال میں بھی اعلیٰ درجہ کی ہونے کے ساتھ عقل فہم میں بھی بہتر تھیں۔ ادھر بنو نضیر کے رئیس کی صاحبزادی تھی۔ اس کے باپ شوہر بھائی سب جنگ میں مارے گئے تھے۔ ادھر اسلام کو قبول کر لیا تھا۔ اس لئے ان کے حسب اور شرافت کی رعایت کرتے ہوئے آپ ﷺ ہی لائق اور مستحق تھے۔ اس لئے اس صحابی کے مشورہ کو آپ نے قبول کیا۔

(۴) ولیمہ:

آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کی نکاح میں ولیمہ کیا۔ ولیمہ کیا تھا۔ حضرت اُمّ سلیم، حضرت انس کی والدہ

نے کھجور و مکھن دستر خوان پر بکھیر دیا۔ لوگوں نے کھا لیا۔ (ابو یعلی، سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ڈیڑھ مد قریب عجوہ کھجور ہوگا۔ آپ نے فرمایا لو کھاؤ اپنی ماں کا ولیمہ۔ (ابن سعد: ۱۲۴، زرقانی: ۲۵۷)

فائدہ: یا تو اُمّ سلیم کی دستر خوان میں پنیر کھجور کے ساتھ عجوہ ڈالتے ہوئے کہا ہوگا یا الگ سے آپ نے لوگوں کو کھلا دیا ہوگا۔

حضرت انس کی ایک روایت میں ولیمہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ شب عروسی کی صبح آپ نے فرمایا جس کے پاس جو ہو لے آؤ۔ چنانچہ چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا گیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر پنیر کے ٹکڑے گھی اور کھجور ڈالنے لگے۔ پس ان سب کو ملا کر بھر بھرے حلوے کی طرح بنا لیا گیا۔ (لوگو نے مل کر کھا لیا) یہی ولیمہ تھا۔ (زرقانی: ۲۵۷)

فائدہ: دیکھئے کیسا سادہ ولیمہ تھا۔ الگ سے کوئی اہتمام نہیں تھا۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رقم سے کوئی انتظام کیا۔ بلکہ لوگوں کے پاس جو جمع تھا اسی کو اکٹھا کر کے ایک دستر خوان پر کھانے لگے۔ گویا کہ الگ الگ کھانے کے بجائے مل کر ساتھ کھا لیا۔ یہی ولیمہ ہوگیا۔ آج کل کے اس دور میں دیکھئے۔ ولیمہ کا کتنا اہتمام ہوتا ہے۔ کس قدر مختلف الوان واقسام کے کھانے ہوتے ہیں۔ کھانے میں کس قدر شاہی خرچ ہوتا ہے۔ ولیمہ میں تجاوز اور اسراف کی یہ رسم غیروں سے آئی ہے۔ ولیمہ کو بہت اہتمام اور شان سے ادا کرنا اور اس پر مال کا خوب خرچ کرنا سنت اور شریعت کی بات نہیں اور خود ولیمہ کرنا بھی بہت اہم نہیں۔ مسند بزار کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کا ولیمہ سوائے حضرت صفیہ کے نہیں کیا۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۱۴)

⑤ مقام نکاح:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی کے موقعہ پر مقام صہباء میں کیا تھا۔ (صفة الصفوة: ۲/۵۲، زرقانی: ۳۵۸)

⑥ سن نکاح:

ابو عبیدہ نے بیان کیا کہ خیبر کی فتح رمضان مبارک میں ہوئی تھی۔ آپ نے نکاح شوال سنہ ۷ ہجری میں کیا۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/۲۱۴)

⑦ احوال، اخلاق، اوصاف:

حضرت صفیہ آپ کی معزز بیوی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ حضرت صفیہ بھی آپ سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ آپ مسجد نبوی میں معتکف ہوئے تب بھی آپ کی خدمت میں مسجد میں چلی جاتیں۔

چنانچہ مسلم شریف میں ہے حضرت صفیہ فرماتی ہیں میں آپ ﷺ سے ملاقات کے لئے آئی۔آپ رمضان کے عشرہ اخیرہ میں مسجد نبوی میں بحالت اعتکاف تھے۔آپ کے ساتھ میں نے کچھ دیر بات کی۔ پھر کھڑی ہونے آنے لگی تو آپ بھی میرے ساتھ واپس کرنے آنے لگے۔(مگر مسجد سے نہ نکلے)۔

(مسلم شریف: ٢١٦، ابن ماجه)

حضرت صفیہ چونکہ یہودی مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہوئی تھیں۔خاندان قریش سے نہیں تھیں۔اس لئے کبھی قریش خاندان سے متعلق ازواج ان پر اپنی فوقیت اور فضیلت ظاہر کردیتی تھیں۔چنانچہ حضرت صفیہ خود کہتی ہیں ایک مرتبہ آپ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔آپ نے کہا اے حی کی بیٹی کیوں رو رہی ہو۔میں نے کہا حضرت عائشہ اور حفصہ کہتی ہیں ہم لوگ تم سے بہتر ہیں۔ہم لوگ آپ کے چچا کے خاندان کے ہیں۔(تم خاندان تو کیا قبیلہ سے بھی خارج ہو) تو آپ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تم نے یہ کیوں نہیں کہا، تم کیسے مجھ سے بہتر اور فضیلت والی ہو جاؤ گی میرے والد حضرت ہارون میرے چچا حضرت موسیٰ میرے شوہر محمد ﷺ۔

(سبل الهدیٰ، ابن سعد)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو خاندان قریش کی وجہ سے فوقیت اور فضیلت حاصل ہے تو تم اس اعتبار سے زیادہ فضیلت ہے کہ تم حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے نبی کی اولاد ہو۔اور ہارون علیہ السلام کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے لہٰذا تمہارے چچا نبی ہوئے۔میری بیوی ہونے کی وجہ سے تمہارے شوہر نبی، بھلا یہ فضیلت ان کو حاصل ہے، لہٰذا تم ان سے افضل ہو۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بڑی ایمانی قربانی تھی، کہ باپ بھائی شوہر قتل کئے گئے، مسلمانوں نے ان کو قتل کیا، آپ نے یہودیت پر باقی رہنے کا اختیار دیا۔انہوں نے مذہب اسلام کو ترجیح دی اور اسے حق سمجھ کر قبول کیا۔ علماء یہود کی طرح عصبیت سے کام نہیں لیا۔اسی وجہ سے آپ نے ان کے اسلام لانے کی تعریف کی۔چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے پوچھا، تم نے صفیہ کو کیسا پایا تو حضرت عائشہ نے جواب دیا۔وہ تو یہودیہ ہے۔آپ نے فرمایا ایسا مت کہو، اس نے اسلام قبول کرلیا ہے۔اور اس کا اسلام بہت اچھا ہے۔(یعنی خلوص اور قربانی والا اسلام ہے)۔ (زرقانی: ٣/٢٥٩)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ کو صرف پستہ قد کہہ دیا یعنی ان کا قد چھوٹا ہے۔تو آپ (ناراض ہوتے ہوئے) فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہہ دیا کہ اگر سمندر کے پانی میں ڈال دیا جائے تو سارے سمندر کو مکدر اور گدلا کردے۔ (زرقانی: ٣/٢٥٩، ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: آپ نے گویا ڈانٹا اور صفیہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف کا باعث ہونے کی وجہ سے آپ نے اسی زجر توبیخ کی اور

وعید سنائی۔ عموماً لوگ استہزاء میں اس قسم کی بات کہہ دیتے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ سخت وعید کی بات ہے غیبت کے زمرہ میں داخل ہوکر گناہ کبیرہ کا باعث ہوتا ہے۔ منکر پر نکیر کرنے میں آپ نے بیوی کی محبت کو حائل نہیں رکھا۔

حضرت صفیہ کو آپ ﷺ سے بہت محبت تھی۔ اسی غایت محبت کی وجہ سے مرض وفات کے موقعہ پر حضرت صفیہ نے آپ کی تکلیف دیکھ کر فرمایا۔ کاش کہ یہ تکلیف مجھ کو ہو جاتی۔ اس پر دیگر ازواج نے ان کو دیکھنا شروع کیا۔ تو آپ نے فرمایا'' واللہ انها لصادقة. ''قسم خدا کی یہ اپنی بات میں سچی ہے۔ (زرقانی: ۲۵۹)

ایک بار آپ ﷺ سفر میں تھے۔ ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں۔ حضرت صفیہ کا اونٹ اتفاق سے بیمار ہو گیا۔ حضرت زینب سے کہا ایک اونٹ صفیہ کو دے دو۔ اس پر زینب نے کہا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں گی۔ اس پر آپ ﷺ اس قدر ناراض اور غضبناک ہوئے کہ دو ماہ تک زینب سے تعلق بالکل منقطع رکھا اور ان کے پاس نہیں گئے ذی الحجہ اور محرم بلکہ ۳/ ماہ یہاں تک کہ حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں بالکل مایوس ہوگئی کہ (آپ نے بالکلیہ تعلق ختم کردیا)۔ (زرقانی: ۲۵۹)

فائدہ: ظاہر بات کسی کو برے القاب سے یاد کرنا ہرگز جائز نہیں اس لئے آپ حد درجہ غضبناک ہوئے اور ۲/ یا ۳/ ماہ تک بالکل تعلق منقطع فرمالیا۔ پھر جب آپ نے سمجھ لیا کہ ان کو تنبیہ ہوگئی اب آئندہ ایسی بات نہ ہوگی تب آپ نے تعلق شروع کیا۔

آپ حضرت صفیہ کی ہمیشہ دیکھ بھال فرماتے رہتے تھے۔ مبادا کوئی تکلیف نہ ہو، کوئی پریشانی نہ ہو، ایک تو آپ کے اخلاق ہی ایسے تھے۔ دوم اس وجہ سے کہ حضرت صفیہ عرب اور قریش کے قبیلہ سے نہ تھی ان کے اقارب ورشتہ دار نہ تھے جس سے کچھ نہ کچھ ان کو تعاون ملتا۔ چنانچہ سفر حج کے موقع پر ان کا اونٹ تھک گیا اور بیٹھ گیا چنانچہ وہ پچھڑ گئیں۔ تو رونے لگیں۔ آپ ﷺ تشریف لائے اپنی چادر سے ان کے آنسو پونچھنے لگ گئے تو وہ اور زیادہ رونے لگیں اور آپ ان کو روکتے جاتے تھے۔ (زرقانی: ۲۵۹)

عہد فاروقی کا واقعہ ہے ان کی باندی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ صفیہ سنیچر کے دن سے بہت محبت رکھتی ہے۔ یہود سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت عمر نے واقعہ کی تحقیق کے لئے بھیجا تو حضرت صفیہ نے جواب دیا جب اللہ پاک نے مجھے سنیچر کے بجائے جمعہ سے نواز دیا تو سنیچر کے دن سے مجھے کوئی محبت نہیں رہی اب رہی بات یہودیوں سے تعلق سو ان میں میری رشتہ داری ہے۔ میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرتی ہوں۔ چنانچہ عمر مطمئن ہو گئے اور حضرت صفیہ نے باندی سے پوچھا تجھے اس شکایت پر کس نے آمادہ کیا۔ کہا شیطان نے کہا جا تو آزاد ہے۔ (زرقانی: ۲۵۹/۳)

⑧ سخاوت:

حضرت صفیہ نہایت سخی اور خراج تھیں۔ سخاوت کے سلسلے میں ان کا ایک واقعہ ہے کہ وہ اُمّ المومنین بن کر مدینہ آئیں تو تمام ازواج مطہرات اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سونے کی بجلیاں تقسیم کیں۔

⑨ علم و فضل:

حضرت صفیہ بھی دیگر ازواج مطہرات کی طرح علم کا مرکز تھیں۔ چنانچہ حضرت صفیہ جب حج کر کے مدینہ آئیں تو حضرت صفیہ کے پاس دیکھا بہت سی کوفہ کی عورتیں مسائل دریافت کرنے کے لئے بیٹھی تھیں۔ علامہ زرقانی نے ان کی شان میں کہا ''كانت صفية عاقلة حليمة فاضلة'' حضرت صفیہ بڑی عقلمند، بردبار، اور علم فضل والی تھیں۔

زرقانی میں ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ اور ان سے ان کے بھائی کے لڑکے نے ان کے غلام کنانہ، حضرت زین العابدین، اسحاق بن عبید اللہ اور مسلم بن صفوان نے روایت کی ہے۔ (زرقانی: ۲۵۹)

ان راویوں کے روایت سے حضرت صفیہ کے علم کا اندازہ ہوتا ہے۔

⑩ وفات:

سن وفات میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے رمضان پچاس ہجری میں بعضوں نے کہا ۵۲ ہجری میں۔ واقدی نے اول قول کو اختیار کیا ہے۔ حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا۔ (زرقانی: ۲۶۰/۳)

مدفن: مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں دفن ہوئیں۔ قریب ۶۰ سال کی عمر پائی۔ (زرقانی: ۲۶۰/۳)

⑪ ترکہ:

حضرت صفیہ بہت مالدار عورت تھیں۔ ایک لاکھ درہم کی جائیداد چھوڑی، ایک تہائی کی وصیت اپنے بھانجہ کے لئے کر گئیں۔

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

نام:........ جویریہ بنت حارث ابن ابی ضرار۔ قبیلہ بنی مصطلق سے تھیں۔ اصل نام برہ تھا۔ آپ نے بدل کر جویریہ رکھا۔ (ابن سعد، زرقانی)

پہلا نکاح:........ حضرت جویریہ کا پہلا نکاح قبیلہ ہی کے ایک شخص مسافع بن صفوان سے ہوا تھا۔

ان کے والد اور شوہر دونوں غزوہ بنی مصطلق میں مارے گئے۔ اس غزوہ میں گرفتار قیدیوں کی تعداد قریب

۶ سوتھیں۔ ان میں حارث جو قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اور رئیس تھے ان کی صاحبزادی جویریہ بھی قیدی بن کر آئی تھیں۔

① عقد نکاح کا واقعہ:

آپ ﷺ کی زوجیت میں کس طرح آئیں۔ اس سلسلے میں متعدد روایتیں ہیں۔ ابو قلابہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جویریہ قید ہو کر آئیں تو ان کے والد آپ کی خدمت میں آئے اور کہا میری بیٹی باندی نہیں بن سکیں۔ مری شان اس سے بالاتر ہے۔ (میں اپنے قبیلہ کا سردار ہوں) آپ اسے چھوڑ دیں آزاد کر دیں۔ آپ نے کہا کیا یہ بہتر نہیں کہ خود اس کی مرضی پر اسے چھوڑ دیا جائے۔ اس نے کہا ہاں۔ اور میں اس کا فدیہ ادا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی بیٹی کے پاس گیا اور کہا دیکھو تم اختیار دیا ہے۔ دیکھو تم مجھے رسوانہ کرنا۔ اس نے کہا میں رسول پاک کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں (اپنے قبیلہ میں نہیں واپس جاؤں گی) باپ نے کہا واللہ تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔ پھر آپ نے اس سے نکاح کر لیا۔ (ابن سعد: ۸/۱۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ قید میں آنے کے بعد ان کے والد نے فدیہ ادا کر دیا جس سے وہ آزاد ہو گئیں۔ آزادی کے بعد اپنے قبیلہ میں واپس جانے کے بجائے آپ کو اختیار کیا۔ آپ نے نکاح فرما کر اپنی زوجیت میں لے لیا۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے قیدیو میں جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ زرقانی میں محمد ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ قیدی تمام مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیئے گئے۔ تو حضرت جویریہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے ثابت سے نو اوقیہ سونے پر مکاتب کا معاملہ کر لیا۔ پھر حضور پاک ﷺ کے پاس مال کتابت کی ادائیگی میں اعانت اور مدد کے لئے آئی۔ اور کہا میں حارث (سردار بنی مصطلق) کی بیٹی ہوں۔ ثابت کے حصہ میں آئی ہوں۔ میں نے ان سے مکاتب کا معاملہ کر لیا ہے۔

مال کتابت کی آزادی میں آپ سے مالی امداد چاہتی ہوں۔ (آپ نے اسے دیکھ کر اور ان گفتار سے اندازہ لگایا کہ بہت ہی شریف اور لائق عورت ہے) آپ نے فرمایا اس سے بہتر صورت نہ تم کو بتادوں۔ جویریہ نے کہا وہ کیا اس سے بہتر ہے آپ نے فرمایا میں پورا مال کتابت ادا کرتا ہوں اور تم کو اپنے نکاح میں لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ نے کہا ہاں میں اس پر راضی ہوں۔ چانچہ آپ نے مال کتابت ادا کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

(زرقانی: ۲۵٤)

② حضرت جویریہ سے نکاح کی برکت:

زرقانی اور دیگر کتب احادیث میں ہے کہ جب لوگوں نے سنا کہ آپ ﷺ نے جویریہ سے شادی فرمالی ہے۔ انہیں باندی کے بجائے آزاد فرما کر امہات المؤمنین میں داخل فرمالیا ہے۔ تو اس قبیلہ کی جتنی باندیاں اور

غلام لوگوں کے قبضے میں تھے سب کو آزاد کر دیا کہ آپ کے سسرالی خاندان کے لوگوں کو کس طرح غلام اور باندی بنا کر رکھا جا سکتا ہے۔ (زرقانی: ۲۵٤)

اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو حضرت جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم میں باعث برکت نہیں دیکھا کہ ان کی وجہ سے (حضرت جویریہ کو زوجیت نبوی میں آ جانے کی وجہ سے) بنی مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے۔ (زرقانی: ۳/۲۵٤)

سات سو سے زائد لوگ آزاد کئے گئے۔ (زرقانی: ۳/۲۵٤)

③ خواب میں بشارت:

حضرت جویریہ کہتی ہیں کہ نکاح سے ۳/دن قبل میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ کی جانب سے چاند آیا اور میرے گود میں گر گیا۔ اس خواب کا ذکر میں نے کسی سے مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ میں جب قید ہو کر آئی اور آپ نے آزاد فرما کر نکاح کیا۔ (تو اس خواب کی تعبیر پوری ہوگئی۔ (زرقانی: ۲۵٤)

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ثابت سے خریدا۔ پھر آزاد کیا پھر چار سو درہم مہر پر نکاح کیا۔ ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ آپ نے ان کے لئے باری مقرر فرمائی اور پردے میں داخل فرمایا۔ (زرقانی: ۳/۲۵۵)

فائدہ: یعنی ازواج مطہرات اور اُمّ المؤمنین میں داخل فرمایا۔

عمر:............نکاح کے وقت حضرت جویریہ کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ (زرقانی: ۱۱)

④ اخلاق و احوال:

حضرت جویریہ بڑی صالح نیک ذاکرہ اور عبادت گذار تھیں۔ کثرت سے ذکر کرتی رہتی تھیں۔ انہوں نے گھر میں ایک مقام عبادت کے لئے مقرر کیا تھا۔ جسے مساجد البیوت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ان کی عبادت گاہ سے صبح گذرے تو دیکھا بیٹھی ذکر میں مشغول ہے۔ پھر دوپہر کے وقت گذرے تب بھی دیکھا کہ اسی طرح بیٹھی ذکر میں مشغول ہے۔ تو آپ نے کہا اے جویریہ تمہارے بعد میں نے ۳ مرتبہ یہ چار کلمات کہے ہیں اس کا ثواب تم سے زائد ملے گا۔ جتنا کہ تم نے صبح سے دوپہر تک ذکر کیا ہوگا۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر ان کو تیری تمام تسبیحوں کے ساتھ تولا جائے جو تم نے صبح سے اب تک پڑھی ہیں تو وہ ۴/کلمات (جو میں نے کہے ہیں) وزن میں بڑھ جائیں گے۔ وہ یہ ہیں ''سبحان اللّٰہ وبحمدہ عدد خلقه و رضانفسه و زنة عرشه و مداد كلماته.'' (زرقانی: ۳/۲۵۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض اذکار گو مقدار میں کم ہو ثواب میں زائد ہو جاتے ہیں۔

آپ ﷺ ایک مرتبہ حضرت جویریہ کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ روزہ سے تھیں، تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کل روزہ رکھا تھا؟ کہا نہیں۔ پھر پوچھا کل روزے کا ارادہ ہے۔ کہا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا روزہ توڑ دو۔ (بخاری: ۱/۲۶۷، ابن سعد: ۱۱۹)

فائدہ: چونکہ صرف جمعہ کا روزہ رکھنا منع ہے۔ البتہ جمعرات یا سنیچر ملا لے تو مکروہ نہیں اسی وجہ سے آپ ﷺ نے پوچھا اور جب معلوم ہوا کہ آگے پیچھے شامل نہیں تو توڑنے کا حکم دے دیا۔

⑤ وفات:

سنہ ۵۶ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں وفات ہوگئی۔ اور مروان جو مدینہ کے اس زمانہ میں گورنر تھے نماز جنازہ پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سنہ ۵۰ ہجری میں وفات ہوئی۔ (زرقانی: ۲۵۵)

عمر: .... ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (زرقانی: ۲۵۵، ابن سعد: ۱۲۰)

دفن: .... بقیع غرقد میں دفن ہوئیں۔

⑥ روایت حدیث:

حضرت جویریہ سے کتب احادیث میں متعدد روایتیں ہیں۔ ان سے احادیث روایت کرنے والوں میں حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت ابن عمر، عبید بن السباق، اور طفیل ہیں۔ (زرقانی: ۲/۲۵۵)

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

نام نسب: .... اُمّ حبیبہ بنت سفیان بن حرب بن امیہ۔ آپ کے خاندان قریش سے متعلق تھیں۔ والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص، حضرت عثمان کی پھوپھی تھیں۔

آپ سے پہلے: .... ان کی پہلی شادی عبید اللہ بن جحش سے ہوئی۔ ان سے اولاد حبیبہ ہوئی۔ جس کی وجہ سے آپ کی کنیت اُمّ حبیبہ ہوئی۔

اسلام: .... خود بھی اسلام سے مشرف ہوئیں شوہر نے بھی اسلام قبول کیا۔

① ہجرت حبشہ:

شوہر بیوی دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ شوہر نے حبشہ میں نصرانی مسلک اختیار کرلیا۔ اور شراب میں مست رہنے لگے۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں انتقال ہوگیا۔ عدت گزرنے کے بعد آپ نے پیغام نکاح بھیجا کہ اُمّ حبیبہ مذہب اسلام پر باقی رہیں۔ (مستدرک حاکم: ۴/۲۰، ازواج النبی: ۱۶۲)

② خواب میں اُمّ المؤمنین ہونے کی بشارت:

ابن سعد میں ہے کہ اُمّ حبیبہ نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے شوہر کی بڑی قبیح صورت ہوگئی

ہے۔ صبح ہوئی تو اس نے نصرانی مسلک قبول کرلیا۔ چنانچہ میرے پاس کوئی (خواب ہی میں آنے والا آیا) اور پکارا اے اُمّ المؤمنین میں خوفزدہ ہوگئی۔ چنانچہ عدت پوری ہوئی اور نجاشی کا قاصد اجازت نکاح کے لئے آیا۔
(۹۷/۸)

فَائِدَۃ: چنانچہ اُمّ المؤمنین سے پکارنا، ازواج مطہرات میں داخل ہونے کی خبر تھی۔ اور ایسا ہی ہوا۔

③ نکاح:

عدت کے دن ختم ہوئے تو رسول پاک ﷺ نے عمر بن امیہ ضمری کو نجاشی کی خدمت میں بغرض نکاح بھیجا وہ اس نسبت نکاح کو لے کر نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ پیغام دیا کہ رسول پاک ﷺ نے مجھے تم سے نکاح کے لئے لکھا ہے۔ (ام حبیبہ نے منظوری ظاہر کی) خالد بن سعید اموی کو اپنی جانب سے وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے خود نکاح پڑھایا اور آپ ﷺ کی جانب سے چارسو دینار (ایک قول میں چارسو درہم) مہر ادا کیا۔ شرحبیل بن حسنہ کی معرفت آپ کے پاس بھیجا۔ اور یہ سنہ ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔ (ازواج النبی: ۱٦٢، سبل الهدی، سیر الصحابیات: ٦/٨٣)

جس وقت حضرت اُمّ حبیبہ تشریف لائی ہیں آپ خیبر میں تشریف فرما تھے۔

نکاح کے وقت اُمّ حبیبہ کی عمر ۳۶/۳۷ سال تھی۔ (سیر الصحابیات: ١١)

④ مہر:

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر شاہ نجاشی نے دیا تھا۔ مقدار میں اختلاف ہے کہ کتنا دیا تھا۔ ابوداؤد میں ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ نجاشی نے آپ کا نکاح اُمّ حبیبہ سے چار ہزار درہم مہر کے ساتھ کر کے آپ کو لکھ بھیجا آپ نے زوجیت قبول فرمالی۔ (ابو داؤد: ٨٤)

سنن نسائی میں ہے کہ عروہ بن زبیر عن اُمّ حبیبہ کی روایت میں ۴/سو درہم کا ذکر ہے۔ (٨٧/٢)

اسی طرح مسند احمد، طبرانی بیہقی کی دلائل النبوۃ اور دیگر کتابوں میں درہم کا ذکر ہے۔ لہٰذا بعض روایت میں جو ۴ سو دینار کا ذکر ہے بظاہر راوی کا وہم ہے۔ مسند احمد کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا مہر چارسو درہم ہوا کرتا تھا۔

⑤ نکاح میں آپ نے نہ کچھ بھیجا نہ خرچ کیا:

عروہ کی روایت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے نکاح کرایا اپنی طرف سے ۴/سو درہم مقرر کیا۔ شرحبیل کے ساتھ مجھے بھیجا اور رسول پاک ﷺ نے کچھ نہیں (نہ مہر کی رقم نہ کوئی جوڑا وغیرہ اور نہ کوئی خرچہ نہ زیور) بھیجا۔ (ازواج النبی: ١٦٤، سُبل الهدی)

⑥ آپ کے بستر پر اپنے والد کو نہیں بیٹھنے دیا:

ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ جب اُمّ حبیبہ کے والد ابوسفیان مدینہ (مصالحت کے سلسلہ میں) آئے جب کہ آپ کا ارادہ مکہ پر جہاد کا تھا کہ مصالحت کی مدت کچھ بڑھا دی جائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی توجہ نہیں فرمایا (جس پر ابوسفیان بہت متاثر ہوا) وہ اپنی بیٹی اُمّ حبیبہ کے پاس گیا (گھر میں آپ کا بستر بچھا تھا) ابوسفیان جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو اُمّ حبیبہ نے فوراً وہ بستر موڑ دیا اس پر والد نے کہا اے بیٹی اس بستر کو تو نے مجھ سے کیوں ہٹا لیا اس پر بیٹی نے کہا یہ بستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تم مشرک ہو ناپاک ہو (تمہارے لائق یہ بستر نہیں ہے) اس پر والد نے کہا تمہارے میں میرے بعد برائی آگئی۔ (صفة الصفوة، ابن سعد: ۹۹/۸)

فائدہ: یہ ایمان اور محبت اور اعزاز نبوت کی وجہ سے تھی کہ اپنے والد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے نہ دیا سمجھتی تھی کہ ایک مشرک کافر کا جسم نجاست شرک کی وجہ سے اس لائق نہیں کہ وہ نبی پاک کے بستر پر بیٹھے۔ اور اپنے والد کو حق جواب دے دیا۔ یہ ہے حق گوئی اور ایمان کامل کا تقاضا۔ قرآن پاک میں ہے کہ اہل ایمان کافر ومشرک سے محبت اور عزت کا برتاؤ نہیں کرتے خواہ ان کے باپ بھائی اولاد اور رشتہ دار کیوں ہوں۔

⑦ فضل وکمال اور اخلاق:

حضرت اُمّ حبیبہ باوجودیکہ سردار مکہ اور نہایت ہی وجیہ اور امیر گھرانے کی صاحبزادی تھیں اور حسن و جمال میں عرب میں بے مثال تھیں۔ ابوسفیان نے اجمل عرب کہا تھا۔ نہایت ہی متواضع اور خوف خدا کی حامل اور شریعت وسنت کی بے انتہا پابند تھیں۔ نسوانی فطرت ہے کہ سوکنوں میں آپس میں کچھ ناخوشگوار باتیں پیش آجاتی ہیں۔ اُمّ حبیبہ چاہتی تھی کہ اس قسم کی باتوں سے پاک وصاف ہو کر دنیا سے رخصت ہوں۔ چنانچہ حاکم اور طبقات کبریٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ہے کہ اُمّ حبیبہ نے اپنی وفات کے وقت مجھے بلایا سوکنوں کے درمیان آپس میں جو ناخوشگوار امور پیش آجاتے ہیں اللہ پاک سب کو معاف فرمائے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے مجھے خوش کیا۔ اللہ تم کو خوش رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی طرح حضرت اُمّ سلمہ سے بلا کر کہا۔ (حاکم: ۲۲/۴، ابن سعد: ۴۶/۲)

زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ میں اُمّ حبیبہ کے والد کے وفات کے موقعہ پر گئی تو دکھا کہ مرکب خوشبو منگایا اور اپنے رخساروں اور گالوں پر ملا اور کہا واللہ مجھے اس وقت خوشبو کی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں مگر یہ کہ میں نے منبر پر سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے لئے درست نہیں کہ وہ ۳/دن سے زائد سوگ منائے سوائے اپنے شوہر کے وہ ۴/ماہ دس دن ہے۔ (بخاری: ۱۷۰/۱)

⑧ وفات:

ابن عبدالبر اور ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ان کی وفات حضرت معاویہ کے عہد خلافت میں ۴۴ ہجری ہوئی۔ (صفة الصفوة: ٢/٤٦، ابن سعد: ٨/٩٩)

ابوبکر بن ابی خیثمہ نے کہا کہ ۵۹ ہجری میں ہوئی۔ (حاكم: ٤/٢٠، ازواج النبی: ١٦٥)

⑨ مدفن:

مدینہ منورہ میں حضرت علی کے مکان میں دفن ہوئیں۔ (سیر الصحابیات: ٦/٨٣، استیعاب: ٢/٧٥٠)

⑩ عمر:

آپ ﷺ کے نکاح کے وقت ۳۷ سال اور بوقت وفات ۷۴ سال کی تھیں۔ (سیرت مصطفی: ٣٤٤)

⑪ روایت حدیث:

حضرت اُمّ حبیبہ سے کتب حدیث میں قریب ۶۵ روایتیں منقول ہیں۔ (سیر الصحابیات: ٦/٨٤)

متعدد صحابہ اور تابعین کرام ان کے راوی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندیوں کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی کے متعلق ایک روایت ہے کہ دو باندیاں تھیں۔ بعض روایتوں سے ۴ / باندیوں کا علم ہوتا ہے۔ معمر بن مثنیٰ نے بیان کیا کہ آپ کی ۴ / باندیاں تھیں۔ ریحانہ، ماریہ، جمیلہ، نفیسہ۔

ابوعبیدہ بھی ۴ / کے قائل ہیں۔ البتہ حضرت قتادہ قائل ہیں کہ آپ کی دو باندیاں تھی۔ ابن قیم نے بھی ابوعبیدہ کے قول کو نقل کیا ہے۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا

ریحانہ بنت یزید قبیلہ بنونضیر یا بنوقریظہ سے تھیں۔ بنوقریظہ کے موقعہ پر قید ہو کر آئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تھا خواہ مذہب اسلام قبول کرلیں یا مذہب یہود پر باقی رہیں انہوں نے اسلام قبول کرلیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے ''صفی'' کا حصہ جس کا آپ کو اختیار تھا منتخب فرمالیا ہے، اور باندی کی حیثیت سے آپ کے پاس رہیں۔

دوسرا قول ہے کہ ریحانہ نے جب مذہب اسلام کو قبول کیا تو آپ نے آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا تھا۔ اور ۱۲ / اوقیہ مہر مقرر کیا جیسا کہ دیگر ازواج کا تھا۔

سنہ ۶ ہجری بماہ محرم آپ کی زوجیت میں داخل ہوئیں۔ اس سے قبل سلمہ بنت قیس کے گھر میں رکھی گئی تھیں۔ (سبل الھدیٰ: ۲۲۰/۱۱)

ابن سعد میں ابوسعید بن وہب کی روایت میں ہے کہ حضرت ریحانہ قبیلہ بنونضیر کی قیدیوں میں تھیں۔ ان کا نکاح بنوقریظہ کے ایک شخص حکم سے ہوا تھا۔ آپ نے ان کو آزاد فرمالیا۔ آپ کی زوجات میں داخل ہوگئیں جس طرح اور بیویوں کی باری تھی ان کی بھی باری تھی۔ ان پر بھی آپ نے (بیویوں کی طرح پردہ قائم رکھا۔ خود ان کی زبانی روایت ہے کہ میں نے جب رسول اللہ کو اختیار کیا اور اسلام قبول کیا تو آپ نے مجھے آزاد فرما کر مجھ سے نکاح فرمالیا۔ اور ساڑھے بارہ اوقیہ مہر مقرر کیا۔ جیسا کہ تمام دیگر ازواج کا مقرر فرمائے تھے۔ اُمّ منذر کے گھر میں میری رخصتی ہوئی۔ میرے لئے باری مقرر کیا۔ پردہ مقرر کیا۔ (ابن سعد: ۱۳۰/۸)

① وفات اور مدفن:

سنہ ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کی واپسی کے بعد آپ کی حیات میں انتقال ہوا۔ اور بقیع میں دفن کی گئیں۔

② حضرت ریحانہ بیوی یا باندی:

ارباب حدیث و تاریخ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ابن اسحاق کی رائے ہے کہ باندی تھیں۔ ابن سعد نے ایوب بن بشر سے یہی روایت نقل کی ہے۔ واقدی کی رائے ہے ازواج مطہرات میں تھیں۔ اسی طرح علامہ دمیاطی کی۔ بیشتر روایتوں سے اور خود ریحانہ کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے باندی ہونے کو محقق ابوصالح دمشقی نے قبل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن قیم نے باندی ہونے کو ترجیح دی ہے۔

(زادالمعاد: ۷۲/۱)

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

ماریہ بنت شمعون: .... قبیلہ قبط سے تھیں یہ وہی قبیلہ ہے جس قبیلہ کی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ تھیں۔

① حضرت ماریہ ہدیہ میں آئی تھیں:

مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے ہدیہ میں آپ کو بھیجا تھا۔ حاطب بن ابی بلتعہ کو آپ نے دعوت اسلام کا خط لے کر بھیجا تھا۔ اس نے اپنی قوم اور ملک کی رعایت میں اسلام تو قبول نہیں کیا مگر آپ کے ساتھ بے انتہا عقیدت و محبت کا برتاؤ اور قیمتی ہدایا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہیں ہدایا میں ماریہ، اور ان کی بہن سیرین اور ایک خصی غلام جس کا نام مابور تھا بھیجا تھا۔ مزید اس بادشاہ نے ایک قیمتی گھوڑا جس کا ازرتھا ایک خچر جس کا نام دلدل تھا اور ایک گدھا، شیشے کا پیالہ جس سے آپ پانی پیتے تھے۔ بیس کپڑے۔ ایک ہزار مثقال سونا، اور شہد وغیرہ بھیجا تھا۔ (سبل الهدیٰ: ۲۴۹/۱۱، زرقانی: ۲۷۲/۳)

ماریہ اور سیرین یہ دونوں بہنیں تھیں۔ ماریہ کو تو آپ نے خود اپنے پاس رکھا، اور سیرین آپ نے حضرت حسان کو بخش دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو اولاً حارثہ بن نعمان کے گھر میں رکھا تھا۔ جو ان کے پڑوس میں تھا۔ آپ شب روز (حسب موقعہ چونکہ ان کی باری نہیں تھی) تشریف لائے۔ پھر آپ نے ان کو محلّہ عالیہ (مدینہ کا ایک حملہ جو ذرا فاصلہ پر تھا) میں منتقل کردی۔

وہاں آپ ان کے پاس جاتے تھے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اللہ پاک نے ان کو اولاد (ابراہیم) سے نوازا۔ اور میں محروم رہی۔ (ابن سعد: ۲۳/۸)

ذی الحجہ سنہ ۸ ہجری میں اس ماریہ سے ابراہیم پیدا ہوئے۔ خبر دینے والے کو آپ نے ایک غلام ہدیۃً دیا۔

(ابن سعد: ۱۱)

آپ کی حیات ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔ ۱۷؍ یا ۱۸؍ ماہ زندہ رہے۔ آپ نے فرمایا ان کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی کا انتظام کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر نبوت کا سلسلہ باقی ہوتا تو یہ نبی ہوتے۔ ان کی وفات پر آپ کے آنسو بہہ گئے تھے۔ (سبل الھدیٰ: ۱۱/ ۲۳)

حضرت ماریہ آپ کے بعد عہد فاروقی تک زندہ رہیں حضرت ابوبکر اور عمر فاروق ان کا مرفہ ادا فرماتے تھے۔ (حاکم: ٤/٤٢ جدید)

② وفات، مدفن:

حضرت ماریہ کی وفات عہد فاروقی سنہ ۱۶ ہجری میں ہوئی۔ بقیع میں دفن کی گئیں۔ (زرقانی: ۳/ ۲۷۲)

حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا

زینب بنت جحش نے آپ کو ہبہ کیا تھا۔ ایک خوشی پر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب کہ صفیہ کو یہودیہ کہہ دیا تھا۔ اس کی سزا میں کئی ماہ ترک تعلق فرمالیا تھا۔ پھر جب راضی ہوئے تو اس خوشی میں آپ کو ہبہ کیا۔

حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا

بعضوں نے بلا نام کے ذکر کیا ہے۔ کسی غزوہ میں گرفتار ہوکر آئی تھیں آپ نے باندی کی حیثیت سے رکھا۔ (زرقانی: ۳/ ۲۷٤)

علامہ ابن قیم نے ان باندیوں کا اور ذکر کیا ہے سلمہ اُمّ رافع، میمونہ بنت سعد، خضرہ، رضوی، زرینہ، اُمّ ضمیرہ، میمونہ بنت میبّب۔ (زادالمعاد: ۱/ ۷۳، حاکم: ٤/ ٤٣ جدید)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت کے اعتبار سے بہت کم شادی پر اکتفا کیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمام لوگوں پر چار چیزوں میں فوقیت اور زیادتی عطا کی گئی ہے۔ سخاوت، شجاعت، کثرت جماع، اور طاقت میں۔ (طبرانی، سبل الھدی: ۷۲)

مجاہد اور طاؤس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مردوں کی قوت جماع دی گئی۔

مجاہد اور طاؤس کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس مرد کے برابر عورتوں کی طاقت دی گئی ہے۔ اہل جنت کے مثل۔

اور امام احمد اور نسائی نے بیان کیا کہ جنت میں ہر جنتی کو سو آدمی کے برابر کھانے پینے اور جماع وشہوت کی قوت دی جائے گی۔ (سبل الھدیٰ: ۹/ ۷۲)

حضرت صفوان بن سلیم کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ہانڈی لے کر میرے پاس آئے میں نے

اس سے کھایا۔ اس کھانے سے مجھے ۴۰ مرد کے برابر عورتوں سے ملنے کی قوت حاصل ہوئی۔ (ابن سعد: ۱۹۲)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو چالیس مرد کے برابر قوت دی گئی تھی۔ وہ بھی دنیاوی مرد نہیں بلکہ جنتی مرد کے برابر۔ اور ایک جنتی مرد کو سو دنیاوی مرد کے برابر قوت دی گئی ہے۔ اس اعتبار سے حساب لگانے سے آپ کی مردمی قوت ۴ ہزار آدمی کے برابر پہنچتی ہے۔ تب تو آپ ﷺ کے چار ہزار عورتوں سے نکاح کرنی چاہئے۔ حالانکہ آپ نے ۱۱/۱۳/۱۵ عورتوں کو اپنے پاس رکھا ہے۔ یہ کس قدر تحمل اور برداشت کی بات ہے۔ کیا اس صورت میں آپ پر اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے تو اپنی قوت کے اعتبار سے بہت کم پر اکتفا کیا ہے۔ پھر یہ کہ اصل جوانی اور شادی کی عمر میں صرف ایک بیوی پر اکتفا کیا۔ چنانچہ ۴۱-۴۲ سال تک آپ نے صرف ایک ہی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر اکتفا فرمایا۔ اس عمر میں تو آدمی پر ضعف کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں۔ پھر مزید جو شادیاں آپ نے کی ہیں ان میں اپنی ضرورت کے بجائے منکوحہ کی ضرورت کو مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً حضرت زینب کی شادی ایک جہالت کو توڑنا تھا۔ حضرت صفیہ، حضرت جویریہ شاہزادی ہونے کی وجہ سے آپ ہی کے عقد میں آنے کے لائق تھیں امت کے کسی فرد کے لئے مناسب نہ تھا۔ آپ نے شدید مصلحت اور ضرورت شرعی ماحول وعرف کے کفوء اور وقار کی رعایت کرتے ہوئے ایسا کیا تھا۔ اور یہ ایک طبعی بات بھی ہے کہ امت کے مقابلہ میں حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قوت اور حرارت غریزی زائد بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابوصالح دمشقی نے اور ابن قیم، قاضی عیاض ابن عربی وغیرہم نے بیان کیا ہے۔ (سبل الهدیٰ: ۷٤)

قسم کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل اور تعلیمات کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلام کو بسا اوقات قسم سے موکد فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے امت محمد خدا کی قسم جسے میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو کم ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔ (بخاری: ۹۸۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اشعری لوگوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور درخواست کی سواری دے دیجئے تو آپ نے فرمایا قسم خدا کی میں تم کو سواری نہ دوں گا اور نہ میرے پاس کوئی سواری ہے۔ (مختصراً، بخاری: ۹۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے تم ان امور کو جان لو جسے میں جانتا ہوں تو بہت روؤ اور کم ہنسو۔ (بخاری: ۹۸۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ عبادات میں سے یہ بات تھی کہ بسا اوقات اپنی بات اور کلام و گفتگو کو قسم کے ساتھ موکد فرماتے اور قسم کو شامل فرمالیتے خصوصاً اس مقام پر جہاں مخاطب کو اہمیت دلانی مقصود ہوتی اور اہم بات کی خبر دینی ہوتی۔ ہر بات میں قسم کھانی یا گفتگو میں کثرت سے قسم کا استعمال کرنا خلاف سنت ہے۔ اور اس سے کلام کی اہمیت بھی جاتی رہتی ہے۔ اور بعض موقعہ پر قسم جھوٹی بھی ہوجاتی ہے۔ اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ قسم میں تقلیل بہتر ہے۔ تکثیر کے مقابلہ میں۔ (۷۰۵/۳)

قسم کے پورا کرنے کا حکم فرماتے

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ قسم پورا کریں اور حانث نہ ہوں۔

(بخاری: ۹۸۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قسم کھائے تو اسے پورا کرے بشرطیکہ وہ نیک ہو اور بھلی معلوم ہو اور اگر بری بات ہو اور گناہ ہو تو اسے ہرگز نہ کرے بلکہ اس کے خلاف کرے۔ قسم کے پورا کرنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ کے نام کا احترام ہے۔ گویا کہ اللہ سے عہد و پیمان ہے اور عہد و پیمان کی خلاف ورزی ممنوع ہے۔ قرآن پاک میں

ہے ''و احفظوا ایمانکم'' اپنے قسموں کی حفاظت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی قسم کھالی۔ تو بلا ضرورت شرعی اور طبعی قسم کو نہ توڑ دو۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نامناسب قسم کھاتے تو اس کے خلاف کرتے

حضرت ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں کوئی قسم کھالیتا ہوں پھر اس کے غیر کو اس سے اچھا سمجھتا ہوں تو اسی کو کرتا ہوں جو اچھا ہوتا ہے۔ اور اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور اس کے غیر میں تم بہتری پاؤ (یعنی اس کے نہ کرنے میں) تو اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور وہ کرو جو بہتر ہو۔ (بخاری: ۹۸)

فائدہ: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقاً کسی نامناسب بات پر قسم کھالی تو آپ نے اس کے خلاف کر کے قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کیا۔ اور اسی کو آپ نے تعلیم بھی دی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ قبیلہ اشعری کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ سواری کے لئے مانگا۔ معلوم نہیں آپ اس وقت کس حال میں تھے قسم کھایا کہ نہیں دوں گا۔ اور نہ میرے پاس ایسا اونٹ ہے۔ پھر آپ نے بعد میں دے دیا۔ اس پر ایک شخص نے یاد دلایا کہ کیا آپ بھول گئے کیا۔

آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ نہیں دوں گا اس پر آپ نے فرمایا جب میں کسی بات پر قسم کھالیتا ہوں پھر اس کے خلاف میں اچھائی نیکی سمجھتا ہوں تو اس اچھا کام کو کرتا ہوں اور قسم توڑ دیتا ہوں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مثلاً قسم کھالے فلاں سے نہ بولوں گا۔ فلاں کو کچھ نہ دوں گا۔ فلاں کے گھر نہ جاؤں گا تو یہ قسم توڑ دے اس کے خلاف کرے۔ اور کفارہ ادا کرے۔ اور اس نامناسب بات پر قائم نہ رہے کہ خلاف شرع اور نامناسب بات پر اڑے رہنا اور ضد کرنا اچھی بات نہیں قساوت قلبی کی بات ہے مؤمن کا قلب نرم اور شرع یعنی خدا و رسول کی طرف جھکنے والا ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن الفاظ کے ساتھ قسمیہ جملہ ادا فرماتے

① **لا و مقلب القلوب:** .... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قسمیہ جملہ (عموماً) ''لا و مقلب القلوب'' نہیں قسم اس ذات کی جو دلوں کو پلٹنے والا ہے، کے ساتھ ہوتا اور ابن ماجہ کی رویت میں لا و مصرف القلوب ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۵۲، ابوداؤد: ٤٦٥)

فائدہ: عربوں میں قسم کا رواج تھا۔ اور باقسم کلام کا وہ اعتبار کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اس لفظ کے ذریعہ سے بھی کلام کو موکد فرماتے تھے۔ مقلب القلوب دلوں کا پلٹنے والا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

② **واللہ:** .... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے محمد کی امت ''و اللہ

لو تعلمون الخ'' قسم اللہ کی اگر تم وہ جان لیتے جسے میں جانتا ہوں تو کم ہنستے زیادہ روتے۔ (بخاری: ۹۸۱)

فائدہ: بسا اوقات، کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لئے واؤ استعمال فرماتے۔

③ **ایم اللہ:** .... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے ایک جماعت کو بھیجا۔ اس میں حضرت اسامہ بن زید کو امیر لشکر بنادیا۔ تو کسی نے ان کے امیر ہونے پر اعتراض کیا (کہ وہ اوروں کے مقابلہ میں چھوٹے ہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اگر ان کی امارت کے بارے میں اعتراض کرتے ہو تو کیا اس سے قبل ان کے والد کے بارے میں بھی تم اعتراض طعن کر چکے ہو۔ ''وایم اللہ کان لخلیفاً الامارۃ.'' قسم خدا کی گو وہ امارت کے لائق ہوں لوگو میں سب سے زیادہ وہ محبوب ہیں اس کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ ہیں۔ (بخاری: ۹۸۰/۲)

فائدہ: ایم اللہ کے الفاظ میں اس سے قسم ہو جائے گی۔ اس طرح عہد اللہ، میثاق اللہ و ذمہ اللہ سے قسم ہو جائے گی۔ (شامی: ۷۱۶/۳)

④ **والذی نفس محمد بیدہ:** .... حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا اور جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا۔ (یعنی اس کے بعد ان دونو کی حکومت کا دائمی زوال ہو جائے گا)۔ ''والذی نفسی بیدہ الخ'' قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان کے خزانوں کو تم راہ خدا میں خرچ کرو گے (بخاری: ۹۸۱)

براء بن عازب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی کپڑا ہدیہ دیا گیا تو لوگ اسے ہاتھ در ہاتھ لینے لگے اور اس کی خوشنمائی اور نرمی پر تعجب کرنے لگے آپ نے پوچھا تم تعجب کرتے ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول اس پر آپ نے فرمایا والذی نفسی بیدہ قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ حضرت سعد کو جو مال جنت میں ملے گا وہ اس سے بدر جہا بہتر ہوگا۔ (بخاری: ۹۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجدہ اطمینان سے ادا کیا کرو۔ ''فوالذی نفسی بیدہ.'' قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔ (بخاری: ۹۸۳)

⑤ **ورب الکعبہ:** .... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا آپ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے یہ فرمارہے تھے یہی لوگ گھاٹے میں ہیں رب الکعبہ کی قسم یہی لوگ گھاٹے میں ہیں۔ رب الکعبہ کی قسم!

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کیا مجھ میں کوئی حالت دیکھی جو آپ یہ فرمارہے ہیں پس میں بیٹھ

گیا اور آپ فرماتے رہے۔ پس مجھ سے خاموش نہ رہا جا سکا جو اللہ نے چاہا میں بہت رنجیدہ ہوا۔ پس میں نے پوچھ لیا اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں وہ کون لوگ ہیں۔ (جس کے بارے میں آپ گھاٹے میں پڑنے والے بول رہے ہیں) آپ نے فرمایا وہ مالدار لوگ ہیں ہاں مگر وہ اتنا اتنا خرچ کرتے رہیں (آپ نے ہاتھ کے اشارے سے ۳ رمرتبہ کہا۔ (بخاری: ۹۸۲)

فائدہ: آپ نے رب کعبہ کی قسم کھائی ہے تو رب کعبہ کی قسم تو کہانی درست ہے۔ محض کعبہ کی درست نہیں چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو اس طرح قسم کھاتے دیکھا تو منع فرمایا۔ (ترمذی: ۲۸۰)

⑥ **لا واستغفر اللّٰه:** .... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قسم کھاتے تو لا واستغفر اللہ کہتے۔ (ابو داؤد: ٤٦٥، ابن ماجہ: ١٥٢، مشکوٰۃ: ٢/٢٩٧)

یعنی آپ اس موقعہ پر بھی استغفار فرماتے۔ یا مطلب یہ ہے کہ آپ قسم ان الفاظ سے ادا فرماتے گویا آپ کا قسم بھی ذکر خدا ہوتا، مؤمن کی یہی شان ہے کہ اس کا کوئی بھی کام ذکر خدا سے خالی نہ ہو۔

جس کی زبان پر ہر وقت قسم ہو اس پر کوئی کفارہ نہیں

معاویہ بن حبدہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم سے گذرے جو تیر اندازی کر رہے تھے اور وہ (ہر بات پر) قسم کھا رہے تھے۔ واللہ غلطی ہوگئی۔ واللہ ٹھیک لگ گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو وہ رک گئے اس پر آپ نے فرمایا تیر چلاتے رہو۔ تیر چلانے والے کی قسم لغو ہے۔ اس میں نہ حانث ہوتا ہے اور نہ اس میں کفارہ ہے۔ (مجمع الزوائد: ١٨٥)

فائدہ: "واللّٰه باللّٰه يقسم" خدا کی قسم۔ جو لوگوں کی زبانوں پر ہوتی ہے۔ ہر جملہ میں قسمیہ جملہ واللہ ایسا ہے واللہ یہ ہو رہا ہے واللہ یہ بات ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ ان کی عادت ہوتی ہے ہر وقت قسم کھانے، ایسے لوگوں پر قسم کے خلاف ہونے پر کوئی کفارہ نہیں۔ اس کو شریعت میں ایمان لغو کہتے ہیں۔ اللہ پاک نے ایسے قسموں پر کوئی مواخذہ نہیں فرمایا ہے۔ "لا یواخذکم اللّٰه باللغو فی ایمانکم" اس میں لغو سے مراد وہ قسم ہے جو بلا قصد وارادہ زبان سے نکل جائے یا اپنے نزدیک سچی بات سمجھ کر قسم کھالے مگر وہ واقع میں غلط نکلی۔ (معارف قرآن: ٣/٢٢٣)

غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو غیر اللہ کی قسم کھائے اس نے گویا کفر کیا یا شرک کیا۔ (ترمذی: ٢٨٠، ابو داؤد: ٤٦٣، تلخیص: ١٦٨)

فائدہ: ضرورت پر صرف اللہ کی قسم کھانی چاہئے غیر اللہ کی قسم ممنوع ہے۔ مثلاً نبی، قرآن، کعبہ کی قسم درست

نہیں۔ ہاں قرآن کعبہ کے ذریعہ قسم کھائے گا تو قسم ہوجائے گی۔ (شامی: ۷۱۳)

ہاں اللہ پاک کے صفاتی نام کے ذریعہ سے قسم کھانا درست ہے۔ مثلاً رحمٰن کی قسم رحیم کی قسم، اسی طرح اللہ کی عزت، عظمت، جلال اور قدرت کی قسم درست ہے۔ اور اس سے قسم کا انعقاد ہوجاتا ہے۔ البتہ اس طرح قسم کھانی درست نہیں۔ اللہ کے رحمت کی اس کے علم کی اس کے رضا کی اس کے غضب کی۔ (شامی: ۷۱۵)

قرآن پاک کی قسم بڑی گناہ کی بات ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے قرآن پاک کے کسی سورہ کی قسم کھائی وہ اس کی آیتوں کی مقدار گناہ کے ساتھ خدائے پاک سے ملے گا۔ (ابن ابی شیبہ: ٥/٤)

فائدہ: اللہ پاک کے نام کے علاوہ قرآن وسورہ قرآن کی قسم کھانی گناہ کی بات ہے۔ ہاں مگر قسم ہوجاتی ہے۔

قسم میں انشاء اللہ کہہ دے تو قسم نہیں اور کفارہ بھی نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھائے پھر انشاء اللہ (متصلاً اسی کے ساتھ) کہہ دے تو وہ حانث نہ ہوگا۔ (ترمذی: ۲۸۰، ابوداؤد: ٢٦٤، ابن ماجہ: ١٥٢)

فائدہ: اگر کسی نے قسم کے جملہ میں انشاء اللہ لگادیا تو اس قسم کا انعقاد نہ ہوگا اور اس کے خلاف کرنے پر کفارہ ادا نہ کرنا پڑے گا۔ ہاں اگر انشاء اللہ بعد میں کہا تو اس سے کوئی فرق نہ پڑے گا۔ اور قسم ہوجائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرماتے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک نے تم لوگوں کو منع کیا ہے اپنے آباء "باپ دادا" کی قسم کھاؤ۔ (بخاری: ۹۸۳، ابوداؤد: ٤٦٣)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ باپ کی قسم کھاؤ اور نہ ماں کی قسم کھاؤ۔ نہ معبود باطل کی قسم کھاؤ۔ (ابوداؤد، نسائی: ٤٦٣)

بت اور معبودان باطل کی قسم کھانے سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لات وعزیٰ کی قسم کھالے وہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ (بخاری: ۹۸٤، ابوداؤد: ٤٦٣)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جائز اور غلط قسم کھالے اس کے بعد عبادت ذکر وتلاوت کرے تاکہ گناہ کا کفارہ ہوجائے۔

پریشان کن اور بامشقت کام کرنے پر قسم نہ کھائے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک اس بات سے مستغنی ہے کہ آدمی اپنے نفس اور جان کو مشقت میں ڈالے۔ (بخاری: ۹۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اسی درمیان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہوکر آپ سے یہ سوال کیا کہ ابواسرائیل (کسی کی کنیت ہے) نے نذر مانی کہ وہ کھڑا رہے گا بیٹھے گا نہیں۔ سایہ میں نہیں آئے گا کسی سے کلام نہیں کرے گا اور روزہ رکھے گا تو آپ نے فرمایا اسے کہہ دو کہ بات کرے، سایہ میں رہے، بیٹھے اور روزہ ادا کرے۔ (بخاری: ۹۹۱، دار قطنی: ۱۶۲/۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا وہ دھوپ میں کھڑا ہے تو آپ نے پوچھا اسے کیا ہوگیا ہے لوگوں نے کہا اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کسی سے بولے گا نہیں، سایہ میں نہیں رہے گا، بیٹھے گا نہیں، اور روزہ سے رہے گا۔ تو آپ نے فرمایا اس کو کہہ دو کہ بات بھی کرے، سایہ میں بھی رہے، بیٹھے بھی، اور روزہ پورا کرے۔ (موطا امام مالک: ۱۷۹، دار قطنی: ۱۶۲)

مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم نہ کھائے اور نہ ایسی نذر منت مانے کہ جس میں پریشانی اور مشقت ہو مثلاً یہ قسم نہ کھائے کہ ساری رات کھڑے نماز پڑھوں گا ایک سیکنڈ نہ لیٹوں گا جاڑے کی رات میں تالاب میں گھس کر کھڑے ذکر کروں گا۔ ننگے پیر ننگے سر پیدل حج کروں گا اس قسم کی مشقت ریز نہ قسم کھائے اور نہ نذر منت مانے اسی کو آپ نے منع کیا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے تو پھر اس کے خلاف کرے اور شریعت کے موافق کسی عالم محقق سے پوچھ کر کفارہ ادا کرے۔

اگر گناہ والی بات کی قسم کھائے تو اس قسم کو پورا نہ کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اطاعت خداوندی عبادت کی نذر مانے وہ اسے پورا کرے اور جو گناہ کی نذر مانے تو گناہ نہ کرے۔ (اسے پورا نہ کرے)۔ (بخاری: ۹۹۱، ترمذی: ۲۷۹)

فائدہ: مثلاً اگر کوئی شخص نذر مانے کہ فلاں اجنبی عورت میرے پاس آئے تو یہ کروں گا فلاں شخص مرجائے یا جیل میں چلا جائے یا قتل کردیا جائے تو میں فلاں صدقہ کروں گا تو یہ درست نہیں اسی طرح نذر مانے کہ فلاں کو میں گالی نہ دے سکوں، نہ مروادوں تو بہ کروں گا تو ہرگز یہ کام نہ کرے اور کفارہ ادا کرے کہ یہ نذر ہی درست نہیں۔

اسی طرح قسم کھایا کہ فلاں سے نہ بولوں گا اس مسجد میں نماز نہ پڑھوں گا اس پر صدقہ خیرات نہ کروں گا تو یہ کام کرے اور قسم کے خلاف ہونے کی وجہ سے کفارہ ادا کرے۔

حرام امر کی قسم نہ کھائے نہ اسے ادا کرے

محمد بن منشر نے کہا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ اگر اللہ پاک اسے دشمن سے نجات دے دے گا تو وہ اپنے جان کی قربانی پیش کرے گا۔ (یعنی جانور کی طرح اپنے آپ کو ذبح کروں گا) تو اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا انہوں نے کہا مسروق سے پوچھو تو انہوں نے مسروق سے پوچھا۔ اپنے کو ذبح مت کرو (یہ حرام ہے) اگر تم مؤمن ہو تو ایک مؤمن کا قتل ہوگا۔ اگر کافر ہو تو جہنم میں جانے میں جلدی کرو گے (ہاں) ایک مینڈھا خرید لو اور اسے مساکین کے لئے ذبح کردو۔ حضرت اسحٰق تم سے بہتر ہے۔ انہوں نے اپنے بدلے مینڈھا ذبح کیا۔

اس کی خبر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دی گئی تو انہوں نے کہا میں نے بھی یہی فتویٰ دینے کا ارادہ کیا تھا۔ (یعنی یہی میرا بھی جواب ہوتا)۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ: ظاہر ہے اپنے نفس کے قتل کی قسم کھانا حرام ہے کہ یہ خودکشی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مسروق نے اس کے پورا کرنے کو منع فرمایا اور اس کا فدیہ قربانی بتایا۔

جھوٹی قسم کھا کر زمین حاصل کرلے تو وہ کوڑھی ہوکر خدا کے پاس حاضر ہوگا

اشعث بن قیس کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی ایک کندہ کے اور دوسرے حضرموت کے یمن کی ایک زمین کے سلسلے میں باہم لڑتے ہوئے آئے، حضرمی نے کہا اے اللہ کے رسول اس کے والد نے میری زمین کو غصب کرلیا تھا اور وہ زمین اس کے قبضہ میں ہے آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس گواہ ہے، کہا نہیں، لیکن اسے قسم کھلائیے۔ اسے قسم خدا کی نہیں معلوم کہ وہ میری زمین ہے جسے اس کے والد نے غصب کرلیا تھا۔ کندی قسم (جھوٹی) کھانے تیار ہوگیا (تاکہ زمین میری ہوجائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لے گا کوئی زمین کو (جھوٹی) قسم کے ذریعہ سے مگر وہ کوڑھی ہوکر خدا کے پاس جائے گا اس پر کندی نے کہا زمین اسی کی ہے۔ اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے مال کو جھوٹی قسم کے ذریعہ حاصل کرے گا وہ کوڑھی ہوکر خدا کے پاس حاضر ہوگا۔ (ترغیب: ۶۲۱/۲)

فائدہ: اللہ اللہ! کس قدر سخت سزا ہے۔ ذرا سی دنیاوی فائدے کے لئے اس قدر وحشت ناک سزا۔ اکثر و بیشتر لوگ جھوٹی قسم کھا کر اپنا فائدہ حاصل کرلیتے ہیں اور ذرا خوف نہیں کرتے۔

جھوٹی قسم کھانے والے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیں

حضرت حارث بن برصاء کی روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے موقعہ پر دو جمروں کے درمیان

یہ فرماتے سنا، جو غلط قسم کھا کر اپنے بھائی کے مال کو حاصل کرے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(حاکم، مسند احمد، ترغیب: ۲/۶۲۲)

جھوٹی قسم مال کو برباد کرتی ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹی قسم مال ضائع کرتا یا مال لے کر چلا جاتا ہے۔

(مسند بزار، ترغیب: ۲/۶۲۲، مجمع: ۱۷۹)

فائدہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ اس کا مال ہلاک ہوجاتا ہے۔ وہ مال کے اعتبار سے پریشان اور گھاٹے میں رہتا ہے۔ یا جس مال کو جھوٹی قسم سے حاصل کرتا ہے وہ مال اس کا برباد ہوجاتا ہے۔ اور گھاٹا وخسارہ سے دوچار ہوتا ہے۔ اس سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔ خواہ وہ مال بعینہٖ ہلاک ہوجائے یا اس کے بدلہ میں دوسرا خسارہ پیش آئے۔ دونوں ہوسکتا ہے۔ بسااوقات جتنا حاصل نہیں کرتا اس سے زائد ہلاک ہوجاتا ہے، دیکھئے مال بھی گیا، اور گناہ کا سخت مواخذہ اور سزا الگ۔ دنیا اور آخرت دونوں کی بربادی، سوچیں وہ لوگ جو جھوٹی قسم کھا کر اپنا فائدہ اور دوسروں کا نقصان کرتے ہیں۔

جھوٹی قسم کے ذریعہ لوگوں کو دھوکا دینا غضب الٰہی کا باعث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوتی قسم کھائے تاکہ اس کے ذریعہ مسلمان کا مال ہڑپے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ پاک غصہ اور غضب کی حالت میں ہوں گے۔

(بخاری: ۹۸۵، ابوداؤد: ۲۶۲، ترغیب: ۲/۶۱۹)

حضرتِ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

(ابوداؤد: ٤٦٢)

جھوٹی قسم گھروں کو اجاڑ دیتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم کے علاوہ کسی گناہ کی سزا جلدی نہیں ملتی۔ حسن سلوک، اور بھلائی کے علاوہ نیکی کا بہت جلدی نہیں ملتا اور جھوٹی قسم تو گھر کو اجاڑ کر رکھتی ہے۔

(بیہقی، ترغیب: ٦٢٢)

ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی قسم سے اولاد کا سلسلہ اجڑ جاتا ہے۔

(مجمع: ٤/٢٠٩)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ظلم کی سزا دنیا ہی میں جلد مل جاتی ہے۔ اور نیکی اور کسی پر بھلائی کا بدلہ دنیا میں بھی بہت جلد مل جاتا ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم کھا کر جو دنیا حاصل کی جاتی ہے وہ دنیا باقی نہیں رہتی۔ اور جھوٹی قسم گھر کو اجاڑ کے رکھ دیتی ہے یعنی گھر برباد کردیتی ہے۔ غربت اور تنگی گھر میں آجاتی ہے گھر میں اچھائی اور

خوشحالی نہیں باقی رہتی۔ مال آتا تو نظر آتا ہے مگر پتہ نہیں چلتا۔ اور الجھن رہتی ہے۔ جس سے گھر کا نظام بگڑا رہتا ہے اور پرسکون نہیں رہتا۔ یہ دنیا میں جھوٹی قسم کی سزا ہے۔ مرنے کے بعد اس کے علاوہ۔

اسلام اور مذہب سے بری ہونے کی قسم کھانی حرام ہے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام سے بری ہونے کی قسم کھائی۔ اگر وہ جھوٹ ہے تو ایسا ہی ہے اور اگر سچ ہے تو وہ اسلام کی طرف واپس آ جائے گا۔

(ابو داؤد: ٤٦٤، ابن ماجه: ١٥٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا اگر میں کام کروں تو میں یہودی ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا (جاؤ وہی) واجب ہو گیا۔ (زجراً آپ نے فرمایا جس سے اس کا ناجائز ہونا معلوم ہوا۔) (ابن ماجه: ١٥٢)

فائدہ: اس طرح کہنا کہ اگر میں فلاں کام کروں اسلام سے بری ہو جاؤں۔ فلان کام کروتو کافر ہو جاؤں، کافر مروں یہودی ہو جاؤں وغیرہ۔ درست نہیں گناہ کی بات ہے۔ مذہب اسلام کی تو بیزاری کی بات ہے۔ ضرورت پڑے تو یہ کہے کہ قسم خدا کی ایسا نہیں کیا ہے۔ یا ایسا نہیں کروں گا۔ وغیرہ۔

فائدہ: خیال رہے کہ اس طرح کہنا کہ فلاں کام کروں تو یہودی ہو جاؤں یا کافر ہو جاؤں جائز نہیں حرام ہے۔ مذہب کا استہزاء ہے۔ گو گناہ ہے مگر اس طرح کہنے سے قسم ہو جائے گی۔ اور خلاف کرنے یا ہونے کی صورت میں کفارہ دینا پڑے گا۔ (شامی: ٧١٧/٣)

مزید اس قسم کے مسائل میں ذرا تفصیل ہے کسی محقق مفتی سے پوچھ لے۔

کسی نیک کام کے نہ کرنے کی قسم کھائے تو اسے توڑ کر کفارہ ادا کرے

حضرت ابوالاحوص کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچا اس میں آپ کیا فرماتے ہیں میرے چچا کا لڑکا ہے میں اس کے پاس جاتا اور کچھ مانگتا ہوں۔ تو وہ مجھے نہیں دیتا ہے۔ اور نہ کوئی بھلائی کرتا ہے۔ پھر اسے ضرورت پڑتی ہے وہ میرے پاس آتا ہے اور مانگتا ہے تو میں قسم کھالیتا ہوں کہ اسے نہ دوں گا اور نہ کوئی بھلائی کروں گا (کہ اس نے بھی مجھے ضرورت پر نہیں دیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وہ کام کرو جو بہتر ہے اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔ (یعنی قسم توڑ کر اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرو)۔ (ابن ماجه: ١٥٣، نسائی: ١٤٤/٢)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی سے توڑ کی قسم کھائے یا اس کی جس کا کرنا اچھا نہ ہو تو اچھی بات یہ ہے کہ اس قسم کو پورا نہ کرے۔ (قسم کو توڑ کر اچھا کام کرے اور کفارہ دے)۔

(ابن ماجه: ١٥٣)

فَائِدَہ: ظاہر ہے کہ کسی کے ساتھ نیکی اور بھلائی نہ کرنے کی قسم یہ اچھی بات نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اس قسم کی قسم خدانخواستہ کھالے تو اس قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کرے۔ شریعت کا یہی حکم ہے۔

اگر کسی خاص مسجد میں نماز کی قسم کھائے تو؟

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں نذر مانی تھی کہ اگر اللہ مکہ فتح کردے گا تو میں (خوشی میں) بیت المقدس میں دو رکعت نماز ادا کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مسجد میں نماز پڑھ لو۔ (تلخیص: ۱۱۷۸، ابو داؤد: ۲/ ٤٦٨، حاکم، بیہقی)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ کسی خاص مسجد میں نماز پڑھنے کی قسم سے اسی خاص مسجد میں پڑھنا لازم نہیں ہوتا۔ جس مسجد میں بھی ادا کرے قسم پوری ہو جائے گی۔

نذر اور منت ماننے سے تقدیر اور فیصلہ الٰہی نہیں بدلتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نذر منت تقدیر اور فیصلہ الٰہی کو آگے پیچھے نہیں کرتی البتہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اس کے ذریعہ بخل سے نکل جاتا ہے۔ (صدقہ خیرات کا موقعہ مل جاتا ہے)۔ (بخاری: ۹۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر اور منت ماننے سے آدمی کا کوئی کام (تقدیر کے خلاف نہیں ہوتا) ہاں یہ تقدیر میں ہوتا ہے۔ تقدیر ہی غالب رہتی ہے وہی بات ہوتی ہے جو تقدیر میں ہوتی ہے۔ ہاں (خرچ کی وجہ سے) بخیل ہونے سے نکل جاتا ہے اور اسے خوشی ہوتی ہے جو اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔ (ابن ماجہ: ١٥٤)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ نذر اور منت سے خدا کی تقدیر اور فیصلے میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہوتا ہے وہی جو تقدیر میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ہونے والی بات ہوتی ہے ادھر وہ ہونے کی نذر مان لیتا ہے تو اس کی وجہ سے اسے کچھ خرچ کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اس سے اشارہ ہے کہ نذر منت سے اللہ پر کوئی زور نہیں پڑتا اور نہ اس کی رغبت ہوتی ہے۔ پس نذر منت کوئی اچھی چیز نہیں۔ عموماً عورتیں اور کم پڑھے لکھے لوگ کرتے ہیں۔ ہاں اس کے مقابلہ میں اچھی خبر ہے اور اس کی تاکید ہے۔

نذر اور منت صرف عبادتی امور میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا حکم دیتے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر ماننا انہیں امور میں ہے جس میں اللہ کا تقرب (عبادت) ہو۔ (تلخیص الحبیر: ۱۷۵، ابو داؤد، بیہقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر منت انہیں چیزوں میں ہے جس میں اللہ کی اطاعت (عبادت) ہوتی ہو۔ (دار قطنی: ۲/ ۱۵۹)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت نے نذر مانی کہ اللہ پاک مجھے نجات دے دے تو میں اونٹ کے جگر کو اور کوہان کو کھاؤں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت برا بدلہ ہے۔ یہ نذر نہیں ہے۔ نذر تو وہ ہے جس میں اللہ کی عبادت اور تقرب ہو۔ جو عبادت کا واسطہ یا عبادت ہی نہ ہو بلکہ مباح ہو تو اس کی نذر نہیں مان سکتا۔ اگر مان لے گا تو منعقد نہ ہوگا۔

مثلاً یہ نذر مان سکتا ہے کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں نماز پڑھوں گا روزہ رکھوں گا صدقہ خیرات کروں گا تو یہ صحیح ہے۔ اور یہ نذر مانا کہ فلاں کام ہوگیا تو میں وضو کروں گا نئے کپڑے پہنوں گا۔ فلاں مزار پر جاؤں گا۔ فلاں کی خدمت کروں گا۔ یہ نذر درست نہیں۔ یہ نہ لازم ہوگا اور نہ اس کے خلاف پر کفارہ لازم ہوگا۔

اگر کوئی پیدل حج کرنے کی قسم کھاتا یا نذر مانتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہونے کا حکم دیتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے منت مانا کہ وہ پیدل حج بیت اللہ کرے گی تو اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے اسے کہو کہ وہ سوار ہوئے۔ (پیدل کی مشقت نہ اٹھائے)۔ (ترمذی: ۲۸۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں کے سہارے چل رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ بیت اللہ آنے کی پیدل منت مانتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ پاک مستغنی ہے اس بات سے کہ لوگ اپنے آپ کو تکلیف و مشقت میں ڈالیں اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے شیخ سوار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہارے نذر سے مستغنی ہے۔

(مشکوٰۃ: ۲/۲۹۷، طحاوی: ۷٤)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مشقت امر کی قسم اور نذر منت سے آپ منع فرماتے اور اگر کوئی ایسا کر لیتا تو آپ اسے توڑ کر کفارہ کا حکم فرماتے اور یہ فرماتے کہ اللہ پاک کو مشقت آمیز امور سے مستغنی ہے یعنی اسے پسند نہیں فرماتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آدمی مسلسل اور آسانی سے ادا ہونے والے امور کی قسم کھائے۔

پیدل حج کی قسم کھائے پھر سوار ہو جائے تو اس کا کیا کفارہ ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عتبہ بن عامر کی بہن نے منت مانی تھی کہ وہ پیدل حج کرے گی اور اسے اس کی طاقت نہیں تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے مستغنی ہے وہ سوار ہو جائے اور ایک بدنہ کی قربانی کرے۔ (ابوداؤد: ٤٦٨، مشکوٰۃ: ۲/۲۹۸)

حضرت عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی بہن نے نذر مانی کہ وہ پیدل کھلے سر حج بیت اللہ کرے

گی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا وہ سوار ہو اور سر چھپائے۔ اور ایک ہدی کی قربانی کرے۔

(طحاوی: ۷۵/۲، تلخیص: ۱۷۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص پیدل حج کی نذر مانے تو اسے چاہئے کہ سوار ہو جائے اور اپنے کو مشقت میں نہ ڈالے اور کفارہ ادا کرے۔ اور خیال رہے کہ اس مسئلہ کا کفارہ حرم میں ایک جانور کی قربانی ہے۔

چنانچہ طحاوی میں ہے "من نذر ان یحج ماشیا ان ترکب ان احب ذلك و یهدی هدیا لترکه المشی و یکفر عن یمینه لحنثه فیها." (ص۷۵)

اسی طرح درمختار میں بھی ہے۔ "و اراق دماً ان رکب." (شامی: ۸۲۶)

انتباہ: مزید قسم اور نذر منت کے مسائل فقہ کی کتابوں میں دیکھئے۔ ضرورت پڑنے پر کسی عالم و مفتی سے رجوع کیجئے کہ اس کے مسائل ذرا دقیق اور باریک ہیں۔

قسم کے کفارہ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کفارہ میں ایک صاع کھجور دیا تھا۔ اور لوگوں کو اسی کا حکم دیا پس جو یہ نہ پائے نصف صاع گیہوں دے۔ (ابن ماجه: ۱۵۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ قسم کا کفارہ دس مسکین کو کھانا کھلانا ہے اگر غلہ دے تو ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں (یا آٹا) دے۔ (ابن ابی شیبه: ۹/٤)

ابن غیر نے بیان کیا کہ حضرت عمر نے فرمایا ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں دیا جائے گا۔

(ابن ابی شیبه: ۱۰/٤)

فائدہ: قسم کا کفارہ جب کہ قسم کے خلاف کرے۔ قسم توڑ ڈالے۔ تو کیا کفارہ ادا کرے گا اور اس کی کیا ترتیب ہوگی۔ قرآن پاک نے اسے بیان کیا ہے۔ "فکفارته اطعام عشرة مساکین." یعنی تین کاموں میں سے کوئی ایک اپنے اختیار سے کرلیا جائے۔ اول یہ کہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا صبح و شام دو وقت کھلا دیا جائے یا یہ کہ دس مسکینوں کو بقدر ستر پوشی کپڑا دے دیا جائے۔ مثلاً ایک پاجامہ یا ایک تہبند، یا لمبا کرتا، یا کوئی مملوک غلام آزاد کرلیا جائے۔ اس کے بعد ارشاد ہے "فمن لم یجد فصیام" یعنی اگر کسی قسم توڑنے والے کو اس مالی کفارہ کے ادا کرنے پر قدرت نہ ہو کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا سکے نہ کپڑا دے سکے اور نہ غلام آزاد کر سکے تو پھر اس کا کفارہ یہ ہے کہ ۳/ دن روزہ رکھے۔ بعض روایات میں اس جگہ ۳/ روزے پے در پے مسلسل رکھنے کا حکم آیا ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک کفارہ قسم کے ۳/ روزے مسلسل ہونا ضروری ہیں۔

کفارہ دینے والوں کو دونوں باتوں کا اختیار ہے کہ دس مسکینوں کی دعوت کر کے کھانا کھلا دے یا کھانا ان کی ملکیت میں دے دے۔ متوسط درجہ کا کھانا جو عادۃً اپنے گھر میں کھاتا ہے دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلا دے (یا) دوسری صورت میں (غلہ دے تو) ایک مسکین کو بقدر ایک فطرہ کے دے دے۔ مثلاً پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت تینوں میں جو چاہے اختیار کرے۔ لیکن روزہ رکھنا صرف اس صورت میں کافی ہوسکتا جب کہ ان تینوں میں سے کسی پر قدرت نہ ہو۔

اگر غلہ دے تو ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں دے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر غلہ دے تو ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں (یا آٹا) دے۔ (ابن ابی شیبہ: ۹/٤)

ابن نمیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں دیا جائے گا۔

(ابن ابی شیبہ: ۱۰/٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ میں ایک صاع کھجور (ہر مسکین) کو دیا تھا اور لوگوں کو اسی کا حکم دیا۔ پس جو یہ نہ پائے وہ نصف گیہوں دے۔ (ابن ماجہ: ۱۵۳)

فائدہ: جس طرح قسم کا کفارہ روزہ رکھنا ہے اسی طرح غلہ کا صدقہ کرنا بھی۔ چنانچہ ایک کھانے کے بدلے ایک کلو ۷ رسات سو گرام گیہوں صدقہ کرنا ہوگا۔ جیسا کہ ایک آدمی کے صدقہ فطر کی مقدار ہے۔

کس قسم پر کفارہ واجب ہے اور کس قسم پر نہیں

اگر کسی گزشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے اس کو اصطلاح فقہاء میں یمین غموس کہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے کوئی کام کر لیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور پھر وہ جان بوجھ کر قسم کھائے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ ہے اور موجب وبال دنیا و آخرت ہے مگر اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ توبہ واستغفار لازم ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی گزشتہ واقعہ پر اپنے نزدیک سچا سمجھ کر قسم کھائے اور واقعہ میں وہ غلط ہو مثلاً کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہو کہ فلاں شخص آ گیا ہے اس پر اعتماد کر کے اس نے قسم کھالی کہ وہ آ گیا ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے...... اس کا حکم یہ ہے کہ نہ اس پر کفارہ ہے نہ گناہ۔ تیسری صورت قسم کی یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کو توڑنے کی صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ (معارف القرآن: ۳/۲۲۳)

قسم نذر منت کا کفارہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ میں ایک صاع کھجور ہر مسکین کو دیا تھا۔ اور لوگوں کو اسی کا حکم دیا۔ پس جو یہ نہ پائے وہ نصف صاع گیہوں دے۔ (ابن ماجہ: ۱۵۳)

فائدہ: قسم کے کفارہ میں دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا یا دس مسکین کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ اس میں دس مسکین کو یا تو دونوں وقت کھانا جو ماحول میں رائج ہو کھلایا جائے گا۔ اور کھانے کے بجائے اگر خشک غلہ دے تو پھر صدقہ فطر کی طرح ادا کرنا ہوگا۔ یعنی ہر مسکین کو کھجور کشمش میں سے ایک صاع، یا گیہوں دینا ہے۔ تو نصف صاع یعنی ایک کلو ۷ سو گرام۔ یہی مقدار دونوں وقت کا ہے۔ اس طرح دس مسکین کو دیا جائے گا۔ تو کل دس مسکین میں ۱۷ کلو گیہوں لگ جائے گا۔ "اعطیٰ مسکیناً واحداً عشرة ایام کل یوم نصف صاع یجوز." (۷۲۵/۳)

فائدہ: قسم کے خلاف کرنے کی صورت یا قسم توڑنے کی صورت میں قسم کا کفارہ دینا واجب ہو جاتا ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ یا تو دس غریب مسکین کو دو وقت کھانا کھلاتے یا ان کو کپڑا دے یا ۳ روزے مسلسل رکھے۔ (شامی)

کھانے میں صرف روٹی کھلانے اور سالن نہ دے تو یہ درست نہیں۔ (شامی: ۷۲۵)

اور کھانے کا روپیہ دے دے جس سے وہ عام طور پر کھانے والا کھانا کھالے تو یہ بھی درست ہے۔ (الشامی: ۲۲۶/۳)

اگر کپڑا دے تو عام طور پر جو غریب مسکین پہنتے ہیں وہی دینا ہوگا۔ (شامی: ۷۲۶/۳)

عبا، جبہ بلا پاجامہ کے دیا جاسکتا ہے اور کرتہ پائجامہ کے ساتھ۔ (شامی: ۷۲۶/۳)

اگر غلہ دینا چاہے تو ہر دن جو ایک صاع، سوا تین کلو دے۔ اگر گیہوں دے تو ایک کلو ۷ سو گرام دے۔ اگر قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا تو کفارہ ادا نہیں ہوا۔ ٹوٹنے یا خلاف کرنے کے بعد پھر کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ (شامی: ۷۲۷/۳)

انتباہ: قسم اور نذر کے مسائل میں بہت تفصیل ہے۔ کب کس صورت میں کفارہ ہے اور نہیں ہے اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھئے یا کسی محقق مفتی سے معلوم کیجئے۔ اس کے مسائل بہت دقیق ہیں۔

حدود وسزا نافذ کرنے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل اور تعلیم مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جرائم کے ارتکاب پر سزا نافذ فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ اسلم کا ایک شخص آیا اور اپنے بارے میں کہا مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوگیا ہے۔ اور اس نے ۴ر مرتبہ اپنے بارے میں شہادت دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے سنگسار کیا جائے۔ چنانچہ اسے سنگسار کیا گیا۔ اور وہ شادی شدہ تھے۔ (بخاری: ۲/۱۰۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اور پکار کر کہا اے اللہ کے رسول مجھ سے زنا کا صدور ہوگیا ہے۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا (شاید چلا جائے تو حد سے بچ جائے) یہاں تک کہ اس نے ۴ر مرتبہ اس کا اقرار کیا۔ جب اس نے چار مرتبہ اقرار کیا تو آپ نے اسے بلایا اور کہا شاید تم پاگل ہو، اس نے کہا نہیں پھر آپ نے پوچھا تم شادی شدہ ہو، کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور سنگسار کرو۔ (بخاری: ۲/۱۰۰۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ نے فرمایا اسے مارو (کوڑے لگاؤ)۔ (بخاری: ۱۰۰۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا جس کا نام عبداللہ تھا اسے حمار کہتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا (باتوں سے) اسے آپ نے شراب پینے پر کوڑا لگایا تھا۔

(بخاری: ۲/۱۰۰۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر جس کی قیمت ۳ر درہم ہوگی ہاتھ کاٹا تھا۔ (بخاری: ۲/۱۰۰۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ چند اہم گناہ جو ماحول کو عفت اور ان سے محروم کردے سزا نافذ کرتے تھے۔ ایسی سزاؤں کو "حدود" کہتے ہیں یہ حدود پانچ ہیں۔ حد زنا، حد تہمت زنا، حد شراب، حد چوری، حد قتل۔ باقی اس کے علاوہ اور جو چند جرائم ہیں اس میں سزا کی مقدار کی متعین نہیں قاضی کی مصلحت اور وقت کے تقاضے

پر ہے۔

آپ ﷺ نے یہ سزا مدینہ میں اس وقت جاری فرمائی جب اسلام کا غلبہ اور اقتدار ہوگیا۔ اور آپ کو سطوت اور حدود کے نافذ کرنے پر قدرت ہوگئی۔ اسی وجہ سے آپ مکہ مکرمہ میں اور مدینہ کی ابتدائی زمانہ میں نافذ نہیں فرمائی۔ یہ سزا اجتماعی قوت سے نافذ کی جاتی ہے۔ جب اسلام اور مسلمانوں کو قوت اور سلوت حاصل ہوجاتی ہے جسے دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت اور اسلامی مملکت کہتے ہیں۔

اسلامی حکومت میں قاضی کی تقرری ہوتی ہے قاضی ان حدود کو شریعت کے قانون اور اصول کی رعایت اور شرطوں کے پائے جانے پر ان سزاؤں کو جاری کراتا ہے۔

لہٰذا جہاں اسلامی حکومت ہو اسلام اور مسلمان کا اقتدار اعلیٰ ہوں وہاں ان سزاؤں کا نافذ کرنا فرض ہوتا ہے۔ حاکم اسلام کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ان جرائم پر وہ اسلامی سزائیں نافذ کریں۔ ورنہ خدا کے فرائض کے تارک ہوں گے۔ جہاں اسلامی حکومت ہے اور ان جرائم پر وہ شرعی سزا باوجود قدرت و استطاعت کے نہیں جاری کرتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔ خدائی قانون کے وہ تارک ہیں۔ جہاں اسلامی حکومت اول تو ان کے حاکم دیندار، دین سے واقف ہی نہیں، فاسق، فاجر، خدا رسول کے قانون کی ان کے نزدیک اہمیت ہی نہیں۔ مزید وہ ان حدود کے نافذ کرنے سے خدا کے دشمن سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے نافذ نہیں کرتے۔ اس وقت ایک دو ملک چھوڑ کر کسی بھی اسلامی مملکت میں حدود نافذ نہیں کئے جاتے۔

مسئلہ ہے جب اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور حکومت حاصل ہوجائے تو ان سزاؤں کا جاری کرنا ان کا اولین فریضہ ہے۔

ہند جیسے ملک میں یہ اسلامی سزا نافذ نہیں کئے جاسکتے اس لئے کہ نہ اسلامی حکومت ہے اور نہ مسلمانوں کو قوت عامہ حاصل ہے۔ یہ شرعی حدود جاری نہیں کرسکتے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں "ان الحد لا یلیه الا الامام." (٦٤/٤)

ان الحد مختص للامام. (٦٠/٤)

ہاں حدود کے علاوہ دوسرے جرائم اور گناہ کبیرہ پر گھر اور علاقے کا بڑا ذمہ دار سزا دے سکتا ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے۔ "والتعزیر یفعله الزوج و المولی و کل من رأ احداً یباشر العصبة." (٦٠/٤)

حدود کو دفع کرتے اور جاری نہ ہونے کی کوشش کا حکم دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہوسکے مسلمانوں سے حدود کو رفع کرو۔ پس اگر تم مسلمان میں گنجائش پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ (حدود نافذ نہ کرو) قاضی کا معافی میں غلطی کرنا

بہتر ہے۔اس بات سے کہ سزا میں غلطی وخطا واقع ہوجائے۔ (بیہقی، کنز: ۳۰۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حدود کو دور کرو (کہ قاضی کی عدالت میں نہ آنے دو توبہ وغیرہ کی ترغیب دے دو) امام (قاضی) کے لئے جائز نہیں کہ وہ حدود کو چھوڑ دے (جب کہ عدالت میں آجائے اور شرط پائی جائے)

فائدہ: حاکم اور عدالت سے پہلے حدود کو حل کرے۔ مخلوق کا معاملہ ہو تو اس سے معافی تلافی کرے۔ خدا سے استغفار کرے، صلوٰۃ التوبہ پڑھے گواہان قاضی اور عدالت میں حتی الوسعت پیش نہ کرے لیکن اگر قاضی کی عدالت میں ثابت ہوجائے تو پھر اب کوئی گنجائش نہ سفارش اور نہ معافی۔

موقر اور سخی لوگوں کی غلطیو کے درگذر کا حکم فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موقر لوگوں کی غلطیوں اور لغزشوں کو درگذر کرو۔

(کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخی اور اہل علم کی لغزشوں کو درگذر کرو۔ اور عادل بادشاہ کی سختیوں کو درگذر کرو۔ اللہ پاک ان سے خود ہی جب وہ غلطی کریں گے تو مواخذہ کرے گا۔

(کنز العمال: ۳۱۱/۵)

معزز اور بڑے لوگوں کی معافی خدا کو پسند

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کو پسند ہے کہ معزز موقر یا سخی لوگوں کے جرموں کو معاف فرمادے۔ (کنز: ۳۱۰/۵)

فائدہ: خیال رہے کہ معزز اور موقر لوگوں کی خامیوں کو غلطیوں کو اجاگر کیا جائے گا۔ ان کو رسوا کیا جائے گا تو ماحول میں بڑوں کا اکرام واحترام جاتا رہے گا۔ اور اوباش آزاد لوگ ان کو بہانہ بنا کر ان جرائم کا بلا جھجک ارتکاب کریں گے۔ اور ماحول فاسد ہوجائے گا۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا ہے۔ نیز یہ ہے کہ لوگوں کے مرتبہ کو ملحوظ رکھا جائے گا سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکا نہیں جائے گا ہاں شرعی حدود میں سب یکساں ہوں گے۔

حتی الامکان حدود کو ثابت نہ کرنے اور درگذر کرنے کا حکم دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہوسکے مسلمانوں پر حدود کو جاری ہونے سے بچاؤ۔ (سنن کبریٰ: ۳۳۸)

ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ہے کہ اگر گنجائش نکلے تو اس کا راستہ چھوڑ دو۔ (ترمذی: ۲۶۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدود کو دفع کرو۔ اور امام (قاضی) کو جائز نہیں کہ حدود کو ترک کرے (جب شرعی قاعدے سے ثابت ہو جائے)۔ (سنن کبریٰ: ۸/۲۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک بھی گنجائش ہو اللہ کے بندے پر حدود و سزا کے جاری کرنے سے گریز کرو۔ (کنز: ۵/۳۰۹)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت معاذ حضرت عبداللہ بن مسعود وعقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے جب سزا جاری کرنے میں کوئی شبہ ہو جائے تو اسے درگذر کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہی درمیان حدود کو چھپا دو۔ مجھ تک معاملہ پہنچ جائے گا تو سزا واجب ہو جائے گی۔ (کنز: ۵/۳۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک ہوسکتا جرم کو چھپانے اور دفع کرنے کی کوشش فرماتے اور چاہتے کہ حدود شرعی طور پر ثابت ہونے سے پہلے لوگ چھپالیں اور دربار نبوت میں نہ آئے۔ توبہ کر کے خدا سے اپنا معاملہ درست کرے۔ اسی لئے کوئی اقرار کرتا تو آپ اس سے اعراض فرماتے اور اس کی تاویل فرماتے۔ اور چاہتے کہ رجوع کرے۔ ہاں جب وہی شرعی ثبوت پیش کر دیتا تو آپ مجبوراً حد نافذ فرماتے چونکہ شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد اس کو چھپانا امام اور قاضی کو حد کا جاری نہ کرنا درست نہیں۔

حد ثابت ہونے اور کرنے سے پہلے درگذر فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے گناہ کیا ہے مجھ پر حد جاری کر دیجئے آپ نے اس سے (گناہ کی تفصیل) نہیں معلوم کیا۔ نماز کا وقت ہوا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑی۔ پھر اس نے آپ سے کہا مجھ سے گناہ ہو گیا ہے۔ مجھ پر حد قائم کیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے میرے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا ہاں اللہ پاک نے تمہارے گناہ کو معاف کر دیا۔

(سنن کبریٰ: ۳۳۳)

فائدہ: دیکھئے اس واقعہ میں آنے والے شخص نے مبہم بلا تفصیل گناہ کا اقرار کیا اور حد جاری کرنے کی درخواست کی۔ آپ نے گناہ کی تفصیل نہیں معلوم کی اور نہ شرعاً حد ثابت کرنے کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ثابت ہونے اور کرنے سے قبل اسے درگذر کرنے کی صورت اختیار کرے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں ایک مرد مؤمن کی رسوائی ہے اور دنیا کی ایک دردناک سزا ہے۔

عدالت وحاکم کے پاس آنے سے پہلے پوشیدہ کرنے کا حکم فرماتے

حضرت یزید بن نعیم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک کے واقعہ حد میں فرمایا کہ اے

ہزال اگر تم اسے اپنے کپڑے میں چھپا رکھتے تو زیادہ اچھا ہوتا جو تم نے کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اسے تم نے کیوں نہیں چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا اللہ توبہ قبول کر لیتا۔

(سنن کبریٰ: ۸/۳۳۰، کنز: ۵/۳۱۱)

حضرت زبیر بن عوام نے کہا کہ جب تک تم عدالت میں حاکم کے پاس بات نہ پہنچاؤ تب تک سفارش کرو (کوشش کرو کہ معاملہ دب جائے) جب حاکم تک پہنچ جائے تو سفارش نہ کرو۔ (سنن کبریٰ: ۸/۳۳۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس سے گناہ زنا کا صدور ہو گیا تھا تو اسے میرے پاس بھیجنے کا مشورہ دینے کے بجائے اسے تم چھپا دیتے خدائے پاک سے توبہ کی تعلیم دیتے اس کے اس جرم کو عام نہ کرتے اور کراتے۔ چونکہ حد جاری ہونے کی صورت میں ایک مرد مؤمن کی رسوائی ہے۔ اور دنیاوی تکلیف بھی۔ اس لئے عدالت میں آنے سے پہلے آپ نے اس کے سزا اور چھپانے کی تاکید فرمائی۔

کسی کے عیب و گناہ کو چھپانا گویا زندہ درگور ہونے سے بچانا ہے

حضرت عقبہ نے فرمایا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے جس نے کسی مؤمن کی ستر پوشی کی (اس کے گناہ کو چھپایا) گویا اس نے اسے قبر میں زندہ دفن ہونے سے بچا لیا۔ (سنن کبریٰ: ۳۳۱)

جو دنیا میں کسی کے عیب کو چھپائے گا قیامت میں اس کا عیب چھپایا جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں جو دنیا میں کسی کی برائی چھپائے گا قیامت میں اس کے عیب کو اللہ تعالیٰ چھپائے گا۔ (یعنی مواخذہ نہ ہوگا اور رسوائی نہ ہوگی)۔ (مسلم: ۳۲۲، سنن کبریٰ: ۸/۳۳۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی گناہ نامناسب بات، بری بات صادر ہو جائے تو اسے چھپا دے ستر پوشی کرے۔ اس کا تذکرہ نہ کرے۔ اسے عام نہ کرے حد اور سزا شرعی کی بات ہو تو عدالت میں نہ لائے۔ چنانچہ اس کی بڑی فضیلت ہے۔ مگر افسوس کہ آج کے اس دور میں اس کا الٹا ہے۔ ذرا سا بھی کسی میں کوئی معمولی برائی دیکھتے ہیں تو اسے عام کرنا لوگوں میں تذکرہ کرنا قابل فخر اور بڑا نیک کام سمجھتے ہیں حالانکہ یہ گناہ ہیں۔ خود تو سیکڑوں برائی میں مبتلا رہتے ہیں اور دوسرے کی ذرا سی برائی ان کے نزدیک پہاڑ بن جاتی ہے۔ آج دوسروں کی برائی سے صرف نظر کر لو۔ کل قیامت میں تمہاری برائی سے اللہ تعالیٰ صرف نظر کرے گا۔

(سنن کبریٰ: ۸/۳۲)

شرعاً سزا ثابت ہو جانے کے بعد سفارش ناجائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت جس نے چوری کی تھی۔ (اس کی سزا کا فیصلہ)

قریش کے نزدیک بہت اہم ہوگیا تھا۔لوگوں نے ذکر کیا۔اس سلسلے میں (کہ حد جاری نہ ہو) کون اس سلسلے میں گفتگو کرے گا۔لوگوں نے کہا سوائے حضرت رسالہ کے جو حضور پاک ﷺ کے بڑے محبوب ہیں کسی کو ہمت نہ ہوگی۔چنانچہ حضرت اسامہ نے اس بارے میں گفتگو کی۔تو آپ نے (ناراض ہوکر) فرمایا۔تم اللہ کے حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔اور فرمایا تم سے پہلے لوگ اس بارے میں ہلاک ہوچکے ہیں کہ جب کوئی معزز اور مالدار گھرانے کا فرد جرم کرتا تو لوگ اسے چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور طبقہ کا جرم کرتا تو لوگ اس پر حد وسزا جاری کردیتے۔خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کے ہاتھ کو کاٹ دوں گا۔ (ترمذی: ٢٦٤، مسلم: ٦٤)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اللہ پاک کے حدود میں سفارش لے آئے گویا کہ اس نے اللہ کی مخالفت کی مقابلہ کیا۔ (مسند احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ: ٣١٤)

فائدہ: جب حد ثابت ہوجائے شرعی طور پر اس کا ثبوت ہوجائے تو پھر اس کی سفارش کرنا اور کسی طرح کی سعی کرنا کہ اس پر حد جاری نہ ہوجائے۔یہ سفارش درست نہیں ہے۔اور نہ قاضی اور حاکم کو ایسی سفارش کا قبول کرنا درست ہے۔اس کا بظاہر مطلب یہ نکلا جس غریب کا کوئی سفارش کرنے والا نہ ہو تو اس پر حد جاری ورنہ تو مالدار اور معزز گھرانوں پر سفارش کڑی ہونے کی وجہ سے حد نہیں۔تو یہ امیری اور غریبی کا کھیل ہوگیا ہے۔کیا ماحول میں ایسی سزا موثر ہوگی۔ہرگز نہیں یہ تو اور فتنہ کا باعث ہوگی۔ہاں عدالت اور قاضی و حاکم کے یہاں آنے سے قبل اسے چھپا دیا جائے گا۔عدالت میں اس مسئلہ کے آنے سے پہلے توبہ استغفار کرے یا تو اس کی گنجائش ہے۔آپ نے اس کی اجازت دی ہے۔

امیر، غریب، شریف، رذیل سب پر حدود اللہ کے نافذ کرنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگوں تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوچکے ہیں کہ ان میں جب کوئی چوری کرتا اور وہ اچھے گھرانے کا ہوتا (مال وجاہت کے اعتبار سے) تو لوگ اسے چھوڑ دیتے۔اور جب کوئی ضعیف کمزور (مال اور حسب کے اعتبار سے) تو اس پر حد جاری کردیتے۔خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کے ہاتھ کو کاٹ دوں گا۔اللہ کی پناہ۔ (ابن ماجہ: ١٨٣، مسلم: ٢/٦٤)

فائدہ: حدود الٰہی سب کے حق میں برابر ہے۔جس پر ثابت ہوجائے نافذ کرنا بلاخوف لومۃ لائم واجب ہے۔چونکہ یہ فرائض الٰہیہ ہیں۔جس طرح نماز روزہ، بلاتفریق کے سب پر لازم ہے۔تفریق کرنا کہ یہ قاضی کے لڑکے ہوں، اس پر جاری نہ ہو۔یہ وزیر کے رشتہ دار میں اس پر جاری نہ کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔غضب الٰہی کو

اپنے اوپر حلال کرنا ہے۔ نیز اس حرکت سے نظام فضا کا انصاف متزلزل ہو جائے گا۔ اور قضا اور عدالت کی حیثیت لوگوں میں اٹھ جائے گی۔

بلاتفریق آپ ﷺ نے سزاؤں کے نافذ کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے رشتہ داروں پر خواہ بعید ہو یا قریب خدا کی سزاؤں کو جاری کرو۔ اس میں کسی ملامت (اور مخالفت) کرنے والے کی پرواہ مت کرو۔

(ابن ماجه: ۱۸۲، مشکوٰة: ۲/ ۳۱۳)

فَائِدَہ: یہ سزا، حکم الٰہی ہے۔ عالم کے صلاح وامن کا باعث ہے۔ اسے اللہ کا حکم سمجھ کر بلا کسی تفریق کے جو بھی اس کا سزاوار کرنے کا حکم ہے۔ عموماً دنیاوی مفاد کے پیش نظر آدمی اپنے رشتہ دار اور متعلقین پر سزا نہیں نافذ کرنا چاہتا ہے کہ ان کی مخالفت سے پریشانی ہوگی۔ اسی کو آپ ﷺ نے دور کیا ہے۔ کہ بلا کسی تفریق کے اور بلا کسی خوف وملامت کے ان سزاؤں کو نافذ کرو۔ اس سے اللہ کی مدد ونصرت ہوگی عالم میں امن صلاح رہے گا۔ ورنہ مفسدین اور فساد کا غلبہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ ہو رہا ہے۔ اور پوری دنیا پریشان ہے۔

چالیس دن کی بارش سے زیادہ باعث خیر سزاؤں کا جاری کرنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن کی بارش سے زیادہ خیر وبھلائی کا باعث ہے خدائے پاک کی سزاؤں کا جاری کرنا اللہ کے شہروں (زمین پر)۔ (ابن ماجه: ۱۸۲، مشکوٰة: ۳۱۳)

بارش سے جو زمین کی شادابی پھر اس سے بیداری میں جو فوائد وبرکات ہوتے ہیں اس سے زائد اللہ کے حدود اور سزاؤں کے نافذ کرنے سے برکات اور فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ قحط سوکھے اور اشیاء کی گرانی اور غلوں کی قلت اس قسم کی مختلف سزائیں حدود کے نافذ نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور ان سزاؤں کو جب نافذ کیا جاتا ہے تو خدا کی رحمت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور آسمانی نظام درست اور عالم کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ موسمی بارش سے دنیاوی نظام کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ آج جو بارش کا نظام بہتر نہیں کہیں زیادتی کہیں کمی کہیں سیلاب کہیں خشکی اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گناہ اور جرائم کی کثرت ہے۔ اور ان جرائم پر مجرموں کی سزا نہیں۔

آپ ﷺ ان فواحش پر سزا کا حکم دیتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم زنا کرنے والے چوری کرنے

والے اور شراب پینے والے کو دیکھو تو کیا کرو گے۔ تو آپ نے فرمایا یہ فواحش ہے اور ان میں سزا ہے۔

(سنن کبریٰ: ۸/۲۰۹)

فَائِدَۃ: یعنی یہ وہ گناہ ہیں جس پر دنیا میں ہی عدالتی سزا ہے۔ آخرت میں بھی توبہ نہ کرنے سے سزا ملے گی۔ اور دنیا میں اگر قاضی کے یہاں عدالت میں شرعی اعتبار سے ثابت ہو جائے تو اسے دنیا کے نظام کی اصلاح کی وجہ سے سزا ملے گی تاکہ دنیا میں جرم کا ارتکاب عام نہ ہو۔ آج مجرمین کو ان حرکتوں کی وجہ سے سزا نہیں ملتی اس وجہ سے ان گناہوں سے عالم بھرا پڑا ہے کوئی محلّہ قصبہ بستی خالی نہیں جہاں علی الاعلان ان جرائم کا بے باکی کے ساتھ ارتکاب نہ ہوتا ہو۔

زنا کی اسلامی سزا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زنا کی سزا نافذ فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کا ارتکاب کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کوڑے لگوائے۔ پھر خبر دی گئی کہ وہ شادی شدہ ہے تو آپ نے ان کو رجم، سنگسار کرایا۔ (ابو داؤد: ۲/۶۰۸)

غیر شادی شدہ ہونے پر سو کوڑے کا حکم فرماتے

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حکم پکڑ و میرا حکم پکڑو، اللہ پاک نے راستہ (حکم) بیان کردیا ہے۔ (غیر شادی شدہ زنا کریں تو ان کو سو کوڑے لگاؤ۔ اور شہر بدر کرو۔

(مسلم: ۶۵، مشکوٰۃ: ۲/۳۰۹)

زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ حکم دے رہے تھے، جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کرے تو اسے سو کوڑے لگاؤ۔ اور شہر بدر کرو۔ (بخاری: ۲/۱۰۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنی بکر کے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ایک عورت سے زنا کرنے کا ۴ مرتبہ اقرار کیا۔ آپ نے سو کوڑے لگائے اور وہ غیر شادی شدہ تھا۔

(مشکوٰۃ: ۳۱۲، ابو داؤد: ۲/۶۱۳)

غیر شادی شدہ زنا کریں تو ان کی سزا سورہ نور کے شروع میں اللہ پاک نے بیان کیا ہے۔ "فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة."

شادی شدہ جوڑے کے زنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رجم کا حکم دیتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ مسجد میں تھے مسلمانوں میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اور زور سے کہا اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا۔ آپ نے اس سے اعراض کیا۔ اور منہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ اس نے ۴ مرتبہ اپنے اوپر اس کی شہادت دی۔ تو آپ نے بلا کر پوچھا پاگل تو نہیں ہوگئے۔ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے پوچھا شادی شدہ ہو، اس نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے جاؤ اور رجم کرو۔ (مسلم: ۶۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز سے پوچھا تم نے کسی جاریہ

سے زنا کیا ہے۔ کہا ہاں۔ پھر اس نے ۴ مرتبہ اپنے اوپر اس کی شہادت دی تو آپ ﷺ نے ان کو رجم کا حکم دیا۔ (مختصراً، مسلم: ٦٧)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک شخص کو اور یہودی کے ایک مرد عورت کو رجم کیا۔ (مسلم: ٧٠)

ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی آیا۔ اور زنا کا اقرار کیا۔ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا۔ پھر اس نے اقرار کیا آپ نے منہ پھیر لیا۔ یہاں تک کہ ۴ مرتبہ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا پاگل تو نہیں ہو گئے ہو۔ پوچھا شادی شدہ ہو کہا ہاں۔ آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ عیدگاہ میں اسے رجم کیا گیا۔

(کنز. ٥/٤٣٨)

محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک عورت کو رجم کیا۔ (کنز: ٤٤٣)

شادی شدہ جوڑے کا زنا کرنا ایک سنگین جرم ہے۔ اس کی سزا وحی سے سنگسار کرنا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے خلفاء راشدین نے عمل کیا امت کا اس پر اجماعی تعامل ہے۔ اس کا انکار کرنا سراسر کفر ہے۔

اگر مرد زنا کا اقرار کرتا اور عورت انکار کرتی تو صرف مرد پر حد جاری

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے اعتراف کیا کہ فلاں عورت سے زنا کیا اور اس کا نام بھی لیا۔ آپ نے اس عورت کے پاس ایک شخص کو بھیجا اس کے بارے میں اس سے پوچھو۔ اس نے زنا کرنے سے انکار کیا۔ چنانچہ آپ نے اس مرد پر تو حد جاری کیا اور عورت کو چھوڑ دیا۔ (ابو داؤد: ٦١٣، سنن کبریٰ: ٨/٢٢٨)

فائدہ: چونکہ مرد نے خود اقرار و اعتراف جرم کیا آپ نے شرعاً حد نافذ کر دیا۔ اور عورت نے انکار کیا اور محض زانی کا قول کافی نہیں تاوقتیکہ چار آدمی شہادت نہ دیدیں۔ یا خود مجرم اعتراف کرے۔ اور یہاں دونوں چیزیں نہیں پائی گئیں۔ اس لئے آپ نے حد جاری نہیں فرمائی۔

چار مرتبہ اقرار کے بعد ہی آپ ﷺ سزا نافذ فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک آدمی نے زنا کے ارتکاب کا اقرار کیا۔ اور اپنے اوپر چار مرتبہ شہادت دی تب آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ (سنن کبریٰ: ٢٢٥)

فائدہ: اگر کوئی شخص زنا کا خود اقرار یا اعتراف کرتا تو صرف ایک مرتبہ کے اقرار پر حد جاری نہ فرماتے جب تک کہ چار مرتبہ اقرار نہ کر لیتا گویا کہ اقرار کو گواہ کے قائم مقام قرار دیتے۔ جس طرح چار شاہدوں سے ثبوت

ہوتا ہے اسی طرح ۴/اقرار سے آپ اسے شرعاً ثابت مانتے چنانچہ اگر چار مرتبہ نہ اقرار کرتا تو آپ حد جاری نہ فرماتے۔

بلا گواہ کے اقرار جرم پر بھی آپ ﷺ سزا نافذ فرماتے

حضرت ابوہریرہ، خالد اور شبلی رضی اللہ عنہم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت انیس سے فرمایا اے انیس دیکھو یہ عورت اگر اقرار کرے (زنا کا) تو اسے رجم کرو۔ (ابن ماجہ: ۱۸۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت جو زنا سے حاملہ تھی آئی اور کہا میں نے زنا کا کام کیا ہے آپ مجھ پر سزا جاری کیجئے۔ (مسلم: ۲/۶۹)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے اقرار کیا کہ فلاں عورت سے نام لے کر اس نے زنا کا ارتکاب کیا...... تو آپ نے اس مرد پر حد جاری کیا۔ (ابو داود: ۶۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ قبیلہ بنی بکر کا ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اس نے چار مرتبہ اقرار کیا کہ ایک عورت سے اس نے زنا کیا ہے آپ نے اسے سو کوڑے لگائے اور وہ غیر شادی شدہ تھا۔ (ابو داؤد: ۲/۶۱۳، مشکوٰۃ: ۳۱۲)

فائدہ: جس طرح چار گواہوں سے حد زنا کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص ۴ مرتبہ اعتراف اور اقرار کرے اور وہ عاقل بالغ صحیح سالم ہو تو اس پر بھی حد جاری کی جائے گی۔ یہ ۴/مرتبہ اقرار گویا کہ ۴/گواہوں کے قائم مقام ہے۔

تاہم اعتراف و اقرار کی صورت میں آپ اولاً اعراض فرماتے منہ پھیر لیتے، تاکہ یہ چلا جائے۔ اور شرعی ثبوت نہ ہو کہ حد کی رسوائی ایک مؤمن کو ہو۔ لیکن جب وہ خود ہی بار بار اقرار کر کے شرعاً حد کے لزوم کو ثابت کر دیتا تو پھر آپ حد کو جس سے اب مفر نہیں نافذ فرماتے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آپ چاہتے تھے حتی الوسعۃ حد جاری نہ ہو۔

اگر کوئی خود سے سزا جاری کرانے آتا تو آپ ﷺ اسے واپس کرنا چاہتے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ماعز بن مالک آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کر دیجئے۔ (سزا دیجئے) آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ۔ استغفار کرو۔ اور توبہ کرو۔ (مسلم: ٦٧)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے اس سے اعراض کیا اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

(مسلم: ٦٦)

فَائِدَہ: اگر حد کا اقرار کرنے والا حاکم کے پاس آئے تو حاکم قاضی کے لئے مستحب ہے کہ اس سے ایسی تاویل کرائے کہ شرعاً حد ثابت نہ ہو۔ اسے درگذر کرنے کی کوشش کرے ایسا کرنا مستحب ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''و المقصود ان یلقنه مایکون ذکره دارئاً لیذکره ایّاما کان.'' (۱۰/٤)

اگر کوڑے لگانے کے بعد شادی شدہ ہونے کا علم ہوتا تو سنگسار فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی سزا میں ایک شخص کو سو کوڑے لگوائے، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بیوی والا ہے تو آپ نے پھر حکم دیا کہ اس کو رجم سنگسار کیا جائے۔ سو پھر اس کو سنگسار کیا گیا۔

(سنن کبریٰ: ۸/۲۱۷، کنز العمال: ۵/۴۳۸)

حضرت ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قبیلہ ہمدان کی ایک عورت شراحہ لائی گئی۔ اس نے کہا مجھ سے زنا کا صدور ہوا ہے۔ آپ نے اسے واپس کر دیا۔ یہاں تک کہ اس نے آپ پر چار مرتبہ گواہی دی۔ آپ نے اسے جلد کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے (جب شادی شدہ ہونا معلوم ہوا تو) اسے رجم کیا۔ (طحاوی: ۲/۸۰)

فَائِدَہ: شرعی طور پر عدالت میں جرم زنا ثابت ہو جائے اور جو جوڑے شادی شدہ ہوں اور دونوں کے درمیان رشتہ زوجیت خواہ ایک ہی مرتبہ ہو۔ ہو چکا ہو تو ان کی سزا رجم، سنگسار کرنا ہو۔ اگر ابتدا میں پتہ نہ چل سکا اور ان کو غیر شادی شدہ سمجھ کر صرف کوڑے لگائے گئے پھر بعد میں پتہ چلا کہ شادی بھی ہو چکی ہے اور بیوی کے پاس رہ بھی چکے ہیں تو ان کو بعد میں رجم کیا جائے گا۔ چونکہ ان کی یہی سزا ہے۔

رجم کی سزا قرآن پاک وحی سے ثابت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر نبوی پر بیٹھے خطاب فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حق لے کر بھیجا ان پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ اللہ پاک نے ان پر رجم کی آیت نازل فرمائی۔ ہم نے اسے پڑھا۔ اسے محفوظ رکھا۔ اور ہم نے سمجھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا، اس کے بعد ہم نے رجم کیا۔ (مسلم، مختصراً: ۲/۶۵، ابن ماجہ: ۱۸۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ اس میں جو نازل کیا رجم کی آیت بھی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا اور محفوظ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔ ہم نے آپ کے بعد رجم کیا۔ مجھے ڈر ہے لوگوں پر ایک زمانہ گذر جائے گا تو کوئی کہنے والا (جو اس کا جہالت کی وجہ سے انکار کرے گا) کہے گا۔ ہم کتاب اللہ میں رجم کی کوئی آیت نہیں پاتے ہیں۔ پس اللہ کے فرائض کو چھوڑ کر وہ

گمراہ ہوں گے۔ جسے اللہ نے اتارا۔ (کنز العمال: ٥/٤٢٨)

رجم کے انکار پر حضرت فاروق اعظم کی پیشینگوئی پوری ہوگئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ ایک طویل زمانہ گذرنے کے بعد کہنے والا کوئی کہے گا کہ میں رجم کی سزا قرآن پاک میں نہیں پاتا ہوں۔ پس اللہ پاک کے فرائض کو چھوڑ کر یہ لوگ گمراہ ہوجائیں گے۔ سن لو رجم حق (صحیح) ہے۔ جب آدمی شادی شدہ ہو۔ اس پر (زنا کے ثبوت پر) گواہ ثابت ہوجائے یا حمل سے (یقینی طور پر) پتہ چل جائے یا خود اعتراف کرے اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی "والشیخ و الشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة." آپ نے رجم کیا۔ اس کے بعد ہم نے رجم کیا۔ (ابن ماجہ: ١٨٣، مسلم: ٢/٦٥)

حضرت ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ (منیٰ سے آنے کے بعد خطبہ میں کہا) خبردار تم آیت رجم کا انکار کرکے ہلاک نہ ہوجاؤ۔ تم میں کوئی کہنے والا کہے گا۔ ہم ان دونوں کے حد (مرد عورت شادی شدہ) کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں۔ میں نے آپ کو رجم کرتے دیکھا۔ آپ کے بعد ہم نے رجم کیا۔ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب اللہ میں ایک بدعت (نیا کام) کردیا ہے تو میں قرآن میں لکھوا دیتا۔ ہم نے اسے پڑھا "الشیخ و الشیخوخة اذا زنیا فارجموھما البتة." حضرت سعید نے کہا ذی الحجہ ختم بھی نہیں ہوا کہ آپ کو نیزہ مار کر شہید کردیا گیا۔ (کنز العمال: ٥/٤٣٢)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ عنقریب اس امت میں ایک جماعت آئیگی جو رجم کا انکار کرے گی۔ (کنز: ٥/٤٣١)

حاملہ اور مرضعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد جاری نہ فرماتے

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ غامد کی ایک عورت آئی اور کہا مجھ سے زنا کا صدور ہوگیا ہے۔ اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے پاک کردیں ...... پھر اس نے کہا کہ میں حاملہ بھی ہوں۔ آپ نے اس نے فرمایا جاؤ واپس جاؤ۔ جب بچہ پیدا ہوجائے تب آؤ۔ جب بچہ پیدا ہوگیا تو وہ آئی۔ اور بچہ اس کے پاس کپڑے میں تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول بچہ پیدا ہوگیا اور میں آگئی ہوں آپ نے فرمایا جاؤ اسے دودھ پلاؤ۔ (سنن کبریٰ: ٢٢٩)

عطاء بن رباح سے مروی ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور زنا کا اقرار کیا۔ اور وہ حاملہ تھی۔ آپ نے فرمایا جاؤ جب بچہ جن دو تب آؤ۔ جب بچہ پیدا ہوا تو آئی۔ آپ نے کہا جاؤ دودھ پلاؤ جب دودھ

چھوٹ جائے تب آ ؤ۔ چنانچہ دودھ چھوٹنے کے بعد آئی آپ نے اسے رجم کا حکم دیا۔ (کنز العمال: ٥/٤٤٥)

فائدہ: چونکہ اس حالت میں بچہ کا نقصان ہے اس وجہ سے جب بچہ دودھ پینے اور ابتدائی پرورش میں ماں کا محتاج نہ رہے تب بچے کو چھوڑ کر ماں پر اسلامی حد جاری کیا جائے گا۔

جبراً زنا کی صورت میں عورت پر حد نافذ نہ فرماتے

حضرت وائل کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت سے جبراً زنا کیا گیا تھا تو آپ نے اس عورت کو حد سے بری کر دیا تھا۔ (سنن کبریٰ: ٨/٢٣٥، ترمذی: ٢٦٩)

نافع کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا ایک مہمان نے اس کی بہن کے ساتھ بری حرکت کا ارتکاب کرلیا۔ اور اس پر جبر زبردستی کیا۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا تو اس نے اقرار کرلیا۔ حضرت ابوبکر نے اس پر اسے سزا دی کوڑے لگائے اور فدک کی طرف سال بھر کے لئے جلاوطن کر دیا۔ اور عورت کو نہ مارا اور نہ جلاوطن کیا کہ اس پر زبردستی ہوئی تھی۔ (کنز العمال: ٤١١)

حضرت وائل کندی کہتے ہیں کہ عہد نبوت میں ایک عورت نماز کے لئے نکلی ایک آدمی اسے مل گیا اس نے اس سے زنا کرلیا۔ عورت نے چیخا تو وہ آدمی بھاگ نکلا۔ ایک آدمی کا گذر وہاں سے ہوا تو عورت نے اسے بتایا کہ اس مرد نے ایسی حرکت کی ہے۔ مہاجرین کی جماعت گذری تو اسے بھی اس حرکت کی خبر دی۔ لوگ گئے اور اسے پکڑ لائے جس کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے یہ حرکت کی ہے عورت نے کہا کہ ہاں یہی شخص ہے۔ اسے لوگ آپ ﷺ کے پاس لے آئے آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ (اور عورت کو نہیں)۔

(ترمذی: ٢٦٩)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عورت سے جبراً اور زبردستی کسی طرح قابو پا کر زنا کیا گیا اور عورت انکار کرتی رہی تو ایسی صورت میں عورت پر کوئی سزا نہیں بلکہ گناہ بھی نہیں ہاں مرد پر سزا نافذ کی جائے گی۔ چنانچہ شامی میں ہے ''ولا بالزنا باکراہ'' (شامی: ٤/٢٩)

آپ ﷺ یہود و نصاریٰ پر بھی زنا کی سزا رجم جاری فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو یہودی مرد و عورت پر زنا کے سلسلے میں رجم کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذکر کیا کہ ان کے قبیلے کے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ رجم کے بارے میں تم تورات میں کیا پاتے ہو۔ کہا ہم لوگ ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ (یعنی رجم کا ذکر تورات میں نہیں

ہے)اس پر حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا تم جھوٹ بولتے ہواس میں (تورات میں) رجم کی سزا کا ذکر ہے۔ وہ لوگ تورات لے کر آئے اور اسے کھولا۔ایک شخص نے رجم والی آیت پر ہاتھ رکھ کر چھپا دیا۔اور آگے سے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔تو عبداللہ بن سلام نے کہا، یہاں سے ذرا ہاتھ اٹھاؤ۔ ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم والی آیت نکلی۔لوگوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔تورات میں رجم کا ذکر ہے۔چنانچہ آپ نے ان دونوں پر رجم کا حکم دیا چنانچہ دونوں کو رجم کیا گیا۔ (مشکوٰۃ: ۳۰۹، بخاری: ۱۰۱۱، ابو داؤد: ۶۱۰)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے پاس سے گذرے جس کے چہرے کو سیاہ کر کے گھومایا جا رہا تھا۔آپ نے ان سے بقسم پوچھا کہ زانی کی سزا تمہاری کتاب میں کیا ہے۔ان لوگوں نے ایک آدمی کے حوالہ کیا (کہ وہ جواب دے) آپ نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تمہاری کتاب میں زنا کرنے والے کی کیا سزا ہے۔کہا رجم ہے۔لیکن حال یہ ہے کہ جب ہمارا مالداروں میں زنا ہونے لگا تو ہم لوگوں نے اسے پسند نہیں کیا کہ مالداروں پر تو حد چھوڑ دیں اور اس کے علاوہ پر حد لگائیں اس طرح رجم کی سزا متروک ہوگئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ان کو رجم کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اے اللہ میں سب سے پہلے رجم کی سزا نافذ کرنے والا ہوں جو آپ کی کتاب میں تھی اور لوگوں نے اسے مٹا ڈالا تھا۔ (ابو داؤد: ۶۱۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی اس کی سزا رجم (سنگسار) تھی۔ جسے یہودیوں نے قوم کی رعایت میں بالکل چھوڑ دیا تھا۔اور اس کے بجائے منہ سیاہ کر کے محلوں میں گھما کر ذلیل و رسوا کرنا اختیار کیا تھا۔جو خدائی حدود کو پامال کر کے اپنے قیاس اپنی رائے کو داخل کرنا تھا جو جائز نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آ چکی تھی کہ زنا کی سزا رجم ہے۔ چنانچہ آپ نے یہی خدائی سزا نافذ کی اور اس میں کسی کی رعایت نہیں کی کہ حکم الٰہی میں کسی کی رعایت درست نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دارالاسلام میں رہنے والے یہود نصاریٰ اگر زنا کے مرتکب ہوں تو ان کی سزا بھی رجم سنگساری ہے۔اور مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے اس سے نہ بچیں گے اگر حاکم اسلام کے پاس مقدمہ زنا آئے تو حسب ضابطہ شرعیہ ان کو بھی سنگسار کیا جائے گا افسوس کہ جس طرح یہود نصاریٰ نے اس سزا کو قومی رعایت میں یا اپنی کمزوری کے سبب چھوڑ دیا تھا۔اسی طرح آج مسلم حکومتوں نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے۔جس کے سبب ماحول میں زنا اور اس کے متعلقات بلا کسی جھجک کے رائج ہوگئے ہیں اور ماحول سے عفت اور پاکدامنی کا فقدان ہو گیا ہے۔

یہودی اللہ کے حکم رجم کو کس طرح چھپاتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔اور ذکر کیا کہ ان کے ایک مرد اور

عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا تم تورات میں زنا کے متعلق کیا حکم پاتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ذلیل ورسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگاتے ہیں۔ (رجم نہیں کرتے) اس پر حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ تورات میں رجم اس کی سزا مذکور ہے۔ لاؤ تورات۔ (چنانچہ تورات لے آئے اور) اوراق کو کھولا۔ تو کسی نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور آگے پیچھے سے پڑھ کر سنانے لگے۔ تو عبداللہ بن سلام نے کہا یہاں سے اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔ ہاتھ اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت ملی۔ اس پر یہود نے اقرار کرتے ہوئے کہا کہ اے محمد آپ نے سچ کہا اس میں رجم کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان دونوں کو رجم کیا۔

(ابو داؤد: ٦١٠، سنن کبریٰ: ٢٤٦/٨)

فائدہ: آپ ﷺ نے معجزۃً بیان کر دیا تھا کہ تورات میں زنا کی سزا رجم ہے جسے یہود نے چھوڑ دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام کو آپ نے بتا دیا تھا کہ یہ بات ہے۔ چنانچہ یہود کے چھپانے کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن سلام نے جرأت کے ساتھ کہہ دیا۔ اور ان کی مکاری کو کہ اس آیت کو ہاتھ رکھ کر چھپاتے تھے ظاہر کر دیا۔ چنانچہ وہ رسوا ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے تورات کے حکم کے مطابق ان پر حد رجم جاری کیا۔ اور آپ نے فرمایا اے اللہ جس کو یہود نے مٹا دیا تھا۔ میں نے اسے زندہ کرنے میں پہل کرنے والا ہوں۔ (کذافی السنن کبریٰ: ٢٤٦/٨)

یہود ونصاریٰ کے اصل مذہب میں بھی زنا کی سزا رجم ہے

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں آپ ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گذرے جس کے منہ کو کالا کر دیا گیا تھا اور کوڑے لگائے گئے تھے۔ آپ نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا (صرف کوڑے لگانا اور منہ کا کالا کرنا) پاتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے عالموں میں سے ایک عالم کو بلایا اور یہ کہا کہ اس اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا۔ زنا کی یہی سزا اپنی کتاب میں پاتے ہو۔ کہا نہیں۔ آپ اگر یہ قسم نہ دیتے تو میں نہ بتاتا۔ ہم اس میں سزا رجم کی ہی پاتے ہیں (مگر یہ چھوٹ گیا اس وجہ سے کہ) ہمارے یہاں مالدار بہت ہوگئے۔ پس جب ہم کسی مالدار کو پاتے تو چھوڑ دیتے اگر کسی کمزور وغریب کو پکڑتے تو اس پر سزا جاری کر دیتے (رجم کی، پھر غریب سے چھوٹ گیا) ہم نے کہا آؤ ہم سب مل کر مالدار اور غریب ہر ایک پر (ایک) سزا جاری کریں۔ پس ہم لوگوں نے رجم کے بجائے کوڑے اور چہرہ کالا کرنا تجویز کر لیا۔ (اور رجم جو تورات میں سزا تھی اسے چھوڑ دیا چونکہ ہر ایک پر یہ سزا جاری کرنا مشکل تھا۔ (ابن ماجہ: ١٨٧، ابو داؤد: ٦١٠)

سب سے پہلے رجم یہودی پر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اول جو رجم کی سزا دی گئی ہے وہ یہود پر ہے۔ (کنز العمال: ٥/٤٤٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی پر رجم کیا جس نے ایک یہودیہ سے زنا کیا تھا۔

فائدہ: جس طرح مذہب اسلام میں شادی شدہ مرد عورت کی سزا رجم ہے۔ اسی طرح یہود اور اہل کتاب کے یہاں بھی ہے۔ لہٰذا اسلامی ممالک میں جو یہود و نصاریٰ رہتے ہیں یہ اگر اسلامی عدالت میں اس مقدمہ کو لائیں تو حاکم اسلام ان پر رجم کا حکم کرے گا کہ یہی ان کا مذہب ہے۔ ان کی عیاشی اور آزادی نے اور آخرت کی بربادی نے ان گناہوں کی سزا کو ختم کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی حکومت میں یہ سزا جاری نہیں ہے۔

اتہام زنا کی حد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مبارک کا بیان

کسی پاکدامن کو تہمت زنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد تہمت لگاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری پاکدامنی کو اللہ پاک نے نازل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر آپ نے (حد قذف کے آیت کی) تلاوت فرمائی۔ پھر منبر سے اترنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرد پر اور ایک عورت پر تہمت کی حد جاری کی۔ (ابو داؤد: ٦١٤، سنن کبریٰ: ٨/٢٥٠)

فائدہ: جس طرح قرآن پاک میں زنا اور قتل وغیرہ کی سزا ہے اسی طرح کسی پاکدامن عورت یا مرد کو کوئی زنا سے متہم کرے تو اس متہم کرنے والے کو ۸۰ کوڑے سزا لگائے جائیں گے۔ کسی کی عفت کو چاک کرنا کسی کی عزت سے کھیلنا یہ جرم عظیم ہے اسی وجہ سے شریعت نے اتہام زنا پر جب کہ وہ عینی چار گواہ نہ پیش کرسکے یہ سزا جاری کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا اگر تمہارے پاس ۴؍ گواہ ہیں تب تو اس کو کوڑے لگیں گے۔ نہیں تو پھر تم کو تہمت کی سزا ملے گی۔ اس نے کہا پھر میرے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے حد تہمت کے چالیس کوڑے لگوائے۔ (سنن کبریٰ: ٢٥٠)

کسی کو متہم کرنا کبائر گناہ میں سے ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۷؍ بڑے ہلاک کرنے والے سے (گناہ سے) بچو۔ (ان میں سے ایک آپ نے فرمایا) پاکدامن مؤمن عورتوں کو متہم کرنے سے۔

(مسلم: ٦٤، سنن کبریٰ: ٢٤٩)

فائدہ: مردوں کے مقابلہ میں عورتیں کسی کو متہم کرنے کا معاملہ زیادہ کرتی ہیں۔ خصوصاً یہ لڑائی کے وقت ایسا ہوتا ہے۔ بہت بڑا گناہ ہے۔ عورتیں اس کی پرواہ نہیں کرتیں۔

شراب پینے کی سزا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مبارک کا بیان

شراب پینے پر آپ ﷺ سزا نافذ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ شراب پینے پر چپل جوتے اور چھڑیوں سے مارتے تھے۔

(مسلم: ۷۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس شراب پینے والا لایا گیا۔ آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ ان کو مارو۔ پس کسی نے چپل جوتے سے کسی نے ہاتھ سے کسی نے کپڑے سے اس کی پٹائی کی۔

(سنن کبریٰ: ۸/۳۱۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا شراب پینے پر کوڑے لگاؤ۔ خواہ کم ہو یا زیادہ کہ اس کا اول اور آخر سب حرام ہے۔ (سنن کبریٰ: ۸/۳۱۲)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص حمار نام کا تھا۔ آپ اس سے مذاق کیا کرتے تھے۔ آپ نے شراب پینے پر اسے حد لگائی تھی۔ (سنن کبریٰ: ۸/۳۱۲)

فائدہ: آپ ﷺ نے فرمایا شراب جو حرام ہے۔ مثلاً انگور اور کشمش وغیرہ کی بنائی ہوئی شراب۔ اس کی حرمت کے بعد اس کے پینے پر آپ حد جاری فرماتے۔ تاکہ سزا کی وجہ سے لوگ اس کے مرتکب نہ ہوں۔ پس جہاں اسلامی اقتدار اور اسلامی حکومت ہو۔ وہاں واجب ہے کہ ان سزاؤں کو جاری اور نافذ کریں۔ ان سزاؤں کو جاری نہ کرنا احکام خداوندی کی صریح نافرمانی ہے۔

شراب کی سزا چالیس کوڑے ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے چالیس کوڑے لگائے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسّی کوڑے لگائے، یہ سب سنت ہے۔ (مسلم: ۷۲)

اسی طرح حضرت علی اسّی کوڑے لگایا کرتے تھے۔ (شرح مسلم: ۲/۷۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شراب پئے اسے اسّی کوڑے لگاؤ۔

(طحاوی: ۹۱)

فائدہ: خیال رہے کہ عہد نبوت میں شراب کی سزا متعین طور پر نہیں تھی۔ کسی کو جوتے سے کسی کو چپل سے کسی کو چھڑی سے پیٹ دیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے اسّی کوڑے لگائے گئے۔ عہد فاروقی کے اس اجماع کو امت نے قبول کیا اور اسّی کوڑے لگانا اس کی سزا قرار دی۔ پھر خیال رہے کہ ہر شراب پر سزا نہیں ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ فتاویٰ میں ہے۔ ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

چور کی سزا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مبارک کا بیان

چوروں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سزا نافذ فرماتے اور حکم دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فاطمہ محمد کی بیٹی بھی چوری کرے گی تو اس کے ہاتھ کو کاٹ دوں گا۔ (سنن کبریٰ: ۸/۲۵٤، ترمذی: ۲٦۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کرنے والے کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ چوری کرے۔ (اس کا چوری کرنا شرعاً ثابت ہو جائے تو) ہاتھ کاٹ دو۔ (مشکوٰۃ: ۳۱۳، شرح السنۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا آپ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ (مشکوٰۃ: ۲/۳۱٤، ابوداؤد: ٦۰۵، نسائی: ۲/۲٦۱)

فائدہ: چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم قرآن پاک میں ہے۔ ”و السارق و السارقة فاقطعوا ایدیھما.“ چنانچہ جس کے چوری کا ثبوت اس کے گواہوں سے یا اس کے اقرار سے ہو جاتا اور وہ چیز دس درہم کے برابر ہوتی تو آپ اس کے دایاں ہاتھ گٹوں سے کٹوا دیتے۔ آج اس دور میں جو چوری کی کثرت سے واردات ہوتی ہے اس کی وجہ سے سزا کا نہ ملنا ہے۔ اگر ایک چور کا ہاتھ کٹ گیا تو چوری کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ یہ سزا قدرت نے اور عالم کے بنانے والے اور پیدا کرنے والے نے اسی لئے مقرر کیا ہے تاکہ دنیا کا نظام امن اور سکون سے چلے۔ جب مجرموں کو سزا نہیں ملے گی تو مجرموں کی ہمت بڑھے گی اور جرم کا سلسلہ عالم و دنیا کے نظام امن کو تہس نہس کر دے گا۔ آج یہی ہو رہا ہے۔

دس درہم یا اس سے زائد کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ چوتھائی دینار یا اس سے زائد میں کاٹا جائے گا۔ (مسلم: ۲/٦۳)

حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ڈھال کی قیمت کے مثل کوئی چیز چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور ڈھال کی قیمت دس درہم ہوتی تھی۔ (کنز العمال: ۵/۵۵۷)

حضرت انس اور حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (کنز العمال: ۵/۳۸۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اس کی قیمت دس درہم تھی۔ (ابوداؤد: ٦٠٢، طحاوی: ٢/ ٩٣)

ایمن حبشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم از کم وہ مقدار جس پر ہاتھ چور کا کاٹا جائے گا وہ ڈھال کی قیمت ہے اس عہد میں اس کی قیمت ایک دینار (دس درہم لگائی گئی تھی)۔ (طحاوی: ٢/ ٩٣)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔

(طحاوی: ٩٦)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک چور لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا۔ آپ نے حضرت عثمان سے فرمایا۔ اس کی قیمت لگاؤ۔ انہوں نے ۸ر درہم قیمت لگائی پس اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (کنز العمال: ٥/ ٥٤٥)

فائدہ: خیال رہے کہ کس مقدار مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اس میں اختلاف ہے حضرات احناف اس امر کے قائل ہیں۔ کم از کم اس کی مالیت دس درہم ہونی چاہئے ہاتھ کا کاٹنا ایک اہمیت رکھتا ہے۔ انسان کا ایک عضو ہے۔ جو محترم ہے۔ عرف میں دس درہم سے کم کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔

ہاتھ کاٹنے کے بعد اسے گردن میں لٹکا دیتے

فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس کے ہاتھ کو گردن میں لٹکا دیا۔ (نسائی: ٢/ ٢٦٢، ترمذی: ٢٦٨، ابوداؤد: ٦٠٦، ابن ماجہ: ١٨٦)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گردن میں ہاتھ اس لئے لٹکا دیتے تا کہ ہاتھ کے سیدھے ہونے کی وجہ سے خون کا جریان نہ ہو کہ خون کا زیادہ بہہ جانا ہلاکت کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کاٹنے کے بعد داغنے کا حکم دیتے

شرح السنہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اسے آگ سے داغ دو۔ (مشکوٰۃ: ٢/ ٣١٤)

حجمیہ بن عدی کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ کاٹتے تھے اور داغ دیتے تھے۔

(کنز العمال: ٥/ ٥٥٢)

فائدہ: خیال رہے کہ گٹے تک چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا پھر آگ سے دھپا کر اسے داغ دیا جائے گا تا کہ خون کا جریان بند ہو جائے اور زخم پکے نہیں۔ یہ قدیم زمانہ کا طریقہ تھا۔ اب اس کی مرہم پٹی کی جائے گی۔ اور انجکشن اور دوا دی جائے گی تا کہ زخم جلد سوکھ جائے اور پکے پھولے نہیں۔

ہاتھ کو گٹے سے کاٹا جائے گا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہاتھ گٹے سے کاٹا کرتے تھے۔ (کنز العمال: ٥/ ٥٤١)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاتھ جوڑ "گٹے" سے کاٹا جائے گا۔ (کنز العمال: ۵/۵۴۸)

فائدہ: پس معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں جو ایدی ہے اس سے مراد گٹے تک کاٹنا ہے۔

کن چیزوں کی چوری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہ کاٹتے

درخت میں لگے پھل کی چوری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کاٹتے

حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درخت کے پھل اور شگوفے کی چوری پر ہاتھ کا کاٹنا نہیں ہے۔ (طحاوی: ۹۹، ابوداؤد: ۶۰۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ درخت میں لگے پھل یا درخت کے شگوفے جس سے پھل کا آغاز ہوتا ہو۔ اسی طرح درخت کے گوند کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ چونکہ یہ محفوظ مکان نہیں ہے۔ مکان محفوظ سے چرانا قطع ید کے لئے شرط نہیں۔ اسی وجہ سے عیدگاہ یا کھلی مسجد یا چوراہے اور راستہ پر لگی چیزوں کو چرالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہاں سزا جو مناسب ہو دی جائے گی۔ جسے تعزیر کہتے ہیں۔ اسی طرح جو چیزیں ذخیرہ اندوزی کے قابل نہیں مثلاً ساگ پات، سبزی وغیرہ۔ تو اس پر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ درمختار میں ہے کہ لکڑی، گھاس، بانس، مچھلی، پرندہ، دودھ، گوشت، روٹی، درخت پر لگے پھل ککڑی کھیرا وغیرہ کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (شامی: ۲/۹۲)

مزید تفصیل کتب فقہ میں دیکھئے۔

خیانت پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیانت کرنے پر ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔

(ابوداؤد: ۶۰۳، کنز العمال: ۵/۳۸۵)

فائدہ: خیانت مثلاً اسے کوئی سامان رکھنے دیا، اس میں سے کچھ نکال لیا۔ یا سامان بدل لیا یا مال کا حساب غلط دیا اور غلطی ثابت ہوگئی تو ان صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

پاگل اور بچہ چرائے تو نہیں کاٹا جائے گا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۳ رلوگوں سے احکام اٹھالئے گئے ہیں۔ سونے والا یہاں تک کہ جاگ جائے۔ پاگل یہاں تک کہ صحیح ہو جائے۔ بچہ یہاں تک کہ بڑا ہو جائے۔ (ابوداؤد: ۶۰۴)

فائدہ: اگر پاگل یا بچہ کوئی چیز چرالے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ احکامات شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔

کھانے پر آپ ﷺ ہاتھ نہیں کاٹتے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا تھا جس نے کھانا چرایا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔ (کنز: ۵/۵٦۱)

فائدہ: کھانا جو ایک خام اور قابل ذخیرہ نہیں ہے۔ اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ مزید یہ کہ اس کی مالیت بھی دس درہم کی نہ ہوگی۔ اس لئے اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

جس مال میں عام لوگوں کا حق وابستہ ہو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

حضرت ابن ارطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا غزوہ میں (مال غنیمت کی چوری میں) ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (کنز: ۵/۵۵۵)

ایک آدمی نے بیت المال سے مال چرایا۔ حضرت عمر کو خط لکھا آپ نے فرمایا اس میں اس کا بھی حق تھا ہاتھ مت کاٹو۔ (کنز العمال: ۵/۵٤۲)

فائدہ: جس مال میں تمام لوگوں کا حق وابستہ ہو، کسی ایک کی ملکیت نہ ہو، تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ہاں تقسیم ہو کر الگ الگ ملکیت میں آ جائے اور محفوظ مکان سے چرایا جائے تب ہاتھ کاٹا جائے گا۔

ہاتھ سے اچک لینے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے معلوم کیا گیا اچک لینے والے کے بارے میں تو آپ نے فرمایا اچک لینے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (کنز العمال: ۵۵۱)

اسی طرح حضرت زید بن ثابت سے منقول ہے کہ۔ (مسند عبدالرزاق، کنز العمال: ۱۱/۵۵٦)

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت میں ہے۔ (کنز: ۵/۳۸۱)

فائدہ: آدمی کسی چیز کو ہاتھ میں یا گود میں یا بغل میں لے کر بیٹھا تھا کسی نے اس سے مال جلدی سے چھین لیا یا لے کر بھاگ گیا پھر پکڑا گیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

قتل کی سزا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق مبارک کا بیان

قاتل دین کے دائرے سے خارج

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی دین کے دائرے میں رہتا ہے جب کہ وہ خون ناحق کا ارتکاب نہ کرے۔ (کہ قتل کے بعد دین کے دائرے سے نکل جاتا ہے)۔ (سنن کبریٰ: ۲۱/۸)

فائدہ: یعنی ناحق کسی مسلمان کا قتل اسے دین سے باہر کر دیتا ہے ظاہر ہے۔ اکبر الکبائر کا ارتکاب کر کے کیسے وہ دیندار رہ سکتا ہے۔ ایسے لوگ تو بے دین دین سے کوئی واسطہ رکھنے والے ہوتے ہی نہیں ہیں۔

سب سے پہلے مقدمہ قتل کا حساب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن خون کا حساب ہوگا۔ (بخاری، مسلم: ۶۰/۲، ترغیب: ۲۹۲/۳)

چونکہ مسلمان کا قتل اللہ پاک کے نزدیک بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اسی کا حساب ہوگا۔ خیال رہے کہ عبادات میں سب سے پہلے نماز کا اور حق العباد اور معاملات میں سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا۔

جو قتل میں کسی بھی اعتبار سے شریک وہ قیامت میں رحمت سے محروم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بھی بات اور گفتگو کے اعتبار سے مؤمن کے قتل میں معین اور اعانت کرے گا۔ قیامت کے دن اس کے دونوں آنکھوں کے سامنے لکھا ہوگا رحمت خداوندی سے مایوس۔ (محروم)۔ (بیہقی، ترغیب: ۲۹۵/۳)

فائدہ: کسی مسلمان کا قتل اللہ پاک کے نزدیک سخت ترین سزا کا باعث ہے۔ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ مختلف قسم کی سزا حدیث پاک میں مذکور ہے۔ کسی حدیث میں کافر کے ساتھ جہنم میں، کسی حدیث میں دین سے خارج، کسی حدیث میں مغفرت سے محروم، کسی حدیث میں کسی بھی عبادت کا خواہ مالی ہو یا جانی بالکل قبول نہ ہونا وغیرہ مذکور ہے۔ اور قرآن پاک میں تو ہمیشہ یا ایک طویل و عریض مدت جس کا شمار نہیں جہنم میں رہنا مذکور ہے۔ کس قدر خوفناک اور عبرت کی بات ہے۔ آج اس دور میں کس قدر قتل عام ہے۔ معمولی معمولی باتوں

پر آپسی رنجش پر، عناد و مخالفت وغیرہ پر قتل کے واردات ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسی سزا کے وہ مستحق ہوں گے۔ دنیا میں مال اور وجاہت کی وجہ سے وہ بچ بھی آئے تو مرنے کے بعد آخرت میں کس قدر خوفناک اور بدترین سزا پائیں گے۔ آج غفلت اور قساوت کی وجہ سے احساس نہیں تو آنکھ بند ہوتے ہی اپنا وحشت ناک اور عبرت ناک انجام دیکھنے لگیں گے۔

قتل ناحق کی سزا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قاتل کو قتل کرا دیتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک لڑکی جس پر زیورات تھے اسے ایک یہودی نے سر کچل کر پتھر سے مار دیا۔ (اور زیور لے لیا) لوگ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ کچھ جان باقی تھی۔ آپ نے پوچھا تم کو کس نے قتل کیا۔ فلاں نے قتل کیا؟ کہا نہیں، سر کے اشارہ سے پھر پوچھا فلاں نے قتل کیا، اس نے سر کے اشارہ سے کہا نہیں۔ پھر پوچھا فلاں نے قتل کیا اس نے سر کے اشارہ سے کہا ہاں۔ پھر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے بھی دو پتھروں کے درمیان قتل کر دیا جائے۔ (ابو داؤد: ٦٢٣)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو زیور کی وجہ سے قتل کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلہ اسے قتل کر دیا۔ (سنن کبریٰ: ۸/۲۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ناحق قتل انسان ایک جرم عظیم ہے۔ یہ جان خدا کی ملک ہے۔ خدا کی ملک پر کسی کو اختیار نہیں۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت قتل کی سزا ابدی جہنم قرار دیتی ہے۔ ہمیشہ ہمیش جہنم کی سزا ملے گی۔ جیسے کافر کو۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ قاتل کی سزا ایک طویل عریض مدت تک جہنم میں رہنا ہے۔ قاتل کی سزا اصل قصاص ہے۔ اس کو بھی قتل کر دینا ہے۔ قرآن پاک نے قتل کی سزا قصاص اور قتل قرار دی ہے۔ اس کو امن اور عالم کے لئے حیات کا باعث قرار دیا ہے۔ ''و فی القصاص حیاۃ.''

آج قتل کی سزا قتل نہیں، جیل ہے۔ چونکہ جرم کی سزا جرم کے موافق نہیں۔ کارخانہ عالم کے پیدا کرنے والے نے اس کی سزا قتل تجویز کی ہے۔ دنیا والوں کو یہ سزا پسند نہیں آئی۔ اس کی مختلف دوسری سزا تجویز کی۔ اس لئے اس جرم میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ دن بہ دن یہ جرم اور ناحق قتل کا معاملہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ جب خدا کی قانون کی مخالفت ہوگی۔ سنت اور طریقہ رسول پر انکار اور نقد و جرح کیا جائے گا۔ اسے مصلحت کے خلاف سمجھ کر اس پر عمل نہیں کیا جائے گا تو عالم کا امن وسکون جاتا رہے گا۔ چنانچہ آج دنیا اسی سے دوچار ہے۔

خیال رہے کہ قتل کی سزا میں قصاصاً قتل کا حکم اس پر عمل صرف اسلامی ممالک میں حاکم اور امام المسلمین ہی کر سکتا ہے عام آدمی کو قصاصاً قتل کی اجازت نہیں۔ شامی میں ہے کہ ''ان الحد لا یلیه الا الامام.'' (شامی: ٤/٦٤)

مقتول کے اولیاء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار دیتے خواہ قاتل کو قتل کرے یا معافی یا دیت اختیار کرے

ابوشریح الخزاعی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کو قتل کرے یا کسی عضو کو کاٹے تو اسے اختیار ہے کہ یا تو وہ قصاص دے یا اسے معاف کر دیا جائے یا وہ دیت ادا کرے۔ (ابو داؤد: ۶۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اللہ پاک نے اپنے رسول کو فتح مکہ سے نوازا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد وثنا بیان کیا۔ اور فرمایا جو کسی کو قتل کرے تو اسے (مقتول کے اولیاء پر) اختیار ہوگا کہ خواہ وہ قتل کرے (یعنی قصاص لے بدلہ لے) یا اسے معاف کر دے۔ (ترمذی: ۲۶۰)

ابوشریح الکعبی کی طویل روایت میں ہے کہ (فتح مکہ کے بعد آپ نے اعلان کیا اور) آپ نے فرمایا آج کے بعد جو کسی کو قتل کرے گا تو اس کے (مقتول کے) اولیاء کو اختیار ہوگا کہ وہ بھی قاتل کو قتل کر دے یا اس سے دیت (قتل کے بدلہ مال) لے۔ (ترمذی: ۲۶۰، مشکوٰۃ: ۳۰۰/۲)

حضرت عمر بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی کو جان بوجھ کر قصداً قتل کر ڈالے وہ قاتل مقتول کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ چاہیں تو وہ اسے قتل کر ڈالیں، چاہیں تو وہ ان سے دیت (مال) لیں۔

(ترمذی: ۲۵۸/۱، مشکوٰۃ: ۳۰۱/۲)

فائدہ: خیال رہے کہ ناحق کسی مسلمان کو قتل کرنا کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ اگر کسی آلہ دھاردار، لوہے کے ہتھیار، بندوق پستول وغیرہ سے قتل کیا تو اس کی سزا بھی یہی ہے کہ قاتل کو اس کے بدلہ قتل کر دیا جائے۔ جسے قصاص کہتے ہیں۔ ہاں مگر جو قتل کر دیا گیا ہے اس کے اولیاء کو اختیار ہوگا کہ وہ اس قاتل کو اس کے بدلہ میں قتل کروا دے۔ یہ خود نہیں قتل کرے گا بلکہ حاکم قاضی اپنے ضابطہ شرعیہ سے اسے قتل کرے گا۔ یا قتل نہ کرے بلکہ اس کے بدلہ دیت مال لے۔ جو سو اونٹ یا اس کی قیمت ہوگی۔ یا وہ سرے سے معاف کر دے۔ یہ تین چیزیں ہیں جس کا اختیار مقتول کے وارث کو ہوگا۔ یہ امور دارالاسلام اسلامی مملکت میں قاضی یا حاکم کی معرفت ادا ہوں گے۔ ان کے یہاں مقدمہ جائے گا۔ وہ شرعی ضابطہ پر فیصلہ کریں گے۔ لوگوں کو خود ان امور کو انجام دینے کا اختیار نہ ہوگا۔ ورنہ بجائے امن کے فتنہ ہوگا۔ اسی لئے یہ امور اسلامی مملکت میں ہوں گے۔ دارالکفر دارالحرب میں نہیں ہوں گے۔ مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے یا کسی محقق عالم یا مفتی سے پوچھئے۔

قصاصاً قتل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تلوار سے قتل فرماتے

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل کا بدلہ قتل تلوار سے ہے۔ (طحاوی: ۱۰۵/۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل کا بدلہ تلوار سے قتل کرنا ہے۔(ابن ماجہ: ۱۹۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قاتل کسی بھی صورت سے قتل کرے مثلاً ہاتھ پیر کاٹ کر قتل کرے، زنا کر کے قتل کرے، تو اسی طرح قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی سزا جب قصاص تجویز ہوگی تو تلوار سے مار کر اس کی گردن جدا کر دی جائے گی۔اس زمانہ میں بندوق سے مار کر ختم کر دینا یہ بھی تلوار کے مثل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قاتل کے قتل کی کیفیت اور صورت کی قصاص میں ملحوظ نہیں رکھا جائے گا۔ جان لینے کی آسان صورت اختیار کی جائے گی۔

کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا نہایت ہی سخت ترین سزا کا باعث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کا زوال اور ختم ہوجانا اللہ پاک کے نزدیک زیادہ اھون (آسان) ہے اس بات سے کہ کسی مرد مسلم کا ناحق خون بہایا جائے اسے قتل کیا جائے۔

(ترغیب: ۶۹۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا قتل کرنا اللہ پاک کے نزدیک اس بات سے بہت بڑا ہے کہ دنیا ختم ہوجائے۔ (ترغیب: ۱۱)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام آسمان وزمین والے کسی مسلمان کے خون بہانے میں شریک ہوجائیں تو سب کو اللہ منہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا۔(ترغیب: ۲۹۴)

کافر اور قاتل کی مغفرت نہیں

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا سوائے کافر کے اور قاتل کے جو قصداً قتل کرے کہ اللہ پاک اس کی مغفرت نہ فرمائے گا۔ (ابوداؤد: ۵۸۷/۳، ترغیب: ۲۹۵/۳، سنن کبریٰ: ۲۱)

قاتل کی کوئی عبادت قبول نہیں

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا اور اس کے قتل سے خوش ہوا، اللہ پاک اس کے کسی بھی نیکی اور صدقہ خیرات کو قبول نہ کرے گا۔

(ترغیب: ۲۹۷/۳، ابوداؤد: ۵۸۷/۲)

قاتل مشرک کے ساتھ جہنم میں

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو یہ کہے گی مجھ کو

۳؍آدمی پر مسلط کیا گیا ہے۔ ہر متکبر معاند پر، مشرک پر، اور اس پر جس نے کسی مسلمان کو ناحق قتل کیا۔ پس اسے مروڑ کر جہنم کی آگ میں ڈال دے گی۔ (مسند احمد، ترغیب: ۳/۲۹۷)

خودکشی کو حرام فرماتے ایسوں کی نماز جنازہ خود نہ پڑھاتے

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم لوگوں سے پہلے ایک شخص تھا۔ اسے کچھ تکلیف پیش آگئی۔ اس نے چھری لی اور اپنے ہاتھ کو اس سے زخمی کر دیا۔ پس اس کا خون بند نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے موت میں جلدی کی اس پر میں نے جہنم حرام کر دی۔ (سنن کبریٰ: ۸/۲٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خودکشی کرے کسی ہتھیار سے، سو اس کا وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ جسے وہ اپنے پیٹ میں گھسائے گا۔ وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ جو اپنے آپ کو کسی زہر کھا کر مارے گا سو وہ زہر اس کے ہاتھ میں رہے گا اور وہ اسے کھائے گا جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جو اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر مارے گا۔ پس وہ اسی طرح پہاڑ سے گرے گا جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ (سنن کبریٰ: ۸/۲٤)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا گلا گھوٹ کر اپنے کو مارے گا جہنم میں وہ اسی طرح گلا گھوٹ کر اپنے کا مارتا رہے گا۔ جو اپنے آپ کو نیزے سے مارے گا وہ اسی طرح جہنم میں نیزے سے اپنے کو مارتا رہے گا۔ (بخاری: ۱۸۲، مشکوٰۃ: ۲۹۹)

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس طرح خودکشی کرے گا قیامت میں اللہ پاک اسی کیفیت سے عذاب دے گا۔ (بخاری: ۲/۸۹۳، ترغیب: ۳/۳۰۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص تھا، اسے زخم (تلوار وغیرہ سے ہوگیا) وہ ترکش کے پاس گیا اور تیر کے دھار دار حصہ سے اس نے اپنے آپ کو ذبح کر دیا۔ (اور مر گیا) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (ابن حبان، ترغیب: ۳/۳۰۱)

فائدہ: خودکشی حرام ہے، غضب خداوندگی کا باعث ہے، جس طریقہ سے خودکشی کرے گا اسی طریقہ سے دوزخ میں عذاب دیا جائے گا، مثلاً ریل میں کٹ کر مرا یا زہر کھا کر مرا۔ تو وہ قیامت میں اسی ریل کے کٹنے اور زہر کی تکلیف میں مبتلا رہے گا اور دوزخ میں بھی وہ ایک طویل مدت تک اسی سزا میں گرفتار رہے گا۔

خودکشی کرنے والے پر آپ زجراً و توبیخاً نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ ہاں دوسرے اصحاب کو آپ حکم دیتے وہ پڑھ دیتے۔

مرتد کو آپ ﷺ قتل کرادیتے اور قتل کا حکم دیتے

حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مذہب اسلام سے پھر جائے اسے قتل کر ڈالو۔ (سنن کبریٰ: ۸/۲۰۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت مذہب اسلام سے پھر گئی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے۔ ورنہ تو قتل کردی جائے گی۔ چنانچہ اس پر اسلام پیش کیا گیا تو اس نے انکار کردیا چنانچہ وہ قتل کردی گئی۔ (سنن کبریٰ: ۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس کا خون بہانا قتل کرنا درست نہیں مگر تین وجہ سے ناحق قتل کرنے سے، شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرنے سے، اور مذہب اسلام سے پھر جانے سے۔ (مسلم: ۲/۵۲، ترمذی: ۲۵۹، سنن کبریٰ: ۸/۲۰۲، ابوداؤد: ۵۹۸)

حضرت جریر نے کہا کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جب (مسلم) بندہ شرک اختیار کرے تو اس کا خون قتل کرنا حلال ہوجاتا ہے۔ (ابوداؤد: ۵۹۹)

فائدہ: اگر کوئی شخص مذہب اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہوجاتا اور پھر جاتا تو آپ اسے اس کی سزا میں اسے قتل کردیتے۔ مرتد ہوجانے کے بعد اولاً اس سے مرتد ہوجانے کی وجہ اور اس کے شبہات کو پوچھ کر دور کیا جائے گا تاکہ اسلام پر باقی رہے یا دوبارہ اطمینان وانشراح کے ساتھ اسلام کو قبول کرے اس پر بھی ارتداد پر وہ باقی رہے گا تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ اس کی تفصیل کہ اس پر سزا کب اور کس صورت میں جاری کی جائے گی۔ فقہ اور فتاویٰ کی کتاب میں دیکھئے۔

جان کی سزا تین جرم پر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان نے توحید ورسالت کی شہادت دی اس کا خون (جان مارنا) جائز نہیں۔ مگر ۳/وجہ سے۔ ① شادی شدہ ہوکر زنا کرنا (کہ اس کی سزا سنگسار ہے) کسی شخص کو قتل کرنا۔ مرتد ہوکر مذہب اسلام کو چھوڑ دینا۔ (مسلم: ۲/۵۹۰)

فائدہ: شریعت کے اعتبار سے کسی مسلمان کا قتل اور جان لینا ۳/ہی صورتوں میں جائز ہے۔ اس کے علاوہ خون بہانے کی تمام صورتیں حرام ہیں۔ جیسے عصبیت، اور دشمنی کی بنیاد پر قتل کرنا یہ حرام ہے۔

زبردستی سے کسی کو کلمہ شرک پڑھادے تو اس سے مرتد نہ ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کی آیت الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ جس نے ایمان کے بعد کفر کو پسند کیا اس پر خدا کا غضب اور اس کے لئے بڑی سزا ہوگی اور جس پر زبردستی کی گئی کہ وہ زبان سے کلمہ کفر ادا کرے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہوتا کہ وہ دشمن سے نجات پائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ پاک بندوں کے دلوں کو دیکھتا ہے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ (لہٰذا دل میں ایمان رہنے کی وجہ سے وہ مؤمن ہوگا)۔ (سنن کبریٰ: ۲۰۹/۸)

فَائِدَة: خیال رہے کہ اگر کسی مسلمان کو پکڑ کر زبردستی اس کی زبان سے کلمہ شرک یا کلمہ کفر کہلوائے تو اس سے وہ کافر اور مشرک اور مرتد نہ ہوگا۔ چونکہ ایمان کا تعلق دل کی تصدیق کے ساتھ ہے۔ جب دل میں ایمان ہے تو اس سے کوئی اثر نہ ہوگا۔

حدود اللہ کے علاوہ جرموں کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ طریق اور اسوہ مبارک

اگر برے الفاظ سے کسی کو تکلیف دے تو اس کی سزا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی آدمی کسی کو اے یہودی کر کے پکارے تو اسے بیس کوڑے مارے یا او مخنث کہے تو اسے بیس کوڑے مارے۔

(ترمذی: ۲۷۰، مشکوٰۃ: ۳۱۷، کنز العمال: ۳۸۷)

ابوسفیان سے مرسلاً مروی ہے کہ جو کسی انصاری کو یہودی کہے اسے ۲۰/کوڑے مارو۔ (کنز العمال: ۲۸۸/۵)

فائدہ: کسی مسلمان کو ایسے القاب سے پکارے جو ماحول اور عرف میں برا ہو یا وہ اسے پسند نہ ہو یا اس سے کسی عیب کی طرف اشارہ ہو اگرچہ وہ اس صفت کا حامل ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اور ایذاءِ مسلم کی وجہ سے حرام ہے۔ آپ ﷺ کی کسی بیوی نے حضرت صفیہ کو یہودیہ کہہ دیا تھا۔ سو اس پر آپ ﷺ نے اس بیوی سے کئی ماہ تک قطع تعلق کر لیا تھا۔ باوجودیکہ وہ یہودیہ تھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو ایسے الفاظ سے پکارنا یا طعنہ دینا جو عرف اور ماحول میں اذیت و تکلیف کا باعث ہو حرام ہے اور سزا کا باعث ہے۔ اگر وہ حقیقت سے وابستہ ہی کیوں نہ ہو۔

اگر مشترک مال سے چوری کرے تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی جہاد میں مال غنیمت سے چوری کرے تو اس کے سامان کو جلا دو اور اسے مارو۔ (ترمذی: ۲۷۰، ابوداؤد، مشکوٰۃ: ۳۱۷)

فائدہ: چونکہ مال غنیمت سے چوری کرنے میں ہاتھ کاٹنے کی شرط نہیں پائی جا رہی ہے۔ چونکہ یہ مال مشترک بھی ہے اور مال غیر محفوظ۔ اور ایسے مال کی چوری میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔ مگر چوری ہے اس لئے آپ ﷺ نے ہاتھ کاٹنے کے علاوہ دوسری سزا تجویز فرمائی تاکہ جرم بلا سزا نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی جرم یا بری و قبیح حرکت اگر سزا خداوندی حدود میں داخل نہ ہو تو اس جرم پر اسے بالکل آزاد نہ چھوڑا جائے گا۔ بلکہ اسے "تعزیز" کی جائے گی۔ جس کی مقدار ۴۰/کوڑے یا اس سے کم ہے تاکہ

حدود کے علاوہ جرائم میں لوگ ڈریں۔ اور اس سے بچیں اور عالم میں امن وسکون باقی رہے۔ چونکہ بالکل سزا نہ دینے کی صورت میں لوگ جری ہو جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی کسی کو کافر کہہ دے یا خبیث کہہ دے یا فاسق کہہ دے یا گدھا کہہ دے تو اس کی کوئی حد متعین نہیں حاکم جو مناسب سمجھے سزا دے۔ (کنز العمال: ۵/۵۶۷)

حدود کے علاوہ سزا التعزیز میں ۴۰؍کوڑے سے زیادہ ممنوع ہے

حضرت ابو بردہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے حدود کے علاوہ میں دس کوڑے سے زائد نہ لگائے جائیں۔ (سنن کبریٰ: ۳۲۷، ترمذی: ۲۷۰)

حضرت ضحاک نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے حدود کے علاوہ (جرم کی سزا) میں حد کی مقدار (جو ۸۰؍ ہے) پہنچ جائے تو وہ ظلم کرنے والا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۲۲۷)

مغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ تعزیز میں (حدود کے علاوہ سزا میں) چالیس کوڑے سے زائد نہ لگائے جائیں۔ (سنن کبریٰ: ۸/۳۲۷)

فائدہ: خیال رہے کہ وہ جرم جس کی سزا قرآن نے ذکر کر دیا ہے جیسے حد قتل، حد زنا، حد شراب، حد قذف، حد سرقہ، ان جرموں کے علاوہ کسی جرم کا ارتکاب کرے۔ مثلاً کسی برے القاب سے یاد کرے۔ یا اور کوئی بری اور ناجائز حرکت کرے۔ تو ایسی سزا کو شریعت میں تعزیر کہتے ہیں۔ اس میں سزا کی مقدار زائد سے زائد وہ ہے جو شرعی سزا سے کم ہو۔ یا اس کے برابر ہو زائد نہ ہو۔ چنانچہ غلام کی حد قذف ۴۰ ہے۔ لہٰذا تعزیز میں امام یا حاکم یا قاضی کسی جرم پر ایک مرتبہ سزا میں ۴۰ کوڑے سے زائد نہ مارے گا۔ حدیث پاک میں حد سے زائد مقدار اختیار کرنے والے کو حد سے زیادہ تجاوز اختیار کرنے والا اور ظالم قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا کسی کو گالی دینے پر یا بری حرکت کے اختیار پر حاکم یا قاضی مسلمین چالیس کوڑے تک کی سزا دے سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ ۱۰؍۲۰ کوڑے سزاء مارے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ غلام کی زائد سے زائد تعزیز ۳۹؍کوڑے اور آزاد کی ۷۵ کوڑے ہے۔ اور کم از کم ۳؍کوڑے ہے۔ (شامی: ٤/٦٠)

خیال رہے کہ حدود جن کی سزائیں قرآن میں مذکور ہیں وہ تو صرف امام (ممالک اسلامیہ میں) ہی جاری کر سکتا ہے۔ اور تعزیز عام ہے۔ شوہر اور گھر کا ذمہ دار اسی طرح علاقے اور محلے کا بڑا بھی کر سکتا ہے۔ اس کے لئے امام اور قاضی شرط نہیں ہے۔ شامی میں ہے ”ان الحد مختص بالامام و التعزیز لیفعله الزوج و المولی و کل من رأی احداً یباشر المعصیة.“ اسی طرح درمختار میں ہے کہ ”و یتبعه کل

مسلم حال مباشر المعصیة.'' (درمختار: ۲/۶۵)

اسی طرح تعزیز نابالغ پر بھی کیا جاسکتا ہے اس کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں۔ (شامی: ۴/۶۰)

جادو اور کرتب کے ذریعہ قتل اور موت کے گھاٹ اتارنے کی سزا

حضرت حسن بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جادو کرنے والے (یا جادو سیکھنے سکھانے والے) کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے مار دیا جائے۔ (ترمذی: ۲/۳۷۰)

فائدہ: جاننا چاہئے کہ جادو کی مختلف حیثیت اور مختلف طریقے اور اعمال ہیں۔ جادو کی وہ قسم جس میں غیر اللہ سے مدد لی اور مانگی جاتی ہے۔ ارواح خبیثہ کو خوش کر کے اس سے غلط کام کرایا اور اس سے مدد لی جاتی ہے۔ ارواح خبیثہ کو خوش کرنے کے لئے کفریہ شرکیہ وظائف واوراد پڑھے جاتے ہیں اس کی سزا مرتد ہوجانے کی وجہ سے قتل ہے۔ (شامی: ۲۴۰)

اسی طرح اگر جادو کرنے والے نے کسی کو جادو کے ذریعہ قتل کردیا ہے اسی طریقہ سے اس نے فساد مچا رکھا ہے۔ اور وہ اقرار بھی کرے کہ میں جادو کے ذریعہ سے قتل کرتا ہوں اور فلاں فلاں کو میں نے قتل کیا ہے۔ تو قاضی اور حاکم مصلحت سمجھے تو اسے قتل کرادے یا اس پر دیت لازم کرے اور جیل میں ڈال دے۔

خیال رہے کہ کسی تعویذ گنڈے والے کا یہ کہنا کہ فلاں نے تم پر جادو کیا ہے۔ یہ شرعاً معتبر نہیں ہے۔ یہ علم غیب کا دعویٰ ہے جو حرام ہے۔ ان کے عمل سے یقین نہیں حاصل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی بات میں پڑ کر بدگمان اور سوء ظن اختیار نہ کیا جائے۔

جادو اور کرتب کا علم جس کا تعلق عموماً سفلی عمل سے ہوتا ہے ناجائز اور حرام ہے اس کا سیکھنا سکھانا اور کسی کو سحر اور کرتب کے ذریعہ سے پریشان کرنا اذیت پہنچانا حرام اور ناجائز ہے۔ نہ کرنا جائز ہے نہ کسی سے کروانا جائز ہے۔ بعض لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں جو ناجائز ہے۔ عموماً غیر مسلم تعویذ کرنے والا جسے اوجھا کہا جاتا ہے۔ یہ سفلی عمل اور کفریہ عمل سے تعویذ گنڈے کیا کرتے ہیں۔ کسی مسلمان کا اس سے رجوع کرنا اور تعویذ گنڈے کرانا اور لینا درست نہیں۔

سحر اور کرتب کا دفاع دعاؤں کی کتابوں میں عموماً ہوتا ہے اسے دیکھ کر کرے۔ عاجز کی کتاب ''الحرز المسنون'' میں سحر جادو کرتب کے دور اور ختم کرنے کا احادیث قرآن سے مجرب عمل مذکور ہے اسے ضرورت پر اختیار کیا جائے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ سحر حرام ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ احناف، مالکیہ، اور حنابلہ کے

یہاں سحر کفر ہے۔ساحر کو قتل کردیا جائے گا۔امام صاحب نے فرمایا ساحر جب سحر کا اقرار کرے یا گواہوں سے سحر کرنا ثابت ہوجائے تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ (شامی: ٢٤٠/٤)

قاضی خاں میں ہے وہ ایسا کھیل کھیلتا ہے جن سے شوہر بیوی کے درمیان تفریق کردیتا ہے تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ (قاضی خان: ٢٤٠)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جادوگر عام طور پر لوگوں کو سحر کے ذریعہ سے اذیت پہنچائے اسی طرح چور و ڈکیت تو انسب کو اگر قتل کے علاوہ چارہ نہ ہو تو قتل کیا جاسکتا ہے۔وہ شخص جو سفلی عمل جو جادو سحر میں داخل ہے کے ذریعہ سے لوگوں کی جان لے یا مہلک بیماری میں مبتلا کرکے اسے مار ڈالے تو ایسوں کی سزا بھی قتل ہے۔

"من كان من اهل الفساد كالساحر و قاطع الطريق و اللص و اللوطى و الخناق و نجوهم ممن عم ضره و لا ينزجر بغير القتل." (شامی: ٦٤/٤)

حدود کے علاوہ سخت ترین خوفناک سزا کسی مخلوق کے لئے درست نہیں

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سخت ترین سزا اسے ملے گی جس نے دنیا میں لوگوں کو سخت سزا دی ہوگی۔ (مسند احمد، طبرانی، کنز العمال: ٣٩٥/٥)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ کسی انسان کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ اللہ پاک کی طرح (سخت ترین) سزا دے۔ (مسند احمد، کنز: ١١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کی طرح (سخت ترین) سزا مت دو۔ (حاکم، ترمذی، کنز العمال: ٢٩١/٥)

فائدہ: بعض حاکم عالم اور سزا کے ذمہ دار لوگ جو سخت ترین سزا دیتے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے اور جان دیر سے بڑی مشقت سے نکلتی ہے یہ حرام ہے۔مثلاً

① بھوک کی سزا یہاں تک کہ تڑپ کر مرجائے۔ ② بند کرکے مکان چن دینا ③ گہرے کنویں میں پھینک دینا۔ ④ سمندر یا پانی میں ہاتھ پیر باندھ کر پھینک دینا۔ ⑤ بجلی کی کرنٹ لگا کر مارنا۔ ⑥ اونچائی یا پہاڑ پر سے پھینک دینا۔ ⑦ محبوس کرکے درندے کو چھوڑ دینا۔ ⑧ جانور کی طرح ذبح کرنا۔ ⑨ ہاتھ پیر کاٹ کر مارنا۔ ⑩ آگ لگا کر چھوڑ دینا۔ ⑪ شیر کی طرح پنجرہ میں بند کردینا اور اسی میں کھانا پانی دینا۔

بہرحال خوفناک وحشت ناک سزا کا دینا جس سے شدید تکلیف سے آہستہ آہستہ جان نکلے حرام ہے۔اگر جرم کی وجہ سے شرعاً واجب القتل ہے تو فوراً تلوار سے مار کر ختم کردے۔تاکہ جلد معاملہ ختم ہوجائے تاخیر نہ ہو۔

آپ ﷺ کی شان میں گستاخی اور گالی کی سزا قتل ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودیہ آپ ﷺ کو گالیاں دیتی تھیں اور آپ کی گستاخی کرتی تھی۔ ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ وہ مرگئی آپ ﷺ نے اس کے خون کو باطل فرما دیا۔ (قتل کو جائز قرار دیا)۔ (ابو داؤد: ۶۰۰)

فائدہ: اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو گالی دینے والے کو قتل کر دیا تو آپ نے اس قاتل پر کوئی رد نہیں کیا اور اس کے خون کو آپ بے قیمت ''ہدر'' قرار دیا۔ یعنی آپ نے جائز القتل قرار دیا۔

احادیث قرآن سے مستنبط کرتے ہوئے علماء نے اس شخص کو جو آپ کو گالی دے برا بھلا کہے۔ شان اقدس میں گستاخی کرے اسے واجب القتل قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال ابوبكر بن المنذر اجمع عوام اهل العلم على ان من سب النبى صلى الله عليه وسلم يقتل و ممن قال بذلك مالك بن انس و الليث و احمد و اسحاق و هو مذهب الشافعي و هو مقتضى قول ابى بكر رضى الله عنه و لا تقبل توبته عند هولاء. .... حاصله انه نقل الاجماع على كفر الساب، ثم نقل عن مالك و من ذكر بعده انه لا يقبل توبته سواء كان مسلماً او كافراً.

پس معلوم ہوا کہ آپ کو گالی اور برا بھلا کہنے والے کی سزا قتل ہے۔ اور بیشتر علماء کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہے۔ علامہ شامی نے احناف کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے یہاں توبہ اس کی قبول کی جائے گی۔ ''ان مذهب ابى حنيفة و اصحابه القول بقبول التوبة.'' (شامی: ۲۳۳/۴)

خلاصہ یہ نکلا کہ تمام علماء کا بلا کسی تفریق قول کے اس امر پر اجماع منقول ہے کہ توبہ سے قبل یا توبہ اور رجوع نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ دور حاضر میں جو بعض لوگ حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے اور اس گستاخی پر کتاب لکھنے والی کی سزا قتل یا پھانسی تجویز کی گئی ہے۔ یہ اجماع کے موافق ہے۔ اور بالکل صحیح ہے۔ اور کسی کہنے والے کا یہ قول کہ اس پر نظر ثانی کی جائے یا اسے معاف کر دیا جائے شریعت سے جہالت ہے۔ یا مداہنت یا دشمنان اسلام کی موافقت ہے۔ جو ایک کلمہ گو کے لئے زیبا نہیں۔ اور کمال ایمان اور حب رسول کے خلاف ہے۔

آگ کی سزا سے آپ ﷺ منع فرماتے

حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو جو اسلام سے مرتد ہوگئی تھی آگ کی سزا دی

تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کی خبر پہنچی کہ اگر میں ہوتا تو ان لوگوں کو قتل کردیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کی وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مذہب سے پھر جائے اس کو قتل کردو۔ اور میں اس کو جلاتا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو اللہ پاک کے سزا کی طرح سزا مت دو۔ جب حضرت علی کو یہ خبر پہنچی تو کہا حضرت ابن عباس نے سچ فرمایا۔ (ترمذی: ۲۷۰)

حضرت حمزہ اسلمی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ میں ہمیں بھیجا اور فرمایا کہ اگر فلاں پر تم قدرت پالینا تو اسے جلادینا۔ پھر آپ نے فرمایا قدرت پالو تو قتل کردینا جلانا نہیں کہ آگ کا عذاب آگ کے پیدا کرنے والے کے لئے ہے۔ (کنز: ۴۰۷/۵)

فَائِدَہ: کسی مخلوق کو آگ کی سزا، آگ میں جلانا اور آگ سے مارنا درست نہیں ہے۔ آگ کی سزا خداوند قدوس کے ساتھ خاص ہے۔ جن جرموں کی سزا قتل ہے، مثلاً قصاص میں ارتداد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے میں تو اس میں تلوار سے یا بندوق سے قتل کرنا جائز اور مشروع ہے۔ مگر آگ سے جلا کر مارنا درست نہیں۔

جو لوگ کسی انسان کو آگ میں جلا دیتے ہیں یہ انتہائی وحشت ناک اور حیوانی درندگی سے بھی بدتر ہے۔ جانور کو درست نہیں تو انسان اشرف المخلوقات کو کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ آگ کی سزا اللہ پاک جس نے پیدا کیا ہے اسی کے لئے شایان شان ہے۔ مخلوق کے لئے درست نہیں۔ شریعت مطہرہ میں ایسی سزا جو زیادہ تکلیف دہ ہو منع ہے۔ اس لئے مجرم کو شیر کے سامنے ڈالنا۔ ہاتھ پیر کاٹنا، موت کے کنوئیں میں بھوکے مارنا، ہاتھ پیر باندھ کر مرنے کے لئے چھوڑ دینا۔ وغیرہ اس قسم کی سزائی ممنوع ہیں۔ اسی لئے شریعت نے حدود کے علاوہ میں کوڑے اور حبس جیل کی سزا مشروع کی۔ جس میں سزا کے ساتھ انسانی احترام بھی ملحوظ ہے۔

مزید یہ کہ اصل سزا کا مقام اور اس کی جگہ تو آخرت ہے دنیا کی سزا تو صرف مصلحتاً نظام امن باقی رکھنے کے لئے ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے لئے آگ کی سزا دینی جائز نہیں ہے سوائے آگ کے مالک کو۔ (یعنی خدائے تعالیٰ کو)۔ (کنز العمال: ۳۹۱/۵)

حضرت حمزہ بن عمر اسلمی سے مروی ہے کہ اگر تم کسی پر قدرت پاؤ (شرعاً اس کی جان جائز ہو) تو اسے قتل کردو۔ مگر اسے آگ میں مت جلاؤ اس لئے کہ آگ کی سزا صرف آگ کا مالک ہی دے سکتا ہے۔

(کنز العمال: ۳۹۱/۵)

حضرت ابودرداء سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کے سزا دینے کی طرح تم سزا مت دو۔

(کنز العمال: ۳۹۵/۵)

حرام کو حلال سمجھ کر گناہ کرے تو اس کی سزا قتل فرماتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں سے پوچھا (یہ جھنڈا لے کر) کہاں جا رہے ہو تو انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی جانب بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے (جو اس کی والدہ نہ ہوگی) سے نکاح کر لیا ہے۔ تو آپ نے حکم دیا کہ میں اس کی گردن ماردوں، قتل کردوں۔

(ابن ماجه: ١٩٠، طحاوی: ٨٥)

فَائِدَہ: اس شخص نے اپنے باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کر لیا تھا۔ اور سوتیلی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس نے حرام کو حلال سمجھا اور اس فعل قبیح کا ارتکاب کیا اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ اسلام کی حالت میں ایسی حرکت کرے گا تو کافر و مرتد ہو جائے گا۔ اور اسلام کے بعد کفر اور ارتدار کو اختیار کرے گا تو اس کی سزا قتل اور گردن زنی ہے۔ اور اس کا مال بھی مباح ہو جائے گا۔ اور بیت المال میں داخل ہوگا۔ چنانچہ حاشیہ ابن ماجہ میں ہے ''فعله استحلالاً.'' (حاشیه ابن ماجه: ١٩)

اسی طرح طحاوی میں ہے ''دل ذلك ان التزوج كان بتزوجه مرتدا لا حاربا.'' (طحاوی: ٨٦)

خلاصہ یہ کہ کسی حرام امر کو حرام نہ ماننا اور اس کے حرام ہونے کا انکار کرنا ارتداد ہے۔ ہاں اگر حرام کا ارتکاب غلطی سے یا گناہ سمجھ کر کرے تو اس سے صرف گناہ ہوگا۔ کافر نہ ہوگا۔ کہ جب وہ گناہ سمجھ رہا ہے تو اسے بچنے کی توفیق ہو سکتی ہے۔ یہی ایمان ہونے کی پہچان ہے۔

اضحیہ قربانی کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اور پاکیزہ طریق کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام مدینہ کے دس سال میں قربانی فرماتے رہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قیام کے دس سال قربانی فرماتے رہے۔
(ترمذی: ۲۷۷)

ابن سیرین نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قربانی واجب ہے کیا۔ تو جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کرتے رہے اور مسلمان اس کے بعد کرتے رہے اور اس سنت پر عمل ہوتا رہا۔ (ابن ماجہ: ۲۲۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں بقرعید کے دن قربانی کی۔ (نسائی: ۲۰۳)

فائدہ: قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک یادگار ہے اور اس ایام میں سب سے افضل اور اہم عبادت ہے۔ ہر مسلمان کے لئے مسنون ہے اور صاحب نصاب پر واجب ہے۔

قربانی سے پہلے اور قربانی کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا دعا پڑھتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو بڑے سینگ والے مینڈھے جو خصی شدہ اور بھورے رنگ کے تھے قربانی کی۔ جب ان دونوں کو قبلہ کی طرف کیا تو یہ دعا پڑھی:

انی وجهت وجهی للذی فطر السماوات و الارض علی ملة ابراهیم حنیفاً و ما انا من المشرکین ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰه رب العالمین لاشریك له و بذالك امرت و انا من المسلمین اللهم منك و لك عن محمد و امته بسم اللّٰه اللّٰه اکبر.

پھر ذبح کیا۔ (ابوداؤد: ۳۸۷، ابن ماجہ: ۲۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو منبر سے اترے، مینڈھا لایا گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور "بسم اللّٰه اللّٰه اکبر" پڑھا۔ (ابوداؤد: ۳۸۸، ترمذی: ۲۷۸)

اسی طرح حضرت انس کی راویت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم اللّٰه اللّٰه اکبر" کہا اور ذبح کیا۔

(مسلم: ۱۵۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بسم الله اللهم تقبل من محمد و آل محمد و من امة محمد" پھر ذبح کیا۔ (مسلم: ۲/۱۵٦)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی کا جانور خود ذبح فرماتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھورے چتکبرے مینڈھے کو ذبح کیا میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک کو اس کے پہلو پر رکھے ہوئے ہیں۔ بسم اللہ کہا اور اللہ اکبر کہا اور دونوں کو اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح فرمایا۔ (بخاری: ۸۳٤، مسلم: ۱۵۵، ترمذی: ۲۷۵، نسائی: ۲۰٤، ابو داؤد: ۲۸٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھورے مینڈھے کی جو بڑے سینگ والے تھے ان کی اپنے ہاتھ سے قربانی کی۔ (بخاری: ۸۳٤/۲، نسائی: ۲۰۷، ابو داؤد: ۳۸٦)

فائدہ: اپنے جانور کی قربانی خود اپنے ہاتھ سے کرنی بہتر اور مسنون ہے۔ جیسا کہ آپ خود اپنے دست مبارک سے فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے باب قائم کیا ہے۔ "ذبح الرجل الاضحية بيده." (نسائی: ۲۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا خاص طور پر بیدہ کہنا اسی طرف اشارہ ہے۔ تاہم صحت اور طاقت نہ ہو تو نہ کرے دوسرے سے کروالے۔ آپ کی قربانی دوسروں نے بھی کی۔ چنانچہ نسائی کی روایت میں ہے۔ بعض جانور کی قربانی آپ نے فرمائی اور بعض جانور کی قربانی دوسروں نے کی۔ (نسائی: ۲۰۷)

بقرعید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر قربانی فرماتے

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج کے دن سب سے پہلے جو ہم کریں گے وہ نماز (بقرعید) پڑھیں گے۔ پھر قربانی کریں گے۔ جو اس طریقہ سے کرے گا وہ ہماری سنت پر عمل کرے گا۔ اور جو نماز سے پہلے قربانی کرے گا اس نے گھر والوں کے لئے گوشت کا پہلے حساب لگالیا۔ یہ قربانی نہیں ہوگی۔ (بخاری: ۸۳۲/۲)

حضرت جندب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بقرعید کے موقعہ پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک ذبح کردہ بکری دیکھی تو آپ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا وہ اس کی جگہ دوبارہ ذبح کرے۔ اور جس نے ذبح نہیں کیا ہے "بسم الله الله اكبر" کہہ کر ذبح کرے۔ (مسلم: ۱۵۳/۲)

فائدہ: قصبات اور شہروں میں جہاں عید بقرعید کی نماز ہوتی ہو۔ وہاں نماز سے فارغ ہونے کے بعد قربانی درست ہو جاتی ہے اگر نماز سے پہلے قربانی کرلی تو یہ معتبر نہیں یہ گوشت کا ذبیحہ ہوا۔ قربانی نہیں ہوئی دوسری

قربانی کرنی پڑے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی قربانی کرتے اور امت کو بھی قربانی کا حکم فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! قربانی کرو۔ اور قربانی پر خدا سے ثواب حاصل کرو۔ اگرچہ اس کا خون زمین پر گرتا ہے مگر وہ اللہ پاک کی حفاظت میں چلا جاتا ہے۔

(ترغیب: ۲/۱۵۵، مجمع: ۴/۱۷)

فائدہ: قربانی اسلامی عبادات میں افضل ترین عبادت ہے۔ اسلامی شعائر میں ہے۔ صاحب نصاب شرعی مالدار پر قربانی واجب ہے۔ (شامی: ۳۱۳)

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرات صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ قربانی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ پھر صحابہ نے پوچھا ہم کو اس میں کیا ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا ہر بال کے بدلہ ایک نیکی۔ (ترغیب: ۱۵۴، ابن ماجہ: ۲۲۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے محبوب بیٹے کی قربانی کا ارادہ کرلیا۔ اور آزمائش میں کامیاب ہوگئے۔ تو اللہ پاک نے اس کے بدلے ایک مینڈھا بھیجا اس کی قربانی کی۔ یہ انہی کی یادگار ہے۔

وسعت ہونے کے بعد قربانی نہ کرنے پر سخت ڈانٹ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قربانی کرنے کی طاقت رکھے اور پھر نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔ (دارمی: ۲/۲۷۷، ترغیب: ۲/۱۵۵، ابن ماجہ: ۲۲۶، حاکم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صاحب نصاب ہو، قربانی مالدار ہونے کی وجہ سے اس پر واجب ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو آپ نے زجراً توبیخاً فرمایا پھر وہ عیدگاہ بھی نہ آئے۔ جس کے حکم کے امتثال میں وہ نماز کے لئے آرہا ہے۔ اسی کا حکم تو قربانی کا ہے۔ یہ فرق کیوں؟ اس کا مطلب جو آسان ہوا تو وہ کرلیا جس پر مال کے خرچ کا بوجھ ہوا اسے چھوڑ دیا۔ تو یہ اللہ کا حکم ماننا ہوا، یا نفس کا۔ یہ تو نفس کا حکم ماننا ہوا۔ خیال رہے کہ آپ نے ڈانٹ کے طور پر فرمایا نماز عید بہر حال نہ چھوڑے کہ واجب ہے۔

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ قربانی کو اللہ پاک نے سورہ صافات میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ "فلما بلغ معه السعى قال يا بنى انى ارى فى المنام انى اذبحك" جب وہ یعنی حضرت اسماعیل

علیہ السلام چلنے پھرنے کے لائق ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے تو حضرت ابراہیم نے ان سے فرمایا میں خواب دیکھتا ہوں کہ تم کو ذبح کررہا ہوں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب ۳ روز متواتر دکھایا گیا۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اس لئے اس خواب کا مطلب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم ہوا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کردوں۔

اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ذبح کا حکم ہوا ہے۔ اور وہ پوری طرح ذبح پر آمادہ ہو گئے۔ بیٹے کو قربانی کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آ گیا تھا کہ وہ قوت بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو۔ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔ ”فانظر ماذا تری.“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے کہا دیکھ لو تم کیا سمجھتے ہو یعنی کیا کہتے ہو۔ آپ نے مشورہ کے انداز میں بیٹے سے اس لئے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ کا یہ حکم معلوم ہو جائے گا تو وہ ذبح کی اذیت سہنے کے لئے پہلے سے تیار ہو سکے گا۔ نیز اگر بیٹے کے دل میں اگر کچھ تذبذب ہوا تو اسے سمجھایا جا سکے گا۔ لیکن وہ بیٹا بھی اللہ کے خلیل کا بیٹا تھا۔ اور اسے خود منصب رسالت پر فائز ہونا تھا اس نے جواب میں کہا:

”یا ابت افعل ما تؤمر.“ اے میرے باپ کس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اسے کر گذرئے۔ یعنی مجھے ذبح کا حکم اگر میرے پروردگار نے دیا ہے تو آپ اس کی تعمیل کیجئے میں بخوشی تیار ہوں۔ میرے بارے میں مت سوچئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین اور اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

”ستجدنی انشاء اللّٰہ من الصابرین.“ انشاء اللہ آپ مجھے (اس شفقت آمیز قتل پر) صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت ادب اور تواضع کو دیکھئے ایک تو انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالے کردیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی اسے ختم کردیا۔

”فلما اسلما“ پس جب دونوں نے سر جھکا دیا یعنی تعمیل کرنے لگے یعنی باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہو جانے کا ارادہ کرلیا۔

بعض تاریخی وتفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے ۳ مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی۔ ہر بار اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا۔ آج تک منیٰ کے ۳ جمرات پر اسی محبوب عمل کو یادگار کنکریاں مار کر منائی جاتی ہیں۔ بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربانی گاہ پر پہنچے تو حضرت اسماعیل نے اپنے والد سے کہا ابا جان مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے

اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیرئے گا تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے۔ کیوں کہ موت بڑی سخت چیز ہے۔ اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان سے میرا سلام کہہ دیجئے گا اور اگر آپ میرا قمیص والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں۔ شاید اس سے انہیں کچھ تسلی ہو......
حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب یہ دیتے ہیں بیٹے تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا پر نم آنکھوں سے انہیں باندھا۔

"وتله للجبين" انہیں پیشانی کے بل خاک پر لٹا دیا...... شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں سیدھا لٹایا تھا۔ لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کر دیا تھا...... اس موقع پر بیٹے نے خود یہ فرمائش کی ابا جان مجھے چہرے کے بل کروٹ سے لٹا دیجئے اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا ہے اس کے علاوہ چھری مجھے نظر آتی ہے۔ تو مجھے بھی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی:

"و ناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرؤيا" اور ہم نے انہیں آواز دی اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اب یہ آزمائش پوری ہو چکی اس لئے اب انہیں چھوڑ دو۔

"انا كذالك نجزى المحسنين" ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنے تمام جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ہم بالآخر اسے دنیوی تکلیف سے بھی بچا لیتے ہیں اور آخرت کا اجر و ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

"و فديناه بذبح عظيم." اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے ...... بہرحال یہ جنتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا اور انہوں نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا۔ (ماخوذ معارف القرآن: ٤٦١/٢)

اسی واقعہ ابراہیمی کی یادگار میں بقرعید میں قربانی کا حکم ہوا کہ ان کو تو میں نے محبوب اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تھا۔ تاکہ میں ان کو آزماؤں میرے حکم کی تعمیل میں کوئی چیز حتیٰ کہ فطری محبت جو محبوب و ہونہار بیٹے سے ہوتی ہے مانع اور رکاوٹ نہیں بنتی۔

چنانچہ وہ آزمائش میں پورے اترے اور اللہ کے حکم کے سامنے بیٹے کی محبت کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ تم کو

جانور کی قربانی کا حکم دیتا ہوں جس میں تمہاری بہت معمولی آزمائش ہے کہ مال کی محبت تو حائل ہو کر روک اور مانع تو نہیں بنتی۔ چنانچہ اس موقعہ پر اللہ کے کروڑوں بندے حکم الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے یادگار ابراہیمی کا میں حسب استطاعت دربار خداوندی میں قربانی پیش کرتے ہیں۔ یہی مطلب ہے حدیث پاک میں سنت ابراہیمی کا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ فعل اتنا پسند آیا کہ رہتی دنیا تک بقرعید میں قربانی کا حکم دیا۔

قربانی کے جانور کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہوئے گناہ کی معافی

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ اٹھو اپنی قربانی کے جانور کے پاس جاؤ اور رہو۔ اس لئے کہ اس کے خون کے پہلے قطرہ سے تمام پچھلے گناہ جو تم سے ہوئے معاف ہو جائیں گے۔ (بزار، ترغیب: ١٥٤)

قربانی کا ثواب ترازو میں ۷۰ گنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اٹھو قربانی کے پاس حاضر رہو، اس کا خون کا پہلا قطرہ جو ٹپکے گا تمہارے تمام گناہ کو معافی اور مغفرت ہو جائے گی۔ اس کے گوشت خون کو ترازو میں وزن کیا جائے گا اسے ۷۰ گنا کر دیا جائے گا۔ (ترغیب: ١٥٤)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تمام ضابطہ تو یہ ہے کہ نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے مگر قربانی کا ثواب ۷۰ گنا ہوتا ہے۔ یعنی قربانی کے ایام میں نماز تلاوت ذکر کے ثواب تو حسب معمول دس گنا ملے گا مگر قربانی کے جانور کا ثواب ۷۰ گنا ہوگا۔ مثلاً ایک جانور کی قربانی کرے گا تو ۷۰ جانور کی قربانی کا ثواب پائے گا۔

اللہ اللہ کس قدر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت کی وسعت اور بندوں پر ان ایام میں شفقت و انابت کہ کرے ایک اور ملے ۷۰۔ پھر افسوس پھر بھی ہم اس عمل میں کوتاہ اور غافل ہیں۔ باوجودیکہ وسعت مال اور دنیا کی محبت میں اس پر توجہ نہیں دیتے۔ اس کی اہمیت نہیں سمجھتے کتنے لوگ تو کرتے نہیں۔ اور جو کرتے ہیں تو کم سے کم قیمت والا۔ تاکہ روپیہ کم لگے۔ حالانکہ اس پر جو روپیہ لگے گا اس کا ثواب اور عبادت کے مقابلہ میں ۷۰ گنا ملے گا۔

قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی عمل بہتر نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے ایام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ کوئی عمل پسندیدہ نہیں۔ (ترمذی: ٢٧٥، ترغیب: ١٥٤)

فَائِدَہ: قربانی کے دنوں میں خواہ امیر ہو یا غریب قربانی سے زیادہ بہتر عمل کوئی نہیں۔ غریب پر گو واجب نہیں اس کے لئے حسب استطاعت بہتر ہے۔ صدقہ خیرات سے بہتر ان ایام میں قربانی کرنا ہے۔ خواہ خود ہی گھر میں خرچ ہو جائے گوشت کو صدقہ خیرات کرے گا تو قربانی کے علاوہ اس کا ثواب ملے گا۔

قربانی کے ایام میں قربانی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے دنوں میں قربانی پر خرچ کیا جائے اس سے زیادہ اللہ کو کوئی عمل محبوب نہیں۔ (ترغیب: ۲/۱۵۵، ابن ماجہ: ۲۲۵، دارمی: ۲/۲۸۲)

فَائِدَہ: اس لئے قربانی پر مال خرچ کرنا خواہ نفلی سہی زیادہ باعث ثواب ہے۔

اچھے اور بہتر جانور کی قربانی پر جہنم سے بچاؤ

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھے بہتر (قیمتی اور اچھے) جانور کی قربانی محض ثواب کے لئے (اس کے لئے نہیں کہ اس کا گوشت عمدہ ہوگا) کرے گا وہ اس کے لئے جہنم سے بچنے کا سبب ہوگا۔ (ترغیب: ۱۵۵، کنز العمال: ۸۵)

فَائِدَہ: مستحب اور سنت ہے کہ اچھے بہتر موٹے جانور کی قربانی کرے چاہے زائد رقم لگے۔ عموماً لوگ باوجود مالی وسعت کے قربانی کے جانور میں بخل کرتے ہیں اور دوسرے گھریلو امور میں خوب فراوانی سے خرچ کرتے ہیں کپڑے جوتے دیگر امور میں قیمتی سامان خریدتے دریغ نہیں کرتے۔ مگر قربانی کے جانور میں بخل کرتے ہیں یہ کمال ایمان کے خلاف ہے۔

طیب نفس خوشی سے قربانی کا حکم اور اس کا ثواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً یہ مروی ہے کہ قربانی کرو۔ اس سے اپنے نفس کو خوش رکھو جو مسلمان بھی اپنی قربانی کو قبلہ کے رخ کرتا ہے اس کا خون، اس کی سینگ، اس کے بال و (کھال) قیامت کے دن میزان میں رکھ دیا جائے گا۔ (کنز: ۵/۱۰۱)

مطلب یہ ہے کہ جانور کے ہر عضو کو میزان میں تول کر ثواب دیا جائے گا۔ اچھا موٹا فربہ ہوگا تو ثواب زیادہ پائے گا۔

آپ قیمتی اور بڑے سینگ والے خوبصورت جانور کی قربانی فرماتے

حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو ایسے مینڈھے خریدتے جو موٹے بڑے اور سینگ والے اور بھورے (سفید اور سیاہ مخلوط رنگ والے) اور خصی شدہ ہوتے۔ (ابن ماجہ: ۲۶۶)

فائدہ: موٹے تندرست اور املح کو آپ پسند فرماتے۔ املح کا کیا مفہوم ہے۔ علامہ شامی نے املح کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس کی سفیدی اس کی سیاہی پر غالب ہو۔ اور بعضوں نے بالکل سفید بھی مراد لیا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ سفید ہو اس میں چند سیاہ بال ہوں۔ (شامی: ٦/٢٣٢ مصری)

بڑے سینگ والے جانور کو آپ بہتر فرماتے

حضرت ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بہترین قربانی کا جانور ایسا مینڈھا ہے جو بڑی سینگ والا ہو۔ (ابن ماجه: ٢٢٦)

فائدہ: تندرست اور بڑے سینگ والے کی قربانی آپ کو پسند تھی۔ ایسا جانور دیکھنے میں بھی اچھا ہوتا ہے۔ اس کی قیمت بھی زائد ہوتی ہے۔ بدائع میں ہے کہ ایسا بکرا یا مینڈھا جو بڑی سینگوں والا ہو۔ خصی شدہ ہو اور املح (بھورے رنگ کا ہو۔ (شامی: ٦/٣٣٢)

قربانی کے یہ جانور پلصراط کی سواری ہوں گے۔ اسے اچھا رکھنے کا حکم فرماتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قربانی کے جانور کو چست قوی رکھو۔ یہ تمہارے لئے پل صراط کی سواری ہے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ قربانی کا جانور چست چالاک فربہ طاقتور رہے گا تو یہ پل صراط پر جلدی اور تیزی سے گذر کر جہنم پار کر کے جنت پہنچادے گا۔ اگر کمزور دبلا پتلا ہوگا تو دیر سے آہستہ سے گذارے گا اندیشہ ہے کہ کمزور اور دبلا ہونے کی وجہ سے لڑکھڑا کر گرا نہ دے اور جہنم میں نہ پہنچادے۔ اس لئے قربانی کا جانور بہتر سے بہتر خریدے۔

موٹے فربہ اور قیمتی جانوروں کی قربانی کا آپ ﷺ حکم دیتے

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا۔ موجود کپڑوں میں (بقرعید کے موقعہ پر) بہتر کپڑے پہنیں۔ موجود خوشبوؤں میں بہتر خوشبو لگائیں۔ موجود گائیوں میں موٹے فربہ گائے کی قربانی کریں۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢٠)

حضرت ابوالاسد اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے افضل اور بہتر قربانی کا وہ جانور ہے جو زیادہ قیمتی ہو اور فربہ و موٹا ہو۔ (مجمع الزوائد: ٤/٢١)

ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ پاک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ محبوب وہ جانور ہے جو زیادہ قیمت کا ہو اور فربہ ہو۔ (کنز العمال: ٨٨)

فائدہ: خیال رہے کہ قربانی کا جانور موٹا اور فربہ اور قیمتی ہونا بہتر اور زیادہ سے زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

خدائے پاک کے دربار میں پیش کیا جانے والا اچھا اور عمدہ ہونا چاہئے کمزور بہت سستا دبلا نہیں ہونا چاہئے۔ جس قدر زیادہ قیمت کا جانور ہوگا اتنا ہی ثواب ہوگا۔ جس طرح نماز، عبادت، ذکر تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔ اسی طرح جانوروں کی خریداری پر لگی رقم کا ثواب ملتا ہے۔ اکثر و بیشتر لوگ بخل کی وجہ سے سستا دبلا کمزور جانور خریدتے ہیں۔ اس سے ثواب کم ملتا ہے۔ نفس جب جب سستا جانور اور کم دام والا جانور خریدنے کہے جس کی زیادہ قیمت ہو اور بہتر ہو اس سے بچے اور اعراض کرے تو نفس کو کہے جس خدا نے روپیہ دیا ہے جس کے فضل و توفیق سے ہم قربانی کے لائق ہوئے۔ غنی صاحب نصاب ہوئے۔ اسی میں تو یہ روپیہ جارہا ہے۔ میں نے دیا ہے جس نے نوازا ہے اسی کے حق میں جارہا ہے۔ اس طرح سمجھائے اور قیمتی جانور خریدے۔ تاکہ کل قیامت میں زیادہ ثواب پائے۔

حدیث پاک میں ہے آپ ﷺ موٹا فربہ جانور خریدتے۔ (مجمع الزوائد: ۲۲/٤)

پس سنت سمجھ کر فربہ موٹا و خوب صحت مند جانور خریدے۔

ایک حدیث میں اچھے اور موٹے جانور کی قربانی جہنم سے بچاؤ ہے۔ (ترغیب: ١٥٥)

اسی نے شیطان اچھے اور موٹے میں رقم لگنے کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم کرادیتا ہے۔

آپ ﷺ نے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گائے کی قربانی کی اور یہ سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ منیٰ میں تھے کہ گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے کہا یہ کیا کہا یہ گائے کا گوشت ہے۔ آپ ﷺ نے بیوی کی طرف سے گائے کی قربانی کی تھی۔ (اسی کا گوشت ہے)۔

(ابن خزیمہ: ۲۸۹/٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کی جاب سے گائے قربانی کی تھی۔

(بخاری، ابن خزیمہ: ۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں ازواج مطہرات کی قربانی میں گائے ذبح کیا تھا۔

(بلوغ الامانی: ٤٠/١٣)

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے حج کے موقعہ پر گائے کہ قربانی میں مسلمانوں کے سات حصے کا حکم دیا تھا۔ (بلوغ الامانی: ٣٨/١٣)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے حدیبیہ کے موقع پر اونٹ کی اور گائے کی قربانی کی تھی جس میں سات حصے تھے۔ (ابن خزیمہ: ۲۸۸/٤، بلوغ الامانی: ٣٨/١٣)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہم لوگ ایک سفر میں تھے۔ قربانی کا دن

آ گیا، ہم لوگوں نے گائے کی قربانی میں شرکت کر لی اور اس میں سات حصے کیئے۔ (ترمذی: ۱/۱۸۰)

فَائِدَہ: گائے کی قربانی سنت سے ثابت ہے، اور مسنون ہے، آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ میں ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی۔ اور اس کا گوشت ازواج مطہرات کو بھیجا۔ بھینس کے مقابلہ میں گائے کی قربانی افضل بہتر اور مسنون ہے۔ جہاں فتنہ فساد اور ضرر کا دنیاوی گرفت اور مواخذہ کا اندیشہ نہ ہو، وہاں یہ بہتر ہے۔ ورنہ اجتناب کرنا، احتیاط کرنا بہتر ہے۔ خیال رہے کہ یہ بچنا فی نفسہ جانور کے احترام واکرام کی وجہ سے نہ ہو کہ یہ درست نہیں بلکہ دنیاوی ضرر اور فتنہ کی وجہ سے ہو۔

چھوٹے جانور کی قربانی بہتر ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بہترین قربانی مینڈھے کی ہے۔

(ترمذی: ۲۷۸، ابن ماجہ: ۲۲٦، ترغیب: ۱۵۵)

فَائِدَہ: بڑے جانور میں سات حصے ہوتے ہیں۔ اور چھوٹے جانور بکری مینڈھے میں ایک حصہ ہوتا ہے۔ بڑے جانور کے ایک حصہ کے مقابلہ میں چھوٹے جانور کی قربانی بہتر ہے۔ چونکہ اس کی قیمت بھی بڑے جانور کے ایک حصہ سے زائد ہوتی ہے۔ اور قیمت اور مال کی زیادہ ثواب کی زیادتی کا باعث ہے۔

قربانی کے جانور کی کھال آپ ﷺ فروخت کرنے سے منع فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے جانور کی کھال کو فروخت سے منع فرمایا ہے۔ (ترغب: ۱۵٦)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے رسول پاک ﷺ نے حکم دیا کہ (قربانی کی) کھال کو ان کی جھول کو تقسیم کر دوں ان میں کچھ بھی قصائی ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہ دوں۔ (تلخیص: ۲/۱٤٤)

فَائِدَہ: قربانی کے جانوروں کی کھال کو فروخت کرنا منع ہے، اسی طرح قصائی کو اجرت میں دینا منع ہے۔ اس کا صدقہ کرنا یا کسی کو ہبۃً دے سکتا ہے اور خود بھی رکھ سکتا ہے۔ اگر کھال فروخت کیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جائے گا اور اس کا مصرف وہی ہوگا جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

قربانی کے وقت قربانی کرنے والے کو حاضر رہنا مسنون ہے

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہ اٹھو اپنی قربانی کے پاس حاضر رہو، اس کے پہلے قطرے کے گرتے ہی تمہارے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(ترغیب: ۲/۱۵٤، تلخیص: ۱٤۳)

فَائِدَہ: اس روایت میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا اٹھو جاؤ قربانی کے پاس رہو، اس سے معلوم

ہوا کہ اگر وہ اپنے جانور کو اپنے سے ذبح نہ کر سکے تو قربانی کے وقت سامنے حاضر رہے۔ اور قربانی کے ثواب کا دھیان رکھے۔ یہ بہتر نہیں کہ اس کے جانور کی قربانی ہو رہی ہے اور یہ ادھر ادھر پھر رہا ہو۔ یہ بے پرواہی اور اہمیت نہ ہونے کی علامت ہے۔ انسانی فطرت ہے آدمی کے نزدیک جس کام کی اہمیت ہوتی ہے اس کام کے وقت وہ حاضر رہتا ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ذبح خود سے کرنا مستحب ہے یا پھر ذبح کے وقت حاضر رہنا مستحب ہے۔ (شرح مسلم: ۱۵۶)

فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے نہ کرے تو قربانی کے وقت حاضر رہے۔ (شامی: ۳۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے تیز چھری سے ذبح کا حکم فرماتے

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کو اچھی طرح بہتر طور پر کرنا اللہ کو پسند ہے۔ جب (قصاص میں) قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو۔ جب جانور ذبح کرو تو اچھی طرح کرو۔ چھری کو تیز کرلو جانور کو آرام پہنچاؤ۔ (ابن ماجہ: ۲۲۹، ابو داود: ۳۸۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ چھری کو تیز کرلیں۔ (ذبح کے وقت) دوسرے جانوروں کو بھی وہاں سے ہٹالیں اور آپ نے فرمایا ذبح کرو تو جلدی ذبح کرو۔ (ابن ماجہ: ۲۲۹)

ذبح سے پہلے چھری کو تیز دھاردار کرنے کا حکم دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ چھری، پھر فرمایا اسے تیز کرو۔ (مسلم: ۱۵۶/۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کی جہاں تک ہو سکے رعایت کرو۔ تکلیف اذیت نہ پہنچاؤ۔ چھری تیز کرلو۔ تیز چھری سے ذبح کرو تاکہ جلدی ذبح ہو جائے اور ذبح بھی جلدی سے کرو۔ آہستہ سے نہ کرو کہ جان دیر سے جانے پر تکلیف ہوگی۔ جلدی سے کس کر ہاتھ پھیرو۔ اور ذبح کے وقت دوسرے جانوروں کو وہاں پر نہ رہنے دے ہٹالے تاکہ وہ دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوں۔ ان امور کی رعایت کرے یہ اسلامی تعلیم ہے۔

وسعت ہو تو اپنے میت باپ دادا رشتہ داروں کی جانب سے قربانی کرے

حضرت حنش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ دو مینڈھے کی قربانی کر رہے ہیں تو میں نے پوچھا یہ کیا۔ تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں ان کی جانب سے قربانی کروں۔ تو میں ان کی جانب سے قربانی کر رہا ہوں۔ (ابو داؤد: ۳۸۵)

فائدہ: اولاً تو صاحب نصاب اور شرعی مالدار ہونے کی صورت میں اپنی جانب سے قربانی واجب ہے۔ پھر وسعت اور سہولت ہو تو اپنے باپ دادا، والدہ بھائی بہن کی جانب سے بھی قربانی کردے تاکہ ان کو اس کا عظیم

ثواب مل جائے۔ یہ مستحب اور تبرع ہے۔ اور گر مرنے والے نے وصیت کی ہے اور مال بھی چھوڑا ہے تو اس کے تہائی مال سے قربانی کی جائے گی۔ بشرطیکہ قربانی کی رقم تہائی مال کے اندر پوری ہو جاتی ہو۔ میت کی جانب سے وسعت پر قربانی مستحب ہے۔ اسی لئے محدثین نے باب قائم کیا ہے "الاضحیة علی المیت."

(ابو داؤد: ۳۸۵)

جس سے اس کے مشروع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس اپنے ان لوگوں کی جانب سے جو وفات پا چکے ہیں مثلاً دادا دادی نانا نانی وغیرہ۔ ان کی جانب سے ثواب پہنچانے کے لئے قربانی مسنون ہے اور سنت سے ثابت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی جانب سے بھی قربانی کی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو دو بڑے موٹے بھورے رنگ کے سینگ والے مینڈھے جو خصی شدہ ہوتے خریدتے ایک مینڈھا اپنی امت کی جانب سے کرتے، جس نے اللہ کے حق میں توحید کی اور آپ کے حق میں رسالت کی گواہی دی۔ اور دوسرا اپنی جانب سے اور اہل کی جانب سے کرتے۔ (ابن ماجہ: ۲۳۲)

فائدہ: علامہ شامی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ جس طرح یہ قربانی امت کے ان حضرات کی جانب سے تھی جو آئندہ آنے والے ہیں اسی طرح قربانی امت کے ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب سے بھی ہوئی جو آپ سے پہلے وفات پا چکے ہیں۔ "و قد صح ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ضحی بکبشین احدھما عن نفسه والآخر عمن لم یذبح من امته و ان کان منھم من قد مات قبل ان یذبح." (شامی: ۳۳۶/۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاً قربانی کے جانور کی کلیجی نوش فرماتے

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقرعید کے دن (نماز سے قبل کچھ) نہ کھائے یہاں تک کہ نماز کے بعد واپس آ جاتے۔ واپس آئے تو اپنی قربانی کی کلیجی کھاتے۔

(حاکم: ۲۹۴، تلخیص، سنن کبریٰ: ۲۸۳/۳)

فائدہ: قربانی یعنی بقرعید کے دن صبح سے نماز کے بعد تک کچھ نہ کھانا مسنون اور بہتر ہے۔ نماز کے بعد قربانی کرنا پھر اولاً اس کی کلیجی بھنوا کر کھانا سنت اور بہتر ہے۔ سب سے پہلی غذا اس دن پیٹ میں کلیجی کا پہنچنا ہے۔ زہری نے بیان کیا "من السنة ان تاکل اولاً من الکبد." سنت یہ ہے کہ اولاً کلیجی کھائے۔

(القرطبی: ۵۲/۱۲)

آپ ﷺ قربانی کے گوشت کو رغبت سے کھاتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تمام قربانی کے کچھ گوشت کو لے لیا جائے اور اسے ہانڈی میں ڈال دیا جائے۔ (پکایا جائے) چنانچہ آپ نے اس کا گوشت کھایا۔ شوربا پیا۔ (ابن ماجه: ۲۲۸)

حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قربانی کی۔ اور فرمایا اے ثوبان ذرا اس کے گوشت کو اچھی طرح پکاؤ۔ ثوبان کہتے ہیں کہ ہم لوگ گوشت کھا رہے تھے یہاں تک کہ مدینہ منورہ آ گئے۔

(ابو داؤد: ۳۸۹، دارمی، مسلم)

مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ بقرعید میں نماز سے قبل کچھ نہ کھاتے۔ نماز کے بعد اپنی قربانی سے کھاتے۔

(تحفة الاحوزی: ۳۸/۱)

فائدہ: آپ ﷺ قربانی کے گوشت کو بڑی رغبت سے کھاتے، چونکہ خدائے پاک کے دربار میں پیش کیا ہوا کھانا ہے۔ چنانچہ آپ نے جب اونٹوں کی قربانی فرمائی تو حکم دیا تمام قربانی کردہ اونٹ سے تھوڑا تھوڑا گوشت لے کر پکایا جائے چنانچہ آپ نے گوشت کھایا اور شوربہ نوش فرمایا۔

بڑے جانوروں میں سات حصہ کی اجازت دی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں نے اونٹ اور گائے میں ۷/۷ حصے کئے تھے۔ (ترمذی: ۲۷۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا گائے ۷/۷ کی جانب اور اونٹ ۷/۷ آدمی کی جانب سے ہیں۔ (ابو داؤد: ۳۸۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے گائے کو سات مسلمانوں کے درمیان شریک فرمایا۔

(احمد، تلخیص: ۱۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے ۷/۷ آدمیوں کو گائے میں شریک کیا۔ (مجمع: ۲۰)

وسعت ہو تو ایک قربانی آپ ﷺ کے نام سے کرے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے۔ ایک آپ ﷺ کی طرف سے اور ایک اپنا۔ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا مجھے اس طرح آپ ﷺ نے حکم دیا تھا۔ (ترمذی: ۲۷۵)

فائدہ: امت پر وسعت اور حیثیت اور موقعہ اور انشراح ہونے کی صورت میں مسنون اور بہتر ہے کہ جہاں اپنے اور اپنے اہل کی جانب سے قربانی کرے وہاں ایک قربانی آپ ﷺ کی جانب سے بھی کرے کہ آپ نے

جب قربانی فرمائی تھی تو ایک اپنی اور ایک امت کی جانب سے فرمائی تھی۔ جب آپ نے امت کی جانب سے قربانی فرمائی تھی تو امت کے لئے بہتر ہے کہ وہ آپ کی جانب سے ایک قربانی کرے۔ خواہ ایک جانور مثلاً بکری، مینڈھے کی قربانی کرے یا بڑے جانور کے ایک حصہ میں۔ ایک بہتر صورت یہ ہے کہ بڑے جانور میں ۶/آدمی شریک ہوں۔ ساتواں حصہ آپ ﷺ کے نام ہو جائے اور قیمت ۶/آدمی پورے جانور کی ادا کریں۔ اس طرح سب کی جانب سے آپ کی قربانی ہو جائے گی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ میت کی جانب سے قربانی کی جانی مشروع ہے۔

جانور کی عمر کم ہو تو اس کی قربانی سے منع فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مسنہ کے علاوہ کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔

(ابو داؤد: ۳۸۶)

فائدہ: خیال رہے کہ ایک تو قربانی کے لئے جانور متعین میں ہر جانور کی قربانی درست نہیں چنانچہ بکرا بکری مینڈھا مینڈھی گائے بیل اونٹ اونٹنی کی ہی قربانی ہو سکتی ہے۔ پھر ان جانوروں کی عمر بھی پوری ہو۔ بکری پورے ایک سال کی۔ گائے بیل دو سال کی، اونٹ پانچ سال کا۔ (شامی: ۳۲۲/۶)

اگر چھ ماہ کا بھیڑ دیکھنے میں ایک سال بھر کا لگتا ہو تو صرف بھیڑ میں قربانی کی اجازت ہے۔ بکری بکرا میں یہ بات ہو تو درست نہیں۔ (شامی: ۳۲۲/۶)

خیال رہے کہ ان جانوروں میں عمر کا اعتبار ہے۔ مسنہ اور جسم بدن کے موٹے فربے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ لہٰذا دس گیارہ ماہ کی بکری صحت و موٹاپے میں ڈیڑھ دو سال کے بکری کی طرح ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہوگی۔

صرف آپ ﷺ کی وجہ سے بھیڑ میں اس کی اجازت ہے کہ چھ سات ماہ کا ایک سال کا دیکھنے میں معلوم ہوتا ہو درست ہے۔

کیسے جانوروں کی قربانی سے آپ ﷺ منع فرماتے

عتبہ بن عبد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے انتہائی دبلے پتلے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔

(حاکم، تلخیص: ۱۴۰)

فائدہ: انتہائی دبلا پتلا مریل جانور کی قربانی سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ ویسے بھی یہ ایمان کی شان کے خلاف ہے کہ اپنے مالک اور خالق کی خدمت میں نہایت ہی خسیس چیز پیش کرے اللہ پاک غیور ہے اس کی غیرت کے خلاف ہے کہ ایسی بے قیمت چیز اس کے دربار میں پیش کرے۔ اس کی دی ہوئی جان اسی کا بخشا ہوا

مال ہے۔ پھر جہاں تک ہو سکے خوب بہتر سے بہتر اور قیمتی جانور پیش کرے۔ خدا کے خوشنودی کے علاوہ آخرت کا ثواب عظیم بھی ہے۔ شامی میں ہے دبلا پتلا ہو کچھ چربی بھی ہو اس کی قربانی کی جا سکتی ہے۔

(شامی: ۳۲۳)

جانور کی آنکھ اور کان کی سلامتی کو ملحوظ رکھنے کا حکم فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آنکھ اور کان کی سلامتی کو دیکھیں۔ (ابن ماجہ: ۲۲۷، ترمذی: ۲۷۵، طحاوی: ۲/۲۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آنکھ صحیح سالم رہیں اندھا کانا نہ رہے، اسی طرح کان کٹے نہ ہوں، کان کٹے کی قربانی درست نہیں۔ ہاں آدھا سے کم کٹے ہو ہوں تو جائز ہے گو مکروہ ہے۔ اگر پیدائشی کان نہ ہو تب بھی درست نہیں۔

(شامی: ۶/۳۲٤)

ان عیبوں والے جانور کی قربانی سے آپ ﷺ منع فرماتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کانے جانور کی قربانی نہ کریں۔ نہ ایسے جانور کی قربانی کریں جن کا کان سامنے سے آگے سے کٹا ہو یا پیچھے سے کٹا ہو، یا کان کٹا ہو یا کان میں سوراخ ہو۔ (ابو داؤد: ۳۸۸، ترمذی: ۲۷۵)

فائدہ: تمام عیوب والے جانور کی قربانی ممنوع ہے۔ مثلاً دم کٹا ہو، لنگڑا ہو کہ ۳ ر پیر سے چلتا ہو، چھیمی کٹی ہو، اندھا کانا ہو، ایسا دبلا پتلا ہو کہ بدن پر گوشت چربی نہ ہو، ناک کٹا ہو، خارشی ہو، اور دبلا ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں ان جانوروں کی قربانی درست نہیں ہے۔ ہاں اگر عیب معمولی ہو تھوڑا ہو مثلاً سینگ آدھا سے کم کٹی ہو تو جائز ہے۔ قربانی مگر مکروہ ہے۔ (شامی: ۳۲۵)

سینگ ٹوٹے اور کان کٹے کی قربانی سے منع فرماتے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سینگ ٹوٹے کان کٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے۔

(ابن ماجہ: ۲۳۷، ابو داؤد: ۳۸۸)

فائدہ: اگر سینگ ہوں اور بعد میں کسی بھی وجہ سے ٹوٹ گئے ہوں خواہ بیماری سے یا لڑنے سے تو ایسے جانور کی قربانی ممنوع ہے۔ ہاں اگر پیدائشی ہی سینگ نہ ہو اور دیگر کوئی عیب نہ ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔ اگر چوتھائی کٹے یا ٹوٹے ہوں تو اس کی قربانی کی جا سکتی ہے۔ (طحاوی: ۲۹۷)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اجماع ہے کہ پیدائشی سینگ نہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شرح مسلم: ۲/۱۵۵)

خاص طور پر ان چار عیبوں والے جانوروں کی قربانی سے منع فرماتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان چار عیبوں کی صورت میں قربانی درست نہیں کانا جس کا اندھا پن ظاہر ہو، لنگڑا کر چلتا ہو، اس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، بیماری والا ہو، اتنا دبلا پتلا ہو کہ ہڈی ہو اس پر گوشت نہ ہو۔ (ابوداؤد: ۳۰۷، ابن ماجہ: ۳۲۷، طحاوی: ۲/۲۹۷)

فائدہ: ان ۴/ عیبوں کو خصوصیت کے ساتھ آپ نے منع فرمایا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے علاوہ عیوب والے جانور کی قربانی جائز ہے۔ کانا، لنگڑا، سخت بیمار، اور انتہائی دبلے پتلے کی قربانی درست نہیں اور ہاں کچھ دبلا ہو چلتا پھرتا دوڑتا ہو تو درست ہے۔ اسی طرح ایسا بیمار یا دبلا ہو کہ قربان گاہ تک نہ جا سکتا ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں۔

قربانی کے گوشت کو کھانے کے علاوہ صدقہ خیرات و تقسیم کا حکم فرماتے

عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کو غریب اعرابی کی ضرورت اور ہمدردی کی وجہ سے ۳/ دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا۔ سو اب کھاؤ۔ ذخیرہ اندوزی کرو اور صدقہ کرو۔ (مسلم: ۱۵۸، ابوداؤد: ۳۸۹)

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ (شروع میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ ۳/ دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھیں۔ حکم دیا تھا کہ کھالیں اور صدقہ کردیں۔ ۳/ دن کے بعد نہ کھائیں۔ چنانچہ ہم لوگ اسی طرح کرتے رہے۔ پھر آپ نے ہمیں حکم دے دیا کہ ہم کھائیں بھی صدقہ بھی کریں اور ذخیرہ بھی کرلیں جو بہتر سمجھیں۔ (طحاوی: ۳۰۸)

فائدہ: غریب اور دیہاتوں کی رعایت میں ابتداء قربانی کے گوشت کو ۳/ دن تک کھانے کی اجازت دی تھی باقی کو صدقہ خیرات کا حکم دیا تھا تاکہ یہ لوگ بھی گوشت کھالیں۔ پھر جب یہ وجہ ختم ہوگئیں لوگوں میں کچھ وسعت ہوئی تو آپ نے رکھنے کا اور صدقہ خیرات کا حکم دیا۔ پس جب مصلحت وضرورت صدقہ کا حکم استحباباً باقی رکھا۔ لہٰذا قربانی کے گوشت میں سنت اور مستحب یہ ہے کہ سب اپنے لئے ذخیرہ بنا کر نہ رکھے بلکہ احباب میں پڑوسیوں میں غرباء میں تقسیم کردیں تاکہ قربانی نہ کر سکنے والے بھی گوشت کھا سکیں۔ قرطبی میں ہے کہ اکثر علماء کا قول ہے کہ ایک تہائی گوشت صدقہ کردے۔ (قرطبی: ۱۲/۵۲)

آج کل لوگ گرانی اور بخل کی وجہ سے گوشت تقسیم نہیں کرتے یا بہت معمولی تقسیم کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ تو چھوٹے جانور کی قربانی کرتے ہیں تو تقسیم نہیں کرتے سب کھانے کے لئے رکھ لیتے ہیں یہ سنت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ اور جب سے فریز نکل گیا ہے۔ لوگ تقسیم میں بخیل ہوگئے ہیں۔ فریج میں گوشت رکھ

دیتے ہیں سو یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ جس طرح اللہ پاک نے ان کو نوازا ہے۔ اسی طرح ان کو بھی چاہئے کہ دوسروں کو نوازیں صدقہ خیرات کریں۔ اگر اطراف کے لوگوں کے یہاں قربانی نہ ہو تو گوشت کو فریز میں رکھ کر ہفتوں کھانا یہ مقصد قربانی کے خلاف ہے۔ سو کچھ نہ کچھ تقسیم کر دینی چاہئے اور بعض لوگوں کے یہاں بڑے اور چھوٹے جانور کی قربانی ہوتی ہے تو بڑے کا گوشت تقسیم کرتے ہیں، اور چھوٹے کا نہیں کرتے ہیں کہ اس کا گوشت قیمتی ہوتا ہے یہ بھی خلاف سنت ہے۔ اور مروت اور اخلاق کے خلاف ہے۔ قیمتی ہونے کی وجہ سے اس میں زیادہ ثواب ملے گا۔ اللہ کے راستہ میں تو اور اچھی بہتر چیز خرچ کرنے کا حکم ہے۔

قربانی کرنے والے کو بال اور ناخن کاٹنے سے آپ ﷺ منع فرماتے

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ جب ذی الحجہ کا چاند دیکھے تو نہ بال کٹائے اور نہ ناخن تاوقتیکہ قربانی نہ کرے۔

(مسلم: ۱۵٦/۲، دارمی: ۲۷۸/۲، نسائی: ۲۰۱، ابو داؤد: ۳۸٦)

حضرت سعید بن مسیّب سے یحیٰ بن یعمر کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص قربانی کا جانور خریدے ذی الحجہ کے دس دنوں میں وہ ناخن اور بال نہ کاٹے، تو حضرت سعید نے کہا ٹھیک ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر تھا۔ (اعلاء السنن: ۲۷۱)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرتا اور ذی الحجہ کا عشرہ شروع ہوجاتا تو آپ بال وغیرہ کے کاٹنے سے منع فرماتے۔ (زادالمعاد: ۳۱۱/۲)

چنانچہ سنت یہ ہے کہ جو قربانی کا ارادہ کرے وہ ذی الحجہ کے چاند ہونے کے بعد سے قربانی ہونے تک کسی بھی مقام کے بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹیں۔ جب قربانی کا جانور ذبح ہوجائے تب بال اور ناخن کاٹیں اسی طرح ان کے لئے بھی مستحب ہے جو قربانی نہیں کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ قربانی گھر سے باہر عام جگہ میں فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ قربانی عیدگاہ میں فرماتے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے۔ (ابو داؤد: ۳۸۸، ابن ماجہ: ۴۲۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عام جگہ میں قربانی فرماتے۔ چونکہ عیدگاہ ایک عام جگہ ہے۔ گھر میں بھی قربانی جائز ہے۔ مگر کسی عام جگہ میں جہاں کھلی جگہ ہو بہتر ہے۔ حاشیہ ابو داؤد میں ہے کہ یہ بہتر اس وجہ سے ہے کہ فقراء اور مساکین کو اور گوشت وغیرہ لینے والے کو آنے میں آسانی ہو۔ اور اس میں اسلامی ایک فرائض اور شعائر کا اظہار اور اس کی شان وشوکت کا اعلان ہے۔ ہاں اگر کوئی فتنہ فساد کا اندیشہ ہو یا مصالح زمان کے خلاف ہو مناسب نہ

ہو تو پھر گھر میں کرنا افضل ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حالت مسافرت میں بھی قربانی فرماتے

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خادم حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر کہا کہ ذرا اس گوشت کو (مصالحہ وغیرہ لگا کر) درست کرلو، چنانچہ میں نے درست کرلیا۔ چنانچہ آپ اس سے کھاتے رہے، یہاں تک کہ آپ مدینہ پہنچ گے۔ (مسلم: ۱۵۹، ابو داؤد: ۳۸۹)

فَائِدَہ: حالت سفر میں مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

شامی میں ہے کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ ''فلا تجب علی حاج مسافر.'' (شامی: ۳۱۵)

ہاں وسعت ہو تو کرنا بہتر اور افضل ہے تاکہ وقت کا افضل ترین اعمال ادا ہو جائے۔ چونکہ قربانی کے ایام میں اس سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ آپ عبادتوں میں سبقت کرنے والے اعمال خیر میں مسارعت کرنے والے تھے تو بھلا افضل الاعمال کو کیسے ترک فرماتے اس میں امت کو ترغیب ہے کہ اگر قربانی شرعاً واجب نہ ہو تب بھی ثواب اور افضل الاعمال ہونے کی وجہ سے کرے صرف فرائض و واجبات ہی کی ادائیگی کے التزام نہ کرے بلکہ سنن و مستحبات اور افضل ترین اعمال کا بھی خیال رکھے اور خدا کے عطا کردہ مال میں بخل نہ کرے۔

اسی وجہ سے ان حجاج کرام پر جو منیٰ میں شرعی مسافر کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں باوجود صاحب نصاب ہونے کے قربانی واجب نہیں۔ ہاں اگر منیٰ میں مقیم ہونے کی حیثیت سے ہے تب قربانی واجب ہوگی اور یہ قربانی حج تمتع اور قران کی قربانی کے علاوہ ہوگی۔ ''کذا فی الدرالمختار فلا تجب علی حاج مسافر.'' (شامی: ۳۱۵)

قربانی کے چند مسائل

قربانی اس مرد عورت پر واجب ہے جس کے پاس ضرورت سے زائد دو سو درہم یا اس کی مالیت ہو۔ (شامی: ۳۱۲)

عورت کے پاس نقد مال یا دو سو درہم کی مالیت کا زیور سونا چاندی کی شکل میں ہو تو واجب ہے۔ (شامی)

شہر، قصبہ، گاؤں، دیہات ہر جگہ باشندے پر اگر وہ صاحب نصاب ہوں قربانی واجب ہے (شامی: ۳۱۵)

مقیم پر قربانی واجب ہے مسافر پر نہیں۔ حجاج کرام اگر مکہ میں منیٰ میں مقیم ہو جائیں اور صاحب نصاب ہوں تو ان پر قربانی واجب ہے۔

نابالغ بچہ اگر مالدار ہو اس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔ (شامی)

قربانی کے لئے ۳ دن ہے، ۱۰/۱۱/۱۲، ان میں افضل پہلا دن ہے۔ (شامی)

قربانی کا جانور تھا اور ۳ر دن گذر گئے قربانی نہ کرسکا تو اب اس جانور کو زندہ صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر ذبح کر دیا تو گوشت کو صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (شامی ۳۲۱)

رات کو قربانی کرنی مکروہ ہے۔ (شامی)

ذبح سے قبل قربانی کا جانور بچہ دے دے تو اس کی بھی قربانی لازم ہوگی۔ (شامی: ۳۲۲)

اگر صاحب نصاب مالدار نے کوئی جانور قربانی کے لئے صحیح سالم خریدا پھر وہ عیب دار ہوگیا تو دوسرا جانور صحیح سالم اس کے بدلہ میں حاصل کر کے قربانی کرنی ہوگی یہ عیب دار درست نہیں ہاں اگر غریب تھا جس پر قربانی لازم نہیں تھی تو ایسی صورت میں اس کو اس کے بدلے صحیح جانور حاصل کرنا ضروری نہ ہوگا یہی جانور کافی ہے۔ (شامی: ۳۲۵)

اگر ذبح اور قربانی کے وقت حرکت کرنے میں ادھر ادھر کرنے میں عیب دار ہوگیا تو اس سے کوئی حرج نہیں۔ (شامی)

اگر کسی غریب نے جس پر قربانی واجب نہیں تھی اس نے قربانی کے لئے جانور خریدا تو پھر وہ مرگیا تو اب اسے دوسرا خریدنا اور قربانی کرنا واجب نہیں ہاں صاحب نصاب پر دوسرے جانور کا خریدنا واجب ہوگا۔

(شامی)

قربانی کے لئے جانور خریدا یہ جانور گم ہوگیا یا چور چرا لے گیا۔ اس کے بدلہ قربانی کرنے والے نے دوسرا جانور خرید لیا پھر ادھر وہ گم شدہ یا چوری شدہ جانور بھی مل گیا۔ تو اگر مالدار ہے تو اس پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہوگی۔ دونوں کی نہیں۔ اس کے لئے بہتر ہے کہ پہلے جانور کی قربانی کرے۔ اور اگر غریب ہے تو پھر دونوں کی قربانی اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ (شامی: ۳۲۶)

شہر قصبات میں قربانی کا وقت نماز بقرعید سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ نماز سے پہلے کی قربانی درست نہیں اگر کرلیا تو پھر اس کی جگہ دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ (شامی: ۳۱۸)

اگر شہر میں متعدد مسجدیں ہوں تو جہاں دیگر مساجد کے مقابلہ میں پہلے نماز ہوتی ہو اس کے اعتبار سے قربانی کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً شہر کی متعدد مسجدوں میں سب سے پہلے ایک مسجد میں نماز ۸ر بجے ہوتی ہے اور باقی مسجدوں میں ۸ر بجے کے بعد تو ۸ر بجے کی نماز کے بعد شہر والوں کو قربانی کرنی جائز ہوجائے گی۔

(شامی، ص ۳۱۸)

دیہات اور گاؤں والوں کے لئے صبح کے بعد قربانی جائز ہے۔ (شامی: ۳۱۹)

اگر شہری اپنے جانور کی قربانی کرنے کے لئے دیہات چلا جائے تو یہ بھی دیہاتی کے حکم میں ہوجائے گا

اسے صبح کے بعد سے ہی قربانی جائز ہوجائے گی۔

اگر شہری جس پر قربانی واجب تھا اپنے جانور کو شہر سے دیہات بھیج دیا اور خود شہر میں رہا تو اس جانور کی قربانی صبح کے بعد جائز ہوجائے گی۔ (شامی: ۳۱۸)

شہریوں نے جانوروں کو دیہات میں رکھا یا دیہات والوں کے ساتھ حصہ لیا تو یہ قربانی کے جانوروں کی قربانی فجر کے بعد نماز سے قبل درست ہے۔ (شامی: ۳۱۸)

اگر شہر میں فتنہ فساد یا بلوے کی وجہ سے بقرعید کی نماز نہیں ہورہی ہے تو فجر کے بعد سے ہی قربانی درست ہے۔ ہاں بہتر ہے کہ زوال کے بعد کرے۔ (شامی: ۳۱۹)

نماز کے بعد قربانی کا جانور ذبح کیا گیا پھر معلوم ہوا کہ بقرعید کی نماز لوٹائی جائے گی۔ تو نماز دوبارہ پڑھ لے مگر قربانی دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ قربانی صحیح ہوگی۔ (شامی)

قربانی کا آخری وقت تیسرے دن ۱۲/ ذی الحجہ کی شام غروب شمس سے پہلے تک ہے۔ غروب شمس کے بعد قربانی نہیں کی جائے گی۔ (شامی: ۳۱۸)

اب قربانی کے جانور کو زندہ صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

قربانی کی نیت سے جس جانور کو خریدا ہو یا متعین کرلیا ہو تو اس کو ادل بدل کرنا اگر مالدار ہے تو مکروہ ہے اگر غریب ہے تو درست نہیں۔ (شامی: ٦/٣٣٤)

قربانی کے لئے بکرا بکری کی عمر پورے ایک سال ضروری ہے۔ گائے بیل اور بھینس کے لئے دوسال کا ہونا ضروری ہے۔ اونٹ کے لئے ۵/سال کا ہونا واجب ہے۔ اس سے کم عمر والے کی قربانی درست نہیں۔

(شامی، ص ۳۲۲)

مینڈھا چھ سات ماہ کا ہے صحت مند موٹا ہونے کی وجہ سے دیکھنے میں سال بھر کا لگتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے کی جاسکتی ہے۔ مگر بکرا بکری میں یہ بات جائز نہیں۔ (شامی: ۳۲۲)

بکرے کی قربانی گائے بیل بھینس کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ (شامی)

گائے اونٹ میں مادہ کی قربانی زیادہ بہتر ہے نر کے مقابلہ۔ (شامی)

پیدائشی سینگ جانور میں نہ ہو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی)

اگر جانور پاگل ہے مگر اپنے سے چر لیتا ہے پھر کر کھالیتا ہے خود سے کھا پی لیتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ ورنہ تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی: ۳۲۳)

اگر خارشی جانور ہے مگر صحت مند ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ اور اگر اس کی وجہ سے جانور دبلا اور

کمزور ہو گیا ہے تو درست نہیں۔ (شامی)

اندھے، کانے اور بہت ہی دبلا مریل کی قربانی درست ہے۔ (شامی: ۲۲۳)

ایسا لنگڑا جو چل نہ سکتا ہو، قربانی گاہ تک بھی خود نہ جا سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ ہاں تھوڑا لنگڑا ہو دوڑ لیتا ہو جس پیر میں لنگڑا پن ہو اس کو زمین پر رکھ کر چل لیتا ہو، تو پھر قربانی درست ہے۔ (شامی: ۱۱)

کان کٹے جانور کی قربانی درست نہیں اگر کان آدھا سے زائد کٹا ہو تو پھر اس کی قربانی نہ کرے۔ اگر آدھا سے کم کٹا ہے تو پھر گنجائش ہے۔ (شامی: ۳۲۳/۶)

دم کٹے جانور کی قربان بھی درست نہیں۔ ہاں اگر نصف سے کم کٹا ہے تو گنجائش ہے۔ اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔ (شامی)

جس کے دانت نہ ہوں، اگرچہ وہ چارہ کھا لیتا ہو اس کی قربانی درست نہیں۔ (شامی: ۳۲٤)

ہاں اکثر دانت ہوں کچھ گرے یا جھڑے ہوں تو پھر درست ہے۔

اگر کسی جانور کے کان پیدائشی نہ ہوں یا ایک ہی کان ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ ہاں اگر پیدائشی چھوٹے ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی: ٢٤)

ناک کٹے کی قربانی درست نہیں۔ (شامی: ۳۲٤)

تھن کی چھیمی جس سے دودھ نکلتا ہے کٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

بکرا بکری، مینڈھے خواہ کتنے ہی بڑے ہوں ایک ہی آدمی کی جانب سے یعنی ایک حصہ ہو گا ایک سے زائد کی شرکت نہ ہو گی۔ (شامی: ۳۲۲)

گائے، بیل، بھینس اور اونٹ میں ۷؍ حصے ہوں گے۔ ۷؍ آدمی کی اس میں شرکت ہو گی یعنی ۷؍ آدمی کی جانب سے اس میں قربانی ہو گی۔ (شامی: ۳۲۵)

بڑے جانوروں میں حصے تو سات ہی ہوں گے خواہ شریک ہونے والے دو ہوں یا ۳ یا ۴؍ رہوں۔ مثلاً دو آدمی اس طرح شریک ہوئے کہ ایک نے ۴؍ حصے لئے اور ایک نے ۳؍ حصے۔ اسی طرح ۴؍ آدمی اس طرح شریک ہوئے کہ ۳؍ آدمی نے دو دو حصے لئے اور ایک نے ایک حصہ۔ تو یہ صحیح ہے۔

شرکا میں سے کسی نے اس نیت سے قربانی کی کہ چلو گوشت کھانے کو ملے گا۔ بجائے قصائی سے گوشت خریدنے کے اسی سے گوشت ہو جائے گا۔ اور قربانی کی نیت نہیں کی تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہو گی۔ اور یہ پورا جانور گوشت کھانے کے لئے قربانی جو عبادت اور فریضہ ہے اس کی ادائیگی نہ ہو گی۔ شرکاء کو دوسری قربانی کرنی ہو گی۔ (شامی: ۳۲٦)

ساتویں حصہ سے کم کی شرکت جائز نہیں۔ مثلاً ساتواں حصہ کا آدھا، یا تہائی میں شریک ہونا یہ درست نہیں۔ (شامی: ۲۱۵)

اگر جانور قربانی کی نیت سے خریدا، یا کسی بڑے جانور کے حصوں میں شرکت قربانی کی نیت سے کی۔ پھر بعد میں گوشت کھانے کا خیال آیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کسی بڑے جانور میں سات آدمی شریک ہوئے تھے۔ قربانی سے پہلے ایک آدمی کا انتقال ہوگیا۔ تو اس مرنے والے کے وارث اجازت دیں گے اور کہیں گے کہ ان کی طرف سے ذبح کرو تب تو سب کی قربانی درست ہوگی۔ اگر وارث نے نہ اجازت دی اور نہ کہا اور جانور کی قربانی کردی گئی تو کسی کی قربانی درست اور صحیح نہ ہوگی۔ (شامی: ۳۲۶)

بیوی صاحب نصاب تھی اس پر قربانی واجب تھی۔ شوہر نے قربانی اس کی جانب سے کردی نہ بیوی کو بتایا اور نہ بیوی نے اپنی طرف سے کرنے کو کہا تھا تو بیوی کی جانب سے قربانی نہ ہوئی۔ (شامی: ۳۱۵/۶)

چھوٹے بچے کی جانب سے قربانی والد پر واجب نہیں خواہ بچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو ہاں کرے تو مستحب ہے۔ (شامی: ۳۱۵)

قربانی کے گوشت کے حصوں کی تقسیم اندازے سے کرنا درست نہیں بلکہ ترازو سے کرنا واجب ہے۔

(شامی: ۳۱۷)

اگر جانور مسروقہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

وہ جانور جس کی عادت بالکل غلاظت کھانے کی ہوگی تو اس کی بھی قربانی درست نہیں۔ ہاں چارے اور گھاس کے ساتھ غلاظت بھی کھالیتا ہے اس کی قربانی درست ہے۔

اگر بھینگا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

اگر بھیڑ یا مینڈھے کے بال کاٹ لئے گئے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی: ۳۲٤)

جن جانوروں میں معمولی سا عیب ہو مثلاً ذرا سا کان کٹا ہو یا ذرا سی دم کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز ہوگی مگر کراہت رہے گی۔ چونکہ مستحب ہے کہ جانور صحیح سالم صحت مند ہو۔ (شامی: ۳۲۵/۶)

اگر کسی بیماری کی وجہ سے تھن کی چھیمی خراب ہوگئی خشک ہوگئی جھڑ گئی تو اس کی قربانی درست نہیں۔

(شامی: ۳۲٤)

اگر قربانی کے جانور سے کوئی مالی نفع حاصل کرلیا تو اس کو استعمال میں لانا درست نہیں اس کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (شامی: ۳۲۹)

قربانی کے جانور کے تھن میں دودھ ہے اور اس کا نکالنا ضروری ہے تو نکال کر دودھ صدقہ کرنا ہوگا۔

(شامی: ۳۲۹)

خیال رہے کہ چھری پھیرنے والے اور ذبح کرنے والے پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنا ضروری ہے جولوگ پیر یا سر منہ وغیرہ پکڑے ہیں ان پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا نہیں ہے۔ اگر ذبح کرنے والے کی چھری پر ہاتھ رکھا ذبح کرنے والے کی مدد کی تو اس پر بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہوگا اگر یہ شخص نہیں کہے گا صرف ذبح کرنے والا ہی بسم اللہ اکبر کہہ دے تو جانور اس طرح حرام ہو جائے گا دونوں کا کہنا ضروری ہوگا۔ (شامی)

عقیقہ کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل اور طریق مبارک کا بیان

آپ ﷺ بچوں کا عقیقہ کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا دو مینڈھے ذبح کیا۔ (ابو داؤد: ۳۹۲، ترمذی: ۲۷۸)

ایک راویت میں ہے کہ آپ نے ساتویں دن کیا۔ (تلخیص: ۱۴۷)

فائدہ: آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ بچوں کی ولادت پر عقیقہ فرماتے اور امت کو بھی اس کا استحباباً حکم فرماتے۔ اسی وجہ سے علماء نے اسے مسنون قرار دیا ہے۔ (مرقات: ۸/۱۵۸)

پس جمہور علماء کے نزدیک عقیقہ کرنا سنت ہے، ابن قیم نے لکھا ہے کہ لیث بن سعد، حسن بصری اور اہل ظاہر عقیقہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔ (زاد المعاد: ۳۱۶)

لڑکے کے عقیقہ دو بکریاں اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری فرماتے

حضرت اُمّ کرز کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لڑکے میں دو بکریاں اور لڑکی میں ایک بکری ہے۔ (ابو داؤد: ۳۹۲، ابن ماجہ: ۳۲۸، ترمذی: ۲۷۸، نسائی: ۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم لڑکے (کے عقیقہ) میں دو بکریاں اور لڑکی میں ایک بکری ذبح کریں۔ (ابن ماجہ: ۲۲۸، تلخیص: ۱۴۶، زادالمعاد: ۳۱۸)

حضرت عمر بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس کو اللہ کوئی اولاد دے اور وہ اس کی جانب سے قربانی کرے (عقیقہ کرے) تو لڑکے میں دو بکری اور لڑکی میں ایک بکری کی قربانی کرے۔

(ابو داؤد: ۳۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن و حسین کی جانب سے دو دو مینڈھے ذبح کئے۔ (نسائی: ۱۸۸)

فائدہ: سنت اور بہتر ہے کہ لڑکے کی پیدائش پر دو بکرے اور لڑکی کی پیدائش پر ایک بکری ذبح کرے۔ بیشتر

اسی کے قائل ہیں۔ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن کا عقیقہ ایک مینڈھے سے کیا۔ اس اعتبار سے بعضوں نے ایک بھی مسنون قرار دیا ہے۔ تاہم علماء نے دو کو مسنون قرار دیا ہے۔ اور دو کی وسعت نہ ہوتو ایک بکرے کا بھی ذبح کرنا مشروع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم وہتا ہے۔ (شامی: ۲۷۸)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ چونکہ مذکر کو مؤنث پر فضیلت وفوقیت حاصل ہے جیسا کہ شہادت میں وراثت میں پس عقیقہ میں بھی اسے مؤنث سے زائد کا حکم دیا گیا۔ (زاد المعاد: ۳۱۹)

عقیقہ میں ایک بکری بھی آپ سے ثابت ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں ایک بکرے کی قربانی کی۔

(ترمذی: ۲۷۸)

فائدہ: روایتوں میں آپ ﷺ سے دو بکروں کا اور ایک بکری کا دونوں ثابت ہے۔ چنانچہ اس روایت کی بنیاد پر بعض علماء نے ایک بکرے کو مستحب قرار دیا۔ حضرت عروہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسی کے قائل ہیں۔

(مرقات: ۱۵۸/۸)

کیا آپ ﷺ نے بھی اپنا عقیقہ کیا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں جسے بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا تھا۔ (تلخیص الحبیر: ۱۴۷، مجمع الزوائد: ۵۹/۴، مسند بزار، طبری)

فائدہ: اگرچہ روایت حضرت قتادہ حضرت انس سے دوسرے طرق سے بھی ثابت ہے۔ ابوشیخ نے باب الاضاحی میں ایک دوسرے طریق سے بھی نقل کیا ہے۔ محدث بزار اور حلالی نے بھی اپنے طریق سے اس کی راویت کی ہے۔ حافظ نے نقل کیا ہے کہ اس روایت کے ایک راوی عبداللہ بن محرر انتہائی ضعیف ہیں۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مہذب میں اس حدیث کو باطل کہا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ متعدد کتب حدیث میں یہ روایت مذکور ہے۔ مگر سنداً انتہائی کمزور ہے۔ جس کی وجہ سے کسی کو منکر اور کسی کو باطل قرار دیا ہے۔ (تلخیص: ۱۴۷/۲)

علامہ حافظ نورالدین ہیثمی نے مجمع میں بیان کیا ہے کہ اس کی تخریج بزار اور طبرانی نے اوسط میں کیا ہے۔ اور طبرانی کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ ہیثم بن جمیل کو صحاح کے راوی نہیں مگر ثقہ ہیں (مجمع الزوائد: ۵۹/۴)

عقیقہ نہ کرنے کی وجہ سے والدین شفاعت سے محروم

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ عقیقہ کی وجہ سے مرہون رہتا

ہے۔ (گروی اور مرہون شی ءکی طرف نفع سے رکا ہوا رہتا ہے)۔ (نسائی: ۲/۱۸۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح مرہون رکھی ہوئی چیز سے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح جس بچہ کا عقیقہ نہیں کیا جاتا ہے وہ ناقابل انتفاع اپنے حق میں یا والدین کے حق میں ہوتا ہے۔ (حاشیہ نسائی)

ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ رہین کا مطلب امام احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ جس والدین نے اپنے بچہ کا عقیقہ نہیں کیا وہ بچے اپنے والدین کی شفاعت نہ کرسکیں گے۔ لیکن خیال رہے کہ اس سے عقیقہ کرنا واجب اور اس کے نہ کرنے پر والدین کو سزا یا مواخذہ نہیں ہوگا۔

اس حدیث پاک پر تفریع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بچہ کبھی والدین کی خامی اور کوتاہی کی وجہ وجہ سے خیر سے محروم ہوجاتا ہے اگرچہ اس میں بچہ کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ ''و قد یفوت الولد بخیرٍ بسبب تقریط الابوین.'' یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ بوقت جماع بسم اللہ پڑھنے سے بچہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے اور نہ پڑھنے سے یہ حفاظت حاصل نہیں ہوتی۔ (ابن قیم: ۳/۳۱۶)

پس اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے کچھ بھی وسعت دی ہو تو بچہ کا عقیقہ کردے تاکہ بچہ بھی اپنے جان سے سلامتی اور عافیت کا فائدہ حاصل کرسکے اور اس کے والدین اس بچہ کی شفاعت حاصل کرسکیں کہ قیامت کے دن بعض والدین اولاد کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں جائیں گے کتنی بڑی عظیم دولت ہے جو معمولی سی رقم بکرے کی قربانی یا بڑے جانور میں حصہ لینے سے حاصل ہوگی۔

عقیقہ سے بچے کی سلامتی اور صحت وابستہ اور اس کی شفاعت حاصل

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقیقہ سے بچہ کی سلامتی متعلق رہتی ہے ساتھ میں دن میں قربانی کی جائے نام رکھا جائے۔ اور سر مونڈ دیا جائے۔ (ترمذی: ۲۷۹، ابوداؤد: ۳۹۲)

حضرت سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ میں عقیقہ ہے۔ پس اس کی جانب سے قربانی کرو۔ اور اس کی گندگی (مال کو) دور کرو۔ (نسائی: ۱۸۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کی تاکید اور ترغیب اور اس کے فوائد وفضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''الغلام مرتھن بعقیقته.'' اس کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں متعدد اقوال بیان کئے ہیں۔

❶ بچہ کی سلامتی صحت حوادث ومصائب سے حفاظت عقیقہ سے وابستہ رہتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ اور قربانی کردینے کی برکت سے بچہ کی حفاظت ہوجاتی ہے۔

❷ بچہ جو ایک خدا کی نعمت ہے، اس کی بیش بہا دنیاوی اور اخروی فوائد وابستہ ہوتے ہیں اس نعمت کے شکر کی ادائیگی عقیقہ کرنے سے ہوتی ہے۔ گویا کہ نعمت کا شکر اس عقیقہ سے وابستہ ہے۔

❸ اگراس کی وفات بچپن میں ہوجاتی ہےتو اس سے شفاعت کاتعلق عقیقہ سے متعلق رہتا ہے۔عقیقہ کی وجہ سے بچہ کی شفاعت حاصل ہوتی ہے۔اس کی تائید امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ہوتی ہے کہ جوانہوں نے اس حدیث کی تشریح میں کہا "اذا مات طفلاً و لم یعق عنه لم یشفع فی والدیه" جس بچہ کا عقیقہ نہ کیا جائے وہ والدین کے حق میں شفیع نہیں ہوتا۔حضرت قتادہ نے بھی یہی بیان کیا کہ جس کا عقیقہ نہ کیا وہ شفاعت سے محروم رہے گا۔ ملاعلی قاری اور علامہ طیبی نے امام احمد بن حنبل کی رائے کو ان کی جلالت شان کے پیش نظر راجح قرار دیتے ہوئے قبول کیا ہے۔(مرقات: ۱۵۸/۸)

پس اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ گو سنت ہے واجب نہیں مگراس کے اہم ترین اخروی فوائد میں والدین کے حق میں ایسے بچہ کا شفیع ہونا ہے۔عموماً لوگ بخل کی وجہ سے عقیقہ چھوڑ دیتے ہیں۔اوراس کی اہمیت نہیں دیتے بہت بڑے خیر سے محرومی کی بات ہے۔

سر کے بال کے برابر چاندی صدقہ کرنا مسنون ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا عقیقہ ایک بکری سے کیا۔اور فاطمہ سے فرمایا اے فاطمہ، اس کا سر مونڈ دو۔اوراس کے بال برابر چاندی صدقہ کرو۔ چنانچہ ہم نے وزن کیا تو اس کا وزن ایک درہم یااس سے کم نکلا۔ (تلخیص: ۱٤٨، ترمذی، زاد: ۳۱۷)

حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن کو جنا تو انہوں نے کہا کیا اس کے عقیقہ کے خون کو اس پر نہ ملوں؟ (جیسا کہ لوگ ایام جاہلیت میں کیا کرتے تھے) تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کے سر کے بال مونڈ دو اوراس کے بال کے وزن کے برابر اصحاب صفہ میں چاندی صدقہ کردو۔

(تلخیص: ۱٤٨/۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت اثر میں ہے کہ خواہ سونا یا چاندی صدقہ کرے۔(تلخیص: ۱٤٨)

جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن حسین زینب اور اُمّ کلثوم کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کیا۔ (تلخیص)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ بچے یا بچی کے عقیقہ میں سر کے بالوں کو مونڈ کراس کے وزن کے برابر چاندی یا چاندی کی قیمت کا صدقہ کردینا مسنون ہے۔اس بال کو زمین میں دفن کردے۔ادھر ادھر نہ پھینکے۔ شامی میں ہے کہ بال مونڈ کراس کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرے۔ (شامی: ۳۲۹/٦)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عقیقہ میں جانور ذبح کرنے کا استحباباً حکم دیتے

حضرت سلمان بن عامر ضبی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کا عقیقہ ہے اس کی جانب سے

قربانی کرو۔ اور (سر کے) بال دور کرو۔ (ترمذی: ۲۷۸، بخاری: ۸۲۲/۲)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کے سلسلے میں فرمایا جسے اولاد پیدا ہو اسے پسند ہو اس کی جانب سے عقیقہ کرلے تو کرے۔ (مجمع الزوائد: ۵۷/٤)

فائدہ: عقیقہ میں جانور کا ذبح کرنا سنت ہے، لڑکے میں دو بکری اور لڑکی میں ایک بکری سنت ہے، عقیقہ کے جانور کا گوشت قربانی کی طرح ہے ایک تہائی کا صدقہ خیرات کرنا مستحب ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ خواہ عقیقہ کے گوشت کو کچا تقسیم کردے یا پکا کر یا اس گوشت کو پکا کر لوگوں کی دعوت کردے ہر طرح اختیار ہے۔

(شامی: ۳۲۹/٦)

سر کے بال مونڈنا اور زعفران لگانا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ہم لوگ ایسا کرتے تھے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو بکری ذبح کرتے تھے (عقیقہ میں) اور اس کا خون سر پر مل دیتے تھے۔ جب اسلام آیا (ہم لوگ مسلمان ہوئے) تو بکری ذبح کرتے۔ اس کے سر کے بال مونڈتے۔ اور سر کو زعفران سے ملتے۔ (بجائے خون کے)۔ (تلخیص: ۱٤۷، ابوداؤد: ۳۹۳، ترمذی، زادالمعاد: ۳۱۷)

حضرت ابورافع کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت فاطمہ کے بڑے لڑکے حسن پیدا ہوئے تو.........فرمایا اس کے سر کو مونڈ دو۔ اس کے بال برابر چاندی راہ خدا میں صدقہ کردو۔ (مجمع الزوائد: ۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا......لوگ ایام جاہلیت میں روئی لے کر عقیقہ کے جانور سے رنگ کر بچہ کے سر پر رکھتے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کی جگہ خوشبو (یا زعفران سے رنگ دو) رکھ دو۔

بچہ کا عقیقہ اور نام ساتویں دن رکھ دینا سنت اور بہتر ہے

حضرت سمرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساتویں دن قربانی (عقیقہ) کردیا جائے۔ نام رکھ دیا جائے۔ سر مونڈ دیا جائے۔ (ابوداؤد: ۳۹۲، ترمذی: ۲۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن کیا۔ اور دونوں کا نام رکھا۔ (بیہقی، تلخیص: ۳۷/۲، مجمع الزوائد: ۵۹/٤)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے بچوں کے سلسلے میں امور مسنون ہیں۔ ساتویں دن عقیقہ کرنا۔ نام رکھنا۔ (تلخیص: ۱٤۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نام تیسرے دن رکھ دو۔ (زادالمعاد: ۳۲۱/۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ساتویں دن ہو جائے تو عقیقہ کرو۔ سر سے بال دور کرو۔ اور نام رکھو۔ (مجمع: ٤/٥٨)

فائدہ: روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین کا عقیقہ ساتویں دن کیا اور نام رکھا اور آپ اسی دن عقیقہ کرنے کا حکم بھی دیا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ساتویں دن عقیقہ کرے۔ اور نام رکھ دے۔ ایسا کرنا مستحب ہے۔ عقیقہ میں تاخیر کرنا بہتر نہیں۔

بہت سے لوگ تو نام ہفتوں اور مہینوں نام نہیں رکھتے انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی نایاب نام مل جائے یہ سب شریعت کے خلاف اور ناواقفیت کی بات ہے۔ کوئی بہتر نام انبیاء کرام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صالح بندوں کے نام پر نام رکھ دے اس میں تاخیر نہ کرے۔

امام ترمذی نے سنن ترمذی میں بیان کیا ہے کہ اگر ساتویں دن عقیقہ کرنا مستحب ہے اگر اس دن نہ کر سکے تو چودھویں دن کرے اگر اس دن بھی نہ کر سکے تو اکیسویں دن کرے۔ (ترمذی: ۲۷۸)

مطلب یہ ہے کہ اگر بعد میں کرے تو ۷ر کی نسبت کو ملحوظ رکھے۔ ۱۴/۲۱/۲۸/۳۵ جو سات کی نسبت سے اس کا خیال رکھے۔

علامہ شامی نے بھی بیان کیا کہ جسے کوئی بچہ پیدا ہو تو ساتویں دن اس کا نام رکھے سر مونڈے بال برابر چاندی صدقہ کرے اور اس کا عقیقہ کرے۔ (شامی: ۳۲۹)

ساتویں دن ختنہ کرنا بھی مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن وحسین کا عقیقہ کیا اور ساتویں دن ختنہ کیا۔

(مجمع الزوائد: ٤/٥٩)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سات امور میں بچوں میں سنت ہے۔ ساتویں دن نام رکھا، ختنہ کرنا، بال دور کرنا، (اور نہانا) (لڑکی ہو تو) کان چھیدنا۔ عقیقہ کرنا۔ (مختصراً، مجمع الزوائد: ٤/٥٩)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کا ختنہ ساتویں دن کیا۔

(زادالمعاد: ۳۲۱)

فائدہ: ساتویں دن ختنہ کرنا سنت ہے۔ اس میں تاخیر بالکل بہتر نہیں۔ بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ سالوں گذرنے کے بعد جب ۸/۱۰ر سال کے ہونے لگتے ہیں تب ختنہ کرتے ہیں۔ سو یہ بہتر نہیں۔ اس وقت ہر ایک کو پریشانی ہوتی ہے۔ بچہ ہوشیار ہو جاتا ہے۔ بھاگتا ہے، انکار کرتا ہے، زخم درست اور سوکھنے میں تاخیر اور پریشانی ہوتی ہے۔ دوا وغیرہ میں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ بخلاف ساتویں دن یا اس کے قریب میں کوئی پریشانی

نہیں ہوتی ہے اور سنت پر عمل کرنے کا ثواب الگ۔

ختنہ کے موقعہ پر اہتمام کرنا، دعوت کرنا خلاف سنت ہے

حسن سے مروی ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کو ختنہ کے موقع پر بلایا گیا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تو ان سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے کہا ہم لوگ آپ ﷺ کے زمانہ میں نہ ختنہ میں جاتے تھے اور نہ اس میں ہمیں دعوت دی جاتی تھی۔ (مجمع: ٤/٦٠)

ایک روایت میں ہے کہ ختنہ کی دعوت میں کھانے سے صاف انکار کر دیا۔

فائدہ: خیال رہے کہ ختنہ کے موقعہ پر کسی بھی قسم کا اہتمام شادی بیاہ کی طرح خوشی مسرت کے مثل اہتمام کرنا خلاف سنت ہے، ایسے موقعہ پر رشتہ داروں کو اعزہ اقارب کو بلانا کھلانا دعوت کا دینا۔ لوگوں کا روپیہ پیسہ دینا کپڑا پہنانا یہ سب امور جو رائج ہیں بدعت رسم خلاف سنت مکروہ ہیں۔ ان امور میں مال خرچ کرنا اسراف اور خلاف شرع ہے۔ بلا کسی کے بلائے اہتمام کئے سادگی سے ختنہ کرنا سنت ہے۔

ولادت کے بعد اذان اور اقامت مسنون ہے

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت حسن کی ولادت ہوئی تو آپ نے ان کے کان میں نماز کی اذان دی۔ (ترمذی: ۲۷۸، تلخیص: ۲/۱۴۹)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جسے اولاد پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے۔ تو اُمّ الصبیان سے وہ محفوظ رہے گا۔ (مرقات: ۱۶۰، تلخیص: ۱۴۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو دائیں کان میں اذا اور بائیں کان میں اقامت کہلواتے۔ (مرقات: ۱۵۹)

ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے ولادت کے بعد کان میں اذان کہنا مسنون ہے۔ (۸/۱۵۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ تاکہ نومولود کے کان میں اولاً اللہ کے نام ایمان کی بات اور نماز کی دعوت آجائے۔ ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے کان میں یہ کہنا مستحب ہے۔ "انی اعیذھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم." (مرقات: ۸/۱۶۰)

فائدہ: پس اس سے معلوم ہوا کہ ابتداء پیدائش ہی سے بچوں کا مزاج اور طبیعت دینی اسلامی ہو جائے۔ پہلی وہ چیز جو اس کے کان میں پڑے وہ توحید رسالت اور نماز پڑے۔ تاکہ دین و شریعت اس کی طبیعت میں سرایت کر جائے۔ افسوس کہ شریعت نے اس دین کی کتنی اہمیت ظاہر کی اور مسلمان خدا کے نام لیوا اس دین کو اپنی زندگی سے ڈھار ہے ہیں اور دینی ذوق کو غیر مسلموں کی تہذیب اپنا کر پامال کر رہے ہیں اور خداوند قدوس کی

گرفت اور پکڑ کو اپنے او پر حلال کر رہے ہیں۔

پس کان میں اذان اقامت سے اشارہ ہے کہ اسلام کے شعائر طبیعت میں داخل ہو جائے کہ یہ دنیا کی وجہ سے نہ چھوٹے اس وجہ سے جنازہ میں بھی خدا کی تکبیر اور بڑائی اس کے سامنے بیان کی جاتی ہے کہ مؤمن کا اول اور آخر ذکر خدا پر رہے۔ لہٰذا اس کے بیچ کے زندگی کو بھی ذکر خدا یعنی احکام خدا کی اطاعت پر رکھو۔

تحنیک کسی میٹھی چیز چبا کر دینا اور برکت کی دعا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بچے آپ کی خدمت میں لائے جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے برکت کی دعا کرتے اور آپ ان کی تحنیک فرماتے۔ (مسلم: ۲۰۹)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ قباء میں (عبداللہ بن زبیر) پیدا ہوئے تو میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئی میں نے اسے آپ کے گود میں ڈال دیا اور کھجور منگوایا۔ اسے چبا کر اس کے منہ میں ڈال دیا پس پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں گئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک مبارک تھا۔ (مسلم: ۲۰۹)

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا جو پیدا ہوا تھا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کی تحنیک فرمائی۔ (مسلم: ۲۰۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو لوگ برکت و دعا کے لئے آپ کی خدمت میں لاتے تو آپ ان کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے اس کا نام رکھ دیتے اور کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈال دیتے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ تحنیک سنت ہے۔ اگر کوئی بچہ پیدا ہو تو اسے کسی مقامی بزرگ یا جو وہاں کے علاقے میں صالح نیک ہو لے جائے وہ کھجور چبا کر یا چھوہارہ چبا کر اس کے منہ میں ذرا سا ڈال دے یا چٹا دے ایسا کرانا بہتر ہے۔ اور برکت کی دعا دے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ چھوہارے اور کھجور کے ساتھ بہتر ہے۔ (شرح مسلم: ۲۰۸)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ "اللهم بارك فيه. اللهم بارك عليك" دعا کرے، اور بارک علیک یہ دعا زیادہ بہتر ہے۔

علامہ نووی نے لکھا کہ تحنیک کے سنت ہونے پر اجماع ہے۔ (ص۲۰۹)

چنانچہ محدثین نے اس کی سُنّیت پر باب قائم کیا ہے۔ مگر افسوس کہ آج اس پر عمل متروک ہو گیا ہے۔ بیشتر عوام تو اس کی سُنّیت کو جانتے نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ کسی کو نیک اور صالح سمجھتے نہیں کہ ان کے پاس لے جا کر تبرک

حاصل کریں حالانکہ صالحین اور نیک ہر زمانہ میں رہتے ہیں۔ چونکہ خود نیک اور صالح نہیں ہوتے اس لئے دوسرے کو بھی نیک اور صالح نہیں سمجھتے۔ ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ اس زمانہ میں نیک اور صالح کم ہیں۔ تاہم ماحول اور علاقے میں جو دیگر کے مقابلہ میں صالح متقی ہوں ان سے تحنیک کرالیں۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ تحنیک عورت بھی کر سکتی ہے۔ (شرح مسلم: ۲۰۹)

تحنیک میں اس بات کا خیال رہے کہ جو مریض ہو جسے متعدی امراض ہو اس سے احتیاطاً نہ کرائے۔

(اس کے بعد انشاء اللہ بارہویں جلد حج وعمرہ کے مفصل شمائل وطریق پر آرہی ہے)

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ شمائل کبریٰ جو شمائل وسنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا جامع ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے اس کے متعدد ایڈیشن ہندو پاک میں شائع ہو کر خواص اور عوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا "وللّٰہ الحمد والمنۃ."

اس پر نبی پاک ﷺ کی منامی بشارت بھی ہے۔ اس کے انگریزی ایڈیشن بھی شائع ہو چکے ہیں۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے شائع ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں جو طبع ہو چکی ہیں۔ ان کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل وکرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... کھانے پینے اور لباس کے متعلق آپ ﷺ کے شمائل وسنن پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... سونے، بیدار ہونے، انگوٹھی، داڑھی، لب، ناخن اور عصا وغیرہ ۱۴ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم ...... معاملات تجارت ہبہ عاریت قرض، بکری اونٹ پالنے اور سفر وغیرہ ۱۵ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... آپ کے بیان کردہ اسلام کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا بیان ۷۵ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... آپ ﷺ کے جسمانی احوال واوصاف کا نہایت مفصل بیان جو ۱۰۰ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد ششم ...... آپ ﷺ کی طہارت، وضو، غسل، تیمم اور اوقات نماز وغیرہ جو ۱۰ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم، ہشتم ...... آپ ﷺ کی نماز کے متعلق نہایت واضح اور مفصل بیاں جو ۲۳ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد نہم ...... چاند، روزہ، اعتکاف، شب قدر وغیرہ کے متعلق جو ۹ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دہم ...... موت میت جنازہ احوال قبر، وصیت، فرائض وغیرہ کے متعلق جو ۱۰ مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد یازدہم ...... نکاح طلاق وغیرہ کے متعلق شمائل وسنن۔

شمائل کبریٰ جلد دوازدہم ...... حج وعمرہ وغیرہ کے متعلق شمائل وسنن۔

اس کے بعد کی جلدوں میں مرض مریض علاج معالجہ عیادت وغیرہ کے شمائل وسنن کا ذکر ہے۔

(یعنی آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور بندوں سے سلوک)

اردو ترجمہ

عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی

سُنّتِ نبوی کے پروانوں کیلئے ایک انمول خزانہ جس میں تمام اُمورِ زندگی میں سُنّتِ نبوی سے رہنمائی بیان کی گئی ہے -

سونے، جاگنے، کھانے پینے، وضو، نماز، پیدائش، موت، نکاح، ولیمہ
سلام وکلام، مسلمانوں کے حقوق، صبح وشام اور مختلف اوقات کی دُعائیں

مع فوائد وتشریح

احادیث کا ترجمہ آسان، عام فہم اور سلیس زبان میں - احادیث کے فوائد وتشریح، احادیث کی تخریج

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی

اُستاذ مدرسہ بابُ الاسلام مسجد پرنس روڈ - کراچی

زمزم پبلشرز